

دس عربی قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر طبع کئے جانے والے نسخہ کا مکمل اردو ترجمہ مع تخریج پہلی بار

اردو ترجمہ

# دلائل النبوة

اور صاحبِ شریعت ﷺ کے احوال کی معرفت

[www.ahlehaq.org](http://www.ahlehaq.org)

تصنیف: امام ابی بکر احمد بن الحسین البیهقی

ترجمہ: مولانا محمد اسماعیل الجاروی

دارالافتاء

اردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی پاکستان فون: 2631861

دلائل النبوة

[www.ahlehaq.org](http://www.ahlehaq.org)

دس عربی قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر طبع کئے جانے والے نسخہ کا مکمل اردو ترجمہ مع تخریج پہلی بار

اردو ترجمہ

# دلائل النبوة

اور صاحبِ شریعت ﷺ کے احوال کی معرفت

جلد ۱

حصہ اول، دوم

تصنیف: امام ابی بکر احمد بن الحسین البیهقی

ترجمہ: مولانا محمد اسماعیل الجاروی

[www.ahlehaq.org](http://www.ahlehaq.org)

ڈیو بازار ایم ای جٹ روڈ  
کراچی پاکستان 2213768

دارالاشاعت

جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی  
طباعت : مئی ۲۰۰۹ء علمی گرافکس  
ضخامت : 597 صفحات

### قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

[www.ahlehaq.org](http://www.ahlehaq.org)

### ..... ملنے کے پتے .....

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور  
بیت العلوم 20 نا بھ روڈ لاہور  
یونیورسٹی بک اینجینیئرنگ بازار پشاور  
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد  
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی  
بیت القرآن اردو بازار کراچی  
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی  
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد  
مکتبہ المعارف محلہ جنگلی۔ پشاور

**Islamic Books Centre**  
119-121, Halli Well Road  
Bolton BL 3NE, U.K.

### انگلینڈ میں ملنے کے پتے

**Azhar Academy Ltd.**  
54-68 Little Ilford Lane  
Manor Park, London E12 5Qa  
Tel : 020 8911 9797

**DARUL-ULOOM AL-MADANIA**  
182 SOBIESKI STREET,  
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

### امریکہ میں ملنے کے پتے

**MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE**  
6665 BINTLIFF, HOUSTON,  
TX-77074, U.S.A.

# فہرست دلائل النبوة

(جلد اول)

۳۹	چوتھی مثال -----	۲۹	پیش لفظ
۳۹	دعوائے نبوت کرنے والے انسان سے اس کی سچائی کی دلیل کا مطالبہ کرنا فطری امر ہے -----	۳۵	امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جلیل القدر علماء کے ارشادات و تاثرات
۳۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے دلیل بصری طلب کرنا -----	۳۵	علامہ ابن ناصر کا قول -----
۳۹	نبوت و رسالت کو ثابت کرنے کے طریقے -----	۳۵	علامہ امام الحرمین کا قول -----
۳۹	اثبات نبوت میں قرآن کا طریقہ -----	۳۵	علامہ ابن خلکان کا قول -----
۳۹	”قرآن مجید کا تمام اہل عرب و اہل عجم کو چیلنج کرنا“ --	۳۵	علامہ ابن جوزی کا قول -----
۳۹	نبوت محمد ﷺ کی پہلی قرآنی دلیل -----	۳۵	علامہ ذہبی کا قول -----
۳۹	نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری دلیل -----	۳۵	علامہ سبکی کا قول -----
۴۱	نبوت محمد ﷺ کی تیسری قرآنی دلیل -----	۳۵	امام ابن تیمیہ کا قول -----
۴۱	نبوت محمد ﷺ کی چوتھی قرآنی دلیل -----	۳۶	علامہ ابن کثیر کا قول -----
۴۱	نبوت محمد ﷺ کی پانچویں قرآنی دلیل -----		کتاب ”دلائل النبوة“ کے بارے میں علماء کے اقوال و تاثرات
۴۲	اثبات نبوت کے لئے امام غزالی کا طریقہ -----	۳۶	علامہ تاج الدین سبکی کا فرمان -----
۴۲	حضور ﷺ کی نبوت کی حقیقی غیر تقلیدی معرفت -----	۳۶	علامہ ابن کثیر کا فرمان -----
۴۳	اثبات نبوت محمد کے لئے ابن خلدون کا طریقہ -----	۳۷	مقدمہ
۴۳	اللہ کے چنیڈہ اور برگزیدہ نبیوں کی نشانیاں اور علامات -----		انسانوں کو انبیاء کرام علیہم السلام کی ضرورت اور ان پر ایمان کا وجوب -----
۴۴	قبل از نبوت شرم و حیاء نبوی کی ایک مثال -----	۳۸	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے مابین رابطے کی چند مثالیں
	بادشاہ ہرقل کا حضور ﷺ کے بارے میں سوالات کرنا اور جواب دینے کا حضور ﷺ کی نبوت کی صحت پر استدلال کرنا -----	۳۸	پہلی مثال -----
۴۵	سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے میں دلائل	۳۹	دوسری مثال -----
۴۶		۳۹	تیسری مثال -----



۷۹	مسٹر آرنلڈ اپنی کتاب الدعوة الى الاسلام میں کہتے ہیں	۷۰	نبوت محمدی ﷺ کے دلائل میں سے اہم ترین دلیل معجزہ قرآن ہے
۸۰	قرآن مقدس اہل کتاب کے بعض مذکورہ انحرافات کی طرف اشارات	۷۰	قرآن کریم نبی کریم ﷺ کا قیامت تک کے لئے دائمی معجزہ ہے
۸۱	اور یہودیوں کو قول ”عزیر (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے“ عیسائیوں کے ہاں عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کے معبود ہونے کا عقیدہ	۷۱	مؤرخ ابن خلدون کا علامات نبوت کے متعلق فرمان
۸۲	عہد جاہلیت میں اہل عرب کے یہود و نصاریٰ کی حالت کے بعد عرب کی حالت زار	۷۱	صاحب شفاء (قاضی عیاض) کی تحقیق
۸۲	فرشتوں کی عبادت کھلی گمراہی ہے	۷۳	حفاظت قرآن اور علامہ ابن عقیل کی وضاحت
۸۲	قرآن مجید کی اطلاع	۷۳	ابوالوفاء علی بن عقیل کا فرمان
۸۳	عہد جاہلیت میں اہل عرب کا خیال کہ جنات کی اللہ سے رشتہ داری ہے اور فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں	۷۳	علامہ ابن عقیل فرمان
۸۳	عہد جاہلیت میں عربوں کے ہاں جنات کی عبادت اور جنوں کی اللہ سے رشتہ داری کا عقیدہ	۷۳	صاحب الوفاء کا اعجاز قرآن کے متعلق فرمان
۸۳	بت پرستی کی مذمت	۷۳	۱۔ استاذ المہندی فرانسسی مصنف کا فرمان
۸۳	اصنام پرستی میں انحطاط اور حد سے گزرنا	۷۴	۲۔ سفری کا فرمان
۸۳	عہد جاہلیت میں عربوں کے ہاں چاند، سورج اور کواکب پرستی	۷۴	آپ علیہ السلام کی فصاحت کا ذکر
۸۳	ستارہ ہرش کے بارے میں قرآن مجید کی اطلاع	۷۴	۳۔ اشاتلی لین پول کا فرمان
۸۵	ستارہ پرستی کی مذمت	۷۴	حضور ﷺ کی حیات علیا اور جہاد میں نبوت کے دلائل
۸۵	ان مذکورہ غیر اللہ کی نیازوں اور تحریمات کے بارے میں قرآن کی اطلاع	۷۵	رسول اللہ ﷺ کوہ صفاء پر
۸۶	خالص توحید کی سوچ اور مردود بارہ زندہ ہونے کی سوچ اور مشرکین کا تعجب	۷۶	ابوطالب کی ہمدردانہ گفتگو
		۷۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں
		۷۷	اوباش لڑکوں کا پیچھا کرنا
		۷۷	آپ علیہ السلام کی دعا
		۷۷	عدائس کا قبول اسلام
		۷۸	تصور اسلامی کی خصوصیات میں دلائل نبوت
		۷۸	امریکی مصنف ڈرائر کا قول
		۷۹	ڈاکٹر فردینلر کا قول



۸۶	ڈاکٹر عبدالمعطی کا تبصرہ	۸۶	امام بیہقیؒ کے اعتماد کی بنیاد بخاری و مسلم ہیں جبکہ
۸۶	مذکورہ دونوں حقیقتوں پر قرآنی دلیل	۹۶	روایات سب کی لی ہیں
۸۸	دور جاہلیت کے مقابلہ میں اسلام کی خوبی		احادیث کو لانے میں امام بیہقیؒ کی شرط اور علماء کا اس
۸۹	توحید اسلام کا معجزہ ہے۔ اللہ۔ رسول۔ قرآن۔ کعبہ	۹۶	پرا اتفاق
۸۹	اسلام کے مطالعہ کے بعد پرناؤد شوکا قول		نبوت کے دلائل میں تصنیف شدہ کتب اور مصنف کا
۹۰	روس کے فلسفی مصنف کی بات	۹۶	مخصوص طریق
۹۰	خواہش پرستی ہلاکت ہے	۹۷	نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر امام بیہقیؒ کا طرز استدلال
۹۱	غیر مذاہب والوں کے ساتھ رواداری کا حکم	۹۸	امام بیہقیؒ کی زندگی اور ان کا علمی مقام
۹۱	ڈاکٹر موریس بوکانی کا پیش کردہ عظمت اسلام کا جائزہ	۹۸	امام بیہقیؒ کے شیوخ و اساتذہ
۹۱	قرآنی نصوص کو سبقاً سبقاً پڑھنا	۱۰۴	امام بیہقیؒ کے شاگردان گرامی قدر
۹۲	یورپ میں اسلام کا غلط تصور	۱۰۵	امام بیہقیؒ کی تصانیف
۹۲	قرآن کریم کے گونا گوں موضوعات	۱۰۶	کثرت تصانیف بیہقیؒ پر عدم تعجب
۹۳	اثبات دلائل نبوت میں امام بیہقیؒ کا انداز		امام بیہقیؒ کے علم و فضل کے بارے میں علماء کی
	حضور ﷺ کی نبوت کے وہ دلائل جن سے اہل کتاب نے	۱۰۷	شہادات
	آپ کی نبوت کی صحت پر دلیل پکڑی		یا قوت جموی کا فرمان
	وہ دلائل نبوت محمدیہ ﷺ جو آپ کی ولادت کے	۱۰۷	علامہ ابن ناصر کا فرمان
	دوران اور آپ کی بوقت بعثت ظاہر ہوئے	۱۰۷	علامہ ابن جوزی کا فرمان
	ہاتف غیبی سے سنی گئی آوازوں میں دلائل نبوت	۱۰۷	امام ذہبی کا فرمان
	اصنام اور بتوں کے اوندھے ہونے میں دلائل نبوت	۱۰۷	علامہ بن خلکان کا فرمان
	بعثت کے بعد آپ ﷺ کے بعض مخصوص و مشہور	۱۰۷	علامہ سمعانی کا فرمان
	معجزات	۹۵	امام بیہقیؒ کی اپنی کتاب کے بارے میں شرط اور
			اس تصنیف کی خصوصیات
		۹۵	امام بیہقیؒ کا اخبار احاد سے بھی حجت پکڑنا
		۹۵	امام بیہقیؒ کا ضعیف کے مقابلے میں صحیح پر اعتماد کرنا

۱۲۱	رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل -----	۱۰۸	مورخ ابن عساکر کا فرمان -----
۱۲۱	قرآن زندہ جاوید معجزہ محمدی ہے -----	۱۰۸	علامہ علی القاری کا فرمان -----
	خود نبی کریم ﷺ از خود بغیر وحی کے لوگوں کی طرح	۱۰۸	امام بیہقیؒ کے اشعار -----
۱۲۲	قرآن کی مثال بنانے سے عاجز تھے -----	۱۰۹	امام بیہقیؒ کی وفات -----
	قرآن کے مقابلہ میں میلہ کذاب کے کلام کی	۱۰۹	ابن خلکان کا فرمان -----
۱۲۳	حقیقت -----	۱۹۸	امام بیہقیؒ کی موت پر مرثیہ کہنے والے -----
۱۲۳	حضور اکرم ﷺ کا اپنا فصیح کلام اور اس کی حقیقت -----	۱۰۹	رسالہ مصادر و مراجع - یعنی کتابیات
۱۲۳	حضور ﷺ کا منظوم دعائیہ کلام -----		دلائل النبوة
۱۲۴	استاذ ابو منصور کا فرمان -----	۱۱۵	اور صاحب شریعت کے احوال کی معرفت
	حضور ﷺ کا معجزہ جس نے عربوں کو اپنے مثال لانے	۱۱۵	خطبہ کتاب دلائل النبوة از امام بیہقیؒ -----
۱۲۴	سے عاجز کر دیا تھا -----	۱۱۶	مفہوم خطبہ کتاب -----
۱۲۵	قرآن مجید کے اعجاز کی دیگر دو وجوہ -----		سلسلہ انبیاء و رسل کی بعثت اور ان کی وحی کے بارے
	اعجاز قرآن کی وجہ اول 'مصادقت نبوت محمدی ﷺ'	۱۱۷	میں تفصیلی و تصریحی وضاحت خداوندی -----
۱۲۵	کی زبردست دلیل -----	۱۱۷	انبیاء کی ورسئل کی بعثت کا مقصد: اتمام حجت -----
۱۲۵	صداقت نبوت محمدی کی زبردست دلیل -----	۱۱۷	آیات و معجزات کے ساتھ رسولوں کی تائید و تصدیق --
۱۲۵	اعجاز قرآن کی وجہ ثانی -----	۱۱۸	معجزات رسل کی بہت ساری اقسام -----
۱۲۵	اہل تفسیر کا خیال -----	۱۱۸	موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات -----
۱۲۶	شیخ حلیمی کا قول -----	۱۸	قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے معجزات کی تصریح کی ہے
	قرآن مجید کے علاوہ بھی ہمارے نبی کریم ﷺ کی بے شمار	۱۱۸	یہ سولہ معجزات موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی دلیل تھے ---
۱۲۶	نشانیوں -----		حضرت داؤد علیہ السلام کے تین معجزے جو ان کی
۱۲۶	قسم اول -----	۱۱۹	نبوت کی دلیل تھے
۱۲۷	مزید معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم -----		حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے مشہور پانچ معجزے
۱۲۷	قسم ثانی -----	۱۱۹	یا نبوت عیسوی کے چار ناقابل انکار دلائل
۱۲۸	امر اول -----	۱۲۰	امام بیہقیؒ کا فرمان -----
		۱۲۰	نبوت عیسوی کے بعض واضح دلائل -----

۱۳۷	قسم ثانی	۱۳۸	امردوم
۱۳۷	قسم ثانی	۱۳۸	فصل
۱۳۸	شیخ حلیمی کا تبصرہ		حضور ﷺ کی خبروں کو قبول کرنے اور ماننے کی بابت
۱۳۹	نوع ثالث	۱۳۱	مذکورہ بالا کی تفصیل
	فصل		شیخ امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : (اللہ ان کی قبر کو روشن
۱۴۰	مُرْسَل روایات اور ان کا حکم	۱۳۱	کرے)
۱۴۰	مرسل کی قسم اول	۱۳۱	رسول اللہ ﷺ کا احادیث آگے پہنچانے کا حکم
۱۴۰	مرسل کی دوسری قسم		حدیث رسول اللہ ﷺ پر معترض سے حضرت عمران
	فصل	۱۳۲	بن حصین رضی اللہ عنہ کی بحث
	اختلاف احادیث اور ان کا حکم اور آخر میں	۱۳۲	اسلام کے ہر حکم کو قرآن میں تلاش کرنا غلط ہے
۱۴۰	مقبول حدیث کا حکم	۱۳۳	حدیث کو قرآن پر پیش کرنے والی حدیث باطل ہے
۱۴۱	وجہ اول	۱۳۴	خبر واحد کی تثبیت کے بارے میں دلائل اور حجج کثیر
۱۴۱	وجہ دوم		فصل
۱۴۱	وجہ ثانی	۱۳۴	ان لوگوں کے بارے میں جن کی خبر قبول کی جائے گی
	فصل	۱۳۵	شیخ حلیمی کا قول
	رسول اللہ ﷺ کی بعثت، نزول قرآن	۱۳۵	امام شافعی کا قول
۱۴۱	حفاظت خداوندی		محدثین کو صحیح اور غیر صحیح حدیث کی معرفت کیسے حاصل
۱۴۲	دین اور شریعت محمدی ﷺ کی حفاظت کا قدرتی نظام	۱۳۶	ہوتی ہے
۱۴۲	سنت رسول کے تحفظ کا قدرتی انتظام	۱۳۶	مسند حدیث کی اہمیت
	راویوں پر محدثین کی جرح و تعدیل کی بابت فقہاء		فصل
۱۴۲	أمت کا کردار		اس باب میں جس چیز کی معرفت کا ہونا واجب ہے
	کتاب ہذا میں نقل احادیث کے بارے میں مصنف		وہ یہ ہے کہ آپ کو اس بات کا علم ہو کہ اخبار خاصہ مرویہ
۱۴۳	کی وضاحت	۱۳۶	تین قسم پر ہیں
۱۴۳	معجزات پر دیگر مصنفین کی کتب کی حالت	۱۳۷	قسم اول

۱۵۷	ابو اسحاق کا قول (جو کہ تمام علماء کا قول ہے) ----- باب ۴ ذکر ولادت مصطفیٰ ﷺ اور وہ نشانیاں جو ولادت باسعادت کے وقت یا اس سے قبل یا اس کے بعد ظہور ۱۵۸ پذیر ہوئیں حضور ﷺ کے فرمان ”میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں“ کی تشریح ۱۵۹ حضور ﷺ کے فرمان ”میں عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں“ کا مطلب ۱۵۹ حضور ﷺ کے فرمان ”میں اپنی امی کا خواب ہوں“ کا مطلب ۱۵۹ حضور کا نام انجیل میں احمد ہے ۱۶۰ لوح محفوظ میں خاتم النبیین ۱۶۰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ۱۶۰ عبدالطلب کا حرم میں پناہ لینا ۱۶۱ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ۱۶۳ ابوطالب کی کفالت ۱۶۳ آپ علیہ السلام کا فیصل مقرر ہونا ۱۶۳ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ۱۶۳ باب ۵ زم زم کی کھدائی کی بابت وہ روایت جو بطریق اختصار آئی ہے ۱۶۵ عبدالطلب کی اللہ سے دعا ۱۶۷ باب ۶ عبدالطلب کا نذر ماننا کہ ”ایک بیٹے کو اللہ کے نام پر ذبح کریں گے“ ۱۶۷ حضور ﷺ کے والد کے ذبح کے لئے قرعہ نکلا والد ذبح کرنے لگے تو لوگوں نے نہ کرنے دیا ۱۶۸	۱۳۴ مصنف کی کتاب ہذا کی طرز ۱۳۴ محدثین کی انتہائی درجے کی کوشش کتاب دلائل النبوة معرفت احوال صاحب شریعت ۱۳۵ حضرت محمد بن عبد اللہ، خیر البریہ، رسول رب العزۃ ﷺ (جلد اول) ۱۳۵ (جلد دوم) ۱۳۶ (جلد سوم) ۱۳۸ (جلد چہارم) ۱۳۹ (جلد پنجم) ۱۵۰ (جلد ششم) ۱۵۱ (جلد ہفتم) ۱۵۲ دلائل نبوت - معرفت حالات صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۵۳ خطبہ کتاب باب ۱ ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۵۵ باب ۲ ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مہینہ باب ۳ وہ سال جس میں رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے ۱۵۶ آپ علیہ السلام عام الفیل میں پیدا ہوئے ۱۵۶ عبدالملک بن مروان کا قول ۱۵۷ جبیر بن مطعم کا قول ۱۵۷ ابن شہاب کا قول
-----	--	--

۱۸۴	حضور ﷺ کے رضاعی بہن بھائی	۱۶۸	ایک عرافہ نے مالی فدیے کا فیصلہ دیا
۱۸۵	حلیمہ سعدیہ کی قسمت جاگنا		باب ۷
۱۸۶	رسول اللہ ﷺ واپس بنی سعد میں		رسول اللہ ﷺ کے والد عبد اللہ بن عبد المطلب کی آمنہ
۱۸۷	رسول اللہ ﷺ کا سب سے پہلا کلام	۱۶۹	بنت وہب سے شادی اور رسول اللہ ﷺ بحالت حمل اور وضع حمل
۱۸۷	شق صدر کا واقعہ		حضور ﷺ کی نانی، پرنانی، تر نانی، صاحبات
۱۸۸	واقعہ شق صدر کے بعد کاہن کے پاس لے جانا	۱۷۰	
۱۸۹	ہر گھر میں خوشبو مہکنا	۱۷۲	یہودی عالم کی گواہی
۱۸۹	رسول اللہ ﷺ کا اچانک غائب ہونا	۱۷۵	رسول اللہ ﷺ کا عقیدہ
۱۹۰	حلیمہ سعدیہ کے لئے انعام		باب ۸
۱۹۲	ثویبہ ابولہب کی لونڈی کا رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلانا		ولادت کے سال اصحاب الفیل اور اس سے
	بی بی ام ایمن حضور ﷺ کے بڑے ہونے تک آپ کی پرورش کندہ تھی	۱۷۶	قبل تیج کے ساتھ پیش آنے والے واقعات
۱۹۲		۱۷۷	یمن میں کعبہ نامی مکان
	باب ۱۱	۱۷۷	کعبہ شریف کے لئے روانگی
۱۹۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی کا ذکر	۱۷۸	قریش کے اونٹ پکڑنا
۱۹۳	قریش کی گالیوں سے بچنا	۱۷۸	رہبروں کا توبہ کرنا اور واپس لوٹنا
۱۹۵	دوناموں والے پانچ انبیاء	۱۸۰	پرندوں کا لشکر پر حملہ
	باب ۱۲	۱۸۱	کعبہ کا نام بیت العتیق
۱۹۷	کنیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر		باب ۹
	باب ۱۳		ایوان کسریٰ میں زلزلہ واقع ہونا اور اس کے کنگورے
۱۹۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صل و نسب کی شرافت کا ذکر	۱۸۱	گر جانا اور موبدان کا خواب، فارس کی آگ کا دم بخود ہو جانا وغیرہ
۲۰۰	میں منتخب نسب والا ہوں	۱۸۳	سطح کے کلمات
۲۰۰	رسول اللہ ﷺ کے ماں باپ دونوں پاک دامن تھے		باب ۱۰
۲۰۲	رسول اللہ ﷺ کا نسب نامہ		ذکر رضاع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور
۱۰۳	قریش کا وجہ تسمیہ	۱۸۴	دودھ پلانے اور پرورش کرنے والی مائیں
۲۰۴	رسول اللہ ﷺ کو ابن ابی کبشہ کہنے کی وجہ	۱۸۴	حضور ﷺ کا رضاعی والد

باب ۲۰	۱۰۵	حضور ﷺ کی پھوپھیاں
۲۱۶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی صفت	باب ۱۴	
۲۱۷ آپ علیہ السلام سب سے زیادہ حسین تھے	رسول اللہ ﷺ کے والد جناب عبد اللہ اور آپ کی والدہ	
۲۱۸ آپ علیہ السلام کی مانگ کا ذکر	۲۰۶ بی بی آمنہ بنت وہب اور آپ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کی وفات کا ذکر	
باب ۲۱	۲۰۶ رسول اللہ ﷺ کا اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنا	
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کا ذکر اور	۲۰۷ زیارت قبر کی ترغیب	
۲۱۹ بالوں کو رنگ کرنے کی بابت احادیث	باب ۱۵	
۲۱۹ خضاب کا ذکر	مجموعہ ابواب - دربارہ صفات رسول ﷺ	
۲۲۱ آپ علیہ السلام کے سفید بالوں کا ذکر	۲۰۹ یعنی حلیہ مبارک، چہرہ مبارک کی کیفیت	
باب ۲۲	۲۰۹ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ چاند کے مشابہ تھا	
۲۲۲ رسول اللہ ﷺ کے دو کاندھوں کے مابین فاصلے کی صفت	۲۱۰ چمکدار چہرہ	
باب ۲۳	۲۱۰ سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ مشابہت	
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں ہتھیلیاں، قدم،	باب ۱۶	
۲۲۳ بغلیں، کلاسیاں، پنڈلیاں اور آپ ﷺ کا سینہ مبارک	۲۱۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ کی تعریف	
باب ۲۴	۲۱۱ آپ علیہ السلام میاں نہ تھے	
۲۲۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد و قامت	باب ۱۷	
باب ۲۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اور پلکیں	
رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ خوشبو، جو آپ کے ہاتھ چھولیتا	۲۱۳ اور منہ مبارک	
۲۲۷ اس کے ہاتھ میں اس کی ٹھنڈک اور نرمی کا احساس	باب ۱۸	
رہتا اور آپ کے پسینے کی تعریف	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین اقدس	
۲۲۷ آپ علیہ السلام کا بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرنا	۲۰۷ بھنویں، ناک، منہ اور دانت مبارک	
۲۲۸ آپ علیہ السلام کے پسینے کی خوشبو	باب ۱۹	
باب ۲۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اور دارِ نبی	
۲۲۹ مہر نبوت کی صفت	۲۱۵ مبارک کی صفت	
۲۳۰ مہر نبوت دونوں کندھوں کے درمیان تھی		

۲۵۰	ازہری کا قول -----	باب ۲۷	
۲۵۱	بالوں کو چار حصوں میں تقسیم فرمانا -----	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع صفت اور	
	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت ابو بکر	جامع تعریف	۲۳۱
۲۵۲	صدق ﷺ کا قول -----	مشکل الفاظ اور لغات کی تشریح	۲۳۲
	حضور ﷺ کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ	صفت رسول کے بارے میں مشکل الفاظ کی تشریح ---	۲۳۳
۲۵۲	کارشاد -----	باب ۲۸	
۲۵۲	حضور ﷺ کے بارے میں آپ کی پھوپھی عاتکہ کا قول --	رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں ام معبد کی حدیث	۲۳۵
۲۵۳	جبین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طلعت	خشک تھن والی بکری کا دودھ -----	۲۳۵
	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حسان بن ثابت	ہاتف نبی کے اشعار	۲۳۷
۲۵۳	ﷺ کے تاثرات -----	مشکل الفاظ کی تشریح	۲۳۹
	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کشادہ بھنویں	آپ کے نطق کے بارے میں	۲۴۰
۲۵۳	باریک اور کامل تھیں	باب ۲۹	
۲۵۳	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں مبارک	رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں حدیث ہند بن	
۲۵۴	دانند رسول صلی اللہ علیہ وسلم	ابی ہالہ تمیمی	۲۴۱
۲۵۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدنی اور خرچ	۲۴۴
۲۵۴	صدر مبارک سینہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم -----	اصحابہ کے حالات کا خیال رکھنا -----	۲۴۴
۲۵۴	پیٹ اور اس کے سلوٹ -----	ذمہ دار کو صبر کرنے کی تلقین کرنا -----	۲۴۴
	رسول اللہ ﷺ کے کندھے مبارک اور مہر نبوت اور	اپنے رفقاء کے ساتھ حضور ﷺ کا سلوک و سیرت ---	۲۴۵
۲۵۵	شامت نبوت -----	اپنے نفس کو تین چیزوں کا پابند بنانا -----	۲۴۵
۲۵۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک -----	سکوت رسول صلی اللہ علیہ وسلم -----	۲۴۵
۲۵۵	بازو، کلائیوں اور کلائیوں کی ہڈیاں -----	جامع صفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم -----	۲۴۶
۲۵۵	رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کا نچلا حصہ -----	گذشتہ روایات میں وارد ہونے والے مشکل الفاظ کی	
۲۵۵	جسم اطہر کی دیگر کیفیات -----	تفسیر و تشریح	۲۴۶
۲۵۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے پھرنے کا انداز	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت تکلم -----	۲۴۷
۲۵۶	مشابہت رسول صلی اللہ علیہ وسلم -----	اشکال کا جواب -----	۲۴۷
		ابن الانباری کا قول -----	۲۵۰

۲۶۶	ایک بوڑھی عورت کی خاطر رُک جانا باب ۳۱	۲۵۶	والہبانہ محبت باب ۳۰
۲۶۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے بے رغبتی و زُید	۲۵۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل و اخلاق کی بابت مذکورہ احادیث بطریق اختصار
۲۶۷	ازواج مطہرات کو اختیار دینا	۲۵۸	دس سال تک خادم کو اُف تک نہ کہنا
۲۶۸	آپ علیہ السلام کا بستر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رونا حضور ﷺ کا گھر والوں کے لئے بقدر گزارہ روزنی کی دعاء کرنا	۲۵۹	رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کا ذکر
۲۶۹	تین ماہ تک چولہانہ جلنا	۲۵۹	آپ علیہ السلام کنواری لڑکی سے زیادہ باحیاہ تھے
۲۷۰	آپ علیہ السلام کا منبر و کرسی پر کھانا نہ کھانا	۲۶۰	کسی کی غلطی پر خطاب سے تنبیہ نہ کرنا
۲۷۱	گھر والوں کے کھانے کے لئے زرہ رہن رکھوانا	۲۶۰	آپ علیہ السلام پر جادو کا ذکر تاثیر - تحقیق در بارہ سحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از ڈاکٹر عبدالمعطی محشی کتاب دلائل النبوت
۲۷۱	صدقہ کے دراہم کی وجہ سے نیند نہ کرنا	۲۶۱	علامہ زاہد الکوثری کی تحقیق
۲۷۲	کھجوریں جمع کرنے پر افسوس کا اظہار کرنا باب ۳۲	۲۶۱	بوقت مصافحہ آپ علیہ السلام کا پہلے ہاتھ نہ چھوڑنا
۲۷۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خرچے نفقے کی حدیث باب ۳۳	۲۶۲	کثرت سے نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانا
۲۷۳	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل صفہ کے فقراء اور مساکین کے ساتھ بیٹھنا	۲۶۲	کھانے میں عیب نہ نکالنا
۲۷۵	فقراء صحابہ کی فضیلت باب ۳۴	۲۶۲	آپ علیہ السلام کا تبسم فرمانا
۲۷۵	رسول اللہ ﷺ کا اپنے رب کی طاعت و فرمانبرداری کرنے میں انتہائی زیادہ کوشش صرف کرنا اور آپ کا اپنے رب سے ڈرنا	۲۶۳	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باتوں میں شرکت فرمانا
۲۷۵	مسلل روزے رکھنا	۲۶۳	آپ علیہ السلام کی بہادری کا بیان
۲۷۵	رسول اللہ ﷺ کی گریہ وزاری	۲۶۴	حضور ﷺ کی سخاوت کا بیان
۲۷۵	رسول اللہ ﷺ کا خوف خدا	۲۶۵	حضور ﷺ گھر کا کام خود کرتے
		۲۶۵	ذکر اللہ کی کثرت کرتے تھے
		۲۶۵	غلاموں کی دعوت قبول کرنا
		۲۶۵	رسول اللہ ﷺ کا بچوں کا سلام کرنا
		۲۶۶	سخت سردی میں برکت کے لئے پانی میں ہاتھ ڈالنا



۲۸۷	اُمت محمدیہ ﷺ کی مخصوص فضیلت	باب ۳۵	
۲۸۷	حضرت دانیال علیہ السلام کی کتاب		وہ احادیث جن سے اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے
	باب ۳۹		کہ حضور ﷺ اپنے ہاتھ کے ساتھ سب لوگوں سے
	ملک شام میں ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی		زیادہ جزاء اور بدلہ دینے والے تھے
۲۸۹	شبیبہ اور تصویر	۲۷۷	بھوک کی شدت میں ابوالہیثم کا مہمان بننا
۲۹۰	ابہم غسانی کو دعوت اسلام	۲۷۹	کھانے میں برکت کا ذکر
۲۹۰	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر قیل کے دربار میں	باب ۳۶	
۲۹۱	حضرت آدم علیہ السلام کی صورت		ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کی مثال اور آپ سے قبل
۲۹۱	حضرت نوح علیہ السلام کی صورت		انبیاء علیہم السلام کی مثال اور حضور ﷺ کا خبر دینا کہ
۲۹۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت		آپ خاتم النبیین ہیں
۲۹۲	حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی صورت	۲۸۰	
۲۹۲	حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی صورت	باب ۳۷	
۲۹۲	حضرت لوط علیہ السلام کی صورت		حضور ﷺ کی مثال اور آپ ﷺ کی اُمت کی مثال اور
۲۹۲	حضرت اسحاق علیہ السلام کی صورت	۲۸۱	انبیاء کی مثال
۲۹۲	حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت	۲۸۱	اسلامی تعلیمات سے فائدہ اٹھانے والے کی فضیلت
۲۹۲	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صورت	۲۸۲	اللہ تعالیٰ کی مہمانی کا ذکر
۲۹۳	حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت	۲۸۳	نیر میں دل کا بیدار رہنا
۲۹۳	حضرت داؤد علیہ السلام کی صورت	باب ۳۸	
۲۹۳	حضرت سلیمان علیہ السلام کی شبیبہ		رسول اللہ ﷺ کی صفت توراہ، انجیل، زبور اور تمام کتب
۲۹۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیبہ	۲۸۳	سماد یہ میں اور آپ ﷺ کی اُمت کی صفت
۲۹۴	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم اور حضرت ابو موسیٰ اشعری	۲۸۳	آپ علیہ السلام کی صفات توراہ میں
	ﷺ کا حضرت دانیال نبی کی میت کا تجھیز و تکفین		حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت محمدیہ کو اپنی اُمت
		۲۸۶	بنانے کے لئے دعا
		۲۸۶	اُمت محمدیہ ﷺ کی خصوصیت کا ذکر
		۲۸۶	زبور میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر

۳۰۵	راہب نے کہا ”یہی رسول مبعوث ہیں“	فہرست عنوانات جلد دوم
	باب ۳۵	باب ۳۰
۳۰۸	اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول کی حفاظت کرنا	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کو چاک کرنے اور آپ کے دل سے شیطان کا حصہ نکال دینے کے متعلق احادیث
۳۰۸	اچانک بے ہوش ہو کر گر پڑے	۲۹۵
۳۰۹	منکرات کی مجلس سے حفاظت کا انتظام	۲۹۵
۳۱۰	آپ علیہ السلام نے کبھی بتوں کو ہاتھ نہیں لگایا	رضاعی ماں سے حقیقی ماں کے پاس
	باب ۳۶	باب ۳۱
	بنیاء کعبہ بطریق اختصار اور اس میں رسول اللہ ﷺ پر جو آثار پذیر ہوئے	سیف بن ذی یزید کا عبدالمطلب بن ہاشم کو ان امور کی خبر دینا جو نبی کریم ﷺ کے بارے میں پیش آئے
۳۱۳	آدم علیہ السلام کی تعمیر	۲۹۶
۳۱۳	طوفان نوح سے بیت اللہ کا منہدم ہونا	۲۹۹
۳۱۳	حضرت اسماعیل اور ہاجرہ علیہما السلام کی مکہ آمد	آپ علیہ السلام کی یہودیوں سے حفاظت
۳۱۳	پانی کی تلاش میں دوڑ دھوپ	باب ۳۲
۳۱۳	زمزم کا کنواں	عبدالمطلب بن ہاشم کا (حضور کی معیت میں) بارش کی دعا مانگنا اور اس میں رسول اللہ ﷺ کے معجزات کا ظہور
۳۱۵	ناشکری کی سزا	۳۰۰
۳۱۶	شکرگزاری کا صلہ	۳۰۱
۳۱۷	حجر اسود جنتی پتھر	حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی دعا
۳۱۸	تعمیر قریش	۳۰۱
۳۱۹	آپ علیہ السلام کے فیصلہ سے لڑائی کا خاتمہ	قحط سالی کے زمانے میں ہاتھ غیبی کی آواز
۳۲۰	انہدام بت سے خوف زدہ ہونا	باب ۳۳
۳۲۲	مقام ابراہیم بیت اللہ سے متصل تھا	عبدالمطلب بن ہاشم کا رسول اللہ ﷺ پر شفقت کرنا اور اپنی وفات کے وقت ابوطالب کو حضور ﷺ کے ساتھ شفقت کرنے کی وصیت کرنا
	باب ۳۷	۳۰۲
	رسول اللہ ﷺ کی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی سے قبل اپنی معاش کے لئے مصروفیت اور اس میں بعض نشانیوں کا ظہور	۳۰۳
۳۲۲		۳۰۳
		۳۰۳
		ابوطالب کی وصیت
		باب ۳۴
		نبی کریم ﷺ کے ابوطالب کے ساتھ خروج کے بارے میں وارد شدہ اخبار جب وہ شام کی طرف تجارت کی نیت سے نکلے تھے
		۳۰۵

۳۳۸	صدقہ ضائع کرنے والے سے نفرت	۳۲۳	راہب نے کہا اس درخت کے سایہ میں نبی کے علاوہ کوئی نہیں بیٹھا
۳۳۹	صاحب عموریہ کی خدمت میں	۳۲۳	فرشتوں کا سایہ کرنا
	باب ۵۳		
۳۳۲	قیس بن ساعدہ ایادی کا تذکرہ دور جاہلیت کے خطیب کی مبنی برحقیقت تقریر جو اس نے عکاظ کے مجمع میں کی تھی	۳۲۳	باب ۴۸
۳۳۳	قیس بن ساعدہ کا کلام	۳۲۳	سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنے کے بارے میں کیا کچھ مروی ہے؟
۳۳۳	حضرت صدیق اکبر <small>رضی اللہ عنہ</small> نے ساعدہ کا کلام یاد کر لیا تھا		باب ۴۹
	وفد عبد القیس کی آمد اور سردار جارود کا اسلام قبول کرنا، قیس بن ساعدہ کا کلام اور جارود کا کلام جو فصاحت عربی کا شاہکار ہے	۳۲۷	آخبار اور رُہبان (علماء یہود و نصاریٰ) کا رسول اللہ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی بعثت سے پہلے آپ کے بارے میں خبر دینا
۳۳۵	وفد عبد القیس کے سردار کی مسجد نبوی میں دیگر سرداروں سمیت رسول اللہ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> سے ملاقات	۳۲۸	سیرت نگار ابن اسحاق پرفرمان
۳۳۶	رسول اللہ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی خوشی کی انتہاء	۳۲۹	آپ علیہ السلام پر بعثت سے قبل ایمان
۳۳۸	قیس بن ساعدہ کو عرب معمر ترین خطیب کا خطاب		باب ۵۰
۳۳۸	گزرے ہوئے لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرنا		بنو عبد الاشہل میں سے ایک یہودی کی خبر کا ذکر
۳۵۰	مجھے خوشی سے اپنی آغوش میں لے لیا		باب ۵۱
	باب ۵۴	۳۳۰	سعیہ کے دو بیٹوں کے مسلمان ہونے کا سبب
۳۶۲	حدیث دیرانی		باب ۵۲
	باب ۵۵	۳۳۱	حضرت سلمان فارسی <small>رضی اللہ عنہ</small> کے اسلام قبول کرنے کا سبب
۳۵۲	ذکر حدیث نصرانی	۳۳۱	غار والوں کی خدمت میں حاضری
	۵۶	۳۳۲	بادشاہ کی غار پر چڑھائی
۳۵۳	ذکر حدیث جہنی	۳۳۳	اچانک غار سے نکل کر سلام کیا
	باب ۵۷	۳۳۳	ہر شخص اپنے ٹھکانے پر چلا گیا
۳۵۳	ذکر حدیث زید بن عمر بن نفیل	۳۳۵	اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت
۳۵۵	ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی		پادری کا سلمان فارسی <small>رضی اللہ عنہ</small> کو حضور <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی اتباع کی نصیحت کرنا
۳۵۶	بیت المقدس کے علماء	۳۳۶	ایک انصاری عورت کے ہاتھ فروخت ہو گیا
		۳۳۷	مشرف باسلام ہو گئے

باب ۶۳	۳۵۷	ورقہ بن نوفل نے کہا ”محمد اس امت کا نبی ہوگا“
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کس کا اسلام مقدم ہے؟	باب ۵۸	
ابو بکر صدیق <small>رضی اللہ عنہ</small> اور حضرت ابن مسعود کے لئے	۳۵۸	ابواب مبعث رسول، وہ وقت جس میں محمد <small>رضی اللہ عنہ</small> نبی لکھ
۳۷۳		دیئے گئے تھے
حضور <small>رضی اللہ عنہ</small> کے معجزات کا ظہور، طلحہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کا راہب کا قول	۳۵۸	میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں
سننا اور خالد بن سعید <small>رضی اللہ عنہ</small> کا خواب دیکھنا وغیرہ	باب ۵۹	
۳۷۳		حضور رسول اللہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کی عمر مبارک جب آپ نبی بنائے گئے
حضرت علی <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	باب ۶۰	
۳۷۳		وہ مہینہ اور وہ دن جس میں آپ <small>رضی اللہ عنہ</small> پر وحی نازل ہونا
حضرت علی کی پرورش رسول اللہ <small>رضی اللہ عنہ</small> نے کی تھی ابوطالب	۳۶۰	شروع ہوئی
کثیر العیال تھے ان کے بوجھ کو رسول اللہ <small>رضی اللہ عنہ</small> نے اور	۳۶۰	رمضان میں نزول قرآن کی ابتداء
۳۷۳		باب ۶۱
حضرت عباس <small>رضی اللہ عنہ</small> نے ہلکا کیا		بعثت اور نزول قرآن کی ابتداء اور اس وقت حجر و شجر کے
۳۷۳		سلام کرنے کا ظہور اور ورقہ بن نوفل کا حضور <small>رضی اللہ عنہ</small> کی
اسلام قبول کرنے کے وقت علی <small>رضی اللہ عنہ</small> دس سال	۳۶۱	تصدیق کرنا
۳۷۵		قرآن کی سب سے پہلی آیت
۳۷۶		فترت وحی کا زمانہ
۳۷۶		ورقہ بن نوفل کا مدد کرنے کا وعدہ
۳۷۹		زید اور ورقہ دونوں علم کی تلاش میں ملک شام
ابو عبیدہ بن جراح کا قبول اسلام	۳۵۶	جا پہنچے
باب ۶۴	۳۶۶	حضور ہر سال ایک ماہ غار حرا کی طرف نکل جاتے تھے
رسول اللہ <small>رضی اللہ عنہ</small> اور تمام لوگوں قرابت داروں وغیرہ کو تبلیغ	۳۶۷	جب غار حراء کا عمل مکمل ہو گیا
اور ڈر سنانے کی فرضیت کا آغاز حضور <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قریش کو جمع	۳۶۸	ورقہ بن نوفل کا کلام
۳۸۰		جبرائیل ہونے کی تصدیق
کرنا اور آخرت سے ڈرانا، حضور <small>رضی اللہ عنہ</small> کا ان کو کھانا کھلانا	باب ۶۲	
اور اس میں برکت ہونا	۳۷۱	قرآن میں سے نازل ہونے والی پہلی سورت
۳۸۱		
۳۸۱		
۳۸۳		
۳۸۳		
۳۸۳		
۳۸۳		

۳۸۴	ابولہب کی بیوی کی بد حالی	۳۹۵	قرآن کی تعریف دشمن کی زبانی
	باب ۶۶		قریش کے شاطر اور تیز ترین شخص نصر بن حارث اور
	اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی :		دشمن رسول نے اقرار کیا کہ محمد (ﷺ) نہ کاہن ہیں،
	يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ		نہ مجنون، نہ شاعر، نہ ساحر ہیں۔
	وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ	۳۹۵	کفار کی طرف سے مال کی پیشکش
	مِنَ النَّاسِ -	۳۹۶	ولید کا اپنی قوم کو مشورہ
		۳۹۸	قومی عصبیت راہِ حق قبول کرنے سے مانع بن گئی
			باب ۶۹
			حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کا اسلام لانا اور ان کے قصے
			میں ان کے بھائی انیس کی تزییہ
۳۸۵	قریش ابوطالب کی خدمت میں	۳۹۹	انیس شاعر کی گواہی کہ قرآن جادو گروں کا
	رسول اللہ (ﷺ) کا شاندار جواب		کلام نہیں
	ابو جہل اُونٹ دیکھ کر ڈر گیا	۴۰۰	رسول اللہ (ﷺ) سے ملاقات
	آپ علیہ السلام کا مظلوم کا ساتھ دینا		اپنی قوم سے تبلیغ اسلام کریں
	باب ۶۷		باب ۷۰
	ارشاد باری تعالیٰ :		جناب حمزہ (رضی اللہ عنہ) بن عبدالمطلب کے اسلام کا تذکرہ اور
	وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَجَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا		اس میں حضور (ﷺ) کا اس کو خاص طور پر وعظ فرمانا یہاں تک
	يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا -		آپ علیہ السلام کے فرمان کی برکت سے اللہ نے اس کے
۳۸۶			دل میں ایمان ڈال دیا تھا
۳۸۷			حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) کے اشعار
۳۸۸			باب ۷۱
۳۹۰			حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے اسلام لانے کا تذکرہ
			جب انہوں نے قرآن پڑھا اور اس کے اعجاز کو جانا اور
			جو کچھ اللہ نے اس میں رسول اللہ (ﷺ) کی دعا کو قبول فرمایا
			غلبہ دین کے لئے دو میں سے ایک آدمی کے مسلمان
			ہو جانے کے ساتھ
			حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی بہن کی جرأت
۳۹۱	آپ علیہ السلام کو ابولہب کی بیوی کا نہ دیکھنا	۴۰۵	
۳۹۱	دشمن آپ علیہ السلام کو نہ دیکھ سکے	۴۰۶	
	باب ۶۸		
	مشرکین کا اعجاز قرآن کا برملا اعتراف، اس بات کا بھی		
	کہ بل لغت اور صاحب زبان ہونے کے باوجود کتاب اللہ		
	جیسی نہ ان کی لغت ہے اور نہ ہی زبان ہے		
	ولید بن مغیرہ کا فراو قریش کے سردار کے حضور (ﷺ) کے		
	بارے میں ریماکس جو رہتی دنیا تک حضور (ﷺ) کی سچائی		
	کا نشان رہیں گے		
	دشمن کی گواہی "نہ مجنون نہ کاہن"		
	ولید بن مغیرہ کا فر کا انتہا کہ محمد (ﷺ) کاہن، مجنون،		
	اور شاعر نہیں ہے مگر تم لوگ کہو کہ یہ ساحر ہے		

	باب ۷۵	۴۰۷	حضرت عمرؓ کے ایمان پر مسلمانوں کا نعرہ بلند کرنا ---
	ایک جن کا دوسرے جن سے حضورؐ کی تشریف آوری کی اطلاع کرنا اور حضورؐ کی تشریف آوری کے بارے میں جو آوازیں سنی گئیں مگر آوازیں دینے والا نظر نہ آیا	۴۰۷	حضرت عمرؓ اپنے مانوں کی پناہ میں -----
۴۲۱		۴۰۹	عامر بن ربیعہ کی والدہ کا بیان -----
	باب ۷۲		
	حضرت عمرؓ کی جاہن سے ملاقات -----	۴۱۰	ضاد کا مسلمان ہونا اور نبی کریمؐ سے اس نے جو سنا اس میں آثار نبوت کا ظہور
۴۲۲			
	باب ۷۳		
۴۲۳	مشرکین پچھڑا ذبح کرنے سے رُک گئے -----		جنت کے مسلمان ہونے میں جو رسول اللہؐ کے معجزات کا ظہور ہے
	سواد بن قارب کی کہانی، عین ممکن ہے کہ وہ کاہن جس کا صحیح میں نام مذکور نہیں ہے وہ یہی ہو	۴۱۱	
۴۲۴		۴۱۱	ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان رکاوٹ ہوگئی ---
	سواد بن قارب کاہن کے جن کا حضورؐ کی بعثت کے بارے میں اطلاع کرنا۔ اشعار -----	۴۱۲	واقعے دو ہیں، پہلی مرتبہ، جنت نے سنا، ان کو دیکھا نہیں، دوسری بار حضورؐ نے دیکھا -----
۴۲۵		۴۱۳	وادی نخلہ کا واقعہ -----
	سواد بن قارب کے اشعار جو انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی -----		کیا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ لیلۃ الجن میں حضورؐ کے ساتھ تھے -----
۴۲۶		۴۱۳	
	سواد بن قارب کے اشعار سن کر رسول اللہؐ کا اظہار مسرت -----	۴۱۵	بڈی اور اُپلے میں جنت کی خوراک -----
۴۲۷			باب ۷۴
	مازن طائی کے مسلمان ہونے کا سبب -----		اُس وجہ کا بیان جس سے کاہنوں کی باتیں سچی ہو جایا کرتی تھیں پھر اس بات کا بیان کہ ہمارے نبی کریمؐ کے ظہور کے ساتھ ہی وہ وجہ اور وہ اسباب ختم ہو گئے یا اس میں زیادہ تر ختم ہو گئے
۴۲۸		۴۱۶	
	رسول اللہؐ کی مازن کے حق میں دعا -----		آسمانی فیصلہ پہنچانے کی کیفیت -----
	حضورؐ کی دعا کی برکت سے قحط زدگی کے بعد خوشحالی ملی، بے اولادی کے بعد اولاد نصیب ہوئی تو مازن نے اشعار کہے -----	۴۱۷	
۴۲۹		۴۱۷	شہاب ثاقب کی وجہ -----
	خفاف بن نھلہ ثقفی کا اسلام -----		نگران اور شہادت پہلے بھی ہوتے تھے مگر خبریں پُرانے والوں کے خلاف بعثت محمدی کے بعد استعمال ہونا شروع ہوئے -----
۴۳۰		۴۱۸	
	نبی مبعوث نے ہمارے اُوپر زنا کو حرام قرار دیا -----		بازار عکاظ میں جنت سے ملاقات -----
	باب ۷۶		
	مشرکین کا رسول اللہؐ سے معجزہ دکھانے کی فرمائش کرنا اور رسول اللہؐ کا چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھانا -----	۴۱۹	
۴۳۱		۴۲۰	جنت خبروں کی تلاش میں -----
۴۳۲			

۴۴۷	نجاشی کے دربار میں جعفر بن ابوطالب کا وضاحتی بیان جس نے اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی احسن طریقہ سے نمائندگی کی	باب ۷۷	۴۳۵	مشرکین کا رسول اللہ ﷺ سے مکہ میں سوالات کرنا
۴۴۸	جعفر ابن ابوطالب کی مزید وضاحت	۴۳۵	اصحاف کہف کی حقیقت	
۴۴۸	نجاشی کا سرداروں اور گورنروں کو جواب	۴۳۶	انشاء اللہ نہ کہنے کے نقصانات	
۴۴۸	نجاشی کی مذکورہ بات کرنے کا پس منظر	۴۳۷	کوہ صفا کو سونا بنانے کا مطالبہ	
۴۴۹	عمر و بن العاص اور عمارہ کے درمیان مشن میں ناکام ہونے سے عداوت	باب ۷۸	رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کا مشرکین کے ہاتھوں ایذا پانا حتیٰ کہ انہوں نے ان کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا، پھر ان میں سے سات افراد کے خلاف بددعا کرنے پر نشانیوں کا ظہور	
۴۴۹	قصہ القاء الشیطان فی اُمنینہ	۴۳۸	رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینا	
۴۴۹	ہجرت حبشہ اولیٰ	۴۳۹	آپ علیہ السلام پر گند ڈالی گئی	
۴۵۰	ہجرت حبشہ ثانیہ	۴۴۰	آپ علیہ السلام نے ایذا پہنچانے والوں کو بددعا دی	
۴۵۰	نجاشی نے کہا ”میں شہادت دیتا ہوں وہ شخص نبی ہے“	۴۴۱	اسلام میں پہلا شہید	
۴۵۲	نجاشی کے دربار میں قریش کا وفد	باب ۷۹	پہلی ہجرت ملک حبشہ کی طرف تھی اور اس کے بعد دوسری ہجرت ہوئی	
۴۵۳	جعفر بن ابی طالب نے سورہ مریم کی تلاوت کی	۴۴۳	اس کی سر زمین پر کسی پر ظلم نہیں ہوتا تھا	
۴۵۴	نجاشی کے خلاف بغاوت کا واقعہ	۴۴۴	مسلمانوں اور مشرکین سب نے سجدہ کیا	
۴۵۶	نصاری کے بیس آدمیوں کا وفد	۴۴۵	حضرت عثمان بن مظعون ؓ کی حبشہ سے واپسی اور ولید بن مغیرہ کی پناہ سے انکار	
۴۵۶	نجاشی کا وفد دربار نبوی ﷺ میں	۴۴۵	ولید کی پناہ میں رہنے سے انکار	
باب ۸۰	نبی کریم ﷺ کے نجاشی کی طرف خط بھیجنے کے بارے میں جو روایات وارد ہوئی ہیں	۴۴۶	حضرت جعفر بن ابوطالب کے واقعہ کی تفصیل، مشرکین کا حبشہ میں ہجرت کرنے والوں کا تعاقب کرنا	
۴۵۷	حضور ﷺ کا خط نجاشی کے پاس	۴۴۷	نجاشی کے دربار میں جعفر بن ابوطالب و دیگر مسلمانوں کی طلبی	
۴۵۸	نجاشی کا خط رسول اللہ ﷺ کے پاس			
باب ۸۱	نبی کریم ﷺ کا اپنے بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ شعب ابوطالب میں داخل ہو جانا اور آیات و نشانیوں کا ظہور مشرکین کے صحیفے میں جو انہوں نے بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب پر لکھا			

۴۶۹	شیر نے ابولہب کے بیٹے کا گلا کاٹ دیا -----	۴۵۹	شعب ابی طالب میں تین سال تک رہے -----
	باب ۸۶	۴۵۹	صحیفہ مقاطعہ جو دیمک نے کھالیا -----
	رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب کی وفات اور اسلام سے	۴۶۰	آپ علیہ السلام کی خبر چچی ثابت ہوئی -----
۴۷۰	اُن کا رُک جانا		باب ۸۲
۴۷۰	ابوجہل نے ابوطالب کو موت کے وقت عار دلایا -----	۴۶۱	اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ آپ اسی پر توجہ رکھئے جس کا آپ
۴۷۲	دفاع اسلام نے ابوطالب کو فائدہ پہنچایا -----		کو حکم ملا ہے اور مشرکین سے بے توجہی کر لیجئے ہم آپ
۳۷	ابوطالب کو آگ کی جوتی پہنائی جائے گی -----		کے لئے کافی ہیں
	ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کی ایداء رسانی		حضور ﷺ کو تکلیف پہنچانے والوں کا دنیا میں بدترین
۴۷۴	بڑھ گئی -----	۴۶۲	انجام -----
	باب ۸۷		دشمنان رسول کو اپنے انجام تک پہنچانے کے لئے انتہائی
	سیدہ خدیجہ بنت خویلد زوجہ رسول ﷺ کی وفات	۴۶۲	معمولی اور سادہ سے اسباب کا استعمال -----
	اور جبرائیل علیہ السلام کا آپ ﷺ کو ان آیات و نشانیوں		باب ۸۳
۴۷۴	کے بارے میں خبر دینا جو وہ آپ ﷺ کے پاس لائے		حضور ﷺ قریش کے ان لوگوں کو بددعا لینا جنہوں نے آپ
	باب ۸۸		کی نافرمانی کی تھی دعا کا قبول ہونا اور اس میں
	مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک رسول اللہ ﷺ کی سیر اور	۴۶۲	نشانیوں کا ظہور -----
۴۷۵	اس میں جن آیات و نشانیوں کا ظہور ہوا	۴۶۳	قریش پر قحط سالی کا عذاب مسلط ہوا -----
	باب ۸۹	۴۶۴	پانچ بڑے واقعات -----
	معراج کی رات مدینہ طیبہ میں آپ نے نماز پڑھی ---		باب ۸۴
۴۷۷	دودھ اور شہد کا برتن لایا گیا -----		سورہ روم کی آیت اور اس کے بارے میں آیت کا ظہور
۴۷۷	واپسی پر قریشی قافلہ سے ملاقات -----	۴۶۶	قریب تر زمین میں
۴۷۸	موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا -----	۴۶۷	رومیوں کے غلبہ سے مسلمان خوش ہوئے -----
	حضرت صدیق اکبر ﷺ نے معراج کے واقعہ کی بلاتا خیر	۴۶۸	صدیق اکبر ﷺ نے بشارت کے متعلق شرط رکھی -----
۴۷۹	خیر تصدیق کی -----		باب ۸۵
۴۸۰	دودھ فطرت کے مطابق ہے -----		نبی کریم ﷺ کا
۴۸۱	معراج سے واپسی پر قریش کے سامنے بیان -----	۴۶۸	کے خلاف بددعا کرنا اس کے بعد ابولہب کے بیٹے پر
۴۸۲	براق کو انبیاء کی سواری کے باندھنے کی کڑی سے باندھا		بددعا کرنا اس بارے میں نشانیوں کا ظاہر ہونا
		۴۶۹	ابولہب نے بنات رسول کو طلاق دلادی -----



باب ۸۹			
۵۰۳	شراب پینے سے انکار	۴۸۳	اس بات کی دلیل کہ نبی کریم ﷺ کو آسمانوں کے پرلے جایا گیا تھا اور آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا تھا
۵۰۴	مجھے رحمۃ للعلمین بنایا گیا	۴۸۴	جبرائیل علیہ السلام ذاتی صورت میں
۵۰۵	سورج کا واپس ہونا	۴۸۶	جبرائیل علیہ السلام کے چھ سو پر تھے
	باب ۹۰	۴۸۷	دوسری مرتبہ شق صدر
۵۰۶	ابتداء میں نماز کیسے فرض ہوئی	۴۸۸	ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات
۵۰۷	جبرائیل علیہ السلام کی اقتداء میں نماز	۴۸۸	نمازوں کے متعلق موسیٰ علیہ السلام سے مکالمہ
	باب ۹۱	۴۸۹	براق کا رنگ سفید تھا
	نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابو بکر صدیق ﷺ اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ کے ساتھ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اور مدینہ کی طرف ہجرت سے قبل شادی کی تھی اور حضور ﷺ کو خواب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صورت دکھادی گئی تھی اور یہ بھی کہ یہ آپ ﷺ کی بیوی ہوں گی	۴۹۰	پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام سے ملاقات
۵۰۷	نکاح کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی	۴۹۱	یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات
۵۰۸	پیغام نکاح ام رومان کے پاس	۴۹۲	بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں معراج اور رویت جبرائیل اور رویت الہی کے بارے میں مذکور روایت پر امام بیہقی کا تبصرہ
	باب ۹۲	۴۹۳	انبیاء علیہم السلام کی امامت
	نبی کریم ﷺ کا اپنے آپ کو قبائل عرب کے آگے پیش کرنا اور اپنے رب کے پیغام کو پہنچانے میں ان کا آپ ﷺ کو اذیت دینا تا وقتیکہ اللہ نے اہل مدینہ کے انصار کو یہ عزت بخشی	۴۹۴	مذکورہ احادیث کا اعادہ کرنے کے بعد امام بیہقی کا ان پر تبصرہ
۵۱۰	طائف میں قبیلہ ثقیف کو دعوت اسلام	۴۹۵	بیت المقدس میں دو رکعتیں
۵۱۱	رسول اللہ ﷺ نے تکلیف کے باوجود بددعا نہیں کی	۴۹۷	سوکھا گوشت اور بدبودار گوشت
۵۱۲	حدیث سوید بن صامت (یعنی قصہ سوید)	۴۹۸	زنا کار بدکار عورتوں کا حشر
۵۱۳	حدیث ایاس بن معاذ اشہلی اور حدیث یوم بعثت یعنی قصہ ایاس اور بعثت کی لڑائی کا پس منظر	۴۹۹	جہنم کا منظر دکھایا گیا
۵۱۳	حدیث ایان بن عبد اللہ بجلی، رسول اللہ ﷺ کا اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش کرنا اور مفروق بن عمرو اور اس کے اصحاب کا قصہ	۵۰۰	بیت المقدس کے متعلق سوالات
		۵۰۱	بے نمازی کا حشر
		۵۰۲	جنت کی سیر
		۵۰۲	جہنم کی آوازیں

باب ۹۵	۵۱۵	صدیق اکبر ﷺ نے رسول اللہ کا تعارف کرایا
خواب میں حضور ﷺ کو دارالہجرت دکھایا جانا اور روانگی	۵۱۷	اوس اور خزرج کے پاس
۵۳۴ کی اجازت سے قبل جن صحابہ نے مدینہ کی طرف		حدیث سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ اور مکے
ہجرت کی	۵۱۷	میں ہاتھ غیبی کی سنی گئی آواز ان دونوں کی طرف سے
۵۳۴		رسول اللہ ﷺ کی نصرت کے بارے میں
۵۳۵ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ پہنچتے رہے		باب ۹۳
باب ۹۶		بیعت عقبہ اولیٰ اور موسم حج میں رسول اللہ ﷺ کے پاس
رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکوں کا مکہ و فریب کرنا اور اللہ	۵۱۸	ہوئے انصار کی اسلام پر بیعت
۵۴۷ کا اپنے رسول کا بچانا	۵۱۹	مدینہ الرسول ﷺ میں خفیہ دعوت
۵۳۸ قریش کا آپس میں مشورہ	۵۱۹	مصعب بن عمیر ﷺ کی خفیہ دعوت اسلام
۵۳۸ شیخ نجدی کی رائے	۵۲۰	یہود نبی مبعوث کے انتظار میں تھے
۵۴۰ جبرائیل علیہ السلام کا مشورہ	۵۲۱	بیعت نساء کے الفاظ پر بیعت
باب ۹۷	۵۲۳	اسید بن حضیر کا چہرہ بدل چکا ہے
نبی کریم ﷺ کا حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کے ساتھ غار	۵۲۴	مدینہ میں سب سے پہلے جمعہ قائم کرنے والا
۵۴۰ کی طرف روانگی میں جن آثار کا ظہور ہوا		باب ۹۴
۵۴۱ ابن دغنے کا صدیق اکبر ﷺ کو پناہ دینا	۵۲۵	ذکر بیعت عقبہ ثانیہ
۵۴۱ گھر کے صحن میں مسجد	۵۲۷	بیعت کی شرائط
۵۴۱ اللہ کی پناہ پر خوش ہوں	۵۲۷	براء بن معرور دربار نبوی میں
۵۴۲ حضور ﷺ کو ہجرت کی اجازت		حضور ﷺ سے پہلے حضور کے چچا حضرت عباس ﷺ کا
۵۴۲ ابو بکر صدیق ﷺ کی ایک رات آل عمر سے بہتر ہے	۵۲۷	انصار کے وفد سے بات کرنا
۵۴۳ سانپ کا بار بار ڈنک مارنا	۵۲۸	نقباء کے اسم گرامی
باب ۹۸		محمد ﷺ کو دشمنوں کے حوالے کرنا دنیا اور آخرت کی
سراقہ بن مالک بن بعشم کا رسول اللہ ﷺ نشانات قدم	۵۲۹	رسوائی ہے
۵۴۶ سے آپ ﷺ کا تعاقب کرنا اور اس واقعہ میں		انصار سے معاہدہ کے وقت حضرت عباس ﷺ
دلائل نبوت کا ظہور	۵۳۱	ساتھ تھے
۵۴۶ غم نہ کریں اللہ ہمارے ساتھ ہے	۵۳۳	بنی سلمہ کے بت کی حالت زار

باب ۱۰۳	۵۴۷	سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھننا
اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان :	۵۴۸	امن کا پروانہ لکھ دیا
وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ	۵۴۹	سراقہ کے اشعار
مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ		باب ۹۹
سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا	۵۵۰	رسول اللہ ﷺ کا ایک عورت اور اس کے بیٹے کے پاس سے گزرنا اور اس میں جو نبوت کے آثار ظاہر ہوئے
بوقت ہجرت مکہ مکرمہ کو خطاب	۵۵۱	ایک سال والی بکری سے دودھ نکالنا
مدینہ میں منافق قیام نہیں کر سکتا ہے		باب ۱۰۰
باب ۱۰۴	۵۵۲	حضور ﷺ کا اپنے ساتھی کے ساتھ چرواہے پر گزار اور اس میں ظاہر ہونے والی علامات
صہیب بن سنان ؓ کی حضور ﷺ کے مدینہ روانگی کے بعد پیچھے پیچھے آمد اور اس میں نبوت کے آثار		باب ۱۰۱
باب ۱۰۵	۵۵۳	رسول اللہ ﷺ کا آپ کے اصحاب میں سے اور حضور ﷺ کے ساتھی کا کس نے استقبال کیا تھا؟
مدینہ میں تشریف لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کا پہلا خطبہ		مدینہ میں سب سے پہلے ایک یہودی نے آپ ﷺ کو دیکھا
باب ۱۰۶	۵۵۳	آپ علیہ السلام کا بنو عمرو بن عوف میں تین دن قیام
مدینہ میں آمد کے بعد حضرت عبد اللہ بن سلام ؓ کا رسول اللہ ﷺ کے پاس داخل ہونا	۵۵۴	حضرت ابو ایوب انصاری کے دروازے پر اُونٹنی کا خود بخود بیٹھنا
حضرت عبد اللہ بن سلام ؓ کا اسلام	۵۵۴	آپ ﷺ ۱۲/ربیع الاول بروز پیر داخل ہوئے
حضرت عبد اللہ بن سلام ؓ کے تین سوالات	۵۵۵	آپ علیہ السلام کا استقبال
عبد اللہ بن سلام کے سوالات کے جوابات	۵۵۹	اوپر والی منزل میں رہنے کا قدرتی انتظام
عبد اللہ بن سلام ؓ نے آپ علیہ السلام کو علامات نبوت سے پہچانا		باب ۱۰۲
اہل مدینہ نے خود ہی اپنے بتوں کو گرا دیا	۵۵۹	مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کی تاریخ کا ذکر اور بعثت کے بعد مکہ میں قیام کا عرصہ
یہودیوں کے سوالات و اعتراضات اور ان کے جوابات میں اترنے والی آیات	۵۶۰	قبا میں مسجد کا قیام
آپ علیہ السلام کے پاس ایک جماعت آئی	۵۶۰	مدینہ میں دس سال مقیم رہے
علماء یہود نے حسد رکھا		

۵۸۴	دست شفقت رکھنے سے سکون میں آ گیا -----	باب ۱۰۷	مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کا مسجد تعمیر کرنا اور اس بارے میں طلق بن علی یمامی کی روایت
۵۸۵	جدائی اور فراق برداشت نہ کر سکا -----	۵۷۳	مسجد نبوی ﷺ کی زمین خریدی گئی ہے -----
	باب ۱۱۱	۵۷۴	سیدنا عثمان غنی ؓ نے مسجد نبوی کو خوبصورت بنوایا
	اصحاب رسول ﷺ کا مدینے آمد پر وباء سے دوچار ہونا اور اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کی مدینے وباء سے حفاظت کرنا، حضور ﷺ کا صحابہ کے لئے مدینے کی آب و ہوا موافق بنانے کی دعا کرنا اور مدینے کی وباء کو جحفہ کی طرف ہٹانا	۵۷۵	مسجد نبوی کی تعمیر میں آپ علیہ السلام کی شرکت -----
۵۸۶	مدینہ کی وباء جاہلیت کے دور میں مشہور تھی -----	باب ۱۰۸	وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی اور اس میں نمازیں پڑھنے کی فضیلت
۵۸۷	مدینہ کو حرام بنا دے -----	۵۷۶	مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت -----
۵۸۹	دجال مدینہ میں داخل نہ سکے گا -----	باب ۱۰۹	وہ چیز جس کے بارے میں مصطفیٰ ﷺ نے خبر دی تھی اپنی مسجد بناتے وقت پھر اس کی سچائی آپ کی وفات کے بعد ظاہر ہوئی
۵۸۹	دجال مدینہ میں داخل نہ سکے گا -----	۵۷۷	اے عمار! تجھے فرقہ باغی قتل کرے گا -----
	باب ۱۱۲	۵۷۷	آپ علیہ السلام نے حضرت عمار ؓ کے سر کو اپنے ہاتھ سے صاف کیا -----
۵۸۹	کعبہ کو مستقل قبلہ بنا دیا گیا	۵۷۸	عمار ؓ شہید ہو گئے -----
۵۹۰	دوران نماز رخ کعبہ کی طرف پھیرنا -----	۵۷۹	جنت قریب آچکی ہے -----
۵۹۱	تحویل قبلہ کا واقعہ جنگ بدر سے دو ماہ قبل پیش آیا -----	۵۸۰	خلفاء راشدین کی ترتیب -----
۵۹۱	اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنے والوں کے اعمال ضائع نہیں ہوئے -----	باب ۱۱۰	منبر جو حضور ﷺ کے لئے بنایا گیا اس کے رکھنے اور حضور ﷺ کے اس پر بیٹھنے کے وقت جو دلائل نبوت ظاہر ہوئے
۵۹۲	دین پر بے جا اعتراض کرنے والے احمق ہیں -----	۵۸۱	منبر رسول ﷺ کی حقیقت -----
	باب ۱۱۳	۵۸۲	کھجور کا سوکھا تنا رو پڑا -----
۵۹۲	اعلان قتال کا آغاز اور اس کے بعد جو احکامات آئے مشرکین اور اہل کتاب سے معافی اور درگزر کے منسوخ ہونے کے فرضیت جہاد کی وحی سے	۵۸۲	آپ نے سینے سے لگایا تو اس کو قرار آیا -----
۵۹۳	عبداللہ بن ابی کی شرارت -----	۵۸۳	تانبیل کی طرح آواز نکال رہا تھا -----
۵۹۴	قریش نے مہاجرین کا تعاقب کیا -----		
۵۹۴	ابتداءً جہاد صرف قریش کے خلاف تھا -----		
۵۹۶	آیت قتال سے غفو و درگزر کا حکم منسوخ ہو گیا -----		
	☆☆☆		

[www.ahlehaq.org](http://www.ahlehaq.org)

## پیش لفظ

از مولانا مفتی احسان اللہ شائق معین مفتی جامعۃ الرشید - کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اما بعد!

شروع زمانہ سے انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا۔ انبیاء بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ان کا انتخاب فرماتے ہیں اور مخصوص انداز سے ان کی تربیت فرماتے ہیں پھر ایک مدت گزرنے کے بعد جبرائیل علیہ السلام کے توسط سے ان تک اپنا پیغام پہنچاتے ہیں اور انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ میرے پیغام میرے بندوں تک پہنچائیں اس لحاظ سے ایسے مخصوص برگزیدہ بندوں کو پیغمبر، رسول اور نبی کے خطاب سے نوازا جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے دیگر بندوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں ان کا کام اللہ تعالیٰ کے احکام پر سختی کے ساتھ کار بند ہونا اور اللہ تعالیٰ کے پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچانا ہے ہر نبی نے یہی اعلان فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں، تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت حلال نہیں، اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہیں۔

### حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کا ذکر اس طرح فرمایا ہے :

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (۲۵) اَنْ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ

یَوْمِ الْاٰلِیْمِ (۲۶)۔ (سورۃ ہود : آیت ۲۵-۲۶)

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (تو انہوں نے ان سے کہا) کہ میں تم کو کھول کر ڈرسانے والا ہوں (اور یہ پیغام پہنچانے) آیا ہوں کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تمہاری نسبت عذاب الیم کا خوف ہے۔

### حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت کا ذکر اس طرح فرمایا :

وَ اِلٰی عَادٍ اَنحَاہُمْ هُوْدًا اَطْعَمَ اَلْیَقْوَمِ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُهٗ ۗ اِنۡ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ۔ (سورۃ ہود : آیت ۵۰)

اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا انہوں نے کہا کہ اے میری قوم خدا ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں (تم شرک کر کے اللہ پر) محض بہتان باندھتے ہو۔

## حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کا اس طرح ذکر فرمایا کہ :

وَالَّذِي تَأْتِيهِمْ صَالِحًا قَالَ يَنْقُومُ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۗ هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ - (سورة هود : آیت ۶۱)

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا) تو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا تو اس سے مغفرت مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو، بے شک میرا پروردگار نزدیک (بھی ہے اور دعا کا) قبول کرنے والا (بھی) ہے۔

## حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ اس طرح فرمایا :

وَالَّذِي مَدَّيْنًا أَحَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَنْقُومُ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيطٍ - (سورة هود : آیت ۸۴)

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا) تو انہوں نے کہا اے قوم! خدا ہی کی عبادت کرو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو میں تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں اور (اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو) مجھے تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تم کو گھیر کر رہے گا۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا :

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ (۹۶) إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاتَّبَعُوهُ أَمْرًا فِرْعَوْنٍ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ (۹۷) - (سورة هود : آیت ۹۶-۹۷)

اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور روشن دلیل دے کر بھیجا (یعنی) فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف، تو وہ فرعون ہی کے حکم پر چلے اور فرعون کا حکم درست نہ تھا۔ غرضیکہ ہرنبی نے آکر دنیا کو یہی پیغام دیا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، اللہ کے سوا غیروں کی عبادت کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کو تسلیم کرو، اپنے عقائد کو درست کر لو، اعمال صالحہ اختیار کرو، اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انجام دو، آپس میں ایک دوسرے کی جان و مال کا احترام کرو، زنا کاری، چوری ڈکیتی، دھوکہ فریب وغیرہ برائیوں کو چھوڑ دو۔

## معجزات انبیاء علیہم السلام

ہرنبی سے قوم نے دلیل کا بھی مطالبہ کیا کہ اپنی سچائی اور حقانیت پر کوئی دلیل قائم کریں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل لائیں جو آپ کی سچائی کو واضح کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ہاتھ کوئی حرق عادت بات صادر فرماتے ہیں اس کو شریعت کی اصطلاح میں ”معجزہ“ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَيَنْقُومُ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ - (سورة هود : آیت ۶۴)

اور یہ بھی کہا کہ اے میری قوم! یہ خدا کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی (یعنی معجزہ) ہے اس کو چھوڑ دو خدا کی زمین میں (جہاں چاہے) چرے، اس کو کسی طرح تکلیف نہ دینا ورنہ تمہیں جلد عذاب آ پکڑے گا۔

قَالَ أَوْلُو جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِينٍ (۳۰) قَالَ فَاتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۳۱) فَالْقَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ (۳۲) وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنّٰظِرِيْنَ (۳۳) (سورة الشعراء : آیت ۳۰-۳۳)

(موسیٰ نے کہا) خواہ میں آپ کے لیے روشن چیز لاؤں (یعنی معجزہ) (فرعون نے) کہا اگر سچے ہو تو اسے لاؤ (دکھاؤ) پس انہوں نے اپنی لائھی ڈال دی تو وہ اسی وقت صریح اژدھا بن گئی اور اپنا ہاتھ نکالا تو اسی دم دیکھنے والوں کو سفید سفید ابراق نظر آنے لگا۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اس کے زمانہ کے لوگوں کے حالات کے مطابق کوئی نہ کوئی معجزہ عطا فرمایا جس سے لوگ نبی کی سچائی کو پہچان سکے اور ان کی نبوت کو تسلیم کر کے ان کی اتباع کی۔

### کتاب انبیاء کا ذکر

اس طرح اللہ تعالیٰ نے مختلف رسولوں کو کتابیں بھی عطا کیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات، حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل، اس کے علاوہ بھی مختلف انبیاء علیہم السلام کو صحیفے دیئے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (۴۳) (سورة القصص : آیت ۴۳)

اور ہم نے پہلی امتوں کے ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے۔

### ختم نبوت کا ذکر

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے نبوت کا سلسلہ مکمل ہوا آپ علیہ السلام نے اس کی مثال یوں بیان فرمائی :

”عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثلی ومثل الانبیاء قبلی، کمثل رجل لبنتی داراً، وقال یزید بنی داراً فاحسنها واکملها الا موضع لبنة، فجعل الناس یدخلونھا ویتعجبون منها، ویقولون لولا موضع هذه اللبنة قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فانا موضع تلك اللبنة جئت فختمت الانبیاء“۔ (اخرجا بخاری عن محمد بن سنان۔ کتاب المناقب)

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور مجھ سے پہلے دیگر انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے ایک خوبصورت مکان بنایا البتہ ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی اس کے بعد لوگ مکان کی زیارت کے لئے آتے اور اس کے خُسں و جمال کی تعریف کرتے، البتہ یہ کہتے کہ کاش اس اینٹ کی جگہ کو پُر کر دیا جاتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اینٹ کی جگہ میں ہوں، میں آ گیا، نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ (بخاری)

### اگلی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گروہ انبیاء کے سردار ہیں سید الاولین و آخرین خاتم النبیین ہیں اس لیے آپ کی نبوت کے دلائل بھی بکثرت ہیں بلکہ بہت پہلے سے انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو آپ کی آمد کی اطلاع دی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کا قرآن میں ذکر فرمایا :

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا بُؤْمِنُونَ (۱۵۶) الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ



عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتِ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ  
فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَزَّرُوا وَنَصَرُواهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۱۵۷)

(سورة الاعراف : آیت ۱۵۶-۱۵۷)

”اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے میں اس کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں وہ جو (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو نبی امی ہیں، پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں نیک کام کا حکم کرتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور ان پر سے بوجھ اور طوق جو ان (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اُتارتے ہیں تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی وہی مُراد پانے والے ہیں۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا ذکر فرمایا :

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا  
بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ -

(سورة القف : آیت ۶)

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آچکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت سنا تا ہوں۔

## دنیا میں رونما ہونے والے واقعات

اسی طرح آپ کی پیدائش کا زمانہ جب قریب آیا تو دنیا میں بہت سے اہم واقعات رونما ہوئے جس سے دنیا سمجھ رہی تھی کوئی عظیم الشان واقعہ رونما ہونے والا ہے، ان واقعات میں اصحابِ فیل کا واقعہ بہت ہی اہم ہے کہ ابرہہ کے لشکر نے بیت اللہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے لشکر کے ذریعہ ابرہہ کے لشکر کو شکست دی، اسی طرح آپ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بہت سے اہم واقعات رونما ہوئے مثلاً فارس کی وہ آگ جو ہزار سال سے جل رہی تھی وہ بجھ گئی، کسریٰ کے ایوان کے کنگورے کا گرنا، اسی طرح نبی آواز وغیرہ کے ذریعہ آپ کی آمد شریف کی اطلاع، اسی طرح دیگر واقعات۔

نیز آپ کو نبوت ملنے سے پہلے ہی بہت سے واقعات اور حالات ظہور پذیر ہوئے جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ عنقریب دنیا میں کوئی انقلاب رونما ہونے والا ہے۔

## مہر نبوت کا ذکر

خود آپ علیہ السلام کی ذاتِ بابرکت میں بھی اللہ تعالیٰ نے نبوت کی علامت و دلیعت فرمادی تھی۔ چنانچہ:

عن سماك قال حدثني جابر بن سمرة قال رأيت الخاتم الذي في ظهر رسول الله صلى الله عليه وسلم

مثل بيضة الحمام۔ (مسلم ۱۸۳۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر خاتم النبوة کو دیکھا جو کبوتر کے انڈے کے برابر تھی۔

اسی طرح نبوت ملنے کے بعد بھی بہت سے معجزات کا ظہور ہوا۔ مثلاً شق القمر کا واقعہ، معراج کا واقعہ وغیرہ۔ آپ علیہ السلام کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے، قرآن کریم ایک ایسا معجزہ ہے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء اس کی نظیر نہ لاسکے۔ قرآن کریم کی بار بار اور چیلنج کے باوجود ایک آیت کی مثل پیش کرنے سے بھی عاجز رہے۔

قُلْ لَّيْنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ

ظَهِيرًا (۸۸)

کہہ دو اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنالائیں تو اس جیسا نہ لاسکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔ (اسراء ۸۸)

اسی طرح آپ علیہ السلام کے غزوات، فتوحات، پیشین گوئیوں وغیرہ کا سچا ہونا سب آپ علیہ السلام کی نبوت کے سچے ہونے کے دلائل ہیں۔

### امام بیہقی رحمہ اللہ کے متعلق اہل علم کی شہادت

آپ علیہ السلام کی سیرت طیبہ پر شروع زمانہ سے اب تک ہزاروں ہزاروں سعادت مندوں نے قلم اٹھایا اپنی اپنی بساط کے مطابق آپ کی زندگی پر روشنی ڈالی ہے انہی خوش نصیبوں میں سے امام بیہقی رحمہ اللہ بھی ہیں۔

### ابن جوزی رحمۃ اللہ کی شہادت

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ امام بیہقی رحمہ اللہ کے متعلق شہادت دیتے ہیں کہ امام بیہقی رحمہ اللہ اپنے زمانہ میں حفظ اور اتقان اور تصنیف میں یکتا روزگار تھے آپ نے علم حدیث کو جمع فرمایا، نیز فقہ اصول فقہ کو جمع فرمایا، یہ حاکم ابو عبد الملک کے بڑے شاگردوں میں سے تھے، بہت سے علوم و فنون کے جامع تھے ان کی بہت سی عمدہ تصنیفات ہیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے تابعین میں حدیث کے بڑے عالم تھے اور مسلک شافعی کے بڑے مددگار تھے۔

### ”دلائل النبوة“

امام بیہقی رحمہ اللہ کی تصنیفات میں دلائل النبوة بھی ہے۔

دلائل النبوة کیسی کتاب ہے، اس بارے میں علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کتاب ”دلائل النبوة“ کتاب ”شعب الایمان“ کتاب ”مناقب الشافعی“ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

حافظ ابن کثیر نے فرمایا کہ: امام ابو بکر بیہقی کی کتاب سیرۃ و شمائل پر لکھی ہوئی بہترین کتاب ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ کتاب سیرت کے موضوع پر لکھی ہوئی بہت عمدہ کتاب ہے اس کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے سیرت کو احادیث کی صحیح روایات کے ساتھ مزین فرمایا، ہر قول کے لیے سند پیش کی، یعنی یہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مستند مجموعہ ہے، جس کا مطالعہ قاری کے علم اور عمل دونوں میں اضافہ کا باعث ہوگا پھر اس پر ڈاکٹر عبد المعطی قلعجی صاحب کے حاشیہ نے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگا دیا۔ انہوں نے امام بیہقی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ روایات کی تخریج، صفحہ اور جلد نمبر کے ساتھ حوالہ ذکر فرمایا، نیز کتاب کے شروع میں ایک مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا وہ گویا کہ اصل کتاب کا خلاصہ اور جوہر ہے۔

## ”دلائل النبوة اردو“

کتاب کی اصل زبان عربی ہے اب تک اس سے علماء کرام ہی استفادہ فرماتے رہے ہیں حال ہی میں ہمارے محترم دوست خلیل اشرف عثمانی صاحب نے مولانا محمد اسماعیل صاحب کے ذریعہ اس کا اردو زبان میں ترجمہ کروایا ہے، ماشاء اللہ مولانا نے بڑے سلیقہ سے اس کام کو انجام دیا ہے، اب مکمل کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ ہو گیا ہے، پھر انہوں نے مجھ سے اس کی نظر ثانی کی درخواست کی ہے چنانچہ اس نظر ثانی کے ساتھ بعض عنوانات کا بھی اضافہ کیا گیا۔ اب یہ کتاب اردو خواں طبقہ کے لئے سیرت کے موضوع پر ایک بہترین منتخب کتاب ہے، اس سے جہاں عوام فائدہ حاصل کر سکتے ہیں، اہل علم طبقہ علماء و طلبہ بھی مستغنی نہیں رہ سکتے یہ اردو میں لکھی ہوئی عام سیرت کی کتاب نہیں بلکہ ایک جامع اور مستند کتاب جس کی صحیح قدر اہل علم ہی پہچان سکتے ہیں جو امام بیہقی رحمہ اللہ کے علمی مقام و منزلت سے واقفیت رکھتے ہیں قارئین کرام جب کتاب کا بغور مطالعہ کریں گے تو خود ان کو بھی اندازہ ہوگا کہ کس قدر وقیع کتاب ہے، اردو ترجمہ کا اصل مشورہ استاد محترم شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم نے دیا تھا، یہ کام اگرچہ حضرت زید مجدہم کی نگرانی میں نہ ہو سکا تاہم یہ حضرت کی دیرینہ خواہش کی تکمیل ہے اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الاسلام زید مجدہم کی زندگی میں برکت نازل فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اصل کتاب کی طرح اس ترجمہ کو بھی اپنے دربار میں قبول فرمائے اور امت کے حق میں نافع بنائے، مترجم، ناشر اور معاونین کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

راقم الحروف

احسان اللہ شائق عفا اللہ عنہ

خادم افتاء و تدریس جامعۃ الرشید

احسن آباد کراچی کیم ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

## امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جلیل القدر علماء کے ارشادات و تاثرات

علامہ ابن ناصرؒ کا فرمان ..... امام بیہقیؒ یگانہ روزگار تھے۔ ہم عمروں میں نرالے تھے۔ حفظ حدیث کے اعتبار سے ہو یا اتقان اور ثقہ ہونے کے اعتبار سے وہ خراسان کے شیخ تھے۔

علامہ امام الحرمینؒ کا فرمان ..... شافعی مسلک کے جتنے اہل علم ہیں۔ امام شافعیؒ کو ان سب پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔ سوائے امام بیہقی کے۔ بیہقی کا شافعی پر احسان ہے اور فضیلت ہے اس لئے کہ انہوں نے امام شافعی کے مذہب کی تائید و نصرت میں کثرت کے ساتھ تصانیف کی ہیں اور شافعی کی آراء کی تائید کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے ان کے مختصر اقوال و مسلک کی بسط و تفصیل لکھی ہے۔

علامہ ابن خلکان کا فرمان ..... امام بیہقی فقیہ تھے۔ شافعی المسلک تھے۔ بہت بڑے مشہور حافظ الحدیث تھے۔ اپنے وقت کے منفرد آدمی تھے۔ تمام علوم و فنون میں اپنے ہم زمانوں سے نرالے اور منفرد تھے۔ وہ حاکم ابو عبد اللہ کے بڑے اصحاب میں سے تھے۔ پھر تمام اقسام علوم میں ان پر فوقیت حاصل تھی۔

علامہ ابن جوزیؒ کا فرمان ..... امام بیہقیؒ حفظ حدیث میں علم کی پختگی اور اتقان میں اپنے دور کے منفرد انسان تھے۔ اور اسی طرح حسن تصنیف میں۔ علم حدیث کو جمع کرنے میں، علم فقہ میں، علم اصول حدیث میں منفرد تھے (اپنے عمروں میں)۔ وہ حاکم ابو عبد اللہ کے بڑے اصحاب میں سے تھے۔ ان سے انہوں نے احادیث کی تخریج بھی کی۔ اور انہوں نے علم حدیث کے لئے سفر کئے۔ اور کثیر احادیث جمع کیں۔ ان کی کثرت کے ساتھ خوبصورت تصانیف ہیں۔

علامہ ذہبیؒ کا فرمان ..... اگر امام بیہقیؒ چاہتے تو اپنی ذات سے وہ خود ایک مذہب کی بنیاد ڈال سکتے تھے۔ جس کے اندر وہ خود اجتہاد کرتے، ان کو اس بات پر پوری قدرت و مہارت حاصل تھی کیونکہ ان کو تمام علوم پر وسعت اور تمام اختلاف کی معرفت معلوم تھی۔

علامہ سبکیؒ کا فرمان ..... امام بیہقیؒ مسلمانوں کے اماموں میں ایک امام تھے۔ اور اہل ایمان کے ہادیوں میں ایک ہادی تھے۔ اور ”جل اللہ التین“ (اللہ کی مضبوط رسی تھی یعنی قرآن کے داعی تھے)، فقیہ تھے۔ جلیل القدر تھے۔ حافظ الحدیث تھے۔ بڑے آدمی تھے۔ علم اصول کے ماہر تھے، پرہیزگار تھے۔ متقی اللہ کی فرمانبرداری کرنے والے تھے۔ مذہب اور مسلک کے اصول اور فروع کی تائید و نصرت کے ساتھ کمر بستہ تھے۔ علم کے پہاڑ تھے۔

امام ابن تیمیہؒ کا فرمان ..... امام بیہقیؒ اصحاب شافعی میں سے علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اور امام شافعیؒ کے مسلک کے بڑے مددگار تھے۔

علامہ ابن کثیرؒ کا فرمان ..... امام بیہقیؒ علوم کے اتقان میں اپنے زمانے کے یگانہ انسان تھے۔ حدیث میں فقہ میں تصنیف میں یگانہ روزگار تھے۔ فقیہ، محدث اور اصولی تھے۔ انہوں نے بڑی مفید اشیاء جمع کی تھیں، جن کی مثال زمانہ سابق میں نہیں ملتی۔ اور نہ اس سے قبل ان کا ادراک ہوا۔ اصحاب حدیث میں سے صاحب فضیلت تھے۔ پسندیدہ مسلک کے مالک تھے۔

## کتاب ”دلائل النبوة“ کے بارے میں علماء کے اقوال و تاثرات

علامہ تاج الدین سبکیؒ کا فرمان ..... کتاب ”دلائل النبوة“ ہو یا کتاب شعب الایمان یا کتاب مناقب امام شافعیؒ۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان تینوں میں سے کسی ایک کی نظیر و مثال نہیں ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ کا فرمان ..... سیرت و شمائل کے بارے میں تصنیف ہونے والی کتابوں کے لئے امام ابو بکر بیہقیؒ کی دلائل النبوة سرچشمہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مقدمہ

### از : ڈاکٹر عبد المعطی قلعجی

- ۱- ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی - یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما - (سورۃ الاحزاب : آیت ۵۶)  
بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم ان پر رحمت کی دعا کرو اور سلام بھیجو۔
- ۲- هو الذی ارسل رسوله بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کدہ -  
(سورۃ التوبہ : آیت ۳۳، ۳۸ - سورۃ الفتح : آیت ۲۸، ۶۱ - سورۃ القف : آیت ۹)  
اللہ وہی ذات ہے جس نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنے رسول کو بھیجا تا کہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے۔
- ۳- محمد رسول اللہ و الذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعاً سجداً یتتغون فضلاً من اللہ و رضواناً سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود - (سورۃ الفتح : آیت ۲۸)  
محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور ان کے ساتھ وہ لوگ ہیں جو کفار پر سخت ہیں آپس میں شفیق ہیں۔ آپ ان کو رکوع و سجود کرتے دیکھیں گے۔ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں۔ ان کی نشانی ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے موجود ہے۔
- ۴- والذین امنوا و عملوا الصالحات و امنوا بما نزل علی محمد و هو الحق من ربہم کفر عنہم سیئاتہم و اصلح بالہم - (سورۃ محمد : آیت ۲)  
جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں۔ اور ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے وہی حق ہے۔ ان کے رب کی طرف سے ان کے گناہ اللہ نے مٹا دیئے ہیں اور ان کے احوال کو درست کر دیا ہے۔
- ۵- ما کان محمد اباً احدٍ من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شیء علیما - (سورۃ الاحزاب : آیت ۴۰)  
محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ نبوت کی تکمیل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔
- ۶- و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین - (سورۃ الانبیاء : آیت ۱۰۷) (اے محمد ﷺ) ہم نے آپ کو سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔  
اللہم صل علی سیدنا محمد ، و علی آل سیدنا محمد کما صلیت علی سیدنا ابراہیم ، و علی آل سیدنا ابراہیم فی العالمین انک حمید مجید -

اما بعد

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وجود کا اثبات کرنا کوئی دینی مشکل مسئلہ شمار نہیں ہوتا۔ اس لئے وجود باری تعالیٰ تو خود انسانی فطرت میں مرکوز ہے اور داخل ہوا ہے اور انسان کے ساتھ اسی سلسلہ کا جاری رہنا (اطراف تقدم) علمی ہر روز اس کے اثبات میں اور زیادہ اضافہ کرتا جاتا ہے۔  
چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

سنریہم اياتنا فی الافاق و فی انفسہم - (سورۃ فصلت : آیت ۵۳)  
عنقریب ہم (کائنات کے) آفاق و اطراف میں اپنی نشانیاں دیکھائیں گے۔

نیز ارشاد ہے :

وفی انفسکم افلا تبصرون - (سورة الذاریات : آیت ۲۱)  
اور خود تمہارے اپنے نفسوں میں (ہماری قدرت و وحدانیت) کے دلائل اور نشانیاں موجود ہیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں؟  
تو سوائے اس کے نہیں کہ دین کے اندر بنیادی مسئلہ اثبات رسالت رسول اللہ ﷺ ہے، ہم اس سے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا اثبات کرنا مراد لیتے ہیں۔

## انسانوں کو انبیاء کرام علیہم السلام کی ضرورت اور ان پر ایمان کا وجوب

تو ایسا بالنبوة یا دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ کے درمیان اور تمام انسانوں کے درمیان تعلق اور واسطہ انبیاء علیہم السلام کے طریق اور ذریعے سے ہونا یہی دین (دین تو حید اور دین اسلام) ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔

والنبی هو الانسان الذی یختاره اللہ ليقوم باداء رسالة معینة

تو نبی وہ انسان ہوتا تھا جس کو اللہ تعالیٰ اس غظیم مقصد کے لئے چن لیتے اور منتخب کر لیتے تھے تاکہ ایک خاص اور مُعین پیغام پہنچانے کے لئے کھڑا ہو جائے اور اس کی ذمہ داری سنبھال لے۔ یقیناً ایسے مذاہب بھی موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں (اللہ کو جانتے ہیں)۔ مگر وہ نبوتوں کا انکار کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کسی نبی کے وجود کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ انبیاء جو کچھ لائیں گے یا تو وہ عقل کے عین مطابق ہو گا یا نہ ہوگا۔ اگر فرض کیجئے کہ وہ پیغام عقل میں آسکتا ہے تو پھر نبی کی کیا ضرورت رہی؟ عقل اس ضرورت کو پورا کر کے نبی سے ہمیں مستغنی کر دیتا ہے، لہذا اس کی ضرورت ہی نہیں۔ اور اگر جو چیز نبی لائے گا وہ عقل کے خلاف ہے تو ہمیں ایسی خلاف عقل چیز کی کوئی ضرورت نہیں ہے (تو ان کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ) راہنمائی اور استدلال کا راستہ عقل ہے اور وہی کافی ہے۔ نبوت و رسالت کو ماننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ وہ یہ کہ ہم لوگ زبانی جمع خرچ اور منطقی طرز استدلال کے ساتھ اور ریاضی کے اصولوں کے ساتھ ماوراء مادہ کے حقائق تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں صحیح علم اور اس کی صفات کے بارے میں صحیح طور پر جاننا، نیز آخرت کا حساب و کتاب، ثواب و عذاب وغیرہ ہر وہ چیز جو عالم غیب سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ تمام امور اور تمام باتیں نہیں معلوم ہو سکتیں، مگر صرف اور صرف انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے۔

اور یہ بات سچی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے مابین ربط و تعلق متعدد وسائل اور ذرائع کے ساتھ کامل ہے اور یہ بھی سچی بات ہے کہ قرآن مجید نے ہمارے سامنے اس بارے میں ایک معتد بہ حصہ بیان کر دیا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسولوں کے مابین رابطے کی چند مثالیں

پہلی مثال ..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کو دیکھ لیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا تذکرہ اس طرح موجود ہے۔ ارشاد ہوا :

فلما بلغ معه السعی ، قال : یا بنی انی ارئى فی المنام انی اذبحک ، فانظر ماذا ترئى ، قال : یا ابت افعل

ما تؤمر مستحدنی ان شاء اللہ من الصابرين - (سورة الصافات : آیت ۱۰۲)

جب اسماعیل ابراہیم کے ساتھ دوڑنے لگا تو ابراہیم نے کہا، اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ آپ دیکھئے آپ کیا سوچتے ہیں؟ اسماعیل نے جواب دیا: اے میرے ابا جان! آپ وہ کام کر ڈالئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ ..... یہ سچا خواب ہے۔

دوسری مثال ..... کبھی یہ اتصال و واسطہ بایں صورت ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نبی کے ساتھ خود کلام کرتے تھے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فلما اتاها نودی من شاطیء الواد الایمن فی البقعة المبارکة من الشجرة ان یا موسیٰ انی انا اللہ رب العالمین۔ (سورۃ القصص : آیت ۳۰-۳۱)

جب موسیٰ علیہ السلام اس وادی میں پہنچ گئے تو وادی الایمن کے کنارے انہیں مبارک سرزمین پر درخت سے پکارا گیا۔ ”اے موسیٰ بے شک میں اللہ رب العالمین ہوں۔“

تیسری مثال ..... عادت اللہ جاریہ (یعنی سنتہ اللہ جاریہ) ہے کہ حصول وحی جبرائیل علیہ السلام کے طریق سے ہوتا رہا ہے۔ خصوصاً جیسا کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

نزل به الروح الامین علی قلبك لتکون من المنذرين بلسان عربی مبین۔ (سورۃ الشعراء : آیت ۱۶۳-۱۶۵)

وحی محمدی کو یعنی قرآن مجید کو لے کر جبرائیل امین اُترے ہیں۔ تیرے دل پر (اے محمد ﷺ) تاکہ آپ ڈرنے والوں میں سے ہو جائیں (یعنی نبی اور رسول بن جائیں)۔ واضح بیان کر دینے والی عربی زبان کے ساتھ (ڈرنے والے)

چوتھی مثال ..... کبھی جبرائیل علیہ السلام بذات خود انسانی صورت میں اس طرح اُترتے تھے کہ مسلمان خود ان کو دیکھتے تھے۔ جیسے حضور علیہ السلام کے ساتھ اس حدیث کو بیان کرتے وقت پیش آیا، جس میں ایمان و اسلام کے ارکان اور احسان اور اشراطِ قیامت کا بیان ہے، جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس حدیث کے آخر میں واضح طور پر یہ الفاظ موجود ہیں :

هذا جبرائیل اتاکم یعلمکم دینکم

یہ جبرائیل علیہ السلام تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

## دعوائے نبوت کرنے والے انسان سے اس کی سچائی کی

### دلیل کا مطالبہ کرنا فطری امر ہے

جس وقت کوئی انسان یہ دعویٰ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے پیغام لوگوں تک پہنچاتا ہے، جن پیغامات کی بنا پر ان پر تکالیف مرتب ہو جاتی ہیں (یعنی وہ پیغامات پر عمل کے مکلف بن جاتے ہیں)۔ اور وہ احکامات لوگوں پر واجب ہو جاتے ہیں تو اس وقت یہ امر بھی عین فطری ہو جاتا ہے کہ اس انسان سے اس کی سچائی پر دلیل کا مطالبہ کریں۔ قرآن مجید اس بارے میں کسی ایسے امر کا قائل نہیں ہے جو عقل سے خارج ہو یا اس کے خلاف ہو۔ بلکہ باہم سوال و جواب اور گفت و شنید مطلوب و مقصود ہے۔ جبکہ اس کا مقصد سیکھنا اور تعلیم ہو (اس طرح کے سوال و جواب ہر دور میں لوگ اپنے نبیوں اور رسولوں سے تو کرتے ہی تھے خواہ وہ سمجھنے اور علم حاصل کرنے کے لئے ہو یا محض ضد اور مخالفت کے طور پر ہو، لیکن اس سے بڑھ کر خود انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے کبھی ایسے سوال کئے) ملاحظہ فرمائیے



## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے دلیل بصری طلب کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

واذ قال ابراهيم رب ارنى كيف تحى الموتى؟ قال: اولم تؤمن؟ قال: بلى، ولكن ليطمئن قلبى -  
(سورة البقرة: آیت ۲۶۰)

(اس وقت کو یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا تھا، اے مرے رب مجھے دکھا دیجئے آپ کیسے مردوں کو زندہ کریں گے؟ اللہ نے فرمایا، آپ نہیں جانتے؟ عرض کیا کہ جانتا ہوں مگر (دیکھوں خاص طور) میرے دل کو اطمینان ہو جائے گا۔

یہاں سے حاجت ظاہر ہوتی ہے ان امور کی طرف اور ان دلائل کی طرف جو نبوت کو ثابت کریں۔

### نبوت و رسالت کو ثابت کرنے کے طریقے

اثبات نبوت میں قرآن کا طریقہ ..... اثبات نبوت کا قرآنی طریقہ تو یہ ہے کہ وہ دلائل کثیرہ پے در پے لے آتا ہے تاکہ وہ انسان کو یقین تک پہنچادیں۔

### ”قرآن مجید کا تمام اہل عرب و اہل عجم کو چیلنج کرنا“

نبوت محمد ﷺ کی پہلی قرآنی دلیل ..... قرآن مجید نے عرب و عجم کو بلکہ تمام جنوں اور تمام انسانوں کو چیلنج کیا کہ وہ اس کتاب لاریب کی مثال لا کر پیش کریں۔ یا اس کی کسی ایک سورۃ کی مثال پیش کریں۔ فرمایا :

۱۔ وان كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا فأتوا بسورة من مثله - (سورة البقرة: آیت ۲۳)

یعنی اگر تم لوگ شک میں ہو اس کتاب کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل کی ہے تو اس کی ایک سورۃ کی مثال لا کر دیکھاؤ۔

تشریح ..... یعنی کتاب میں شک کرنا نبوت محمدی میں شک کرنا ہے، کیونکہ اگر قرآن مشکوک ہو جائے کہ اللہ کی طرف سے ہے بھی یا محمد ﷺ نے خود یا کسی کی مدد لے کر تصنیف کر لیا ہے تو محمد کی نبوت مشکوک ہو جائے گی۔ لہذا اس کا آسان اور فطری طریقہ یہی ہے انسان وہ بھی ہے اور انسان آپ بھی ہیں، صاحب زبان وہ بھی ہے اور آپ بھی، فصیح و بلیغ وہ بھی ہے اور آپ بھی۔ اس کام میں معاون اگر اس کا ممکن ہے تو آپ لوگوں کے لئے بھی معاونین کی کمی نہیں ہے۔ سارے انسان ہی نہیں سارے جن بھی اپنے حمایتی بنا کر قرآن کی ایک سورت جیسی سورت پیش کر دو۔ اگر آپ اس چیلنج کا قبول نہیں کر سکتے، اس قرآن کا مقابلہ اور مثال نہیں بنا سکتے تو پھر یہ حقیقت مان لو کہ یہ نہ تو محمد ﷺ کا کلام ہے، نہ ہی کسی اور انسان کا کلام ہے۔ بلکہ یہ اس کے رب کا کلام ہے، جس نے اس کو نبی اور رسول بنا کر اٹھایا ہے۔ اس طرح ثابت ہوا کہ قرآن کسی بندے کا کلام نہیں جس کو محمد ﷺ پیش کرتے ہیں، تو ثابت ہوا کہ وہ عام انسان نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں جو از خود کچھ نہیں کہتے۔ اللہ کے نبی جو کچھ کہتے ہیں وہ اللہ نے انہیں کہا ہے۔ (از مترجم)

نبوت محمد ﷺ کی دوسری قرآنی دلیل ..... یہ کہ حضور ﷺ ان میں چالیس سال کے بعد نبی بنا کر بھیجے گئے۔ اس سے پہلے نہ تو انہوں نے ان کو نبوت کی بات بتائی تھی نہ رسالت کی۔ تو یہ امر اس بات کو مقتضی ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی مشیت اور ارادے سے ہوا ہے، جس میں نہ تو خود محمد ﷺ کا کوئی دخل ہے نہ ہی کسی اور انسان کا۔

۲۔ قل لو شاء الله ما تلوته عليكم ولا ادراكم به ، فقد لبثت فيكم عمراً من قبله أفلا تعقلون ۔

(سورۃ یونس : آیت ۱۶)

فرمادیتے کہ اگر اللہ کی مشیت نہ ہوتی تو میں تمہارے سامنے قرآن کی تلاوت نہ کرتا۔ میں اس سے قبل بھی تو زندگی کا بڑا حصہ تم لوگوں میں رہ رہا تھا کیا تم لوگ یہ بات نہیں سمجھتے۔

تشریح ..... یعنی قرآن یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ یہ نبی انہیں لوگوں کے مابین پیدا ہوا، پلا بڑھا، جوان ہوا تو ان لوگوں کی نگاہوں کے سامنے اور کانوں کی سماعت کے قریب تھا بلکہ وہ لوگ اس کو صدق، امانت کے ساتھ پہچانتے تھے اور اس کی عقل مندی کو ترجیح دیتے تھے اور اس پر کبھی کسی جھوٹ کا شبہ بھی نہیں کرتے تھے۔

### نبوت محمد ﷺ کی تیسری قرآنی دلیل

۳۔ قل انما أعظكم بواحدة أن تقوموا لله مثنى وفرادى ، ثم تتفكروا ما بصاحبكم من جنة ان هو الا

نذير لكم بين يدي عذاب شديد ۔ (سورۃ سبأ : آیت ۴۶)

فرمادیتے (اے محمد ﷺ) لوگو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم لوگ دو دو اور اکیلے اکیلے بندے اللہ کی خوشنودی کے لئے (اس بات پر سوچنے سمجھنے کے لئے) اٹھ کھڑے ہو۔ اس کے بعد تم لوگ غور و فکر کرو، سوچو سمجھو معاملے کو کہ تمہارے ساتھی (محمد ﷺ) کے ساتھ کوئی جنون، کوئی دیوانگی نہیں لگی ہوئی (اس کی کوئی بات نہ جنون و پاگل جیسی ہے، نہ ہی دیوانے کی بڑ جیسی) بلکہ وہ تو تمہیں (اللہ کے) شدید عذاب سے پہلے پہلے ڈرارہا ہے۔

لہذا اس کے معاملے میں شک کرنا کیوں؟ جبکہ وہ ہر قسم کی دنیوی غرض اور مطلب سے بھی پاک ہے۔

### نبوت محمد ﷺ کی چوتھی قرآنی دلیل

۴۔ قل ما سألتكم عليه من أجر فهو لكم ان أجري الا على الله وهو على كل شىء شهيد ۔

(سورۃ سبأ : آیت ۴۷)

(اے محمد ﷺ) آپ فرمادیتے کہ میں (اس وعظ و تبلیغ پر اس پیغام نبوت کے پہنچانے پر) تم لوگوں سے کسی قسم کی کوئی اجرت نہیں مانگتا، کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ میرا معاوضہ تو اللہ کے ذمے ہے اور وہی ہر شے پر گواہ ہے۔

جب ایک شخص اپنے وعظ و تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں لیتا، وہ اپنا اجر اللہ کے ذمہ سمجھتا ہے اور تمہیں اللہ کے شدید عذاب سے انتباہ کرتا ہے تو پھر اس پر شک کرنا کیوں؟

نبوت محمد ﷺ کی پانچویں قرآنی دلیل ..... جب حالت یہ ہے کہ وہ شخص اُمّی ہے (کبھی کسی سے اس نے تعلیم بھی اس سے قبل حاصل نہیں کی) لہذا وہ خود لکھ بھی نہیں سکتا اور پڑھ بھی نہیں سکتا۔ یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ اس نے کسی کتاب سے مدد لی ہو۔

۵۔ وما كنت تتلوا من قبله من كتاب ، ولا تحطه يمينك اذا لا ارتاب المبطلون ۔ (سورۃ العنکبوت : آیت ۴۸)

(اے محمد ﷺ) آپ اس سے پہلے نہ تو کسی کتاب کی تلاوت کرتے تھے اور نہ ہی اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے۔ آپ پہلے سے لکھتے پڑھتے ہوتے

تو یہ باطل پرست شک بھی کرتے۔ جب ایسی کوئی بھی صورت نہیں ہے تو پھر آپ کی نبوت میں شک کرنا کیوں؟

## اثبات نبوت کے لئے امام غزالیؒ کا طریقہ

امام غزالیؒ اپنی مشہور کتاب ”المنقذ من الضلال“ میں اثبات نبوت کا ایک خاص طریقہ اختیار فرماتے ہیں کہ جب آپ کو کسی خاص شخص کے بارے میں شک واقع ہو جائے کہ وہ نبی ہے یا نہیں؟ تو پھر اس کے احوال کی معرفت حاصل کرنے کے سوا یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور وہ معرفت احوال تین میں ایک طریقے سے ممکن ہوگی۔

مشاہدہ : یہ کہ انسان خود اس کے حالات کا مشاہدہ کرے۔

تواتر : یہ کہ اس قدر اس کے بارے میں اطلاعات حاصل ہو جائیں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کرنا ناممکن ہو۔

تسامع : تسامع کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ گفت و شنید سے حالات کا علم ہو جائے۔

پس جس وقت آپ طب کو یعنی حکمت کو جانتے ہوں اور فقہ کو سمجھتے ہوں تو آپ کے لئے یہ بھی ممکن ہوگا کہ آپ فقہاء اور اطباء کو ان کے حالات کا مشاہدہ کرنے سے پہچان لیں اور یا ان کے احوال سن کر جان جائیں۔ اگرچہ آپ نے ان کا مشاہدہ نہ بھی کیا ہو۔

اسی طرح آپ امام شافعیؒ کے فقیہ ہونے اور جالینوس کے طبیب ہونے کی معرفت سے عاجز نہیں ہوں گے۔ یہ معرفت (جو آپ کو حاصل ہوگی) حقیقتہً ہوگی کسی اور کی تقلید کرنے کی وجہ سے نہیں ہوگی بلکہ بایں وجہ ہوگی کہ آپ فقہ اور طب کے بارے میں کچھ نہ کچھ جانتے تھے۔ اور ان دونوں چیزوں کی کتابوں اور تصانیف کا مطالعہ کرتے تھے۔ اس لئے ان دونوں کے حامل کا ضروری علم بھی حاصل ہو جائے گا۔

## حضور ﷺ کی نبوت کی حقیقی غیر تقلیدی معرفت

اوپر مذکور مثال کی طرح جس وقت آپ نبوت کا معنی اور مفہوم جانتے ہوں اور آپ قرآن مجید میں اور احادیث میں کثرت کے ساتھ نظر اور مطالعہ رکھتے ہوں تو آپ کو اس بات کا علم ضروری حاصل ہو جائے گا کہ حضور ﷺ نبوت کے اعلیٰ درجات اور اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ یہ چیز مؤید اور مضبوط ہو جائے گی، اس چیز کو دہرانے سے جو کچھ آپ ﷺ نے عبادات کے بارے میں فرمایا ہے۔ پھر اس عبادت کی جو تاثیر دلوں کی صفائی کی بابت حاصل ہوتی ہے اس سے تو آپ کی نبوت کے اعلیٰ مقام کی تصدیق اور یقین حاصل ہو جائے گا۔ نیز یہ سمجھ اور یہ معرفت آپ کو اس بات سے بھی حاصل ہوگی کہ رسول اللہ نے ﷺ اپنے قول میں کس قدر سچ فرمایا ہے :

من عمل بما علم ورثه الله علم ما لم يعلم - جو شخص اس پر عمل کرے جس کا وہ علم رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اس کو وہ علم عطا کرے گا جس کو وہ نہیں جانتا۔

من أعان ظالمًا سلطه الله عليه - جو شخص ظالم کی مدد کرتا ہے اللہ اس کو اسی پر مسلط کر دیتا ہے۔

اور کس قدر آپ ﷺ نے سچ فرمایا اپنے اس قول کے میں :

من أصبح وهمومه هم واحد ، كفاه الله تعالى هموم الدنيا والآخرة

جو شخص اپنے غموں اور فکروں کو صرف ایک غم اور ایک ہی فکر بنا دے، اللہ تعالیٰ اس کو اس کی دنیا اور آخرت کی فکر و غم سے کفایت کرے گا۔ (یعنی اس کو نجات دے دے گا)

(اس نبی پر آپ جب سوچنا شروع کر دیں) پھر آپ ایک ہزار، دو ہزار بلکہ کئی ہزار ایسی مثالوں کے تجربات کریں تو آپ کو حضور ﷺ کی نبوت کے بارے میں ایسا علم ضروری اور قطعی حاصل ہو جائے گا کہ آپ اس میں شک نہیں کر سکیں گے۔ لہذا اسی طریق سے آپ نبوت کا یقین طلب کیجئے۔ لائچی کے اژدھے کے ساتھ تبدیل ہو جانے اور چاند کے پھٹ جانے کے ساتھ نہیں۔ کیونکہ اگر آپ مذکورہ انداز فکر سے ہٹ کر صرف اکیلے ان مجزوں پر نظر کریں گے اور اس کے ساتھ بے شمار خارجی قرآن کو جوڑ کر آپ نہیں سوچیں گے تو بسا اوقات آپ یہ گمان کر بیٹھیں گے کہ شاید وہ حیر ہو گیا کسی صورت سے محض خیال اور تصور دلادیا گیا ہوگا۔ حالانکہ یہ گمراہ کر رہا ہوگا۔

بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

يَضِلُّ مَنْ يَشَاءُ ، وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ..... ترجمہ : اللہ جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔ اور جس کو چاہتے ہیں گمراہ کرتے ہیں۔

نیز اس طرح آپ کے معجزات پر اعتراضات بھی وارد ہوں گے اور اگر آپ کا ایمان کلام منظوم کے ساتھ (یعنی قرآن کے ساتھ) سند و استدلال کا سہارا لے چکا ہوگا تو معجزے کی دلالت کی صورت میں تو آپ کا ایمان مزید بلند ہو جائے گا کلام مرتب کے ساتھ وجود اشکال اور اس پر شبہ میں۔ لہذا خارق عادات (معجزات) کی مثالیں اور ان کی حیثیت منجملہ دلائل میں سے ایک دلیل کے ہونی چاہئیں۔ جب کہ (مذکورہ) قرآن پر بھی آپ کی نظر ہو، تاکہ آپ کو علم ضروری اور قطعی حاصل ہو جائے۔

کسی ایک معین معجزے کے ساتھ استدلال و اشارہ کا سہارا لینے سے آپ کو اس طرح یقین حاصل نہیں ہوگا جیسے اس آدمی کو ہوتا ہے جس کو ایک جماعت خبر دیتی ہے متواتر خبر کے ساتھ جس کے لئے یہ کہنا ممکن نہیں ہوتا کہ اس کو جو یقین حاصل ہوا ہے وہ کسی ایک فلاں شخص معین کے قول سے حاصل ہوا ہے۔ بلکہ اس کا یقین اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ وہ خود بھی کسی تعین کو نہیں جانتا اور وہ یقین ان مجموعی خبر دینے والوں سے خارج بھی نہیں ہوتا اور نہ ہی ان میں افراد کے تعین سے ہوتا جبکہ یہی ایمان، ایمان قوی ہوتا ہے اور عملی ہوتا ہے۔ (یہ طرز استدلال برائے اثبات رسالت اجتماعی دلائل سے ہے جس کا رد اور انکار ناممکن ہے)۔ از مترجم

## اثبات نبوت کے لئے ابن خلدون کا طریقہ

مؤرخ ابن خلدون مقدمہ تاریخ ابن خلدون میں فرماتے ہیں۔

یقین کیجئے کہ بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بنی نوع بشر سے کچھ اشخاص کو چن لیا تھا جنہیں اللہ نے اپنے مخاطب کرنے کی فضیلت عطا کی تھی اور انہیں اپنی معرفت پر ہی پیدا فرمایا تھا، یعنی اپنی معرفت ان کی فطرت میں رکھ دی تھی اور ان برگزیدہ و چنیدہ اشخاص کو اپنے درمیان اور اپنے بندوں کے درمیان واسطہ اور ذریعہ بنا دیا تھا۔ وہ لوگوں کو ان کے مصالح اور فائدوں کی معرفت اور فہم دیتے تھے اور وہ لوگوں کو ان کی ہدایت و رہنمائی پر ابھارتے تھے اور وہ لوگوں کو ان کی کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے ہٹاتے تھے۔ اور وہ لوگوں کو ان کی نجات کا راستہ بتاتے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ ان (اپنے مخصوص چنیدہ بندوں) کی طرف علوم و معارف القاء کرتا تھا اور معارف کو ان کی زبان سے ظاہر کرتا تھا۔ مثلاً خارق عادات (معجزات کو) اور وجود میں آنے والے اخبار و واقعات کو، جو انسان سے مخفی ہوتے تھے (انسان کے پاس)۔ جن کی معرفت کی کوئی راہ نہیں تھی۔ مگر صرف ان برگزیدہ لوگوں کی زبانوں سے (سننے کے) جو اللہ کے درمیان واسطہ تھے وہ خود بھی (ان اخبار و واقعات کو) نہیں جانتے تھے بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان چیزوں کی تعلیم دیتا تھا۔

چنانچہ حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا :

الا و انی لا أعلم الا ما علمنی اللہ

خبردار! بے شک میں کچھ بھی نہیں جانتا سوائے اس کے جو اللہ نے مجھے علم دیا ہے۔

یقین جائے کہ اس بارے میں (ان چنیدہ لوگوں) کی خبر کی خصوصیت اور ضرورت یہ ہے کہ ان کی تصدیق کی جائے یعنی ان خبروں کو سچا مان لیا جائے جب تیرے سامنے حقیقت نبوت کا بیان واضح طور پر بیان ہو جائے۔

## اللہ کے چنیدہ اور برگزیدہ نبیوں کی نشانیاں اور علامات

اس صنف بشر کی علامت یہ ہے کہ ان کے لئے حالت وحی میں حاضرین سے غائب ہونے کی کیفیت پائی جاتی تھی باوجود موجودگی کے خراٹوں کے ساتھ گویا کہ ان پر غشی یا بے ہوشی کی کیفیت ہے (یا نیند کی)۔ ظاہری آنکھ سے دیکھتے ہیں حالانکہ حقیقت میں دونوں باتیں نہیں ہوتیں تھیں

(نہ ہی غشی، نہ ہی بے ہوشی)۔ درحقیقت یہ استغراق کی کیفیت ہوتی ہے۔ ملک رُوحانی کی ملاقات میں ایسے علم و ادراک کے ساتھ جو ان کے لئے مناسب حال ہوتا ہے اور انہیں کے شایانِ شان ہوتی ہے۔ وہ ادراک اور استغراق بشر کے ادراک سے بالکل خارج ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ بشری ادراک اور بشری مقام کی طرف خود بخود بتکلف اس کیفیت سے نیچے اترتے ہیں۔ یا بھنبھناہٹ کلام کے ساتھ۔ پس اسی کو (بتکلف) خود سمجھتے۔ یا ان کے لئے کسی خاص شخص کی صورت کی شبیہ بنتی تھی۔ وہ شبیہ اختیار کرنے والا اس کلام میں حضور کے مخاطب ہوتا تھا جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے لے کر آیا ہوتا تھا۔ پھر ان سے وہ کیفیت کھل جاتی تھی اور حالت یہ ہوتی تھی کہ ان پر جو کلام یا مفہوم القاء کیا جاتا تھا حضور ﷺ اس کو یاد اور محفوظ کر چکے ہوتے تھے۔

حضور ﷺ سے جب وحی کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا: کبھی تو وحی مجھ پر گھنٹی بجنے کی گھڑ گھڑاہت یا شور کی کیفیت میں آتی ہے وحی کی یہ قسم مجھ پر شدید گزرتی ہے۔ پھر وہ مجھ سے الگ ہوتا ہے، میں اس کی بات کو یا اس کلام کو یاد کر چکا ہوتا ہوں۔ اس نے جو کچھ کہا ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ میرے لئے انسانی شکل اختیار کر لیتا ہے اور وہ مجھ سے کلام کرتا ہے۔ اور وہ جو کچھ کہتا ہے میں اس کو یاد کر لیتا ہوں۔

حضور ﷺ اس کیفیت کے دوران اس قدر شدت اور گھٹن (ڈوبنے کی کیفیت) محسوس کرتے تھے جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ حدیث میں آتا ہے:

كَانَ مِمَّا يَعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةَ  
حضور ﷺ وحی اترنے کی شدت سے بڑی سختی دیکھتے تھے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ پر شدید سردی کے دن میں بھی جب وحی اترتی تھی تو جب (جبرائیل علیہ السلام) آپ سے علیحدہ ہوتے تھے تو آپ کی پیشانی سے پسینے ٹپک رہے ہوتے تھے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَنَا سَنَلِقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا - بے شک ہم آپ کے اوپر بڑی بھاری بات ڈالیں گے اور القاء بھی کریں گے۔

اسی مذکورہ حالت کو دیکھ کر وحی اترنے کی کیفیت کی وجہ سے مشرکین انبیاء پر جنون کی تہمت لگاتے تھے کہ یہ من چلا ہے یا جن کے تابع ہے۔ جبکہ حقیقت یہ تھی کہ ان پر معاملہ گڈمڈ ہو گیا تھا، تلبیس ہو گئی تھی ان احوال مظاہر کے مشاہدے کی وجہ سے۔

وَمَنْ يَضِللِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ - اور اللہ جس کو گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

اور ایسے لوگوں (یعنی انبیاء بننے والوں) میں ان کی علامات میں سے یہ بات بھی ہوئی ہے کہ وحی کے نزول سے قبل ان میں یہ صفات موجود ہوتی ہیں، خیر و بھلائی کی عادت، زکوٰۃ ادا کرنا، مذموم کاموں سے دُور رہنا اور شرک اور تمام امور سے دُوری۔

چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا یہی معنی ہے گویا کہ وہ پیدائشی اور فطری طور پر بُرے کاموں سے صفائی اور پاکیزگی پر پیدا کئے گئے ہوتے ہیں اور ان امور سے نفرت کرنا گویا کہ یہ ان کی جبلت کے منافی ہوتے ہیں۔

## قبل نبوت شرم و حیاء نبوی کی ایک مثال

(۱) صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ آپ لڑکے تھے اور اپنے چچا عباس کے ساتھ کعبے کی تعمیر کے لئے پتھر اٹھا رہے تھے۔ چنانچہ کسی کے کہنے سے آپ نے اپنے تہہ بند میں پتھر اٹھائے، جس سے آپ کا ستر کھل گیا۔ لہذا آپ شرم کے مارے گر کر بے ہوش ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ اپنی چادر میں چھپ گئے۔

(۲) حضور ﷺ کو ایک ویسے کے اجتماع میں دعوت دی گئی جس میں شادی کے ساتھ کھیل تماشا بھی تھا۔ آپ کو وہاں جا کر نیند کی غشی طاری ہو گئی۔ پوری رات اسی طرح گزر گئی حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا آپ ان لوگوں کے کسی بھی عمل میں شریک نہ ہو سکے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے اس پورے فعل سے پاک رکھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ اپنی جبلت کے اعتبار سے مکروہ اور ناپسندیدہ کھانوں اور کھانے کی چیزوں سے بھی پاک صاف رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ پیاز اور لہسن کے قریب نہیں جاتے تھے۔ آپ ﷺ سے اس بارے میں کہا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، میں اس ذات کے ساتھ خلوت میں بیٹھتا ہوں جس کے ساتھ آپ نہیں بیٹھتے ہو۔ (یعنی مجھے جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ہم نشینی کرنا ہوتی ہے اس لئے میں بدبودار چیز کھانا پسند نہیں کرتا) کہ منہ میں اس کی بدبو رہتی ہے)

(۳) آپ اس واقعہ کے بارے میں غور کیجئے جب نبی کریم ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وحی کے حال کے بارے میں خبر دی، اس کے آغاز میں اور حضور ﷺ نے اس کی آمد پر اس کو آزمایا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اس کی آمد پر آپ مجھے اپنی چادر کے اندر کر لینا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ایسے ہی کر لیا تو وہ آنے والا نمائندہ واپس چلا گیا۔ بعد میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے کہا کہ یہ فرشتہ ہے، جن اور شیطان نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ عورتوں سے قربت پسند نہیں کرتا۔

اسی طرح سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کیا، ان کو کونسا لباس پسند ہے آپ اسی لباس میں اس سے ملا کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سفید اور ہر پسند ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ واقعی فرشتہ ہے یعنی سفید اور سبز رنگ خیر کے رنگ ہیں اور فرشتہ بھی خیر کی چیز ہے اور سیاہ رنگ شر ہے اور شیاطین بھی شر ہیں اور اسی جیسی دیگر مثالیں بھی ہیں۔ نیز انبیاء علیہم السلام کی علامات میں یہ امور بھی ہیں مثلاً ان کا لوگوں کو دین کی دعوت، عبادت کی دعوت، صلوات کی دعوت، صدقہ کی دعوت، معافی اور درگزر کرنے کی دعوت دینا وغیرہ۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی صداقت پر اسی چیز سے تو استدلال کیا تھا۔ اور اسی طرح سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی سے استدلال کیا تھا اور ان دونوں نے آپ کے حال اور اخلاق وغیرہ کے علاوہ کسی اور امر خارجی سے دلیل پکڑنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔

## بادشاہ ہرقل کا حضور ﷺ کے بارے میں سوالات کرنا اور جوابات سے

### حضور ﷺ کی نبوت کی صحت پر استدلال کرنا

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ہرقل کے پاس جب حضور ﷺ کا خط پہنچا، جس میں آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تھی تو اس نے ان قریشیوں کو اپنے دربار میں طلب کیا جو اس کے شہر میں موجود تھے تاکہ ان سے حضور ﷺ کے حالات دریافت کرے۔ ان میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی تھے (جو کہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) چنانچہ اس نے ان سے کچھ سوالات کئے جو درج ذیل ہیں :

ہرقل : وہ (مدعی نبوت محمد) آپ لوگوں کو کس چیز کا حکم دیتا ہے؟

ابوسفیان : نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے، صلہ رحمی کرنے، معافی اور درگزر کرنے اور عفاف کا۔ آخر تک جو اس نے پوچھا، ابوسفیان نے اس کو بتا دیا۔

اس کے بعد ہرقل نے کہا کہ جو کچھ تم کہتے ہو اگر یہ حق اور سچ ہے تو وہ نبی مرسل ہے اور وہ عنقریب مالک ہو جائے گا اور وہ حکومت کرے گا، یہاں تک جو کچھ میرے قدموں تلے ہے۔ اور عفاف سے مراد جس کی طرف ابوسفیان نے اشارہ کیا تھا وہ عصمت و پاکدامنی تھی۔

غور فرمائیے کہ ہرقل نے عصمت و پاکدامنی، دین کی طرف دعوت دینے اور عبادت کی دعوت سے حضور ﷺ کی نبوت کی صحت پر کیسے دلیل اخذ کی تھی اور کسی معجزے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ تو یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ یہ مذکورہ امور علامات نبوت میں سے ہیں۔

اور انبیاء علیہم السلام کی نبوت کی علامات میں سے ہے کہ وہ اپنی قوم میں صاحبِ حسب و نسب ہوں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نہیں بھیجا اللہ نے کسی نبی کو مگر وہ اپنی قوم میں صاحبِ حیثیت تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ اپنی قوم میں صاحبِ ثروت و مال تھا۔

حاکم نے بخاری و مسلم پر اس حدیث کا استدراک درج کیا ہے کہ ہرقل کے ابوسفیان سے سوالات میں ایسے ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ ہرقل نے یوں پوچھا تھا کہ وہ تم لوگوں میں (محمد ﷺ) کیسا شخص ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ وہ ہمارے اندر صاحبِ حسب و صاحبِ عزت ہے۔

ہرقل نے یہ جواب سُن کر تبصرہ کیا کہ رسولِ اپنی قوم کے صاحبِ احساب میں ہی مبعوث کئے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کے لئے قوت و شوکت ہو جو اس کو بوقتِ ضرورت کفار کی ایذا سے روکے، تاکہ وہ اپنے رب کا پیغام پہنچادے اور اللہ کی مراد پوری ہو سکے۔ دین کو پورا کرنے اور ملت کی تکمیل کرنے کی۔

### سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے میں دلائل

مؤرخ ابن خلدون سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنتِ خویلد اور سیدنا ابو بکر صدیق ﷺ کے اسلام لانے کے بارے میں بات بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے توروہ بن نوفل کے اسلام اور دیگر کے اسلام کے بارے میں بھی تعرض کیا ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی نبوت کے دلائل پر ان کے یقین کرنے سے اس بات پر استدلال کیا ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کیسے مسلمان ہوئی تھیں؟ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلام لانے کی دعوت نہیں دی تھی بلکہ حضور ﷺ نے ان کے سامنے وحی کا سارا ماجرا سنایا تھا اور آپ سب داستان سُناتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ زملونی، زملونی مجھے چادر اڑھاؤ، مجھے کپڑا اڑھاؤ۔ انہوں نے آپ ﷺ کو چادر اڑھائی۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ سے خوف کی کیفیت ختم ہو گئی۔

رسول اللہ ﷺ پر یہ ایک ایسی صورت تھی جس کا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس سے قبل مشاہدہ نہیں کیا ہوا تھا۔ وہ تو ان کو ایک محض نوجوان کی حیثیت سے پہچانتی تھیں جو ان کے مال میں تجارت کا عمل کرتے تھے۔ لہذا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اسی تعلق سے ان کے اندر سچائی، امانت داری، انسانیت کاملہ کی حاصلتیں اور ان کی اعلیٰ ترین مثال ان میں پہچان چکی تھیں۔ اور البتہ وہ اپنے غلام میسرہ سے کچھ ایسی بات سُن چکی تھی جو حیرت و استعجابِ شجونِ نفس اُبھارتا ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک تجربہ کار شریف اور عقل مند خاتون تھیں۔ صاحبِ شرف اور صاحبِ مال تھیں۔ اپنے مال سے مردوں کو اجرت پر کام کے لئے رکھتی تھیں اور ان کے لئے جو کچھ اجرت مقرر کرتی تھیں اس میں سے بھی ان کے ساتھ مضاربت کرتی تھیں۔ جب سیدہ کو حضور ﷺ کے بارے میں خبر پہنچی، جو بھی پہنچی آپ کی گفتار کی سچائی، عظیم امانت دار، کریمانہ اخلاق وغیرہ کے بارے میں تو انہوں نے حضور ﷺ کی طرف نمائندہ بھیج کر یہ پیش کش کی کہ آپ میرا مال لے کر شام کی طرف تجارت کے لئے سفر کریں اور وہ آپ کو اس سے بہتر معاوضہ دیں گی جو دوسروں کو دیتی ہیں اور اپنا غلام میسرہ بھی ان کے ساتھ بھیجیں گی۔

جب ان کے غلام میسرہ نے ان کے سامنے شام کے سفر سے واپسی پر راہب کے قول کے متعلق بتایا اور یہ کہ اس نے شدید گرمی میں دو پہر کے وقت دو فرشتوں کو ان پر سایہ کئے ہوئے دیکھا اور انہوں نے حضور کی بلند ترین صحبت، آپ کے حسن خلق اور سچ گوئی کی خبر دی تو سیدہ خدیجہ کے ذہن میں محمد ﷺ سے شادی کرنے کا خیال اُبھرا۔ لہذا وہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو ان کے چچا کے بیٹے تھے۔ جا کر ان سے سارا ماجرا بیان کیا جو کچھ سُناتا تھا اور وہ جو کچھ انہوں نے محمد ﷺ کی صفات اور آپ کے احوال ملاحظہ کئے تھے۔ ورقہ بن نوفل نے کہا:

”اے خدیجہ! اگر یہ سب کچھ سچ ہے تو بے شک محمد ﷺ اس اُمت کے نبی ہیں اور میں پہچانتا ہوں وہ اس اُمت کا نبی ہونے والا ہے جس کا انتظار ہے۔ اور یہی اس کا زمانہ ہے۔“

سیدہ خدیجہ ورقہ بن نوفل کے ہاں سے واپس آگئیں تو ان کے ذہن میں محمد ﷺ کے ساتھ شادی کا خیال رچ بس چکا تھا۔ لہذا اس سوچنے نے حضور ﷺ کے ساتھ شادی کرنے کی کشش و جاذبیت میں اضافہ کر دیا۔ سیدہ خدیجہ کا حضور ﷺ سے شادی کرنے کا ہدف جاذبیت و کشش نہ تھا اگرچہ محمد ﷺ اپنی تخلیق میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے اور نہ صاحب ثروت ہونا، اس لئے کہ محمد ﷺ مالدار نہیں تھے بلکہ صاحب صفات حمیدہ ہونا، اخلاق کریمانہ سے آراستہ ہونا اور، پاک صاف اور شفاف روحانیت کے مالک ہونا تھا۔

امام ابن حجر نے کتاب مکہ میں فاکہی سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ ابوطالب کے پاس تھے۔ انہوں نے خدیجہ کے پاس جانے کی اجازت چاہی انہوں نے اجازت تو دے دی مگر ان کے پیچھے اپنی لونڈی نبعہ کو بھیج دیا کہ جا کر دیکھو کہ سیدہ خدیجہ اس سے کیا کہتی ہے۔

### سیدہ خدیجہ کا حضور ﷺ سے قبل از نبوت دعا کی درخواست کرنا

نبعہ کہتی ہیں کہ میں نے عجیب بات سنی۔ میں نے جو کچھ خدیجہ سے سنا میں اس سے حیران ہوں۔ وہ دروازے پر آئی اور انہوں نے یہ بات کہی : میں امید کرتی ہوں کہ آپ (مستقبل) میں نبی ہوں گے۔ عنقریب آپ نبی بنا کر بھیج دیئے جائیں گے۔ اگر آپ نبی ہو جائیں تو میرا حق اور میرا رتبہ پہچاننا۔ اور اس الہ و معبود و مشکل کشا سے میرے لئے دعا کرنا جو آپ کو بھیجے گا۔ حضور ﷺ نے خدیجہ سے کہا :

”اللہ کی قسم اگر میں وہی ہوا (یعنی نبی بن گیا) تو آپ میرے نزدیک عزت یافتہ ہوں گی جسے میں کبھی ناکام اور رسوا نہیں کروں گا۔ اور اگر میرے سوا کوئی اور نبی ہوا تو سن لیجئے کہ بے شک وہ الہ اور معبود و مشکل کشا جس کے لئے آپ کچھ کوشش کر رہی ہیں وہ آپ کو کبھی بھی ضائع نہیں کرے گا۔“

البتہ تحقیق سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اور آپ کی سوچ میں اب تو یہ خیال اور راسخ ہو گیا کہ بس اب اس خیال کو عملی جامہ پہنانا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضور ﷺ کی شام سے واپسی کے بعد نفیسہ بنت منبہ کو خاموشی کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور پوچھا کہ ”اے محمد (ﷺ) آپ کو شادی کرنے سے کونسی چیز مانع ہے؟“ حضور ﷺ نے فرمایا : ”میرے ہاتھ میں اس قدر مال نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ شادی کروں۔“ خدیجہ نے کہا : ”اگر آپ کو یہ سب کچھ نہ کرنا پڑے یعنی آپ کی یہ ضرورت پوری ہو جائے اور آپ کو مال، جمال، شرافت اور کفالت کی طرف دعوت ملے تو کیا آپ قبول نہیں کریں گے؟“ حضور ﷺ نے پوچھا کہ ”وہ کون خاتون ہے؟“ خدیجہ نے کہا کہ ”وہ میں ہی ہوں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا : ”یہ میرے لئے کیسے ہوگا؟“ خدیجہ نے کہا کہ ”سب کچھ میری ذمہ داری ہوگی۔“ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”پھر میں کر لوں گا۔“

عمار بن یاسر کہتے تھے کہ میں سب لوگوں کی نسبت خدیجہ کے حضور ﷺ کے ساتھ بیان کو زیادہ جانتا ہوں۔ کیونکہ میں حضور ﷺ کا ہم عمر تھا اور ان کا دوست تھا اور محبوب دوست تھا۔ میں حضور ﷺ کے ساتھ نکلا۔ جب ہم مقام حزورہ بازار میں پہنچے ہمارا گزر سیدہ خدیجہ کی بہن کے پاس سے ہوا، وہ چمڑے کے بچھونے پر بیٹھی ہوئی تھی جس کو وہ فروخت کر رہی تھی۔ اس نے مجھے آواز دی۔ میں نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا اور جا کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ میرے لئے رُک گئے۔ اس خاتون نے پوچھا کیا تیرے اس دوست کو خدیجہ کے ساتھ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟ عمار کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور میں نے یہ بات بتائی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جی ہاں میں اس بات کی حاجت رکھتا ہوں۔ (میرے بقا کی قسم)

عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی بات خدیجہ کی بہن کو بتادی۔ تو اس نے کہا کہ صبح سویرے آپ لوگ ہمارے پاس آجائیں۔ چنانچہ آل عبدالمطلب آگئی، ان کے اوپر حمزہ سردار بنے ہوئے تھے اور سب خدیجہ کے گھر پر آئے۔ ان کے استقبال کے لئے خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد موجود تھے اور خدیجہ کے چچا اور ورقہ بن نوفل بھی تھے۔ لہذا ابوطالب خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ بات کہی :



اما بعد

”بے شک محمد ان لوگوں میں سے ہے کہ قریش کے جس نوجوان کے ساتھ ان کو تولا جائے یہ اس پر بھاری ہوں گے۔ شرافت کے اعتبار سے، ذہانت کے اعتبار سے، فضیلت و بزرگی کے اعتبار سے، عقل و فراست کے اعتبار سے۔ اگرچہ مالی اعتبار سے کمزور ہے تو کوئی بات نہیں مال تو ڈھلنے والا سایہ ہے، اس کو اُدھار لینے والا بھی اس کو واپس کر دیتا ہے۔ اس کو خدیجہ بنت خویلد میں دلچسپی بھی ہے اور اسی طرح خدیجہ کو بھی ہے۔“

لہذا خدیجہ کے چچا عمرو رضی ہو گئے اور کہنے لگے۔ ”وہ (محمد) ایسے نہیں جن کی ناک نہیں کاٹی جائے گی۔“ مراد یہ ہے کہ محمد ﷺ ایسے آدمی ہیں جن کو خالی واپس بھیج کر شرمندہ نہیں کیا جاسکتا۔

ادھر جب حضور ﷺ غار حرا سے خدیجہ کے پاس واپس آئے تو کہہ رہے تھے کہ مجھے کسبل اڑھاؤ، مجھے کسبل اڑھاؤ، مجھے چادر اڑھاؤ۔ جب آپ کا ڈر ختم ہو گیا تو فرمانے لگے: اے خدیجہ مجھے کیا ہوا ہے اور خدیجہ کو پوری خبر بتادی۔ تو یہ ایک نئی حالت تھی حضور پر اور ایک ایسی تبدیلی تھی جو محسوس ہو رہی تھی اور جب خدیجہ ان سے پوچھتی تھی تو فرماتے تھے ”مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔“ سیدہ خدیجہ نے حضور ﷺ سے کہا، ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ بے شک آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچی بات کرتے ہیں، مجبوروں اور معذوروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور حق کے امور میں مدد کرتے ہیں۔

تحقیق سیدہ خدیجہ کو ایک نورانی قوت نے ڈھانپ رکھا تھا۔ جو عجیب تھی اور ایک واضح یقین نے جو ظاہر تھا حاصل ہو چکا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے شوہر کی طرف پوری طرح متوجہ ہوئیں، پوری ذمہ داری کے ساتھ اور حضور کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگیں:

”آپ خوش ہو جائیے، اللہ کی قسم میں جانتی تھی کہ ہرگز اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کچھ نہیں کریں گے مگر بھلائی ہی کریں گے اور میں گواہی دیتی ہوں کہ بے شک آپ نبی ہیں۔“

میرے مخلص غلام نے مجھے خبر دی ہے۔ بکیرا راہب کے بارے میں۔ ہمیشہ وہ رسول اللہ کے ساتھ رہیں۔ آپ کھاتے، پیتے، ہنستے۔ جب رسول اللہ ہنستے تو کھڑی ہو جاتیں، آپ اپنے کپڑے سنبھالتی اور اپنی جگہ سے چلی جاتیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نصرانی عالم عداس سے ملنا ..... چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس غلام کے پاس گئیں جو ربیعہ بن عبد شمس نصرانی کو مل چکا تھا۔ یہ نصرانی اہل نینوی کا رہنے والا تھا۔ اس کا نام ”عداس“ تھا۔ خدیجہ نے اسے جا کر کہا: اے عداس! میں اللہ کو یاد دلا کر کہتی ہوں کہ آپ مجھے یہ خبر دیں کہ تیرے پاس جبرائیل کے بارے کوئی خبر ہے، کوئی علم ہے؟ اس نے کہا: قدوس، قدوس کتنی بڑی شان ہے جبرائیل کی۔ اس زمین پر اس کا تذکرہ کیوں ہو رہا ہے۔ یہ زمین توبت پرستوں کی زمین ہے۔ یعنی یہاں توبت پرستی ہوتی ہے۔ اس پاک ہستی کا کیوں پوچھا جا رہا ہے یا وہ یہاں کیسے آسکتے ہیں؟

خدیجہ نے کہا مجھے اس کے بارے اپنے علم سے بتائیے؟ عداس نے بتایا کہ ”جبرائیل اللہ اور اس کے نبیوں کے درمیان امین ہے وہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھی ہے۔“

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ایک اور راہب کے پاس جانا ..... اس کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک اور راہب کے پاس گئیں۔ جب قریب گئیں تو اس راہب نے پہچان لیا اور کہنے لگا کیسے آئی ہو اے قریش کی عورتوں کی سردار؟ خدیجہ نے کہا میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ آپ مجھے جبرائیل کے بارے میں کچھ بتائیں۔ اس نے کہا: سبحان اللہ! ہمارا رب پاک ہے۔ کیا بات ہے۔ ان شہروں میں جبرائیل کا ذکر کیوں کر ہو رہا ہے جہاں کے رہنے والے بچوں کے پجاری ہیں؟ جبرائیل تو اللہ کا امین ہے اور اللہ کے نبیوں اور رسولوں کی طرف اللہ کا قاصد ہے۔ صاحب موسیٰ اور صاحب عیسیٰ ہے۔ چنانچہ خدیجہ اس کے ہاں سے بھی واپس آ گئیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ورقہ بن نوفل کے پاس جانا ..... پھر خدیجہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور وہ بتوں کی عبادت کرنے کو ناپسند کرتا تھا۔ خدیجہ نے اس سے بھی جبرائیل کے بارے میں پوچھا۔ اس نے بھی مذکورہ جواب کی مثل جواب دیا۔ پھر ورقہ نے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ خدیجہ نے اس کو قسم دیکر کہا کہ اس بات کو ظاہر نہیں کرے گا۔ اس نے بھی خدیجہ کے لئے قسم کھالی۔ پھر اس نے بتایا، بے شک محمد ﷺ نے مجھے بتایا ہے کہ وہ سچے ہیں، میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ نہ اُس نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی اس کو جھوٹ کی تہمت لگ سکتی ہے۔ اس نے خبر دی ہے کہ غار حرا میں اس پر جبرائیل اترے ہیں اور انہوں نے ان کو خبروں دی ہے کہ وہ اس اُمت کے نبی ہیں اور جبرائیل نے انہیں وہ آیات بھی پڑھائی ہیں جن آیات کے ساتھ اسے بھیجا گیا تھا۔

کہتے ہیں یہ سُن کر ورقہ ڈر گیا اور حیران و پریشان ہو گیا۔ اور کہنے لگا: ”قُدُوس“ ہے، ”قُدُوس“ ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں ورقہ کی جان ہے اگر تم سچ کہہ رہی ہو اے خدیجہ تو واقعی وہ اس اُمت کے نبی ہیں۔ بے شک ان کے پاس وہ ناموس اکبر آ گیا ہے جو ناموس موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ آپ انہیں جا کر کہئے کہ وہ پکے رہیں، مگر اے خدیجہ اب عبد اللہ کے بیٹے کو میرے پاس بھیجئے گا۔ میں بھی اس سے پوچھوں اور اس کی بات میں بھی سُنوں۔ مجھے ڈر ہے کہ (آنے والا) جبرائیل کے علاوہ کوئی اور ہو۔ کیونکہ بعض جن شیاطین بھی اس کی شبیہ بنا لیتے ہیں تاکہ بعض بنی آدم کو خراب کر سکیں۔ یہاں تک کہ آدمی عقل رکھنے کے باوجود پاگل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خدیجہ اس کے ہاں بھی اُٹھ گئیں مگر اس یقین کے ساتھ کہ اس کا صاحب اس کے ساتھ بھلائی ہی کرے گا۔

اس کے بعد خدیجہ محمد ﷺ کو خود ورقہ کی طرف لے گئیں۔ اس نے ورقہ سے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے آپ نے مجھ سے خود پوچھے اور سُنئے۔ ورقہ نے حضور سے پوچھا، اے بھتیجے آپ نے کیا دیکھا تھا؟ حضور نے اپنی پوری بات ان کو بتادی۔ لہذا ورقہ نے حضور سے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بے شک آپ کے پاس وہ ناموس اکبر آ گیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا اور بے شک آپ اس اُمت کے نبی ہیں۔ آپ کو ضرور تکلیف پہنچائی جائے گی اور تمہارے ساتھ جنگ اور قتال ہوگا اور ضرور آپ کی نصرت کی جائے گی۔ اور البتہ اگر میں نے اس وقت کو پالیا تو میں ضرور آپ کی مدد کروں گا جس نصرت کو اللہ جانتا ہے۔

اس کے بعد اس نے حضور ﷺ کے سر مبارک کو اپنی طرف جھکایا اور آپ کی پیشانی پر اس نے بوسہ لیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ اپنی منزل کی طرف لوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ورقہ کے قول سے یقین اور اثبات میں اور پکا کر دیا۔ اور فکر و پریشانی جس میں آپ واقع تھے اس کو بھی ہلکا کر دیا۔

ورقہ بن نوفل نے شعر کہا :

وَ جِبْرَائِيلُ يَأْتِيهِ وَمِيكَالُ مَعَهُمَا  
مِنَ اللَّهِ وَحَىٰ يَشْرَحُ الصَّدْرَ مُنْزَلًا

ان کے پاس جبرائیل آئے ہیں اور میکائیل بھی دونوں مل کر، اللہ کی طرف سے ایسی وحی لے کر آئے ہیں جو نازل ہوئی ہے جو شرح صدر عطا کرتی ہے۔

سیدہ خدیجہ کا جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں خود اطمینان کرنا ..... سیدہ خدیجہ نے یہ پسند کیا کہ جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں خود آزمائش کریں تاکہ اس کا معاملہ انتہائی واضح ہو جائے۔ (شک نہ رہے کہ آنے والا شاید کوئی جن یا شیطان نہ ہو)

چنانچہ خدیجہ نے رسول اللہ سے کہا، جس چیز کے بارے میں ان کو پکا کر رہی تھیں جس میں اللہ نے محمد ﷺ کا اپنی نبوت کے ساتھ اکرام کیا تھا۔ اے میرے چچا زاد کیا آپ یہ کر سکتے ہیں کہ جب آپ کا صاحب (جبرائیل) آپ کے پاس آئے تو آپ مجھے بتا دیں؟ حضور نے فرمایا بالکل بتا دوں گا۔ خدیجہ نے کہا کہ جیسے وہ آئے تو مجھے بتانا۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ خدیجہ کے پاس بیٹھے تھے اچانک جبرائیل علیہ السلام آ گئے۔ آپ نے ان کو دیکھا اور کہا: اے خدیجہ یہ جبرائیل ہیں۔ خدیجہ نے پوچھا کہ کیا آپ اس وقت ان کو دیکھ رہے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ہاں بالکل دیکھ رہا ہوں۔ خدیجہ نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ

میرے دائیں پہلو کے ساتھ بیٹھ جائیے۔ حضور اپنی جگہ سے ہٹ کر وہاں بیٹھ گئے۔ خدیجہ نے پوچھا کیا آپ اب بھی ان کو دیکھ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے بتایا کہ ہاں۔ خدیجہ نے کہا کہ اچھا آپ اب میری گود میں بیٹھ جائیے۔ حضور پلٹ کر گود میں بیٹھ گئے۔ خدیجہ نے پوچھا کہ اب وہ آپ کو نظر آ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے بتایا کہ ہاں نظر آ رہے ہیں۔ خدیجہ نے اپنا سر ننگا کر لیا اور اپنا دوپٹہ اتار کر پھینک دیا جبکہ رسول اللہ ﷺ ان کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔ خدیجہ نے پوچھا کہ کیا اب آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں اب وہ نظر نہیں آ رہے (گو اس عمل کے بعد وہ چلے گئے)۔

خدیجہ کو یقین آ گیا۔ کہنے لگیں کہ یہ شیطان نہیں ہے، یہ فرشتہ ہے۔ اے میرے چچا زاد آپ پکے رہیے، ثابت قدم رہیے اور خوش ہو جائیے۔ اس کے بعد وہ حضور ﷺ کے ساتھ ایمان لے آئیں اور انہوں نے گواہی دے دی کہ جس بات کو وہ لے کر آئے ہیں وہ حق اور سچ ہے۔

بیہقی (جلد ۲ ص ۱۵۲) نے خبر بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ایسی چیز تھی جو خدیجہ کر رہی تھیں وہ اس کے ذریعہ احتیاطاً معاملے کو پکا کر ناچاہ رہی تھیں اپنے دین اور اس کی تصدیق کرنے میں احتیاط کے لئے۔ رہے نبی کریم ﷺ وہ یقین کر چکے تھے اس بات پر جو جبرائیل علیہ السلام نے ان سے کی تھی اور انہوں نے جو آپ کو نشانیاں دکھائی تھیں۔ الخ

اس طرح سیدہ خدیجہ اسلام لے آئیں۔ یہ پہلی شخصیت تھیں رسول اللہ ﷺ کے بعد جس نے اسلام کو گلے لگایا تھا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلام کی ابھی دعوت بھی نہیں دی تھی اور خدیجہ ایسی تھیں کہ ان کو کسی خارجی دلیل کی ضرورت بھی نہیں پیش آئی تھی۔ ایسی دلیل جو رسول اللہ ﷺ کے حالات و عادات سے خارج ہو۔

## سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام میں دلائل نبوت

مؤرخ ابن خلدون مقدمہ میں کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام کا حال بیان کرتے ہوئے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے معاملے میں کسی دلیل کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی جو آپ کے حالات و اخلاق سے خارج ہو۔ الخ

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کیسے مسلمان ہوئے؟ ..... امام بیہقی (جلد ۲ ص ۱۶۳-۱۶۴) فرماتے ہیں۔ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہنے لگے کیا وہ بات سچ ہے جو قریش کہہ رہے ہیں کہ آپ نے ہم لوگوں کے معبودوں کو چھوڑ دیا ہے اور آپ نے ہماری عقلوں کو سفیہ اور بے وقوف کہہ دیا ہے اور آپ نے ہمارے باپ دادوں کو کافر قرار دے دیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں یہ سچ ہے۔ میں بے شک اللہ کا نبی ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ اُس نے مجھے بھیجا ہے تاکہ اس کا پیغام پہنچاؤں اور میں آپ کو اللہ کی طرف بلاؤں۔ حق و سچ کے ساتھ، اللہ کی قسم وہ حق ہے۔ اے ابو بکر میں آپ کو اللہ وحدہ لا شریک کی طرف بلاتا ہوں کہ آپ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ دوستی اور موالات اللہ کی اطاعت پر مشروط ہے۔ پھر حضور ﷺ نے ابو بکر کے سامنے قرآن مجید پڑھا۔ لہذا ابو بکر صدیق مسلمان ہو گئے۔ اور بتوں کے ساتھ انہوں نے کفر کر لیا (یعنی بتوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور ان کا انکار کر دیا)۔ اور شریک ٹھہرانے کو ترک کر دیا اور اسلام کی حقانیت پر ایمان لے آئے۔

چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ واپس ہوئے تو وہ مؤمن اور نبی کی تصدیق کرنے والے بن چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جس شخص کو بھی اسلام دعوت دی اس کے اندر اسلام کے بارے میں شک اور کبیدگی تاخیر پائی گئی ماسوا ابو بکر کے۔ اس نے اسلام میں شک نہیں کیا تھا۔

امام بیہقی فرماتے ہیں۔ ایسا اس لئے تھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبوت کے دلائل دیکھتے تھے اور اس کے آثار سنتے تھے حضور ﷺ کی دعوت سے قبل۔ لہذا جب ان کو دعوت ملی تو انہوں نے سب سے پہلے کر لی۔ انہوں نے اس کو غور و فکر کیا تھا اور نظر کی تھی مگر اس پر شک اور تردد نہیں کیا تھا۔

## حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اسلام میں دلائل نبوت

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حدیث درج کی ہے۔ ابوذر غفاری کے اسلام کے بارے میں جس کو بیہوشی نے نقل کیا ہے (جلد ۲ ص ۲۰۸) کہ ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ میں اسلام لانے میں چوتھا تھا۔ تین افراد مجھ سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا:

السلام عليك يا رسول الله ، أشهد أن لا اله الا الله ، وأن محمداً رسول الله

لہذا میں نے حضور ﷺ کے چہرے پر خوشی دیکھی۔ ابوذر کے اسلام والی حدیث، حدیث مشہور ہے، جلیل ہے، تمام کتب سنت نے اس کو نقل کیا ہے جن پر یقین اور اعتقاد ہے، مثلاً بخاری، مسلم وغیرہ۔

ان کتب نے اس واقعے کو مختلف زاویوں سے عبرت و نصیحت کے مؤثر انداز میں نقل کیا ہے۔ یہ اس لئے کہ جب ابوذر کو حضور ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی انیس سے کہا، آپ سواری پر بیٹھیں اور مکہ کی وادی میں جائیں اور مجھے اس آدمی کے بارے میں پوری رپورٹ دیں جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوا ہے۔ اس کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں۔ خود جا کر اس کی بات سنو، اس کی میرے پاس خبر لے آؤ۔

چنانچہ انیس مکہ روانہ ہو گیا۔ اس نے وہاں جا کر کلام رسول سنا پھر ابوذر کے پاس واپس لوٹ آیا اور ان کو بتایا کہ میں نے اس شخص (محمد ﷺ) کو دیکھا ہے، وہ تو مکارم اخلاق کی تلقین کرتا ہے۔ ابوذر نے پوچھا کہ لوگ اس سے کیا کہتے ہیں؟ انیس نے کہا، لوگ کہتے ہیں کہ وہ شاعر ہے اور ساحر ہے۔ جبکہ انیس خود شاعر تھا۔ اس نے حضور ﷺ کی بات پر تبصرہ کیا اور کہنے لگا کہ میں نے کانوں کی باتیں سنی ہیں۔ محمد (ﷺ) کانوں جیسا قول بھی نہیں کرتے۔ اور میں نے محمد (ﷺ) کے قول کو شعر کے انواع پر پرکھا ہے۔ اللہ کی قسم کسی کی زبان یہ نہیں کہہ سکتی کہ وہ شعر ہیں۔ اور اللہ کی قسم وہ کلام ہے بھی سچا، محمد (ﷺ) بھی سچا ہے، بے شک وہ مکہ والے جھوٹے ہیں۔ لہذا ابوذر نے اپنے بھائی سے کہا کہ آپ کی بات میرے لئے کافی نہیں ہے بلکہ میں خود جاؤں گا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے، مگر اہل مکہ سے آپ بچ کر رہنا وہ اس سے بغض رکھتے ہیں اور اس کے خلاف جمع اور متفق ہو گئے ہیں۔

چنانچہ ابوذر نے سفر کا سامان تیار کیا اور پانی کی مشک اٹھائی اور مکہ پہنچ گئے آتے ہی مسجد میں پہنچے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو تلاش کیا کیونکہ وہ حضور کو پہچانتے نہیں تھے اور بھائی کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے کسی سے نہیں پوچھا۔ کیونکہ اس سے کہا تھا کہ ان کے بارے میں اہل مکہ میں سے کسی سے دریافت نہ کرنا بلکہ ان سے بچنا، یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ چنانچہ ابوذر سونے کے لئے لیٹ گیا۔ ان کو حضرت علی (ؓ) نے دیکھا تو سمجھ گئے کہ مسافر ہے۔ لہذا انہوں نے ابوذر کو اپنے پاس سونے کے لئے بلا لیا، وہ چلے گئے اور جا کر سو گئے۔ دونوں میں سے کسی نے بھی ایک دوسرے سے کچھ نہ پوچھا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

اس کے بعد پھر اس نے اپنی پانی کی مشک اور سامان مسجد میں رکھ لیا اور دن بھی گزر گیا مگر اس نے نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا، یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ لہذا پھر وہ اپنی لیٹنے کی جگہ پر آ گئے۔ آج پھر حضرت علی (ؓ) ان کے پاس سے گزرے اور انہوں نے کہا، کیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا کہ آدمی اپنی منزل کو پہچان لے؟ اور ان کو ٹھکانے پر لے گئے مگر آج بھی دونوں میں سے کسی ایک نے ایک دوسرے سے کچھ نہ پوچھا۔ آج تیسرا دن بھی اسی کیفیت پر گزر گیا۔ جب گھر پر پہنچے تو حضرت علی (ؓ) نے ان سے پوچھا کہ کیا مجھے یہ نہیں بتائیں گے کہ آپ کس مقصد کے لئے آئے ہیں؟

ابوذر غفاری نے کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ پکا عہد کریں اور پکا وعدہ دیں کہ آپ میری ضرورت نہمانی کریں گے تو میں بتاتا ہوں۔ حضرت علی (ؓ) نے بات مان لی اور ابوذر نے بھی اپنی غرض بتادی۔ صبح ہوئی تو دونوں ڈرتے بچتے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ پھر ابوذر توجہ سے قرآن مجید سننے لگے اور اسی نشست میں مسلمان بھی ہو گئے۔ لہذا نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا، آپ واپس اپنی قوم میں جائیے اور ان کو جا کر بتائیے، جب تک کہ تیرے پاس میرا کوئی حکم آجائے۔ ابوذر نے کہا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں توجیح چیخ کر ان کے سامنے بیان کروں گا۔

ابوذر حضور ﷺ کے پاس سے اٹھا تو سیدھا مسجد الحرام میں آیا اور آ کر خوب بلند آواز کے ساتھ پکارا :

أشهد أن لا اله الا الله ، وأن محمداً رسول الله

لہذا حاضرین اٹھے اور ان پر ٹوٹ پڑے، گتھم گتھا ہو گئے۔ لہذا مار کٹائی ہوئی اور ٹھیک ٹھاک معرکہ گرم ہو گیا۔ مشرکین نے اس کو نہیں چھوڑا، اس کو باہر لے جا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اور مارنے لگے۔ چنانچہ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے آ کر ان کو ان سے چھڑایا ان سے۔ مگر ابوذر نے اگلی صبح پھر وہی کام کیا، اور مشرکین نے بھی پھر وہی پہلے والا سلوک کیا۔ پھر آج بھی عباس نے ان کو چھڑایا۔ اس کے بعد ابوذر اپنے گھر اپنے بھائی کے پاس چلے گئے اور جا کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ لہذا ان کا بھائی بھی مسلمان ہو گیا۔ پھر دونوں بھائیوں نے جا کر اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت اور اسلام کے بارے میں سمجھانے لگے۔ لہذا انہوں نے بھی اسلام کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد ابوذر غفاری اپنی پوری قوم کے اندر اسلام کو پھیلانے لگے۔

### حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے اسلام میں دلائل نبوت

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں بازار بصری میں گیا تو کیا دیکھا کہ ایک راہب اپنے عبادت خانے میں اعلان کر رہا ہے، اے اہل موسم والے لوگو مسلمان ہو جاؤ۔ کیا اس بھرے بازار میں اہل جرم میں سے کوئی شخص موجود ہے؟ طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا، میں ہوں۔ راہب نے پوچھا، کیا احمد ظاہر ہو گیا؟ میں نے پوچھا کہ کون احمد؟ اس نے کہا، عبد اللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا۔ یہ مہینہ اسی کا ہے، اسی مہینہ میں وہ نکلے گا، وہ نبیوں میں سے آخر نبی ہے۔ اس کے نکلنے کی جگہ حرم ہے اور اس کی ہجرت کرنے کی جگہ کھجوروں کا مقام پتھریلی زمین دور دراز کی زمین ہے (یعنی گندھک والی زمین)۔ تم وہاں پہلے سے پہنچ جانا۔

طلحہ کہتے ہیں کہ اس نے جو بات کہی تھی وہ میرے دل میں بیٹھ گئی۔ میں وہاں سے جلدی جلدی نکلا اور سیدھا مکہ آیا۔ میں نے جا کر پوچھا کہ کیا کوئی نئی بات ہو گئی ہے؟ لوگوں نے بتایا، جی ہاں محمد بن عبد اللہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور ابن ابوقحافہ نے اس کی اتباع کر لی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں وہاں سے چلا اور سیدھا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور جا کر ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے محمد ﷺ کی اتباع کر لی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں، میں نے کر لی ہے۔ چلو تم بھی ان کے پاس چلو اور چل کر ان کی بات مان لو، بے شک وہ حق کی طرف بلاتے ہیں۔ حضرت طلحہ نے ابو بکر کو وہ بات بتادی جو راہب نے ان سے کہی تھی۔ چنانچہ اس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ کو ساتھ لے کر چلے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ چنانچہ طلحہ وہاں جا کر مسلمان ہو گئے۔ طلحہ نے راہب والی بات رسول اللہ ﷺ کو بھی بتادی۔ حضور ﷺ اس بات کو سن کر خوش ہوئے۔ جب ابو بکر اور طلحہ مسلمان ہو گئے تو نوفل بن خویلد عدویہ نے ان دونوں کو پکڑ لیا اور دونوں کو پکڑ کر ایک ہی رسی کے ساتھ باندھ دیا اور بنو تمیم نے بھی دونوں کو نہیں چھڑایا اور نوفل بن خویلد قریش کا شیر پکارا جاتا تھا۔ کیونکہ اس نے دونوں کو ساتھ باندھ دیا تھا اس لئے ابو بکر اور طلحہ قرینین نام رکھے گئے تھے۔

### نجاشی اصحم کے اسلام میں دلائل نبوت

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن مسلم زہری نے حدیث بیان کی ہے۔ ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی سے اس نے ام سلمہ بنت ابوامیہ بن مغیرہ زوجہ رسول اللہ ﷺ سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ جب حبشہ کی سرزمین پر اترے، ہم لوگ ایک اچھے پڑوس کے پڑوس میں پہنچ گئے تھے (یا اچھے پناہ دینے والے کی پناہ میں تھے)۔ یعنی شاہ حبشہ نجاشی کے پاس۔ اس نے ہمارے دین پر رکھتے ہوئے امان دی اور ہمارے اوپر احسان کیا۔ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے، نہ ہمیں کوئی ایذا پہنچاتا تھا اور نہ ہی ہم لوگ کوئی ایسی بات سنتے تھے جس کو ہم ناگوار سمجھتے۔ قریش کو جب اس بات کی خبر پہنچی کہ ہم تو سرزمین عرب چھوڑ کر حبشہ میں سکون سے رہ رہے ہیں۔

انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ نجاشی کے پاس قاصد بھیجیں، ہمارے اندر دو عقل مند آدمی ہیں (جو اس کام کو کر سکتے ہیں)۔ اور مشورہ کیا کہ نجاشی کے پاس مکے کا قیمتی سامان بطور ہدیہ بھیجیں۔ اس وقت اچھی چیز وہاں کا چمڑا ہوتا تھا۔ لہذا انہوں نے اس کے لئے بہت سارا چمڑا جمع کیا

چنانچہ انہوں نے کسی سردار کو نہیں چھوڑا، سب کو ہدیے دیئے۔ ہدیہ دے کر عبد اللہ بن ابوربیعہ اور عمرو بن العاص کو روانہ کیا اور ان کو اپنا معاملہ سمجھا دیا اور ان کو قریش نے یہ ہدایت کر دی کہ ہر سردار کو پہلے اس کا ہدیہ پہنچا دیں پھر ان سے نجاشی کے بارے میں بات کریں۔ اس کے بعد نجاشی کو ہدیہ پہنچائیں۔ اس کے بعد نجاشی سے مطالبہ کریں کہ وہ ہم لوگوں کو ان کے حوالے کر دے اور وہ ہم سے اس سلسلے کی کوئی بات نہ پوچھے، بلکہ ہم سے کلام کرنے سے پہلے ہی وہ واپس بھیج دے۔

چنانچہ وہ نجاشی کے پاس پہنچے۔ جبکہ لوگ اس کے پاس خیر کے ساتھ ایک اچھے پڑوسی کے پاس رہ رہے تھے۔ نجاشی کا کوئی وزیر، مشیر باقی نہ رہا سب کو انہوں نے ہدایا پہنچا دیئے تھے نجاشی سے ملاقات سے پہلے پہلے۔ اور ان میں ہر ایک سے یہ بات کہہ دی تھی کہ شاہ نجاشی کے شہر میں ہماری طرف سے کچھ ناعاقبت اندیش کم عقل گھس آئے ہیں جو اپنا دین چھوڑ چکے ہیں۔ آپ لوگوں کے دین میں داخل نہیں ہوئے بلکہ وہ ایک نیا دین قبول کر کے آئے ہیں، جس کو نہ تو ہم جانتے ہیں نہ ہی آپ لوگ جانتے ہو اور ہم لوگوں نے بادشاہ کی طرف اپنی قوم کے اشراف کو روانہ کیا ہے تاکہ شاہ نجاشی ہمارے ان (بھاگ کر آنے والے افراد کو) ان کے ساتھ واپس بھیج دے۔ اور ہم لوگ جب بادشاہ سے ان کے بارے میں بات کریں تو آپ لوگ (سردار) بھی ان سے سفارش کر دیں کہ وہ ان کو ہمارے حوالے کر دیں اور ان لوگوں سے کوئی بات نہ کرے۔ بے شک ان کی قوم ان کی اعلیٰ اور بہتر دیکھ بھال کر سکتی ہے۔ اور جو ان پر عیب اور الزام ہے اس کو بھی خوب جانتی ہے۔

ان سرداروں نے ان دونوں نمائندوں سے کہہ دیا کہ ٹھیک ہے ایسا ہی کریں گے۔ اس کے بعد ان نمائندوں نے نجاشی کے دربار میں اپنے اپنے ہدایا پیش کر دیئے۔ اس نے ان دونوں کے ہدایا قبول کر لئے۔ اس کے بعد نمائندوں نے نجاشی سے اپنے مطلب کی بات کہی، کہ اے بادشاہ سلامت آپ کے شہر میں کچھ ہمارے نو عمر لڑکے چھپ کر آگئے ہیں جو اپنا دین چھوڑ چکے ہیں اور تیرے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں اور وہ ایسا دین لے آئے ہیں جس کو انہوں نے خود گھڑ لیا ہے اور خود ایجاد کر لیا ہے جس کو نہ ہم پہچانتے ہیں نہ آپ پہچانتے ہیں۔ اور ہم اپنی قوم کے اشراف لوگ دھھیال کی طرف سے اور نھیال کی طرف ان کے کنبے قبیلے کی طرف سے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجے گئے کہ آپ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیں۔ وہ ان کی بہتر نگرانی اور دیکھ بھال بھی کریں گے اور ان پر جو الزام ہے اس کو بھی خوب سمجھتے ہیں اور وہ ان کو اس کا انتباہ بھی کریں گے۔

سیدہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عبد اللہ بن ابوربیعہ اور عمرو بن العاص کو یہ بات سب سے زیادہ بُری لگتی تھی کہ نجاشی ہم لوگوں میں سے کسی کی بات سُنے۔ چنانچہ شاہ کے ارد گرد جو سردار اور وزیر و مشیر بیٹھے تھے انہوں نے تصدیق و سفارش کرتے ہوئے کہا کہ ہاں صحیح ہے، اے بادشاہ سلامت۔ ان لوگوں کی قوم ان کے منتظر ہے اور ان کی کمزوری سے بھی خوب واقف ہے جو ان پر الزام ہے۔ لہذا آپ ان لوگوں کو ان کے حوالے کر دیجئے تاکہ یہ لوگ ان کو اپنے اپنے شہروں میں واپس لے جائیں اور اپنی قوم میں لے جائیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سُن کر نجاشی ناراض ہو گئے اور کہنے لگے، اللہ کی قسم اس صورت میں میں ان لوگوں کو ان دونوں کے حوالے نہیں کروں گا، یہ ممکن نہیں کہ کچھ لوگ میری جوار یا پناہ میں آئیں اور میرے شہروں میں اُتریں اور سب کو چھوڑ کر مجھے سب پر ترجیح دیں اور میں ان کو ان کے حوالے کر دوں؟ میں اُن (پناہ گزینوں) سے بھی پوچھوں گا۔ اس بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہیں ان کے بارے میں اگر بات ویسی ہے جیسے یہ لوگ بتا رہے ہیں تو میں یہ لوگ ان کے حوالے کر دوں گا اور ان کو ان کی قوم کے پاس واپس بھیج دوں گا اور معاملہ اس کے برعکس ہو تو میں ان کو روک لوں گا اور جب تک وہ میرے پاس رہیں گے میں ان کو اچھے طریقے سے رکھوں گا۔

نجاشی کے دربار میں صحابہ کرام کی طلبی اور حق گوئی کے لئے قسم کھانا ..... سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس گفت و شنید کے بعد نجاشی نے اصحاب رسول کے پاس نمائندہ بھیج کر ان کو بلایا۔ ان کے پاس جب نجاشی کا قاصد پہنچا تو سب (ہجرت کر کے حبشہ جانے والے) جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے کہا کہ جب نجاشی کے پاس جاؤ گے تو کیا کہو گے؟ سب نے متفقہ طور پر یہ ہی رائے دی کہ اللہ کی قسم ہم جو کچھ جانتے ہیں اور جو کچھ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے ہم وہی بات کریں گے (نتائج کی پروا نہیں کریں گے)۔ جو ہونا ہوگا

سو وہ جائے گا۔ جب یہ مسافر دربار نجاشی میں پہنچے تو دیکھا کہ نجاشی نے اپنے مذہب کے عالموں اور پیشواؤں کو بلا لیا ہے وہ اپنے اپنے مصاحف (بائبلیں) کھول کر نجاشی کے ارد گرد بیٹھ گئے۔

مسلمانو! غور کا مقام ہے ..... اس واقعہ کے ہر زاوے میں بے شمار عبرتیں اور نصائح موجود ہیں (مترجم)۔ کہ محمد عربی کے چند مخلص موحدین جن کو اپنی قوم نے مکہ چھوڑنے پر اور اپنا ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے، عیسائی حکومت میں پناہ لی ہے۔ مگر دشمن وہاں بھی ان کو چین نہیں لینے دیتا۔ ان غریب الدیار مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ مدعی ہیں۔ مسلمان غریب الدیار ہیں اور عدالت عیسائی ہے، شاہی دربار ہے۔ رشوت کے طور پر ہدایا پہنچا دیئے گئے ہیں، علماء عیسائیت صحیفے کھول کر بیٹھے ہیں۔ نجاشی مسلمانوں سے ان کے دین و مذہب کے بارے میں پوچھتا ہے۔ محمد عربی کی سچائیوں پر قربان، رب ذوالجلال کی قسم حضرت جعفر طیار عیسائیت کدے میں کھڑے ہو کر جو تقریر کرتا ہے جو بیان دیتا ہے وہ اسلام کا اور مسلمانوں کا سر بلند کر دیتا ہے۔ رہتی دنیا تک وہ اسلام اور جاہلیت کا امتیازی نشان رہے گا۔

نجاشی کا سوال ..... مسلمانوں غریب الوطنو! بتاؤ یہ کونسا دین ہے جس کے اندر آ کر تم لوگوں نے اپنی قوم کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جس نے جواب دیتے ہوئے متکلم اور مجیب کی حیثیت سے بات کی تھی وہ جعفر بن ابوطالب تھے۔ انہوں نے کہا: نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر بن ابوطالب کا بیان (جاہلیت کا نقشہ)

أيها الملك ، كنا قومًا جاهلية ، نعبد الاصنام ، نأكل الميتة ، ونأتي الفواحش ، ونقطع الأرحام ، ونسيء الجوار ، ويأكل القوي منا الضعيف

اے بادشاہ سلامت! ہم لوگ اہل جاہلیت تھے۔ بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، تمام بے حیائی کے کام کرتے تھے، رشتے نانتے کاتتے تھے، پڑوس میں بُرائی کرتے تھے، ہمارے اندر طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔

### اسلام کی پاکیزہ تعلیم، اسلام کا نقشہ، محمد عربی کی تعلیمات مقدسہ

فكنا على ذلك ، حتى بعث الله الينا رسولاً منا نعرف نسبه و صدقه و أمانته و عفافه ، فدعانا الى الله ، لنوحده و نعبده ، و نخلع ما كنا نعبد نحن و آباؤنا من دونه ، من الحجارة و الأوتان

اسی حالت زار میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس ہم ہی میں سے ایک رسول بھیج دیا ہے۔ ہم اس کا نسب جانتے ہیں اس کی سچائی، اس کی امانت داری اور اس کی پاکدامنی جانتے ہیں۔ اس شخص نے ہم لوگوں کو اللہ کی طرف بلا لیا کہ ہم اللہ کو ایک بانیں۔ عبادت صرف اسی کی کریں اور ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت کر رہے ہیں یا ہمارے باپ دادا کر رہے۔ اللہ وحدہ کے سوا پتھروں اور بتوں کی۔

و أمرنا بصدق الحديث ، و أداء الأمانة ، و صلة الرحم ، و حسن الجوار ، و الكف عن المحارم و الدماء ، و نهانا عن الفواحش ، و قول الزور ، و أكل مال اليتيم ، و قذف المحصنات

اس نبی نے ہمیں سچی بات کرنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، پڑوس کے ساتھ نیک سلوک کرنے، محارم سے رُک جانے، خون بہانے سے رُک جانے کا حکم دیا ہے اور بے حیائی کے کاموں سے۔ جھوٹ بات کرنے، یتیموں کا مال کھانے، پاکدامن عورتوں کو بدکاری کی تہمت لگانے جیسے پتھج امور سے روک دیا ہے۔

و أمرنا ان نعبد الله و حده لا شريك به شيئاً ، و أمرنا بالصلاة و الزكاة و الصيام

اور اس نبی نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگ اللہ وحدہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور دوسرے ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور روزے رکھنے کی حکم دیا ہے۔

سیدہ اُم سلمہ فرماتی ہیں کہ جعفر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح تمام اسلام کے امور ایک ایک کر کے گنوائے۔ پھر کہا ہم نے اس نبی کو سچا مان لیا ہے۔ اور ہم لوگ اس کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں اور ہم نے اس کی اتباع کر لی ہے، اس بنا پر جو وہ اللہ کی طرف سے لے کر آیا ہے۔

فصدقناه وامننا به ، واتبعناه على ما جاء به من الله ، فعبدنا الله وحده ، فلم نشرك به شيئاً ، وحرمننا ما حرم علينا ، واحللنا ما احل لنا ، فعدا علينا قومنا ، فعذبونا وفتنونا عن ديننا ، ليردوننا الى عبادة الأوثان عن عبادة الله تعالى ، وان نستحل ما كنا عليه من الخبائث ، فلما قهرونا وظلمونا وضيقوا علينا ، وحالوا بيننا وبين ديننا ، خررنا الى بلادك واخترناك على من سواك ، ورجبنا في جوارك ، ورجونا ان لا نظلم عندك أيها الملك ۔

ہم نے اس کی تصدیق کر لی ہے۔ اس پر ایمان لے آئے وہ اللہ کی طرف سے جو کچھ لے کر آیا ہے ہم نے اس کی اتباع کر لی۔ ہم اس کے ساتھ کسی شیء کو شریک نہیں کریں گے۔ ہم نے ہر اس چیز کو حرام ٹھہرا لیا ہے جس کو انہوں نے حرام قرار دیا ہے اور ہم نے ہر اس چیز کو حلال کر لیا ہے جس کو اس نے حلال کہا ہے۔ اس کے بعد ہماری قوم نے ہمارے اوپر زیادتی کی۔ انہوں نے ہمیں سزائیں دی ہیں اور انہوں نے ہمیں ہمارے دین سے روکا ہے۔ تاکہ وہ ہمیں اللہ کی عبادت کرنے سے دوبارہ بتوں کی عبادت کی طرف پھیر لیں اور اس لئے تاکہ ہم جن جن خباثت پر تھے ہم ان کو دوبارہ حلال سمجھ لیں۔ انہوں نے جب ہمارے اوپر زبردستی کی ہے اور ہمارے اوپر ظلم کیا ہے اور ہمارے اوپر زمین تنگ کر دی ہے اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہو گئے تو ہم لوگ آپ کے شہر کی طرف نکل آئے ہیں اور ہم نے آپ کے سوا سب پر آپ کو ترجیح دی ہے اور ہم نے آپ کے پڑوس میں رہنے کو ترجیح دی ہے۔ اور ہم نے یہ توقع کی ہے کہ ہمارے اوپر آپ کے پاس رہ کر ظلم نہیں ہوگا، اے بادشاہ سلامت۔

حضرت جعفر کی یہ تقریر ختم ہوئی تو نجاشی نے سوال کیا۔ کیا تیرے پاس اس وحی میں سے کوئی چیز ہے جو وہ نبی اللہ کی طرف سے لے کر آیا ہے؟ حضرت جعفر نے اثبات میں جواب دیا تو نجاشی نے کہا کہ آپ میرے سامنے اس کو پڑھئے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت جعفر نے نجاشی کے سامنے سورہ مریم کا پہلا حصہ پڑھا تو اللہ کی قسم نجاشی رو پڑا حتیٰ کہ اس کی داڑھی بھیگ گئی اور اس کے مذہبی پیشوا اور عالم بھی رو پڑے حتیٰ کہ ان کے صحیفے بھیگ گئے۔ جب انہوں نے اسے سنا جو کچھ وہ ان کے سامنے پڑ رہے تھے۔ اس کے بعد نجاشی نے کہا:

نجاشی کے دربار سے مسلمانوں کے حق میں کامیاب فیصلہ ..... ان هذا والذى جاء به عيسى ، ليخرج من مشكاة واحدة ، انطلقا ، فلا والله لا اسلمهم اليكما ولا يكادون ۔

یہ کلام اور جو عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے اس روشنی کا منبع و مصدر ایک ہی ہے۔ (مدعیان نے کہا) تم دونوں واپس چلے جاؤ۔ اللہ کی قسم میں ان کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا اور یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قریش کے نمائندے جب دونوں نجاشی کے دربار سے نکل گئے تو عمرو بن العاص نے کہا، اللہ کی قسم میں کل اس کے پاس جاؤں گا اور آ کر میں ان کی ہریالی کا استیصال کروں گا، جڑ سے کاٹ دوں گا۔ فرماتی ہیں کہ مگر اس کو عبد اللہ بن ربیعہ نے کہا کیونکہ وہ دونوں میں سے زیادہ متقی اور شریف ہے، ہم لوگوں میں کہ ایسا ہرگز نہ کرنا۔ بے شک ان لوگوں کی ہم سے رشتہ داریاں ہیں، کیا ہوا اگر وہ ہمارے مخالف ہو گئے تو۔

کفر کے نمائندوں کی دوسری چال جو ناکام ہوئی ..... اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عمرو بن العاص نے قسم کھا کر کہا کہ میں نجاشی کو خبر دوں گا کہ یہ لوگ یہ گمان رکھتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کے بندے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ صبح ہوئی تو اس نے اپنی قسم کے مطابق اس سے جا کر شکایت کی کہ اے بادشاہ سلامت وہ لوگ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں بہت بُری بات کہتے ہیں، آپ ان کو نمائندہ بھیج کر بلائیے اور ان سے پوچھئے کہ وہ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟



• فرماتی ہیں کہ چنانچہ نجاشی نے ان سے پوچھنے کے لئے پھر نمائندہ بھیجا مگر ہمارے لئے اس کی مثل کوئی پریشانی نازل نہیں ہوئی تھی۔ پھر مسلمان جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے پوچھا کہ تم لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو، جب نجاشی پوچھے گا تو کیا جواب ہوگا؟ سب نے اتفاق سے کہا کہ اللہ کی قسم ہم اس کے بارے میں وہی کچھ کہیں گے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی ہمارے پاس لائے ہیں، اس کے علاوہ ہم منع کر دیئے ہیں۔ جو کچھ ہونا ہوگا وہ ہو جائے گا۔ فرماتی ہیں کہ جب نجاشی کے پاس پہنچے تو اس نے ان سے پوچھا، تم لوگ کیا کہتے ہو عیسیٰ بن مریم کے بارے میں؟

فرماتی ہیں کہ حضرت جعفر نے اس کو جواب دیتے ہوئے فرمایا، ہم اس کے بارے میں وہی کچھ کہتے ہیں جو کچھ ہمارے نبی ہمارے پاس لے کر آئے ہیں۔ کہ وہ اللہ کا بندہ ہے، اللہ کا رسول ہے، وہ رُوح اللہ ہے، وہ کلمۃ اللہ ہے جس کو اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا تھا۔ وہ کنواری تھیں گناہ سے پاک تھیں۔

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سنتے ہی نجاشی نے زمین پر ہاتھ مارا، اس نے ایک تیکا اٹھایا اور کہنے لگا، اللہ کی قسم جو کچھ آپ نے کہا ہے یہی کچھ تھے عیسیٰ بن مریم۔ اس سے اس تنکے برابر بھی فرق نہیں تھا۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اس نے یہ بات کہی تو اس کے عالم اور درویش اس کے گرد سے اٹھ کر چلے گئے۔ اس نے کہا اگر تم چلے جاؤ تو اللہ کی قسم تم جاؤ۔ تم میری زمین پر شیوم ہو اور شیوم کا مطلب ہے امن والے ہو۔ جو شخص تمہیں برا کہے گا وہ مجرم ہوگا۔ پھر کہا جو شخص تمہیں گالی دے گا وہ مجرم ہوگا۔ تیسری بار یہی کہا۔ اور یہ کہا کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرا سونے کا عبادت خانہ ہو (جس میں عبادت و شکر کروں) جبکہ تم میں سے کسی آدمی کو ایذا دوں۔

ابن ہشام نے کہا کہ یوں بھی کہا جاتا ہے: دَبْرِيْ مِنْ دَهَبٍ اور یوں بھی کہا جاتا ہے اَنْتُمْ سُيُوْمٌ۔ حبشی زبان میں دَبْر کے معنی ہیں اَلْحَبْلُ یعنی پہاڑ۔ اس نے کہا کہ ان دونوں قریشی نمائندوں کو ان کے ہدایا واپس کر دو، مجھے ان کے ہدایا کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ وہ دونوں اس کے ہاں سے ذلیل ہو کر نکل گئے۔ جو کچھ لے کر آئے تھے وہ بھی ان کو واپس کر دیا گیا۔ اور ہم لوگ نجاشی کے پاس بہتر گھر اور بہترین پڑوس میں قیام کرتے رہے۔

نجاشی کی حکومت کو خطرہ اور مسلمانوں کی دعا سے کامیابی نبوت محمدی ﷺ کی دلیل ہے ..... سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ اسی کیفیت میں تھے کہ اچانک حبشہ سے ایک آدمی آیا، اس نے نجاشی کے ساتھ حکومت میں جھگڑا شروع کر دیا۔ اللہ کی قسم ہم لوگوں کو شدید دھچکا لگا اور ایسا حزن و غم پہنچا کہ اس سے قبل کبھی نہیں پہنچا تھا۔ وہ ہمارے اوپر شدید حزن تھا۔ اس خوف کے مارے کہ اگر وہ شخص نجاشی پر غالب آ گیا تو ہمارا کیا بنے گا؟ ایسا آدمی جو ہمارا حق نہیں پہچانے گا جس طرح نجاشی ہمارا حق پہچان رہا تھا۔

فرماتی ہیں کہ نجاشی اس کی طرف متوجہ ہوا اور دونوں کے درمیان دریائے نیل (ازرق) حائل تھا۔ فرماتی ہیں کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی آدمی تیار ہوتا ہے جو یہاں سے روانہ ہو کر جائے اور اس قوم کے درمیاں جھگڑے اور اختلاف کی جو کیفیت ہے اس کو جا کر جانے اور پھر ہمیں پوری پوری اس کے بارے خبر دے؟

کہتی ہیں کہ زبیر بن عوام نے جانے کے لئے حامی بھر لی کہ میں جاتا ہوں۔ سب نے کہا کہ آپ جائیں گے حالانکہ آپ تو سب لوگوں سے کم عمر ہیں۔ فرماتی ہیں (اس کے اصرار کرنے پر) اس کے لئے مشک پھونک کر تیار کی گئی دریا تیرنے کے لئے۔

زبیر نے مشک کو اپنے سینے تلے دیا اور اس پر تیراکی کرتا ہوا دریائے نیل کے اس مقام تک جا پہنچا جہاں پر ان لوگوں کے ٹکراؤ کا مقام تھا۔ اس کے بعد وہ چل کر ان لوگوں کے پاس پہنچ گیا۔ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ سے نجاشی کے غلبے اور اپنے دشمن پر اپنے شہروں میں اس کی تمکنت کے لئے دعا کر رہے تھے۔ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم ہم لوگ اسی انتظار میں تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ کیا ہونے والا ہے کہ اچانک زبیر کہیں سے ظاہر ہوئے اور وہ دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے دُور سے کپڑا ہلا کر کہا۔

الا اَبشروا فقد ظفر النجاشي ، اهلك الله عدوه و مكن له في بلادہ

خبردار خوش ہو جاؤ، مبارک ہو نجاشی فتح یاب ہو گیا ہے۔ اللہ اس نے اس کے دشمن کو ہلاک کر دیا ہے اور اس کو اس کے شہروں میں پکا کر دیا ہے اور تمکنت عطا کر دی ہے۔

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانتی کہ اس سے زیادہ خوشی کبھی ہمیں حاصل ہوئی ہو۔ فرماتی ہیں کہ نجاشی اس جنگی مہم سے بخیریت واپس لوٹ آیا اور اللہ نے اس کے دشمن کو واقعی ہلاک کر دیا تھا اور نجاشی کو اپنے شہروں میں قدرت اور استحکام عطا کر دیا تھا۔ اور حبشہ کی حکومت اس کے لئے پکی اور یقینی ہو گئی تھی۔ پھر ہم حسب معمول ان کے پاس پرسکون طریقے پر ایسے رہے جیسے انسان اپنے بہتر اور اچھے گھر میں رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ پھر وہاں سے سیدھے رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے، ابھی حضور ﷺ کے میں ہی تھے۔

### حضرت زید بن سعنے کے اسلام میں دلائل نبوت

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب زید بن سعنے کو ہدایت عطا کرنا چاہا تو زید کہتا ہے کہ تمام علامات نبوت (میں بحیثیت یہودی عالم ہونے کے) حضور ﷺ کے چہرے پر پہچانتا تھا وہ علامات کے سوا باقی ساری علامات موجود تھیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کو میں جب بھی دیکھتا تھا تو میں دیکھ لیتا تھا۔ مگر وہ ایسی صفات تھیں میں جن کے دیکھنے کے انتظار میں تھا۔

(۱) یہ کہ اس کا حلم (حوصلہ اور بردباری) اس کی جہالت سے سبقت کرے گی۔

(۲) نہ زیادہ کرے گی شدتِ جہل اس پر مگر حوصلہ اور بردباری کو۔

میں حضور ﷺ کے ساتھ نرمی کرتا رہتا تھا اس لئے کہ میں اس سے میل جول رکھوں اور کسی طرح اس کے حلم اور جہل کو آزماؤں۔ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے حجروں سے نکلے۔ علی بن ابوطالب بھی ان کے ساتھ تھے۔ اتنے میں آپ کے پاس کوئی آدمی آیا جیسے کوئی بدوی ہے۔ وہ آکر کہنے لگا بے شک فلاں کی بستی والے مسلمان ہو گئے ہیں اور اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ میں ان لوگوں کو باتیں بتاتا رہتا تھا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو (تمہاری یہ غربت ختم ہو جائے گی) صبح ہی صبح تمہارے پاس کھلا رزق آجائے گا۔ جبکہ حالت یہ ہو رہی ہے کہ ان کو قحط سالی پہنچی ہوئی ہے اور انتہائی سختی میں ہیں اور بارش نہ ہونے سے بھی قحط میں ہیں۔ اور مجھے ڈر ہے کہ وہ کسی لالچ میں آکر اسی طرح اسلام سے بھی نکل جائیں جیسے وہ اسلام میں طمع اور لالچ کی وجہ سے داخل ہوئے ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کے پاس کوئی چیز بھیج کر ان کی مدد فرمادیں۔

کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے پہلو میں موجود آدمی کی طرف دیکھا، میرا خیال ہے کہ علی تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس میں کوئی چیز نہیں پچی۔ زید بن سعنے کہتے ہیں میں حضور ﷺ کے قریب ہو گیا اور میں نے آپ سے کہا، اے محمد کیا آپ ایسا کر لیں گے کہ میرے ساتھ بنی فلاں کے باغ سے اتنی مدت کے لئے کچھ معلوم اور متعین کھجوروں کی بیج کر لیں (فروخت کر لیں)۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں اے یہودی۔ بلکہ میں بیج کروں گا معلوم اور متعین کھجوروں کی تجھ سے اتنی اتنی مدت کے لئے۔ اور میں بنو فلاں کے باغ کا نام نہیں لے رہا۔

زید کہتے ہیں کہ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ انہوں نے مجھ سے بیج کر لی سودے کی بات کوئی نہیں۔ لہذا میں نے ہمیانی نکالی اور میں نے حضور ﷺ کو اتنی مقدار سونے کے دے دیئے۔ معلوم اور متعین کھجوروں کے بارے میں ایک مقررہ وقت کے ساتھ۔ حضور ﷺ نے اس آدمی کو رقم دی اور فرمایا جلدی کرو ان کے لئے اور زید بن سعنے کے مال کے ساتھ ان کی مالی ضرورت پوری کرو۔

جب طے شدہ وقت سے دو تین دن باقی رہ گئے تو ایک دن رسول اللہ ﷺ انصار کے ایک آدمی کے جنازے میں نکلے، ان کے ساتھ ابو بکر اور عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ دیگر چند صحابہ کی جماعت میں جب نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو ایک دیوار کے پاس بیٹھنے کے لئے قریب ہوئے۔ میں ان کے پاس گیا اور جا کر میں نے آپ کی قمیص کے دونوں دامن پکڑ لئے اور آپ کی اوپر اوڑھنے والی چادر کو بھی۔ اور میں نے ان کی طرف انتہائی سخت چہرے کے ساتھ دیکھا اور کہا کہ اے محمد! کیا آپ میرے حق کی ادائیگی نہیں کریں گے؟ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا تم لوگوں کو اے بنو عبدالمطلب۔ مگر تم لوگ ادائیگی کرنے میں بڑی پس و پیش کرنے والے ہو۔ مجھے تم لوگوں کے ارادہ کا علم تھا۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطاب نے میری طرف کچھ گھور کر دیکھا، میں نے اسے دیکھا تو اس کی آنکھیں اس کے چہرے پر ایسی گھوم رہی تھیں جیسے کشتی گول گھومتی ہے۔ پھر انہوں نے میری طرف زور سے

آنکھ جھپکائی اور کہنے لگے اے اللہ کے دشمن! کیا تم رسول اللہ ﷺ سے یہ کہہ رہے ہو جو میں سُن رہا ہوں اور حضور ﷺ کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے ان کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں ان کی قوت سے ڈرتا ہوں تو میں اپنی تلوار تیرے سر میں مار دیتا۔ حضور ﷺ انتہائی سکون کے ساتھ اور وقار اور سنجیدگی کے ساتھ عمر کی طرف دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔

قرض کے مطالبہ اور ادائیگی میں فرق کرنا ..... اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ میں اور یہ (زید) زیادہ حاجت مند تھے دوسرے سلوک کے تم سے اے عمر۔ وہ یہ تھا کہ آپ مجھے کہیں کہ میں بہتر طریقے پر ادائیگی کر دوں اور اس سے کہتے کہ وہ مجھ سے احسن طریقے سے تقاضا کرے۔ حسن اداء اور حسن تقاضا کی آپ کو بات کرنے کی ضرورت تھی، خیر عمر جائے اس کے حق کی جا کر ادائیگی کر دیجئے اور اس کو بیس صاع کھجوریں اور اضافی دے دیجئے اس کے بدلہ میں جو اس نے رعایت دی ہے۔

زید کہتے ہیں کہ عمر مجھے لے کر چلے، انہوں نے جا کر میرے حق کی ادائیگی کر دی اور مجھے بیس صاع اضافی کھجوریں بھی دیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیسا اضافہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر دیا ہے کہ میں آپ کو زیادہ دوں اس کی جگہ جو آپ نے رعایت کی ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں اے عمر! انہوں نے کہا نہیں، آپ کون ہیں؟ میں نے کہا میں زید بن سعنہ ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ یہودی عالم۔ میں نے کہا کہ جی ہاں! عمر نے پوچھا کہ (آپ تو عالم ہیں) کیا وجہ تھی آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسی بات کی تھی؟ اور آپ ایسی حرکت کر رہے تھے؟ میں نے کہا: اے عمر! تمام علامات نبوت میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر پہچان رکھی تھیں، جب میں دیکھتا تھا تو مجھے صاف نظر آ جاتی تھیں مگر دو علامات ایسی تھیں کہ ان کو میں نے نہیں دیکھا تھا اور ان کے بارے میں مجھے خبر نہیں تھی۔

(۱) ایک تو یہ تھی کہ اس کی بردباری اس کی جہالت سے سبقت کرتی ہوگی۔

(۲) اور یہ کہ ان کے ساتھ شدتِ جہل ان کے حلم کو اور زیادہ کر دے گی۔ اب مجھے اس کی خبر مل گئی ہے۔

میں آپ کو گواہ کرتا ہوں اے عمر! کہ اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوں اور میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا آدھا مال (حالانکہ میں مالدار ہوں) امت محمد ﷺ پر صدقہ ہے۔ عمر نے کہا کہ کیا بعض لوگوں پر صدقہ ہے، کیونکہ آپ سب پر صدقہ نہیں کر سکیں گے۔ میں نے کہا کہ خواہ بعض پر ہی سہی۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد زید اور عمر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے۔ زید نے جا کر کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

أشهد أن لا إله إلا الله ، وأن محمداً عبده ورسوله

حضرت زید رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے ساتھ ایمان لے آئے اور حضور کی تصدیق کر لی اور حضور کی اتباع کر لی اور حضور ﷺ کے ساتھ بہت ساری جنگوں میں شامل رہے بالآخر غزوہ تبوک میں قتل ہو کر شہید ہو گئے۔ آگے بڑھتے بڑھتے پیچھے ہٹتے ہوئے نہیں یعنی لڑ کر شہید ہو گئے پیٹھ پھیر کر نہیں۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

## ضما و طبیب کے اسلام میں دلائل نبوت

حکیم ضما بن ثعلبہ مکہ مکرمہ میں عمرہ کرنے آیا تھا۔ اس نے کفار قریش سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ محمد مجنون اور پاگل ہے (نعوذ باللہ)۔ اس نے سوچا کہ اگر میں اس آدمی سے ملا تو میں اس کا علاج کروں گا۔ چنانچہ وہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے محمد! میں ریح اور ہوا لگ جانے کا علاج کیا کرتا ہوں اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا علاج بھی کر دوں شاید آپ کو اللہ تعالیٰ فائدہ دے دے۔ لہذا رسول اللہ نے پڑھا:

أشهد أن لا إله إلا الله ، وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً رسوله

اور اللہ کی حمد کی اور چند کلمات کلام کئے۔ اس کلام نے ضما کو حیران کر دیا۔ ضما نے کہا، اپنے کلمات میرے سامنے دہرائیے۔ حضور ﷺ نے اس کے سامنے دہرائیے۔ اس نے کہا میں نے تو ایسا کلام کبھی نہیں سنا۔ میں نے تو کانہوں کا کلام سنا ہے، جادو گروں کا سنا ہے، شعراء کا سنا ہے، مگر اس کی مثل ہرگز نہیں سنا۔ یہ تو بحر محیط تک پہنچ گیا (مراد یہ ہے کہ انتہائی جامع کلام ہے)۔ چنانچہ ضما مسلمان ہو گیا اور اس نے اپنی طرف سے بھی اور اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کر لی۔

## حضرت عبداللہ بن سلام (یہودی عالم) کے اسلام لانے میں دلائل نبوت

یحییٰ بن عبداللہ سے مروی ہے، وہ روایت کرتے ہیں ایک آدمی سے جو آل عبداللہ بن سلام سے ہے، وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام کی بات کچھ اس طرح سے ہے کہ وہ ایک بہت بڑے عالم تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سنا تو میں نے ان کی صفت پہچان لی، ان کا نام اور صورت پہچان لی اور پہچان لیا کہ یہ وہی نبی ہیں جس کا ہم برسوں سے انتظار کر رہے تھے۔ میں اس بات پر خوش تھا اور اس بات پر خاموش تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آگئے۔ جب وہ قبائلی بستی میں بنو عمرو بن عوف کے پاس اترے تو ایک آدمی آیا، اس نے آکر حضور ﷺ کی خبر دی۔ میں اس وقت کچھ درخت پر چڑھا ہوا تھا، اس پر کام کر رہا تھا، صرف پھوپھی خالدہ نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے جب رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سنی تو میں نے نعرہ تکبیر بلند کی۔

میری پھوپھی نے جب میرے منہ سے تکبیر سنی تو کہنے لگی، اگر آپ موسیٰ بن عمرو کوسن لیتے تو کتنا زور سے کہتے۔ میں نے اس سے کہا اے پھوپھی جان اللہ کی قسم یہ نبی بھی موسیٰ بن عمران کا بھائی ہے اور اس کے دین پر ہے اور اسی پیغام کے ساتھ بھیجا گیا ہے جس کے ساتھ موسیٰ بھیجے گئے تھے۔

پھوپھی نے کہا یہ وہی نبی ہیں جس کی خبر ہمیں دی جاتی تھی کہ وہ قیامت کے ساتھ ساتھ بھیجا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ جی ہاں، وہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اچھا وہ بھی آگئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا گیا اور جا کر مسلمان ہو گیا۔ پھر میں اپنے گھر میں آیا، میں نے ان کو خبر دی گھر والے بھی مسلمان ہو گئے۔ مگر میں نے یہودیوں سے اسلام کو چھپائے رکھا۔

یہود کا جھوٹا ہونا ..... پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے حضور سے کہا کہ یہود جھوٹے لوگ ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے بعض گھروں میں داخل کر لیں اور اس طرح مجھے اُن سے چھپالیں۔ پھر میرے بارے میں ان سے پوچھیں کہ عبداللہ بن سلام کیسا آدمی ہے۔ پھر وہ آپ کو میرے بارے میں بتلائیں گے کہ میں ان میں کیسا ہوں۔ اس سے قبل کہ وہ میرا اسلام جان لیں۔ اگر ان کو میرے مسلمان ہو جانے کا علم ہو گیا تو وہ مجھ پر بہتان باندھیں گے اور مجھے عیب لگائیں گے۔

کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے ایک گھر میں رکھ لیا۔ جب یہودی آپ کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا اور بات کی۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تمہارے اندر کیسا آدمی ہے؟ بولے کہ وہ ہمارا سردار ہے، ہمارے سردار کا بیٹا ہے اور ہمارا بزرگ ہے، عالم ہے۔

کہتے ہیں کہ جب وہ اپنی بات سے فارغ ہو گئے تو میں ان لوگوں کے سامنے نکل کر آیا اور میں نے کہا، اے یہود کی جماعت اللہ سے ڈرو اور رسول اللہ ﷺ جو دین تمہارے پاس لے کر آگئے ہیں اس کو قبول کر لو۔ اللہ کی قسم تم جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بارے میں تم لوگ توراہ میں لکھا ہوا پاتے ہو، اس کا نام اور اس کی صفت۔ میں گواہی دیتا ہوں یہ اللہ کے رسول ہیں، میں اس کے ساتھ ایمان لایا ہوں، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ان کو پہچانتا ہوں۔

یہودیوں نے کہا، آپ جھوٹے ہیں پھر وہ مجھ پر ٹوٹ پڑے، مجھے گالیاں دینا شروع کر دیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے نہیں بتایا تھا یا رسول اللہ کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اہل بہتان، اہل عذر، اہل کذب، اہل فجور ہیں۔ کہتے ہیں کہ چنانچہ میں نے اپنا اسلام اور اپنے گھر والوں کا اسلام ظاہر کر دیا۔ اور میری پھوپھی خالدہ بنت حارث بھی مسلمان ہو گئیں اور انہوں نے اپنے اسلام کو اچھا ثابت کر دکھایا۔

عبداللہ بن سلام کے اسلام کی بابت دوسری روایت ..... یہ دوسری روایت ہے۔ عبداللہ بن سلام کی بابت یہ پہلی روایت کے مخالف نہیں ہے بلکہ اس کی تائید و تفسیر کرتی ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سنی تو وہ اس وقت باغ میں کھجوروں کی اصلاح کر رہے تھے۔ اہل باغ کے لئے انہوں نے اس کام کو وہیں چھوڑا اور گھر میں آ گیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ ہمارے بھائی بندوں میں سے قریب گھر کس کا ہے؟ ابو ایوب نے کہا کہ یا رسول اللہ! میرا گھر قریب ہے، یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا دروازہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اچھا جائیے دوپہر کے آرام کے لئے ہمارے لئے جگہ بنا لیجئے۔ اس نے جا کر حضور ﷺ اور صدیق اکبر ﷺ کے لئے جگہ بنائی، اس کے بعد آ کر بتایا کہ یا رسول اللہ! میں نے آپ لوگوں کے لئے قیلولہ کی جگہ بنا دی ہے، اب چلئے اللہ کی برکت کے ساتھ قیلولہ کیجئے۔

کہتے ہیں کہ جب اللہ کے نبی ﷺ آ گئے تو عبداللہ بن سلام بھی آ گیا اور کہنے لگا : اشہد انک رسول اللہ حقاً میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں اور آپ حق کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ اور یہودی جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں اور ان میں سب سے زیادہ علم والا ہوں اور ان ہی سے سب سے بڑے علم والے کا بیٹا ہوں۔ ان کو بلا کر میرے بارے میں پوچھئے، اس سے قبل کہ ان کو میرے اسلام کے بارے میں معلوم ہو جائے۔ اگر ان کو پتہ چل گیا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو وہ میرے بارے میں وہ باتیں کریں گے جو مجھ میں نہیں ہیں۔

حضور ﷺ نے یہودیوں کو بلایا تو ان سے کہا، اے یہودیو! ہلاک ہو جاؤ، اللہ سے ڈرو، اللہ کی قسم جس کے بغیر کوئی الہ نہیں مگر وہی ہے۔ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور میں تمہارے پاس حق ہی لے کر آیا ہوں۔ لہذا تم مسلمان ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے کہ ہم تو آپ کو نہیں جانتے۔ حضور ﷺ نے تین بار ان سے یہ بات کہی۔ اس کے بعد فرمایا کہ تمہارے اندر عبداللہ بن سلام کیسا آدمی ہے۔ بولے وہ تو ہمارے سردار کے بیٹے، ہم میں سے سب سے بڑے علم والے شخص کے بیٹے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ تم یہ بتاؤ کہ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو وہ کہنے لگے حاشا و کلا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا، وہ مسلمان نہیں ہو سکتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابن سلام ان کے سامنے آ جائیے۔ چنانچہ وہ سامنے آ گئے اور آ کر کہا، اے یہودی جماعت! تمہاری ہلاکت ہو، اللہ سے ڈرو۔ بس قسم ہے اللہ کی جس کے بغیر کوئی الہ نہیں ہے تم لوگ جانتے ہو کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ حق لے کر آئے ہیں۔ یہودیوں نے کہا کہ عبداللہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ لہذا حضور ﷺ نے ان لوگوں کو نکال دیا۔

ترمذی سے مروی ہے کہ وہ ابن نافع وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی اسنادوں کے ساتھ کہ عبداللہ بن سلام نے کہا جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آ گئے میں ان کے پاس آیا تاکہ میں ان کو دیکھوں۔ جب میں نے ان کے چہرے کو سامنے سے دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ چہرہ کسی کذاب کا چہرہ نہیں ہے۔

## ۱۔ حضرت سلمان فارسی حقیقت کی تلاش میں

محمد بن اسحاق سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے عاصم بن عمر بن قتادہ نے محمود بن لبید سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی سلمان فارسی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اہل فارس میں سے اہل اصفہان میں سے ایک آدمی تھا۔ میری بستی کا نام جیبی تھا، میرا والد اپنی زمین پر کسان تھا۔ میرا والد مجھے سے شدید محبت کرتا تھا، اس قدر کہ اتنی محبت ان کو نہ اپنے سے تھی نہ کسی دوسرے بیٹے سے تھی۔ اتنی زیادہ محبت تھی کہ وہ مجھے گھر سے باہر کہیں بھی نہیں جانے دیتے تھے، بلکہ انہوں نے مجھے محبت کی وجہ سے گھر کے اندر روک رکھا تھا جیسے لڑکیاں گھر میں روک لی جاتی ہیں۔ میں نے مجوسیت میں انتہائی کوشش صرف کر ڈالی تھی (چونکہ آبائی دین مجوسیت تھا)۔ لہذا میں بھی آگ سلگانے والا بن گیا جو ہر وقت سلگا کر رکھتا ہے۔ اس کو میں ایک منٹ بھی نہیں بھٹنے دیتا تھا۔ میں اسی حالت پر رہتا رہا۔ مجھے لوگوں کے حالات کا کچھ پتہ نہیں ہوتا تھا، بس مجھے اپنے کام سے کام تھا (آگ جلانے کے سوا کچھ نہیں جانتا تھا)۔

اسی اثنا میں میرے والد نے ایک گھر بنانا شروع کیا مگر والد کی کچھ زمین وغیرہ تھی اس میں کام کاج ہوتا تھا۔ انہوں نے مجھے بلا کر کہا کہ انے بیٹے! آپ نے دیکھا کہ گھر کی تعمیر نے مجھے اس قدر مصروف کر دیا ہے کہ میں کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتا، جس کی وجہ سے میری زمینوں کی دیکھ بھال

نہیں ہو سکتی، ان کی اطلاع اور خبر گیری بھی ضروری ہے تم وہاں چلے جاؤ، ہاریوں کو بتاؤ کہ ایسے ایسے کام کرنا ہے۔ آپ مجھے نہ رکنے دیں اگر میں رُک گیا تو سارا کام رُک جائے گا۔

چنانچہ میں گھر سے نکلا زمینوں پر جانے کے لئے مگر میں راستے میں جب عیسائیوں کے کنیسہ کے پاس سے گزرا تو میں نے اس میں ان لوگوں کی آواز سنی۔ میں نے کہا یہ کیا ہو رہا ہے؟ کسی نے بتایا کہ یہ عیسائی ہیں نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں ان کو دیکھنے کے لئے اندر چلا گیا۔ میں نے جو ان کی حالت دیکھی مجھے پسند آئی تو اللہ کی قسم میں ان کے پاس ہی بیٹھا رہا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

میرے والد نے میری تلاش میں ہر طرف بندے بھیج دیئے تھے۔ میں شام کو ان کے پاس پہنچا، میں زمینوں پر نہیں گیا تھا۔ والد نے پوچھا کہ کہاں گئے تھے؟ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ مجھے نہ روکو۔ میں نے کہا، ابا جان میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا ان کو نصاریٰ کہتے ہیں مجھے ان کی نماز اور ان کی دعا اچھی لگی تھی، میں ان کو دیکھنے بیٹھا گیا کہ وہ کیسے کرتے ہیں؟

انہوں نے کہا بیٹے تیرا دین مجوسیت ہے، تیرے باپ دادا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں نہیں، ان کے دین سے اچھا نہیں ہے۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ کی نماز پڑھتے ہیں اور ہم لوگ تو آگ کی عبادت کرتے ہیں جس کو ہم خود ہی اپنے ہاتھوں سے سلگاتے ہیں اور ہم جب چھوڑ دیتے ہیں تو وہ بجھ جاتی ہے۔

والد کی طرف سے ایذا رسانی ..... والد نے مجھے ڈرایا، دھمکایا اور میرے پیروں میں لوہے کی زنجیریں ڈال دیں اور یوں مجھے گھر میں بند کر دیا۔ چنانچہ میں نے نصار کے پاس پیغام بھیجا کہ میں اس دین تک کیسے پہنچوں جس پر میں نے تم لوگوں کو دیکھا تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ شام کے ملک میں چلے جاؤ۔ میں نے ان سے کہا جب وہاں سے تمہارے پاس کچھ لوگ آئیں تو مجھے ضرور اطلاع کرنا۔ انہوں نے وعدہ کر لیا کہ ضرور بتائیں گے۔ چنانچہ ان کے پاس شام سے کچھ تاجر پہنچے۔ ان لوگوں نے میرے پاس اطلاع بھیج دی کہ ہمارے پاس تاجروں میں سے کچھ تاجر پہنچے ہیں۔ میں نے کہلوادیا کہ جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس جانے لگیں تو مجھے ضرور اطلاع کر دینا۔ انہوں نے وعدہ کر لیا۔ چنانچہ وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر جب جانے لگے تو انہوں نے مجھے آگاہ کر دیا۔ بس میں نے وہ لوہا جو پیروں میں تھا اس کو پھینک دیا اور ان کے ساتھ جا ملا۔ ان کے ساتھ چلتا رہا کہ میں شام پہنچ گیا۔

وہاں پہنچ کر میں نے پوچھا کہ اس دین میں افضل کون ہے؟ ان لوگوں نے بتایا کہ اُسقف صاحب کنیسہ افضل ہیں (یعنی گرجے کے پادری)۔ چنانچہ اس طرح میں پادری کے پاس گیا اور میں نے اس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں تیرے عبادت خانہ میں تیرے ساتھ رہوں اور اس میں میں بھی اللہ کی عبادت کرتا رہوں اور آپ سے خیر کی تعلیم حاصل کروں۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ میرے پاس رہیں۔

۲۔ سلمان فارسی شام کے پادری کے پاس ..... میں اس پادری کے پاس رہتا رہا۔ وہ بُرا انسان تھا۔ وہ عیسائیوں کو صدقہ کرنے کا حکم کرتا اور ان کو صدقہ کی ترغیب دیتا تھا۔ جب عیسائی اس کے پاس جمع کرتے تھے تو وہ ان کو زمین میں گاڑ دیتا تھا۔ وہ مال مسکینوں کو نہیں دیتا تھا، یہاں تک کہ اس نے اس طرح کر کے سونے چاندی کے سات مٹکے جمع کر لئے تھے۔ مجھے اس کے ساتھ شدید بغض ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ جو میں نے اس کی حالت دیکھی تھی وہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکا بلکہ وہ مر گیا۔

جب عیسائی اس کو دفن کرنے لے گئے تو میں نے ان کو بتا دیا کہ یہ بُرا آدمی تھا تم لوگوں کو صدقہ کرنے کے لئے کہتا تھا اور تمہیں اس کی ترغیب دیتا تھا۔ حتیٰ کہ تمام لوگ صدقات کا مال اس کے پاس جمع کرتے تھے تو وہ اس کو زمین میں گاڑ دیتا تھا، مساکین کو نہیں دیتا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ کہاں دفن کیا ہے، اس کی کیا نشانی ہے؟ میں نے بتایا کہ میں اس کا خزانہ تمہیں نکال کر دکھاتا ہوں۔ انہوں نے کہا لاؤ کہاں ہے خزانہ؟ چنانچہ میں نے ان کو سات مٹکے سونے چاندی کے بھرے ہوئے نکال کر دیئے۔ جب انہوں نے دیکھے تو کہنے لگے، اللہ کی قسم اس کو دفن نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کو صلیب پر لٹکایا لکڑیوں پر باندھ کر اور اس کو پتھر مارے اور ایک دوسرے ہندے کو لائے، اس کی جگہ اس کو گرجے میں رکھا۔

اللہ کی قسم اے ابن عباس! میں نے ایسا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ پانچوں نمازیں پڑھتا، میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس آدمی سے افضل تھا اور نیکی میں انتہائی زیادہ کوشش کرتا تھا۔ میں نے ایسی کوشش کرنے والا بندہ نہیں دیکھا، نہ ہی دنیا سے ایسا بے رغبتی کرنے والا بندہ دیکھا اور نہ ہی دن رات میں اس سے زیادہ عبادت گزار دیکھا۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ کبھی اس سے زیادہ کسی شیء سے محبت کی ہو کبھی بھی۔ میں ہمیشہ اس کے پاس رہا، حتیٰ کہ اس کی بھی وفات ہو گئی۔ جب وہ فوت ہونے لگا تو میں نے کہا اے اللہ کے بندے آپ کے لئے تو اللہ کا امر آپہنچا ہے اور میں تو اللہ کی قسم آپ سے اتنی محبت کرتا تھا جس قدر کسی شیء سے نہیں کرتا تھا۔ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اور کس کی طرف مجھے نصیحت کرتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے بیٹے اللہ کی قسم میں ویسا بندہ اور تو کہیں نہیں جانتا ہوں شہر موصل میں ایک بندہ ہے اس کے پاس جانا آپ اس کو دیکھ کر میری حالت پر پائیں گے۔

۳۔ سلمان فارسی شہر موصل کے پادری کے پاس ..... جب وہ پادری مر گیا تو اس کو دفن کرنے کے بعد اس کی وصیت کے مطابق مقام موصل میں پہنچا۔ میں وہاں کے پادری کے پاس پہنچا۔ میں نے اس کی حالت بھی پہلے والے جیسی دیکھی۔ عبادت میں محنت اور کوشش میں اور دنیا سے زہد اور بے رغبتی میں۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے فلاں راہب نے آپ کے پاس آنے اور رہنے کی وصیت کی تھی۔ اس نے کہا، اے بیٹے! آپ میرے پاس ٹھہریں۔ میں ان کے پاس رہنے لگا۔ ان کے ساتھی کے کہنے کے مطابق حتیٰ اس کی بھی وفات ہو گئی۔

جب ان کا وقت آ گیا تو میں نے اس سے کہا بے شک فلاں نے مجھے آپ کے ساتھ رہنے کی وصیت کی تھی۔ مگر آپ کے اوپر بھی اللہ کا حکم آ گیا ہے۔ آپ مجھے اس بارے میں کیا وصیت کریں گے؟ اس نے کہا میں کوئی دوسرا آدمی نہیں جانتا ہوں اے بیٹے، مگر ایک آدمی مقام نصیبین میں ہے وہ اسی کی مثل ہے جیسے ہم ہیں۔ اس کے ساتھ لاحق ہو جانا۔

۴۔ سلمان فارسی مقام نصیبین کے پادری کے پاس ..... جب ہم نے اس کو دفن کر دیا تو میں دوسرے راہب کے پاس گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ اے فلاں! فلاں راہب نے مجھے فلاں کی طرف جانے کی وصیت کی تھی اور فلاں نے مجھے آپ کے بارے میں وصیت کی تھی۔ اس راہب نے بھی کہا کہ بیٹے آپ میرے پاس ٹھہر جائیے۔ چنانچہ میں اس کے پاس ٹھہرا رہا پہلوں کی طرح۔ یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت آ گیا۔

میں نے ان سے کہا کہ مجھے فلاں نے فلاں کی وصیت کی تھی پھر اس فلاں نے فلاں کی طرف وصیت کی تھی، اس نے مجھے آپ کی طرف بھیجا۔ اب آپ کا بھی وقت آ گیا ہے، اب آپ مجھے بتائیں میں کس کے پاس جاؤں؟

اس نے کہا اے بیٹے میں نہیں جانتا کسی کو اس کیفیت پر جس پر ہم ہیں۔ مگر ایک آدمی شہر عموریہ میں سرزمین روم میں ہے۔ آپ ان کے پاس جائیے۔ آپ اس کو عنقریب پائیں گے ایسا ہی جس طریقے پر ہم ہیں۔

۵۔ سلمان فارسی سرزمین روم میں عموریہ کے راہب کے پاس ..... میں جب اس کو دفن کر چکا تو چلا گیا، حتیٰ کہ میں عموریہ کے راہب کے پاس پہنچا اس کو سابق راہبوں کے حال کے مطابق پایا۔ لہذا میں اس کے پاس ٹھہر گیا اور میں نے وہاں پر کام اور محنت مزدوری بھی کی، یہاں تک کہ میرے پاس بکریاں اور گائیں وغیرہ مال جمع ہو گیا۔ اس راہب کی بھی وفات کا وقت ہو گیا۔ پھر میں نے اس سے بھی وہی کہانی دہرائی کہ فلاں نے مجھے فلاں کے پاس اور فلاں نے آپ کے پاس بھیجا تھا۔ اور آپ کے اوپر بھی اللہ کا حکم آ گیا ہے، اب آپ مجھے کس کی طرف وصیت کریں گے؟ اس نے کہا، بیٹے میں نہیں جانتا کہ کوئی ایک باقی رہ گیا ہے جو ہمارے طریقے پر ہو جس کے بارے میں آپ کو حکم کروں کہ اس کے پاس چلے جاؤ۔

مگر ہاں! اس نبی کا وقت آچکا ہے جو حرم میں مبعوث ہوگا۔ اس کی جائے ہجرت پتھرلی زمین اور کھجوروں کی سرزمین ہے حراثین اور کاشتکاروں کے درمیان۔ اور اس کی علامات ایسی ہیں جو مخفی نہیں ہیں۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ وہ ایسا ہوگا جو ہدیہ کی چیز

کھائے گا مگر صدقہ نہیں کھائے گا۔ اگر آپ ان شہروں کی طرف رسائی پا سکیں تو ضرور جائیں، بے شک اس کا زمانہ آ گیا ہے۔ جب اس راہب کو ہم نے دفن کر لیا تو میں وہیں ٹھہر گیا اور سرزمین عرب پر جانے کا انتظار کرنے لگا۔

## نبی آخری الزمان کی تلاش میں عرب کی سرزمین کی طرف روانگی

جب ہم اس کو دفن کر چکے تو میں وہاں ٹھہرا رہا، یہاں تک کہ عرب کے قبیلہ کلب میں سے کچھ تاجر لوگ وہاں سے گزرے۔ میں نے ان سے کہا، آپ لوگ مجھے بھی عرب سرزمین کی طرف اٹھا کر لے چلو اپنے ساتھ، میرے ساتھ بکریاں ہیں گائے ہیں یہ آپ لوگ لے لیں؟ انہوں نے میری بات مان لی۔ میں نے وہ جانور ان کو دے دیئے، انہوں نے مجھے سوار کر لیا۔ یہاں تک کہ وہ مجھے لے کر وادی قرئی میں پہنچے تو انہوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا کہ مجھے ایک یہودی کے پاس وادی قرئی میں بیچ دیا۔

اللہ کی قسم میں نے جب کھجور کے درخت دیکھے تو مجھے امید ہو گئی کہ اللہ کرے یہی وہ شہر ہو جس کی تعریف اور صفت بیان کی گئی تھی میرے سامنے کہ اس میں وہ نبی پیدا ہوگا۔ مجھے اطمینان نہ ہوا، یہاں تک کہ ایک آدمی آیا بنو قریضہ میں سے وادی قرئی میں۔ اس نے مجھے اس مالک یہودی سے خرید لیا جس کے پاس میں تھا۔ وہ مجھے لے کر مدینہ میں آ گیا۔ بس اللہ کی قسم میں نے جب مدینہ دیکھا تو میں نے اس کی صفت پہچان لی۔ پھر میں یہاں پر اپنے اس مالک کے پاس اس کی غلامی میں رہتا رہا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مکے میں اپنے رسول کو مبعوث کر دیا۔ مگر میرے سامنے حضور کا کوئی ذکر نہیں تھا، جبکہ میں خود بھی غلامی میں تھا۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ میں قبائلی ہستی میں آ گئے اور میں اپنے مالک کے لئے اس کی کھجوروں میں کام کر رہا تھا۔ اللہ کی قسم ایک آدمی آیا، اس نے اپنے انداز کے مطابق جو اس کے پاس تھا (مرا خیال کیا)۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے فرمایا کہ کھجوریں لگانے کے لئے کھڈے کھود کر جب فارغ ہو جائے تو مجھے بتانا، میں خود آ کر اپنے سامنے پودے لگا دوں گا۔ میں نے کھڈے کھود دیئے، میرے دوستوں نے میرا ساتھ دیا۔

کہتے ہیں کہ جہاں جہاں درخت لگانا تھا وہاں وہاں کھود دیا۔ جب ہم ان سے فارغ ہو گئے تھے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کھڈے کھود کر فارغ ہو گئے ہیں۔ حضور ﷺ میرے ساتھ تشریف لائے۔ وہاں پہنچ کر فرمایا لے آؤ کھجور کے چھوٹے چھوٹے پودے۔ حضور ﷺ اپنے ہاتھ سے لگاتے گئے اور مٹی برابر کرتے گئے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے ان کو حق کے ساتھ بھیجا تھا۔ ان میں سے کوئی کھجور کا بچہ مرا نہیں، سب کھجوریں ہو گئیں۔

میں نے غلامی سے آزادی کے لئے طے شدہ کھجوریں ادا کر دیں مگر کچھ درہم باقی رہ گئے۔ حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا بعض معادن سے انڈے کے برابر سونا لایا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! وہ فارسی کہاں ہے جو غلام مکاتب ہے یعنی جسے غلامی کا قرض دینا ہے۔ مجھے بلایا گیا۔ اس شخص نے کہا، یہ لیجئے اے سلمان! اس کے ساتھ وہ قرض ادا کر دیجئے جو آپ کے اوپر ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! اس سے کیسے ادا ہو سکتا ہے جو مجھ پر ہے؟ حضور نے فرمایا بے شک اللہ تبارک تعالیٰ اس کو بھی تجھ سے ادا کر دے گا۔

پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں سلمان کی جان ہے البتہ میں نے تو لے تھے ان کے لئے اس باغ میں سے چالیس اوقے اور میں نے تول کزان کے حوالے کر دیئے تھے (مجھے افسوس رہا کہ) مجھے غلامی نے روک رکھا تھا جس کی وجہ سے میری حضور ﷺ کے ساتھ حاضری جنگ بدر سے اور جنگ احد سے فوت ہو گئی تھی۔ اس کے بعد میں آزاد ہو گیا تو پھر میں جنگ خندق میں حاضر ہوا، اس کے بعد مجھ سے کوئی غزوہ فوت نہ ہوا، سب کے اندر میں نے شرکت کی۔



## نضر بن حرث کا بیان، رسالت محمد کی دلیل

نضر بن حرث نے قریش سے کہا تھا کہ تحقیق محمد ﷺ تم لوگوں میں کم سن لڑکا تھا پھر جوان تھا تو بھی وہ تمہارے اندر سب سے زیادہ پسندیدہ تھا اور تمہارے اندر سب سے زیادہ سچا تھا اور تمہارے اندر سب سے زیادہ امین تھا۔ مگر جس وقت تم نے اس کی کنپٹیوں میں بالوں کی سفیدی دیکھی اور وہ تمہارے پاس لے آیا جو کچھ وہ لے کر آیا ہے تو تم نے کہہ دیا کہ یہ ساحر ہے۔ نہیں اللہ کی قسم وہ ساحر نہیں ہے۔

## حارث بن عامر کا بیان، رسالت محمدی کی سچائی کی دلیل

واحدی نے مقاتل سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حارث بن عامر بن نوفل بن عبدمناف نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرتا تھا ظاہری طور پر۔ پس جب اپنے گھر والوں کے ساتھ اکیلا بیٹھتا تو کہتا کہ محمد ﷺ اہل کذب میں سے نہیں ہیں۔ میں اس کو سچا سمجھتا ہوں۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قد نعلم انه ليحزنك الذين يقولون فانهم لا يكذبونك ولكن الظالمين بآيات الله يجحدون  
تحقیق ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو غمگین کرتے ہیں وہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں بے شک وہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے۔ بلکہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

## ضمام بن ثعلبہ کا اسلام، رسالت محمدی کی سچائی کی دلیل

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ایک آدمی اونٹ پر سوار پہنچا۔ اس نے مسجد کے صحن میں اونٹ بٹھایا اس کے بعد اس کے پیروں میں رسی باندھی پھر وہ آگے آ کر کہنے لگا، کہ

(۱) تم لوگوں میں سے محمد کون ہے؟ جبکہ نبی کریم ﷺ سب کی موجودگی میں تکیہ کا سہارا یا ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں نے بتایا کہ یہ شخص سُرخ سفید جو ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس آدمی نے پوچھا کہ

(۲) عبدالمطلب کا پوتا کہاں ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں آپ کو جو ابدے رہا ہوں۔ چنانچہ اس آدمی نے حضور ﷺ سے کہا، میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور سوال کرنے میں آپ کے ساتھ سخت لہجہ اختیار کرتا ہوں۔ دل میں مجھ پر ناراض نہیں ہونا۔ حضور ﷺ نے اس سے کہا پوچھئے جو آپ چاہیں۔ اس نے کہا میں تجھ کو تیرے رب کی اور تجھ سے پہلے والوں کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ

(۳) کیا واقعی اللہ نے تمہیں سارے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ حضور ﷺ نے جواب دیا کہ اللّٰهُمَّ نَعَمْ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہی بات ہے۔ پھر اس شخص نے کہا،

(۴) میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا، اللّٰهُمَّ نَعَمْ ہاں یہی بات ہے۔

(۵) پھر اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو واقعی اللہ نے حکم دیا ہے کہ آپ سال بھر میں اس مہینے کے روزے رکھا کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، اللّٰهُمَّ نَعَمْ جی ہاں یہی بات ہے۔

(۶) پھر اس نے پوچھا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا واقعی آپ کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے دولت مندوں سے یہ صدقات لیں اور ہمارے فقراء پر تقسیم کریں؟ نبی ﷺ نے فرمایا، اللّٰهُمَّ نَعَمْ بالکل یہی بات ہے۔ اس کے بعد اس شخص نے کہا، میں اس سب کچھ پر ایمان لایا ہوں جو کچھ دین آپ لے کر آئے ہو اور پیچھے جا کر اپنی قوم میں آپ کا نمائندہ ہوں۔ میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔ بنو سعد بن بکر کا بھائی ہوں۔

## ڈاکٹر عبدالمعطلی کا گذشتہ واقعات پر جامع تبصرہ

سیرت رسول سے چُنے ہوئے یہ چند پھول ہیں۔ بعض صحابہ کبار کے اسلام کی بابت جن کو نقل کرنے میں ہم نے کافی وسعت سے کام لیا ہے یہ سب رسالت محمدی ﷺ کی سچائی اور صداقت کی نشانیاں تھیں اور اس بات کی عظیم نشانیاں تھیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے وقت میں اپنی رسالت کے بہت بڑے امین تھے۔ اور ان لوگوں کے ہاں یہ علامات اور یہ نشانیاں جمع ہو چکی تھیں۔

پھر ان نشانیوں کے ساتھ محمد علیہ السلام کی ساری زندگی کا اضافہ کر لیجئے کہ وہ کس بلندی اور کمال تک پہنچی ہوئی تھیں۔ اس سب کچھ نے صحابہ کرام کے اول طبقے کو اسلام کی طرف جانے پر مجبور کر دیا تھا جبکہ نبوت محمدی کی صبح کی کرنیں پہلے پھوٹ چکی تھیں اور ظہور نبی کے شواہد آپ کے ظہور کے وقت سے قبل لکھے ہوئے تھے۔

## استاذ عباس محمود عقاد کا فرمان

استاذ عباس محمود عقاد نے ہندوستانی مؤرخ مولانا عبدالحق پدویاٹی کی کتاب سے نقل کیا ہے جس کا نام ہے محمد ﷺ کے دینی اور عالمی سفر۔ ایسے ہی وہ ہندوستان کی جماعت احمدیہ سے نقل کرتے ہیں۔

اس کے بعد وہ کتاب فتح الملک العلام فی بشائر دین اسلام مصنفہ استاذ احمد ترجمان اور استاذ محمد حبیب۔ چنانچہ وہ مطلع نور کے بارے میں کہتے ہیں۔

استاذ عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ رسول عربی کا اسم گرامی ”احمد“ اپنے عربی تلفظ کے ساتھ لکھا ہوا ہے ساما ویدا میں براہم کی کتب سے۔ تحقیق چھٹے فقرے اور آٹھویں فقرے میں جزء ثانی میں وارد ہوا ہے۔ جس کی نص اور تصریح اس طرح ہے کہ احمد ﷺ نے اپنے رب سے شریعت حاصل کی اور وہ حکمت سے بھری ہوئی ہے اور اس سے اس طرح روشنی حاصل کی جاتی ہے جیسے سورج سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔

ایک مؤرخ ان اعتراضات کی وجوہ کو نہیں چھپا سکتا جو مفسرین پر برہمنوں کی جانب سے آتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے ایک سے تو نقل کئے ہیں۔ سینا چاریہ (Syna Acharya) کہ وہ کلمہ احمد پرز کے اور انہوں نے اس کا ہندی زبان میں معنی پوچھا اور پھر اس نے تین مقطع اور تین الفاظ مرکب کئے۔

(۱) اہم (۲) آب (۳) ہی۔

اور پھر اس نے چاہا کہ وہ اس کو مفید اور کارآمد بنادے (چنانچہ اس نے اس سے یہ مطلب نکالا)۔ بے شک میں نے اکیلے اپنے باپ سے حکمت پالی ہے۔

استاذ عبدالحق نے کہا جس کا خلاصہ ہے کہ یہ عبارت منسوب ہے برہمی کی طرف۔ اس نے اس کو کانفا (Kanva) کا نوا کے کمینے سے بنایا ہے۔ اس پر یہ قول سچا نہیں آتا کہ اس نے اکیلے اپنے باپ سے حکمت اخذ کی ہے۔ نیز استاذ عبدالحق نے اس مذکورہ پر اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ کعبہ معظمہ کی وصف ثابت ہے۔ کتاب الاثار و فایدا (Atharvavida) اس اعتبار سے کہ وہ اس کتاب کا نام رکھنے میں بیت الملائکہ اور اس کے اوصاف میں ذکر کرتے ہیں کہ اس کے آٹھ جوانب اور پہلو ہیں اور اس کے نواباب ہیں۔ اور مصنف نو ابواب کی تفسیر و تشریح کرتا ہے۔ ان ابواب کے ساتھ جو کعبے تک پہنچاتے ہیں (ان میں سے ایک) باب ابراہیم ہے اور باب الوداع ہے، باب صفا ہے اور باب علی، باب عباس، باب النبی، باب السلام، باب الزیارة، باب حرم اور آٹھ اطراف کے ناموں کو بیان کیا ہے۔ اس اعتبار سے جہاں پہاڑوں سے ملنے اور پہنچنے کا راستہ ہے، یہ ہے :

(۱) جبل خلیج (۲) جبل قعیقعان (۳) جبل ہندی (۴) جبل لعلع  
(۵) جبل کداء (۶) جبل ابوحدید (۷) جبل ابو قبتیس (۸) جبل عمر

اور مؤلف مذکور صرف نظر کرتے ہیں۔ یہاں پر برہمیوں کی اس تفسیر سے جو وہ بیت اللہ کے معنی و مطلب میں کرتے ہیں کہ وہ انسانی جسم کی طرح ہے اور اس کے راستے (اور سواخ) بھی اسی طرح ہیں۔ اس نے ان کا ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ بات ظاہراً برہمیوں کی روحانی تقدس کی صفت کے خلاف ہے اور آٹھ اطراف کی تشریح کے وقت ابواب کے لئے اس مفہوم کو بھی نہیں لائے ہیں۔ اور براہمہ کی کتب میں مصنف کا دعویٰ ہے کہ مقامات کثیرہ پر نبی محمد ﷺ کا ان کے اوصاف کے ساتھ ذکر ہے یعنی کثیر تعریف اور شہرت بعید اور حضور ﷺ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام سشراف ہے (Sushrava) جو کتاب الآثار فاویدا (Atharvavufa) جہاں اہل مکہ کی جنگ اور ان کی شکست کی طرف اشارہ کرتے ہیں (بیس اور ساٹھ ہزار کی ننانوے ہزار کے ساتھ)۔ وہ لوگ مصنف کے اندازے کے مطابق اہل مکہ کی تعداد تھی اور بڑے بڑے قبائل کے سردار اور ان کے چھوٹے چھوٹے وکیل ایسے تھے جیسے اس دن تھے جس دن ان لوگوں نے نبی کریم صلوات اللہ علیہ کے ساتھ قتال کیا تھا۔

مصنف کا بڑا صبر اور حوصلہ ہے ..... اور مصنف کا ان علامات کے کامیاب اور سازگار کرنے پر طویل صبر و تجربہ ہے اور ان کے مشابہات میں اور وہ اس سے نیا زمانہ اخذ کرتے ہیں اور نئی نئی چیز ان میں نکالتے ہیں جس پر مثال دینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ تمام موافقات اور تمام علامات کے احاطہ کرنے سے، اور انہوں نے یہی کچھ زرتشت کی کتب کے ساتھ کیا ہے جو کہ مجوسیت کی کتب کے نام کے ساتھ مشہور ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کتاب زندا آوشا (Zend Avesta) سے خبر اخذ کی ہے۔ اس رسول کے بارے میں جو اس صفت کے ساتھ موصوف کیا جائے گا کہ وہ رحمۃ للعالمین ہے (سوشیانٹ) (Socshyabt) اور اس کا دشمن اس کے درپے آزار ہوگا۔ جو قدیم فارسی زبان میں بولہب کے ساتھ موسوم ہوگا (Angra Maibyu) اور وہ رسول دعوت دے گا اللہ واحد کی طرف، جس کا کوئی ایک بھی ہم سر نہیں ہے (سچ چیز باونمار)۔ نہ اس کا کوئی اول ہے نہ آخر ہے، نہ اس کو کوئی عاجز کرنے والا ہے، نہ اس پر کوئی غالب ہے، نہ وہ شوہر ہے، نہ وہ باپ ہے، نہ اس کی کوئی ماں ہے، نہ کوئی بیوی ہے، نہ اس کا کوئی بیٹا ہے، نہ کوئی لڑکا ہے، نہ اس کا کوئی مسکن اور گھر ہے، نہ اس کا دھڑ ہے، نہ شکل، نہ رنگ، نہ بو ہے۔

(جز آخاز و انجاز و انباز و دشمن و مانند و یار و پدرو مادر و زن و فرزند و حامی سوا و تن آسا و تنا و رنگ و بوی است)

الغرض یہ تمام وہ صفات ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ موصوف کیا جاتا ہے اسلام کے اندر کہ وہ احد ہے، صمد ہے اس کی مثل کوئی شئی نہیں ہے کوئی بھی اس کا ہم سر نہیں ہے۔ نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے نہ کسی کو لڑکا ٹھہرایا ہے۔

اس کے ساتھ وہ زرتشتیوں کی کتب سے بہت سے اقتباسات جمع کرتے ہیں جو خبر دیتے ہیں اس زندہ دعوت کے بارے میں جس کے ساتھ نبی موعود آئیں گے اور اس میں عربی دیہات کی طرف اشارہ ہے (مصنف نے) ان میں بعض کا انگلش میں ترجمہ بھی کیا ہے اصل مفہوم کا بغیر کسی تصرف کے۔ یہ کہ امت زرتشت جب اپنے دین کو پھینک دیں گے، وہ عاجز و رسوا اور نیاز مند ہو جائیں گے اس وقت بلاد عرب میں سے ایک جوان اٹھے گا جو اہل فارس کے پیروکاروں کو شکست دے گا اور (اس کے آگے) مغرور اور متکبر اہل فارس عاجز آ جائیں گے اور ان کے ہیکلوں میں آگ کی پوجا مشکل ہو جائے گی۔ لہذا وہ اپنے رخ ابراہیم کے کعبے کی طرف پھیر لیں گے جو بتوں سے پاک ہو چکا ہوگا۔ اور اس دن وہ لوگ نبی رحمۃ للعالمین کے پیروکار بن جائیں گے۔ فارس کے سردار، اور مدائن، اور طوس، اور بلخ یہ زرتشتیوں کے مقدس مقامات میں بے شک ان کا نبی البتہ ضرور وہ فصیح الکلام ہوگا جو معجزات کے ساتھ باتیں بتائے گا۔

تحقیق مصنف نے اشارہ کیا ہے بعد ایشا کی دیانات کے بہت سے فقروں کی طرف کتب عہد قدیم اور عہد جدید میں سے اور کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہی مراد ہیں اور مقصود ہیں۔ اس بیان سے جو اصحاب تینتیس (۳۳) سفر تثنیہ میں ہیں وہ یہ ہے : کہ

”رب آ گیا سیناء سے اس نے ان لوگوں کے لئے شعلہ روشن کیا اور کوہ فاران سے چمکا اور وہ قدس کی بلند یوں سے آیا اور اس کی دائیں جانب سے شریعت کی آگ تھی ان کے لئے“۔

اور عبرانی زبان میں بھی اسی طرح کا اشارہ آچکا ہے جیسے ذیل میں ہے :

ویومر یهود مسینائی بہ و زارع مسعیر لا مو هو فیع مہر باران و اتا مر بیوث قودش میمیفو ایش دات لا مو

انہوں نے اس کا ترجمہ بھی اسی طرح کا کیا ہے اور کہا ہے : کہ

”رب آیا سینا سے اور اس نے ان کے لئے آگ اٹھائی اور وہ کوہ فاران سے بلند ہوا اور وہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دائیں ہاتھ سے ان کے لئے شریعت کی آگ نکلی“۔

اور مصنف کہتے ہیں کہ شواہد قدیمہ سب کے سب کوہ فاران کے مکے میں وجود کے بارے میں خبر دیتے ہیں۔

اور مؤرخ جبروم اور لاہوتی یوسیبوس (Eusebis) کہتے ہیں کہ فاران ایک شہر ہے بلاد عرب کے نزدیک تین دن کے سفر کی مسافت پر۔ ایلہ سے مشرق کی طرف۔ اس نے توراہ کے اس ترجمہ سے نقل کیا ہے جو سامری میں ہے جو ۱۸۵ء میں منظر عام پر آیا۔ یہ کہ اسماعیل علیہ السلام نے حجاز میں فاران کے صحراء میں سکونت اختیار کی تھی۔ اور ان کی والدہ نے ان کے لئے ارض مصر سے ایک عورت لی تھی۔ اس کے بعد کہا ہے کہ (کتا، العدد، بائبل) عہد قدیم میں سے ہیں وہ فرق کرتی ہے۔ سیناء اور فاران کے جانیں۔ کیونکہ اس میں یہ آ رہا ہے کہ بنی اسرائیل نے کوچ کیا تھا صحرائے سینا سے۔ اور صحرائے فاران میں (ان پر) بادل اتر تھا۔ اور اولاد اسماعیل علیہ السلام نے کبھی سیناء کے مغرب میں سکونت نہیں کی تھی۔ اور کہا جاتا ہے کہ جبل فاران اسی کے مغرب میں واقع ہے۔

اور کتاب حقوق میں سے اصحاب ثالث میں یہ ہے کہ اللہ آیاتیمان اور قدوس سے جبل فاران سے۔ وہ اس وقت جنوب کی طرف تھا جہاں تیمان واقع ہے۔ اس موضع میں جس میں یمن واقع ہے جو عربیت کے ساتھ متصل ہے۔ اور یہ بات قطعاً ثابت نہیں کہ کوئی نبی ایسا گزرا ہو جس کی قیادت میں دس ہزار قدسیوں کی جماعت رواں دواں ہوئی ہو سوائے محمد علیہ السلام کے۔ اور لفظ قدیش، قدیس کے ساتھ ترجمہ کیا گیا ہے۔ مصنف کی رائے میں نیز اخیری تراجم میں ملائکہ ترجمہ کرنے پر مصنف اعتراض کرتے ہیں۔

اسی طرح یہ بات بھی قطعاً ثابت نہیں کہ محمد ﷺ کے سوا کوئی نبی شریعت لے کر آیا ہو موسیٰ کلیم اللہ کے بعد۔ لہذا موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کہ ”بے شک ایک نبی میری مثل عنقریب تمہارے لئے رب کو الہ مقرر کرے گا۔ وہ تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوگا“ (موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول) نبی عربی پر صادق آتا ہے جو کہ صاحب شریعت تھے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے کسی اور نبی پر صادق نہیں آتا جو حضور ﷺ سے پہلے گزر چکا ہو زمانے کے اعتبار سے۔ نیز مصنف کے نزدیک یہ بات راجح ہے کہ وہ شہر جس میں موسیٰ علیہ السلام کو علم عطا کیا گیا تھا یثرون کی یعنی شعیب علیہ السلام کی صحبت میں اور مدین اول نہیں تھا جو زلزلے میں تباہ ہو گیا تھا جب کہ قرآن مجید میں آیا ہے بلکہ وہ شہر حجاز کا تھا جس کا نام یثرب رکھا گیا تھا۔ یثرون کے نام پر یہ بات بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ جغرافیہ کے ماہر بطلموس دو جگہوں کو مدین قرار دینے کا قول کرتا ہے۔ اگرچہ اس نے بھی مصنف کی رائے میں غلطی کی ہے دونوں جگہوں کے تعیین کرنے میں۔

نیز بائبل کی کتاب تلوین میں آیا ہے کہ مدین بن ابراہیم جس کا نام مدیان اول رکھا گیا اس کا ایک بھائی تھا، اس کا نام عفار تھا۔ یہ وہی تھا جس کے بارے میں توراہ کا شارح نوہل (Knoble) کہتا ہے کہ اس کی اولاد بعثت اسلامی کے عہد میں یثرب کے قرب و جوار میں آباد ہو گئی تھی۔ شاید موسیٰ علیہ السلام نے یثرب کا نام اس کی اسی قرب و جوار کی وجہ سے حاصل کیا تھا۔ کیونکہ اس کا عربیت میں نام رکھنا زیادہ راجح تھا۔ ان کے مصری نام رکھنے سے یا عبرانی نام رکھنے سے بے شک فرعون کی بیٹی اس کا نام عبرانی میں نہیں لیتی تھی اور ہر وہ شخص بھی اس کا یہ نام نہیں رکھتا تھا جو عبرانی بچوں کے وہاں رجوع کرنے سے چھٹکارے کا ارادہ رکھتا تھا اور یہ بات صحیح ہے کہ کلمہ میسو (Messu) مصری زبان میں اس کا معنی طفل اور بچہ ہے جیسے بعض شارحین مورخین کہتے ہیں۔ مگر یہودی اپنی بیٹی کے لئے اور ان کے مخرج کے لئے جائے پیدائش کے لئے پسند نہیں کرتے کہ ارض مصر سے مصریوں سے کوئی نام مستعار لیں۔

## احمدیوں یعنی مرزائیوں کا نظریہ باطل

(۱) اور ان جماعتوں میں سے جنہوں نے خاصہ تکلف کیا ہے ان مذکورہ اخبار کو بیان کرنے کے ساتھ وہ ہندوستان کی جماعت احمدی ہے۔ جس نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ بھی کیا ہے۔ اس جماعت نے ان اخبار کے لئے اور تواریخ اور جنم پتری یا دریچوں کے لئے علیحدہ اور مستقل کام کیا ہے۔ محمد علیہ السلام کے ظہور کے بارے میں لمبی بحث کی ہے۔ اس مذکورہ ترجمہ کے مقدمہ میں اس جماعت نے اس میں بعض ان امور کی شرح کیا ہے۔

(۲) مفصل ہے اور انہوں نے اس میں اس بات کو زیادہ کیا ہے کہ موسیٰ کلیم اللہ و علیہ السلام کی نبوت تین اجزاء پر یا تین حصوں پر مشتمل تھی۔

[۱] طور سینا پر تجلی (ظہور) یہ جز تو ان کے زمانہ میں حاصل ہو گیا اور وجود میں آگئی۔ اور

[۲] تجلی سعید یا جیل اشعر سے یہ تجلی اور یہ ظہور وقوع پذیر ہوا تھا مسیح کے زمانے میں۔ اس لئے یہ جبل جماعت احمدیہ کے قول کے مطابق اس جگہ واقع ہے جہاں یعقوب علیہ السلام کے بیٹے مقیم ہوئے جو بعد میں ابنا اشعر کے لقب سے مشہور ہوئے تھے۔ اور

[۳] تجلی ثالث یعنی ان کا تیسرا ظہور ارض فاران سے ہوا تھا یہ ٹیلوں کی سرزمین تھی۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان۔ واضح رہے کہ یہ ساری ان کی سعی لا حاصل غلام احمد قادیانی کی نبوت کو منوانے کے لئے ہے (نعوذ باللہ من هذا الضلال البعید)۔ مترجم

(۳) اور کتاب فصل الخطاب میں آیا ہے کہ بچے اس سرزمین پر حجاج کرام کو خوشبو میں پیش کرنے کا ہدیہ اور تحفہ پیش کرتے تھے صحرائے فاران سے اور تحقیق اولاد اسماعیل علیہ السلام ایک بہت بڑی امت اور جماعت بن گئے تھے، جیسے ابراہیم علیہ السلام کے۔ وعدے میں آیا ہے کہ ان کو زمین کی فراخی بھی کفایت نہیں کرے گی کنعان کی حدود میں۔ اور کوئی انکار کی وجہ بھی نہیں ہے ان لوگوں کو اس ٹھکانے کے بارے میں جہاں عرب مقیم ہوئے جو اسماعیل علیہ السلام کی طرف نسبت جوڑتے ہیں۔ اور ان کے لئے کوئی سبب اور کوئی محرک بھی نہیں ہے۔ اس نسبت میں داخل ہونے کے لئے اس سے رجوع کرنے کے لئے اس لڑکی کی طرف جو اپنے مالک کے گھر سے پھینک دی گئی تھی۔

(۴) تحقیق توراہ میں اولاد اسماعیل کے نام بھی آچکے ہیں جو بلاد عرب میں زندگی گزار رہے تھے۔ ان میں سے پہلے شخص نبالوت یا نبات تھے جو قبائل قریش کے مورث اعلیٰ تھے۔

(۵) اور وہ بات جو شارح کاٹزیکازی (Katzipikazi) نے ثابت کی ہے وہ یہ ہے کہ اسماعیل علیہ السلام نے اپنی اولاد کو آباد کیا تھا فلسطین اور ینبع کے درمیان ساحل یثرب یا یثرب کی بندرگاہ پر۔

(۶) اور بطلموس اور بلینی ثابت کرتے ہیں کہ انباء قیدور۔ وہ قیدار اسماعیل علیہ السلام کا دوسرا بیٹا تھا، انہوں نے حجاز میں سکونت اختیار کی تھی۔

(۷) اور یہودی مؤرخ اس پر یہ اضافہ کرتا ہے کہ (یعنی یوسفوس) ان کی طرف انباء ادبیل تیسرے بیٹے کا ترتیب عہد قدیم میں۔

(۸) حالانکہ طویل بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انباء دومہ اور تیماء اور قدامہ کے بارے میں اور ان کے دیگر اکثر باقی بھائیوں کے بارے میں۔ اس لئے کہ وہ اماکن جو ان کی طرف منسوب ہیں یا منسوب کئے جاتے ہیں وہ آج کے دور تک انہیں کے نام سے مشہور اور معروف ہیں۔

(۹) اور اشعیاء کی خبر جو ولادت مسیح سے سات سو سال قبل ہے وہ کھلم کھلا ظاہر کرتی ہے کہ انباء اسماعیل علیہ السلام حجاز میں مقیم تھے۔ اس تفصیل میں نبی اشعیاء کہتے ہیں اکیسویں اصحاب سے وہی جو بلاد عرب کی جہت سے واضح کرتی ہے اے دوانیوں کے قافلہ آ جاؤ پانی پر پیا سے کی

ملاقات کے لئے، اے ارض تیمانہ کے رہنے والو وفا کرو بھاگ جانے والے کے ساتھ، روٹی دینے کے ساتھ، بے شک وہ تلواروں کے امام سے ہیں۔ تحقیق وہ بھاگ چکے ہیں لہراتی ہوئی تلوار کے امام سے اور تنی ہوئی کمان کے امام سے، شدت جنگ کے امام سے، بے شک اسی طرح کہا ہے مجھ سے سردار نے سال کی مدت میں مثل مزدور کے سال کے، وہ (سردار) فنا کر دیتا ہے اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے قیدار کی نسل کے ہر مجد اور ہر بزرگی کو۔ اور جماعت احمدیہ کے ترجمہ کرنے والے اعادہ کرتے ہیں اور وہ قیدار کی شکست کی تفسیر و تشریح کرتے ہیں جنگ بدر میں اہل مکہ کی شکست کے ساتھ۔ یہ وہ شکست تھی جو ان پر اتر پڑی تھی نبی علیہ السلام کی مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد سال کے سنتہ الاجیر کی طرح۔

اُونٹ کی مہار ..... (۱) اور وہ اس نبوت کو اور خبر کو ایک دوسری خبر نبوت کے ساتھ ملاتے اور معاون بناتے ہیں۔ اصحاب خاص سے اشعیاء کے سفر میں وہ اس میں کہتے ہیں (بلکہ وہ لمبی) بہت ساری اُمتوں کا جھنڈا اُٹھائے گا دور سے اور وہ ان کے لئے زمین کے اقصیٰ اور دور والے حصے کو خالی کرے گا۔ اچانک وہ لوگ جلدی کے ساتھ آئیں گے۔ نہ ان میں سے کوئی کمزور ہو کر گرے گا، نہ ہی پھسلے گا اور نہ ہی وہ اُونگھیں گے اور نہ ہی وہ سوئیں گے اور نہ ہی ان کی کمر کی پٹی کھلے گی اور نہ ہی ان کی جوتیوں کے تسمے ٹوٹیں گے۔ ان کے تیرنشاہ زکا اطرف لگے ہونگے، ان کی کمانوں کا ترکش کھینچے ہوئے ہونگے۔ ان کے گھوڑوں کے سم ایسے ہوں گے جیسے کہ چقماق کے پتھر ہیں۔ ان کے جوانوں کی جماعت ایسے جیسے کہ وہ بگولے ہیں۔ یہ اطلاع ہے اور خبر ہے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہ وہ آئیں گے غیر ارض فلسطین سے۔ یہ خبر کسی اور پر سچی نہیں آتی سوائے اسلام کے رسول اور پیغمبر کے۔

(۲) اور اس خبر کے ساتھ ایک دوسری خبر لاحق ہوتی ہے۔ اصحاب ثامن نے سفر اشعیاء اس میں ہے کہ رب نے اس کو ڈرایا ہے کہ وہ اس راستے کی وادی میں نہ چلے یہ کہتے ہوئے کہ مت کہو کہ فتنہ ہے ہر شخص کے لئے جو کہے اس کے لئے کہ یہ گھائی فتنہ اور آزمائش ہے اور نہ خوف کرو اس کے خوف جیسا اور نہ ڈرو۔ لشکروں کے رب کی پاکی بیان کرو۔ وہی تم لوگوں کا ڈرنا ہے، وہی تمہارا ڈرنا ہے۔ وہ مقدس ہوگا، دفاع کرنے کا پتھر ہوگا، صحبت اور میل جول کی چٹان ہوگا یعقوب کے دونوں گھروں کے لئے اور وہ یروشلم کے رہنے والوں کے لئے جال ہوگا اور شکاری کا پھندا۔ یروشلم میں بہت سارے پھل مل جائیں گے اور گر جائیں گے اور ٹوٹ جائیں گے اور لٹک جائیں گے۔ لہذا وہ گرمی ہوئی چیز کے طور پر اُٹھائے جائیں گے، شہادت پکی ہو جائے گی۔ شریعت میرے تلمذوں کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔ لہذا اس رب کے لئے صبر کرتے رہنے جو اپنے چہرے کو چھپانے والا ہے۔ یعقوب کے گھر سے اور اس کا انتظار کیجئے۔

یہ مذکورہ قول بھی خبر ہے اس رسول کے بارے میں جو شریعت کو ختم کر دے گا۔ یہ بات پیغمبر اسلام پر صادق آتی ہے اور کسی بھی دوسرے رسول پر صادق نہیں آتی جو حضور ﷺ سے پہلے آیا ہو یا بعد میں آیا ہو۔

(۳) اور اس (مذکورہ) خبر کے ساتھ ایک اور خبر بھی لاحق ہوتی ہے۔ اصحاب انیس سے سفر اشعیاء میں اس میں وہ رسول منتظر کے ساتھ مصر کا ایمان ذکر کرتا ہے۔ یہاں پر صاحب مقدمہ نے متصل اقتباس نقل کیا ہے اور اس پر تبصرہ بھی نقل کیا ہے کہ اہل عرب کی مصر میں آمد اور اہل مصر کی عراق میں آمد یہ سب کچھ اسلام کی دعوت کے زیر سایہ تھا۔

نوٹ : میں مترجم عرض کرتا ہوں کہ مقدمہ نویس ڈاکٹر عبدالمطعمی قلجی نے اسی نہج پر احمدیوں کے انگلش ترجمہ کے مقدمہ کے حوالے سے بائبل کے عہد قدیم اور عہد جدید میں سے اور انا جیل اربعہ کے درجنوں اقتباسات اور ان پر تبصرے نقل کئے ہیں جن کا خلاصہ مقصد حضور کی نبوت و رسالت کا اثبات اور اس کی تائید ہے۔ میں نے بخوف طوالت غیر ضروری سمجھ کر اس کے تقریباً دس صفحات کا ترجمہ ترک کر دیا ہے۔ اس کے بعد مقدمہ نویس ڈاکٹر قلجی لکھتے ہیں کہ یہ مذکورہ علامات چند مختصر نمونے ہیں۔ بے شمار اقتباسات اور دلائل میں سے جو تائید دیتے ہیں دوسری نبوتوں کے دلائل کے درحقیقت انہیں پر دعوت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام قائم ہے اور استوار ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اہم ترین دلیل دلائل اثبات رسالت محمدی کے لئے معجزہ قرآن ہے۔

## نبوت محمدی ﷺ کے دلائل میں سے اہم ترین دلیل معجزہ قرآن ہے

اہل مکہ نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ مطالبہ رکھتے تھے کہ اس کا رب جب یہ ارادہ کرے کہ وہ لوگ اس کی تصدیق کریں وہ اس کے ہاتھ پر معجزات جاری کر دے۔ جب کہ صورت حال کچھ اس طرح ہے کہ قرآن کریم میں کسی ایسے معجزے کا کوئی ذکر نہیں ہے جس کے ذریعے اللہ نے یہ ارادہ کیا ہو کہ سارے لوگ اس پر ایمان لے آئیں یعنی رسالت محمد ﷺ کے ساتھ باوجود اس کے زمانوں کے مختلف ہونے کے سوائے قرآن کریم کے۔ باوجود اس کے کہ قرآن نے ان معجزات کا ذکر کیا ہے جو اللہ کے حکم کے ساتھ ان رسولوں کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے تھے جو محمد ﷺ سے پہلے گزر چکے ہیں۔

قرآن کریم نبی کریم ﷺ کا قیامت تک کے لئے دائمی معجزہ ہے ..... تحقیق قرآن مجید نے اپنے اعجاز کو ثابت کر دیا ہے ہر اس شخص پر جس نے اس کو سنا ہے باوجود بلاغت میں ان کے مراتب کے فرق کے۔ اور تحقیق حیران ہو گئے تھے مشرکین اس کی صفت میں۔ اور اس پر حریص تھے کہ عرب والوں کے اس کے سماع سے روک دیں، حالانکہ اس بات کا پوری طرح یقین تھا کہ کوئی عربی ایسا نہیں جو اس قرآن کے درمیان اور انسان کے قول کے درمیان تمیز کرنے میں غلطی کرے گا اور اس کو غلطی لگ جائے گی۔ تحقیق قرآن مجید نے تمام مخلوق کو عاجز کر دیا تھا اپنے اسلوب میں اور اپنی نظم میں اور اپنے علوم کے اندر حکمتوں کے اندر، اور اپنی ہدایت کی تاثیر کے اندر، اور پردے ہٹانے کے اندر، گزرے زمانے اور آنے والے زمانے کے غیبوں سے۔

ان مذکورہ ابواب میں سے اعجاز قرآنی کے لئے الگ اور مستقل فصل ہیں اور ان میں سے ہر فصل میں کئی کئی فروع ہیں جو اصل کی طرف لوٹی ہیں۔ اور عربوں نے اس چیلنج کو تمام امتوں، تمام قوموں کی طرف نقل کیا تھا۔ لہذا ان کا معجز ظاہر ہو گیا، بعض اہل تصانیف نے بعض ایسے لوگوں کے بارے میں نقل کیا ہے جو قول میں بلاغت کے ساتھ موصوف تھے کہ وہ لوگ قرآن کی بلاغت کے اندر اس کا معارضہ و مقابلہ کرنے کے درپے ہوئے تھے اور اس کی فصاحت میں اس کی مثل بنانے کی کوشش کی تھی۔ اس کی ہدایت کے بغیر (محض الفاظ کی حد تک) مگر وہ ایسی کوئی چیز پیش نہ کر سکے جس کے ساتھ ملحدوں اور زندقوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہو سکتیں اور اس کے ذریعے اپنے الحاد اور بے دینی اور زندقیت پر دلیل لا سکتے (اس پر طرہ یہ ہے کہ) اس طرح کوشش کی بابت روایت سرے سے ضعیف ہے (تمام فصحاء بلغاء جب برابری کرنے سے عاجز ہو گئے) اس طرح قرآن مجید کا اعجاز (رہتی دنیا تک قائم و دائم ہو گیا) جب تک ارض و سماء قائم ہیں، یکے بعد دیگرے لوگوں کے گروہ اور زمانے ایک کے بعد ایک آتے جاتے رہیں گے، جب ہی نئے نئے علوم سامنے آتے جائیں گے۔ وہ اللہ کی کائنات کے اسرار سے پردے اٹھاتے رہیں گے۔ جب بھی کوئی گروہ اور کوئی جماعت یا شخص یہ سوچے گا کہ وہ فصاحت و بلاغت کی آخری انتہاء کو پہنچ گیا ہے قرآن مجید اپنے علو اور برتری میں اس سے آگے بڑھ جائے گا اپنے قد و قامت کے اعتبار سے قرآن کی ایک آیت کی مثل کوئی نہ لا سکا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی أن یاتوا بمثل هذا القرآن لا یأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظہیراً  
فرمادیتے کہ اگر جن و انس اس بات پر متفق ہو جائیں کہ وہ قرآن کی مثل بنا کر لے آئیں گے تو وہ اس کی مثل نہیں لائیں گے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے معاون بن جائیں۔

(لہذا) اگر کوئی غیر مسلم قوم یا جماعت آج کے دور میں اگر اس دین (توحید) پر ایمان لے آئے اور دین کی تصدیق کے لئے قرآن کے سوا کسی اور معجزے کی ضرورت نہ سمجھے تو یہ بات اس کے ایمان میں اسلام میں اور کوئی نقص یا عیب پیدا نہیں کرے گی۔ اور قرآن مجید نے بہت سارے ہدایت کے طالبان کو ہدایت پانے پر ابھارا ہے قدیم زمانے میں۔ دعوت اسلام کے آغاز میں بھی اور جدید زمانے میں اس دور میں جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں۔ باوجود ان میں فکر و نظر کے مختلف ہونے کے اور طبعی اور فطری میلانات و رجحانات کے ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے (قدیم و جدید دور کے لوگ) استطاعت رکھتے ہیں (اور ان کے لئے پوری طرح ممکن ہے) کہ قرآن مجید کے چشمہ صافی کے فیض سے سیراب ہوں اور اپنی پیاس بجھائیں اور اس کے نور سے روشنی حاصل کریں تو ہر ایک ان میں سے قرآن مجید کے اسرار میں سے کوئی نہ کوئی راز ضرور دیکھ لے گا اور قرآن کے اسرار پر مطلع ہوگا۔

## مورخ ابن خلدون کا علامات نبوت کے متعلق فرمان

خوارق عادات کا وقوع یعنی جو کام ہم سب لوگ عادتاً نہیں کر سکتے ان کاموں کا انبیاء سے واقع ہونا بھی ان کی نبوت کی علامات میں سے ہیں۔ یہ بھی ایک شاہد ہے جو ان کی سچائی پر شہادت دیتی ہے۔ یہ ایسے افعال ہیں جو بشر کو اپنی مثل لانے سے عاجز کر دیتے ہیں، اسی وجہ سے ان کا نام معجزہ رکھا جاتا ہے۔ یہ کام اور یہ امور بندوں کے قدرت کی جنس سے نہیں ہوتے۔ اور یہ امور ان کی قدرت کے محل سے ہٹ کر واقع ہوتے ہیں۔

جب یہ بات طے ہوگئی تو جان لیجئے کہ تمام معجزات میں سے اعظم معجزہ اور اشرف معجزہ اور دلالت کے لحاظ سے واضح ترین معجزہ قرآن مجید ہے جو ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ پر اترتا ہے۔ بے شک خوارق (خلاف عادت امور) زیادہ توحی کے مغائر واقع ہوتے ہیں جس کو نبی ﷺ پالیتا ہے۔ اور وہ معجزے کو شاہد اور تصدیق کنندہ کے طور پر لاتا ہے۔ اور قرآن مجید بذات خود وحی مُدَّعٰی ہے۔ اور خارق معجزہ بھی ہے (عادتاً جس کی نظیر لانا ناممکن ہے)۔ تو گو اس کا شاہد اور گواہ اس کی اپنی ذات میں ہے۔ کسی خارجی اور بیرونی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ دیگر تمام معجزات کی طرح وحی کے ساتھ یہ (قرآن مجید) دلالت کرنے میں واضح ترین چیز ہے اس لئے دلیل اور مدلول فیہ میں اتحاد ہے، دونوں ایک چیز ہیں۔

یہی مفہوم ہے اور مطلب ہے نبی کریم ﷺ کے اس قول کا :

ما من نبی الا وقد اعطی من الايات ما مثله امن عليه البشر ، وانما كان الذی اوتيته و حیاً او حاه الله الی ،  
فارجو ان اکون اکثرهم تابعا یوم القیامة

نہیں کوئی نبی مگر تحقیق ان کو ایسے معجزات عطا کئے گئے جس کی مثل معجزات و آیات پر انسان ایمان لے آیا اور حقیقت کچھ اس طرح ہے کہ وہ معجزہ جو مجھے وحی کے طور پر عطا کیا گیا ہے، اللہ نے اس کو میری طرف وحی کیا ہے۔ لہذا میں امید کرتا ہوں کہ میں ان انبیاء میں سے قیامت کے دن سب سے زیادہ تابعداروں والا ہوں گا۔ (یعنی سب سے زیادہ ماننے اور تابعداری کرنے والے لوگ میرے پاس ہوں گے)

یہ حدیث اشارہ کرتی ہے کہ یہ معجزہ محمدی جب اس خاص صفت پر ہے واضح ہونے میں اور قوت دلالت میں، اور وہ اس کا نفس وحی ہونا ہے۔ اس کی تصدیق اپنے واضح ہونے میں اکثر ہوئی۔ لہذا تصدیق کرنے والے مؤمن بھی زیادہ ہوں گے اور وہی تابع اور امت ہے۔ صاحب شفاء (قاضی عیاض) کی تحقیق..... حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں۔

کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

ما من نبی من الانبیاء الا وقد اعطی من الايات ما مثله امن عليه البشر ، وانما كان الذی اوتیت و حیا  
او وحی الله الی ، فارجو ان اکون اکثرهم تابعا یوم القیامة

ہر نبی کو وہ معجزات دیئے گئے جس کی مثل پر بشر ایمان لایا۔ اور جو چیز مجھے بطور وحی کے دی گئی وہ ایسی ہے کہ اللہ نے اس کو میری طرف وحی کیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ قیامت میں میرے تابعدار سب سے زیادہ ہوں گے۔

صاحب شفاء فرماتے ہیں کہ محققین کے نزدیک اس کا مطلب آپ کے معجزے کی بقاء مراد ہے۔ آپ ﷺ کا معجزہ ہمیشہ قائم رہے گا کہ جب تک دنیا قائم ہے۔ اور دیگر تمام انبیاء کے تمام معجزات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بھی ختم ہو گئے تھے۔ ان کا مشاہدہ صرف وہی لوگ کر سکے تھے جو وہاں موجود تھے۔ جبکہ قرآن پاک کا معجزہ ایسا ہے اس پر ایک زمانہ کے بعد دوسرا زمانہ واقف ہوتا رہے گا قیامت تک۔

اس مقام پر میرے لئے یہ بات ممکن ہے اور آسان اور مناسب ہے کہ میں کئی وجوہ اعجاز قرآنی ذیل میں مختصر پیش کروں۔



- ۱۔ وجہ اول : یا (اعجاز قرآنی کی پہلی صورت) جو فصاحت و بلاغت پر مشتمل ہے وہ ایجاز اور اطالت میں ہے۔ کہ کبھی کسی قصے کو طویل الفاظ و کلام کے ساتھ لاتے ہیں پھر اس کو مختصر لفظ کے ساتھ دہراتے ہیں مگر اس انداز سے کہ پہلے والے مقصود میں بھی خلل نہیں آتا۔
  - ۲۔ دوسری صورت : (اعجاز قرآنی کی دوسری صورت) قرآن مجید کا کلام اسلوبوں سے ہم آہنگ ہونا ہے اور اشعار کے وزن۔ ان دو خصوصیات کی بنا پر عرب کو چیلنج ہوا۔ اور وہ عاجز آگئے اور حیران ہو گئے اور اس کی فضیلت و برتری کا اقرار کر لیا۔
  - ۳۔ تیسری صورت : اہم سابقہ کی خبروں پر مشتمل ہونا اور انبیاء کی سیرتوں پر، جس کو اہل کتاب پہلے سے جانتے تھے۔ باوجود کہ ان خبروں کو بیان کرنے والا خود وحی نہ لکھتا تھا نہ ہی پڑھتا تھا اور نہ ہی یہودی عالموں اور کاتبوں کے ساتھ صحبت رکھنے اور ہم نشینی کرنے کو جانتا تھا۔
  - ۴۔ چوتھی صورت : قرآن مجید کا مستقبل کے بارے میں غیب کی خبریں دینا جو قطعی طور پر اس کی سچائی پر دلالت کرتا ہے اور زمانہ مستقبل میں واقعات کا اسی خبر کے مطابق ہو جانا۔
- جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے :

۱۔ اَلَمْ يَغْلِبْ الرُّومَ فِي اَدْنٰى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ - فِى بَضْعِ سَنِيْنَ  
 اَلَمْ : رومی قریب تر زمین میں مغلوب ہو جائیں گے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد قریب چند سالوں میں غالب آ جائیں گے۔  
 (قرآن مجید کی طرف سے یہودیوں کے دوبارہ غالب آنے کی پیشگوئی تھی جو پوری ہو کر رہی)

۲۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فَتَمْنُوا الْمَوْتَ - ثُمَّ قَوْلُهُ : وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ اَبَدًا

قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے فرمایا : کہ تم موت کی تمنا کرو۔ پھر خود ہی فرمایا : کہ یہ لوگ ہرگز اس کی آرزو نہیں کریں گے کبھی بھی۔

۳۔ نیز یہ ارشاد کہ :

قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتْغْلِبُوْنَ

کافروں سے کہہ دیجئے کہ تم لوگ عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے۔ اور حقیقت میں وہ مغلوب ہو گئے تھے۔

۴۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ

مسلمانو ! تم لوگ ضرور مسجد الحرام میں امن کے ساتھ (مدینہ سے مکہ جا کر) داخل ہوؤ گے۔ اور حقیقتاً واقعی داخل ہو گئے تھے۔

۵۔ منجملہ اعجاز قرآن میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اختلاف اور تناقض سے محفوظ ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَلَوْ كَانْ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوْجَدُوْا فِيْهِ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا

اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو آپ اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔ نیز ارشاد ہے :

۶۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَخٰفِضُوْنَ

بے شک ہم نے ہی اس ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

حفاظت قرآن اور علامہ ابن عقیل کی وضاحت ..... علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ جمیع قرآن محفوظ کر دیا گیا۔ اس کی آیات بھی اور سورتیں بھی۔ اس طرح کہ اس پر کوئی تبدیلی داخل نہیں ہوئی اس حیثیت سے کہ اس نے مخلوقات کو بھی اس کی مثل لانے سے عاجز کر دیا ہے تو اس اعتبار سے قرآن خود اپنی ذات کا محافظ ہے کہ اس نے تمام خلایق کو اپنی مثل لانے سے عاجز کر دیا ہے۔

ابو الوفا علی بن عقیل کا قول ..... آپ جب یہ ارادہ کریں کہ یہ جانیں کہ قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں ہے بلکہ یہ آپ کی طرف اتارا گیا ہے تو آپ رسول اللہ ﷺ کے کلام میں غور کریں کہ وہ قرآن کے بارے میں کیسے ہے؟ دونوں کلاموں اور دونوں اسلوبوں کے مابین غور کریں اور یہ بات معلوم ہے کہ انسانوں کا کلام ایک دوسرے کے مشابہ ہوتا ہے جبکہ نبی کریم ﷺ کا کوئی کلمہ ایسا نہیں جو قرآن کے اسلوب اور قرآن کی طرز کے مشابہ ہو۔

علامہ ابن عقیل کا قول ..... قرآن کے اعجاز میں سے یہ بات بھی ہے کہ کسی شخص کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس قرآن میں سے کسی آیت کو پیش کر سکے جس کے معنی و مفہوم کسی ایسے کلام سے مانوڑ ہو جو پہلے گزر چکا ہو، حالانکہ لوگ ہمیشہ بعض بعض سے کھولتے اور اخذ کرتے آئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ منبتی شاعر نے ابو الجحری سے اخذ کیا ہے۔

صاحب الوفاء کا اعجاز قرآن کے متعلق فرمان ..... میں نے دو عجیب و غریب معنی و مفہوم استخراج کئے ہیں :

اول : یہ کہ تمام انبیاء کے معجزات ان کی موت کے ساتھ ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔ آج اگر کوئی ملحد کوئی بے دین یہ کہے کہ محمد ﷺ اور موسیٰ علیہ السلام کے سچے ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اس کو یہ جواب دیا جائے کہ محمد ﷺ کے لئے چاند دو ٹکڑے کیا گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا دو ٹکڑے کیا گیا تھا تو وہ فوراً کہہ دے گا کہ نہیں یہ بات محال ہے ناممکن ہے (اس واسطے کہ وہ چیزیں ختم ہو گئیں)۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو محمد ﷺ کے لئے معجزہ بنایا تھا اور ایسا بنایا کہ وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ اس لئے تا کہ محمد ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ کی سچائی کی دلیل ظاہر باہر رہے اور قائم و دائم رہے۔ اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ قرآن کو دیگر تمام انبیاء کی سچائی کی دلیل بنا دیا۔ اس لئے کہ قرآن ان تمام مذکورہ انبیاء کا مصدق ہے اور ان کی تصدیق کرنے کے ساتھ ان کے حال کی خبر بھی دیتا ہے۔

دوئم : دوسرا یہ معنی اور مطلب میں نے استخراج کیا ہے :

(۱) کہ قرآن مجید نے اہل کتاب کو خبر دی تھی کہ محمد ﷺ کی صفت ان کے ہاں توراہ و انجیل میں لکھی ہوئی ہے۔

(۲) اور حضرت حاطب بن بلتعہ کے ایمان کی شہادت۔

(۳) اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت بیان کی تھی۔

یہ تمام شہادتیں غیب پر ہیں۔ بالفرض اگر توراہ و انجیل میں محمد ﷺ کی صفت نہ ہوتی تو یہ بات ان کے لئے ایمان لانے سے نفرت دلانے والی ہوتی۔ (وہ فوراً کہتے کہ یہ غلط ہے جھوٹ ہے)۔ اور اگر حاطب اور عائشہ رضی اللہ عنہما اپنے نفسوں کے بارے میں جانتے کہ یہ شہادت و براءت غلط ہے تو ان کے اپنے نفس اس سے مختلف ہیں تو وہ ایمان سے پھر جاتے۔

۱۔ استاذ المہندی فرانسسی مصنف کا فرمان ..... استاذ المہندی (انیس دینیہ) فرانسسی مصنف (جو مسلمان ہوئے، حج کیا اور اسلام کے بارے میں بہت کچھ لکھا) قرآن مجید کے اعجاز کی بابت اپنی کتاب ”محمد رسول اللہ ﷺ“ میں کہتے ہیں کہ وہ انبیاء جو محمد ﷺ سے پہلے گزرے تھے ان کے معجزات فی الحقیقت وقتی معجزات تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ ان کو بھول گئے مگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم آیات کو دائمی معجزہ کا نام دیں۔ یہ اس لئے کہ اس کی تاثیر قائم و دائم ہے اور اس کا عمل مستقل اور ہمیشہ کا ہے۔ ایک مؤمن مسلم کے لئے ہر وقت اور ہر جگہ یہ آسانی ہے کہ وہ (اپنے نبی کے اس) زندہ جاوید معجزے کو اور کلام ناطق کو محض کتاب اللہ کی تلاوت کر کے دیکھ سکے۔

اور اس دائمی معجزہ قرآنی کے اندر ہم انتشار کا پھیلنے اور زندہ رہنے اور قائم رہنے کا اصل اور کامیاب سبب پاتے ہیں۔ اسلام جس کی حفاظت کرتی ہے یہ بقاء دوام جس کے اصلی سبب اہل یورپ ادراک نہیں کر سکے۔ اس لئے کہ وہ قرآن سے قطعاً جاہل اور بے خبر ہیں، یا اس لئے کہ وہ قرآن کو اس کے تراجم میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جو زندگی اور حیات بخش نہیں ہوئے اور ان میں وہ متن کی گہرائی بھی نہیں ہوتی۔

بے شک وہ جادو گرانہ کشش جس کے ساتھ منفرد کتاب انٹرنیشنل امہات کتب سے ممتاز ہوتی ہے کہ وہ سبب اور علت کی مقتضی نہیں ہے (خصوصاً جبکہ ہم مسلمان ہیں) اس لئے کہ ہم لوگ ایمان رکھتے ہیں کہ وہ کلام اللہ اسی نے اس کو اپنے رسول پر نازل کیا ہے، مگر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ یہاں پر دو مستشرقین کی رائے پیش کریں جن کی قابلیت کی بنا پر ان کی شہرت عام ہو چکی ہے۔

۲۔ سفری کا قول ..... سفری یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے فرانسیسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ اپنی لغت کو اچھی طرح جانتے تھے۔ یہ ایسی لغت ہے کہ بساط ارض پر ہم ایسی کوئی چیز نہیں پاتے جو اس کے مشابہہ ہو، بے نیاز ہونے میں اور حسن ترتیب میں۔ بے شک اس کے اپنے افعال و الفاظ کی ترتیب کے سبب فکر انسانی کے لئے یہ بات ممکن ہو سکتی ہے کہ وہ مسلسل اپنی پرواز بلند کر سکے، نیز آپ اس کو انتہائی باریکی و گہرائی کے ساتھ موصوف کر سکتے ہیں۔

یہ ایسا کلام ہے جس میں موسیقی کے پیارے پیارے نغمے ہیں جو مختلف خوبصورت حیوانی آوازوں کے مشابہہ ہیں اور ایسا کلام ہے جس میں پانیوں کے تیز بہاؤ کی گڑ گڑاہٹ ہے، جس میں بجلی کی کڑک ہے، جس میں ہواؤں کی سنسناہٹ ہے۔

آپ علیہ السلام کی فصاحت کا ذکر ..... محمد ﷺ اس ازلی لغت کا پوری طرح علم رکھتے تھے (جیسے میں پہلے کہہ چکا ہوں)۔ وہ لغت جو کثیر شعراء کے کلام سے زیادہ اپنی تازگی اور خوبصورتی کے ساتھ مزین ہے۔ محمد ﷺ نے پوری پوری کوشش کر ڈالی تھی کہ وہ اپنی تعلیمات کو ان تمام خوبیوں کے ساتھ آراستہ کر لیں جو بلاغت کے اندر حسن و جمال اور سحر بیانی ہوتی ہے۔ جزیرۃ العرب میں شعرا تقدیر سے بلند مقام کے ساتھ پورا پورا فائدہ اٹھاتے تھے۔ سید ربیعہ مشہور شاعر نے اپنے قصیدوں میں سے ایک قصیدہ کو باب کعبہ پر معلق کر دیا تھا۔ جس کی شہرت اور شاعرانہ قدرت چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ شاید کوئی شوقین اپنے شوق کی تسکین کے لئے مقابلے میں آئے، مگر اس سے یہ اعزاز چھیننے کے لئے کوئی آگے نہ بڑھ سکا۔

ایک دن سید کے قصیدے کے برابر میں قرآن مجید کی پچپن ویں سورۃ یا دوسری سورۃ بھی معلق کر دی گئی۔ سید نے اس کو بہت پسند کیا اور اپنی ہزار عجب اور خود پسندی کے ساتھ اور مشرک ہونے کے باوجود اس نے محض اپنی شکست کا اقرار ہی نہیں کیا بلکہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ اسی دن اس کے چاہنے والوں اور اس کے اشعار کے پرستاروں نے جو اس کے کلام کا ایک دیوان مرتب کرنا چاہتے تھے، اس سے اس کے اشعار اور کلام کے بارے میں پوچھا تو اس نے یہ جواب دیا کہ اب میں اپنے اشعار کو دوبارہ دہرانے اور یاد کرنے کا اعادہ نہیں کروں گا۔ اس وقت اللہ کی نازل کردہ آیات کے خوف اور رعب نے اپنے ماسوا کسی اور شئی کی جگہ میری یادداشت کے اندر باقی نہیں چھوڑی۔

۳۔ اشانلی لیبین پل کا قول ..... بے شک قرآن مجید کا اسلوب اس کی سورتوں میں سے ہر سورت میں ایک ایسے باب کا اسلوب ہے جو شہادت بکھیرتا ہے اور زندگی کو سکون دیتا ہے۔ اور اس کے الفاظ اس آدمی کے الفاظوں کی طرح ہیں، جو دعوت کے لئے مخلص ہے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے لے کر آج تک قوت و شجاعت فطری پر ابھارتا رہا ہے اور ابھار رہا ہے۔ اس کی گہرائی میں چنگاری ہے جس کے ساتھ وہ اتارا گیا ہے۔

## حضور ﷺ کی حیات علیا اور جہاد میں نبوت کے دلائل

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ رفعت و بلندی کی اس انتہاء کو پہنچ گئی تھی، جہاں تک کوئی انسان نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اور آپ ﷺ کی حیات مبارکہ رسالت سے قبل بھی سچائی اور امانت اور شرافت کے اعتبار سے ضرب المثل تھی۔ جیسے رسالت کے بعد تمام حیات مبارکہ قربانی اور صبر اور جہاد فی

سمیل اللہ سے عبارت تھی۔ ایسی قربانی جس سے بارہا آپ کی زندگی موت کا نشانہ بنی۔ اگر محمد ﷺ اپنے رب کی رسالت و پیغام چھپانے میں اور اپنے اس چیز کے ساتھ ایمان میں سچے نہ ہوتے جس کے ساتھ اللہ نے ان کو اٹھایا تھا اور اپنی رسالت کے عام ہونے کا یقین نہ ہوتا تو ہم دیکھتے کہ زمانوں کے گزر کے ساتھ ساتھ تو آپ کی حیات طیبہ کے آثار اور آپ کے فرامین مٹ جاتے (جبکہ اس کے برعکس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کی تعلیمات اور آپ کی حیات طیبہ کے آثار اور اسوۂ حسنہ صرف قائم و دائم ہی نہیں بلکہ اس کی تابانیت روز بروز بڑھ رہی ہے۔) (مترجم)

(۱) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی :

وانذر عشیرتک الاقربین - اے محمد آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔

رسول اللہ ﷺ کوہ صفا پر ..... تو نبی کریم ﷺ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور اعلان کیا، اے قریش کی جماعت! تو قریش نے کہا کہ محمد کوہ صفا پر چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہے ہیں۔ وہ سب چلے آئے اور سب جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے، کیا ہوا اے محمد ﷺ؟

حضور ﷺ نے فرمایا تم لوگ بتاؤ کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایک شیر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم مجھے سچا مان لو گے؟ قریش نے کہا، کہ جی ہاں۔ آپ ہمارے نزدیک سچے اور غیر منہم زدہ ہیں، ہم نے آپ کے اوپر کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا۔ تو حضور نے فرمایا، بے شک میں تم لوگوں کو عذاب شدید سے پہلے ڈراتا ہوں۔

اے بنی عبدالمطلب، اے بنو عبدمناف، اے بنو زہرہ، یہاں تک کہ آپ نے ایک ایک کر کے قریش کے تمام قبائل کو شمار کیا۔ اور فرمایا بے شک اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں اور بے شک میں تمہارے لئے دنیا کے کسی فائدہ کا مالک نہیں ہوں اور نہ ہی آخرت میں کوئی تمہیں حصہ دلا سکتا ہوں، ہاں مگر یہ کہ تم اگر لا الہ الا اللہ کو مان لو۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں اس وقت خطبہ دینے کھڑے ہوئے جب اللہ نے یہ آیت اتاری :

وانذر عشیرتک الاقربین - آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے

تو حضور ﷺ نے فرمایا، اے قریش کی جماعت! (یا اس طرح کا کوئی اور جملہ ارشاد فرمایا تھا) تم لوگ اپنے نفسوں کو خرید لو۔ میں تمہیں اللہ کے ہاں کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکوں گا۔ اے بنو عبدمناف! میں تمہیں اللہ کے آگے کوئی فائدہ نہیں دے سکوں گا، اے عباس بن عبدالمطلب! میں تجھے اللہ کے آگے کوئی فائدہ نہیں دے سکوں گا۔ اے صفیہ! (رسول اللہ کی پھوپھی) میں تجھے اللہ کے ہاں کوئی فائدہ نہیں دے سکوں گا۔ اے فاطمہ! (بنت محمد رسول اللہ) مجھ سے مانگ لو میرے مال میں سے جو کچھ چاہو، میں تجھے اللہ کے ہاں کسی چیز کا فائدہ نہیں دے سکوں گا۔

کتب سیرت خبر دیتی ہیں کہ قریش ابوطالب کی طرف دوڑے دوڑے گئے تاکہ وہ محمد ﷺ کو دعوت میں دائمی پابندی کرنے سے روکیں۔ جب قریش ان سے ملے تو کہنے لگے، اے ابوطالب! بے شک آپ کا بھتیجا ہمارے ابو ہوں، معبودوں کو گالیاں دیتا ہے اور ہمارے دین کو عیب لگاتا ہے، ہمارے عقل مندوں کو بے وقوف کہتا ہے، ہمارے باپ دادوں کو گمراہ قرار دیتا ہے۔ یا تو آپ اس کو ہم سے روک دیں، ورنہ ہمارے اور اس کے درمیان سے آپ ہٹ جائیں۔ آپ بھی دین میں اس کے خلاف ہیں جس طرح ہم ہیں، یعنی آپ بھی بدستور ہمارے دین پر ہیں اس کے دین پر نہیں ہیں۔ لہذا آپ اور ہم مل کر اس سے اپنے دین کی حفاظت کریں۔ ابوطالب نے ان کے ساتھ نرم بات چیت کی اور ان کو خوبصورت جواب دیا جس سے وہ واپس چلے گئے۔ اور ادھر رسول اللہ ﷺ اپنی اسی ڈگر پر چل رہے تھے جس پر وہ تھے۔ وہ اللہ کے دین کو غالب کر رہے تھے اور اس کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ اس کے بعد حضور کے اور قریش کے درمیان ٹھن گئی، یہاں تک کہ لوگ ایک دوسرے سے دور ہو گئے اور ایک کے ساتھ بغض اور کینہ رکھنے لگے اور قریش کثرت کے ساتھ اپنی مجالس میں رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کرنے لگے اور ان کے معاملے میں ایک دوسرے کو طعنہ دینے لگے اور بعض بعض کو ان کے خلاف ابھارنے لگے۔

اس کے بعد ایک بار پھر وہ ابوطالب کے پاس گئے۔ اور ان سے کہنے لگے، اے ابوطالب! بے شک آپ ہمارے بڑے ہیں، ہمارے محترم ہیں، آپ کا ہمارے اندر ایک مقام ہے۔ ہم نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو ہمارے معاملے میں مداخلت کرنے سے روکیں مگر آپ نے اس کو ہمارے معاملے میں گڑبڑ کرنے سے نہیں روکا۔ بے شک ہم لوگ اللہ کی قسم اس کیفیت پر صبر نہیں کر سکتے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو گالیاں دی جائیں۔ اور ہمارے عقل مندوں کو بے وقوف کہا جائے اور ہمارے معبودوں مشکل کشاؤں کو بُرا کہا جائے۔ اس وقت تک جب تک آپ اس کو ہم سے روک دیں ورنہ ہم اس کو بھی اور آپ کو بھی ایک ہی جیسا سمجھیں گے۔ یہاں تک کہ دونوں فریقوں میں سے کوئی ہلاک ہو جائے گا (یا جیسے انہوں نے کہا)۔ پھر وہ اس سے ہٹ گئے۔ لہذا ابوطالب نے اپنی قوم کے فراق کو اور اس کو چھوڑ دینے کو بہت بڑا المیہ سمجھا اور ان کی دشمنی کو بھی اور ادھر وہ خوش دلی سے رسول اللہ کے اسلام کو بھی پسند نہیں کر رہے تھے اور وہ حضور ﷺ کو بے یار و مددگار بھی نہیں چھوڑ سکتے تھے۔

ابوطالب کی ہمدردانہ گفتگو ..... لہذا ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیج کر بلایا اور کہا، اے بھتیجے! آپ کی قوم میرے پاس آئی ہے اور انہوں نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے جو بھی بات انہوں نے کہی تھی۔ لہذا آپ مجھے بھی جینے دو اور خود بھی جیو اور مجھ سے اس معاملے میں اتنا بار نہ اٹھو، جس کی مجھے طاقت نہیں۔ حضور ﷺ نے گمان کیا کہ ان لوگوں نے میرے چچا کو مجبور کر دیا ہے۔ لہذا وہ مجھے رسوا کر دے گا اور مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔ اور وہ میری نصرت کرنے سے اور میرا ساتھ دینے سے عاجز آگئے ہیں۔

رسول اللہ نے فرمایا، اے چچا جان اللہ کی قسم اگر یہ لوگ سورج کو لا کر میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور چاند کو لا کر میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں اس شرط پر کہ میں اس معاملے کو چھوڑ دوں (تو ایسا نہیں ہو سکتا، میں ایسا کرنے کو تیار نہیں ہوں)۔ یہاں تک کہ اللہ اس دین کو غالب کر دے یا میں اسی راستے میں جان دے دوں گا مگر اس کو نہیں چھوڑوں گا۔

کہتے ہیں اس کے بعد حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ رو پڑے۔ پھر آپ اٹھ کر جانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جب جانے لگے تو ابوطالب نے ان کو بلایا اور کہا، یہاں آئیے اے بھتیجے۔ کہتے ہیں کہ حضور واپس آئے ان کے پاس اور انہوں نے کہا بھتیجے اب جائیے۔ اور دین کی طرف دعوت کے بارے میں کہتے رہے جو پسند کریں، اللہ کی قسم میں کبھی بھی آپ کو کسی چیز میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں ..... جب ابوطالب کی وفات ہو گئی تو قریش رسول اللہ ﷺ پر دلیر ہو گئے اور انہوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی۔ لہذا آپ طائف کی طرف (دعوت اسلام دینے کے لئے) نکل گئے۔ زید بن حارث بھی آپ کے ساتھ تھے۔ یہ ۱۰/نبوی ماہ شوال کے آخری ایام تھے۔ حضور ﷺ نے طائف میں دس دنوں تک قیام کیا۔ آپ طائف کے تمام شرفاء اور معززین کے پاس (دعوت توحید و دعوت اسلام) لے گئے اور ان سے بات چیت کی اور محمد ﷺ نے ان کو اسلام کی طرف بلایا۔ خصوصاً تین بھائیوں کو جو بنو ثقیف کے سردار اور معزز آدمی تھے۔ ان کے نام مندرجہ ذیل تھے :

(۱) عبدیلیل (۲) مسعود (۳) بنو عمرو بن عمیر بن عوف

حضور ﷺ ان کے پاس بیٹھے اور ان کو اللہ کی طرف دعوت دی اور ان سے اس سلسلے پر بات چیت کی جس مقصد کے لئے آپ ان کے پاس پہنچے تھے کہ وہ اسلام پر حضور ﷺ کے ساتھ نصرت اور تعاون کریں اور حضور کے ساتھ کھڑے ہو جائیں ہر اس آدمی کے خلاف جو حضور کی مخالفت کرے ان کی قوم میں سے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے جواب دیا، وہ درج ذیل ہے :

(۱) ایک نے کہا کہ اگر اللہ نے تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے تو میں کعبہ کا غلاف نوچ کر پھینک دوں گا۔

(۲) دوسرے نے کہا کہ کیا اللہ کو تیرے سوا اور کوئی نہیں ملا جس کو وہ رسول بنا کر بھیجتا۔

(۳) تیسرے نے کہا کہ میں کبھی بھی تم سے بات نہیں کروں گا اور اگر تم رسول ہو اللہ کی طرف سے جیسے تم کہتے ہو تو آپ بہت بڑے خطرے میں ہیں اس سے کہ میں آپ کی بات کا جواب دوں اور اگر آپ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں تو میرے لئے مناسب نہیں کہ میں آپ سے کلام کروں۔

اوباش لڑکوں کا پیچھا کرنا ..... چنانچہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اس حال میں کہ آپ بنو ثقیف کی خیر سے مایوس ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنے اوباشوں، آوارہ لڑکوں اور اپنے غلاموں کو حضور ﷺ کے پیچھے بھیج دیا۔ وہ ان کو گالیاں دیتے، فقرے کستے اور ان پر چیخ و پکار کرتے، شور مچاتے رہے۔ حتیٰ کہ لوگ اکٹھے ہو گئے۔ آپ کو مجبور کر کے ایک باغ میں لے گئے جو عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کا تھا اور وہ دونوں اس میں موجود تھے۔ لہذا وہ بنو ثقیف کے اوباش جو پیچھے لگے ہوئے تھے وہ چھوڑ کر چلے گئے۔

آپ علیہ السلام کی دعا ..... حضور ﷺ انگوروں کی بیل کی ایک چھتری تلے سائے میں بیٹھ گئے اور ربیعہ کے دو بیٹے حضور ﷺ کی طرف دیکھ رہے تھے اور یہ بھی دیکھ رہے تھے جو کچھ طائف کے آوارہ لڑکوں نے آپ کے ساتھ سلوک کیا تھا، حضور ﷺ کی جب سانس بحال ہوئی تو آپ نے فرمایا:

اللهم اليك اشكو ضعف قوتي وقلة حيلتي وهواني على الناس يا رحم الراحمين انت رب المستضعفين وانت ربي الی من تكلني الی بعيد يتجهمني ام الی عدو ملكته امری ان لم یكن بك غضب فلا ابالی۔ ولكن عافيتك اوسع لی۔ اعوذ بنور وجهك الذی اشرقت له الظلمات و صلح علیه امر الدنيا والاخرة من ان تنزل بی غضبك او يحل علی سخطك لك العتبی حتی ترضی ولا حول ولا قوة الا بك۔

اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں اپنی قوت کے ضعیف و کمزور ہونے کا شکوہ کرتا ہوں اور اپنی تدبیر کی کمی اور ناکافی ہونے کا بھی شکوہ کرتا ہوں اور لوگوں کے سامنے اپنے کمزور ہونے کا بھی۔ اے سب سے بڑے رحم کرنے والے! تو ہی کمزوروں کا رب ہے اور تو ہی میرا رب ہے۔ آپ مجھے کس کے حوالے کریں گے؟ کسی ایسے بعید کی طرف جو میری فریاد نہ سن سکے؟ یا کسی ایسے دشمن کے حوالے جس کو آپ نے میرے معاملے کا اختیار دے رکھا ہو؟ اگر تجھے میرے اوپر ناراضگی نہیں ہے تو کوئی پروا نہیں کرتا۔ مگر تیری طرف سے میرے لئے عافیت عطا ہونا زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے اس نور کے ساتھ پناہ لیتا ہوں جس سے تاریکیاں اُجالوں میں بدل جاتی ہیں اور اس پر دنیا اور آخرت درست ہو جاتی ہے (پناہ لیتا ہوں اس بات سے) کہ مجھ پر تیرا غضب اترے یا مجھ پر تیری ناراضگی آجائے سرزنش تیری ہے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے اور گناہوں سے واپس ہٹنے کی اور نیکی کرنے کی طاقت تیری طرف سے ہے۔

جب ربیعہ کے دو بیٹوں عتبہ اور شیبہ نے یہ تکلیف دیکھی جو حضور ﷺ کو پہنچی تھی تو انہوں نے اپنے ایک عیسائی غلام کو بلایا اسے عد اس کہتے تھے، انہوں نے اس سے کہا تم اس انگور کا ایک خوشہ اس تھالی میں رکھ کر اس آدمی کے پاس لے جاؤ، اس سے کہو کہ وہ اس کو کھالے۔ اس نے ایسے ہی کیا، لا کر رسول اللہ ﷺ کے آگے اس نے رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے جب اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا کہا، بسم اللہ۔ اس کے بعد آپ نے کھایا۔ عد اس غلام آپ کے منہ کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا کہ اللہ کی قسم یہ کلام اس شہر والے نہیں پڑھتے۔

عد اس کا قبول اسلام ..... رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم کس شہر کے رہنے والے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں نصرانی ہوں اور میں نیتویٰ کا رہنے والا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اچھا ایک نیک شخص حضرت یونس بن متی کی بستی کے ہو؟ (حضور ﷺ نے فرمایا) کہ وہ میرے بھائی تھے، وہ نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ اس کے بعد تو عد اس غلام حضور ﷺ کے اوپر منہ کے بل گر پڑا اور حضور ﷺ کے سر کو، ہاتھوں کو اور پیروں کو بوسے دینے لگا۔

کہتے ہیں کہ ربیعہ کے بیٹے ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ لو اس نے تیرے غلام کو بھی خراب کر دیا ہے۔ جب وہ اپنے ان مالکوں کے پاس واپس آیا تو انہوں نے اس سے پوچھا، ہلاک ہو جائے تو اے عد اس تجھے کیا ہو گیا کہ تو اس آدمی کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔ اس غلام نے جواب دیا، اے میرے سردار زمین پر اس آدمی سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔ اس نے مجھے ایک ایسے معاملے کی خبر دی ہے جس کو کوئی نہیں جانتا صرف نبی ہی جانتا ہے۔

## تصور اسلامی کی خصوصیات میں دلائل نبوت

انسان رسالت نبوی کی ضرورت کا ادراک نہیں کر سکتا، مگر صرف اسی صورت میں جب وہ ظہور اسلام سے قبل کے احوال عالم کا مطالعہ کرے اور ان پر گہری نظر ڈالے اور دیکھے کہ بشریت خطرناک گمراہیوں کی تاریکیوں اور اندھیروں میں کیسے حیران، پریشان بھٹک رہی تھی اور بت پرستی کے تصورات میں نسلی تعصبات میں برابر کی شریک ہے۔ البتہ تحقیق بنی اسرائیل کے انبیاء اور رسول خالص توحید لے کر آئے تھے۔ مگر بنی اسرائیل رمانی کے حکومت کے طویل ہونے کے ساتھ منحرف ہو گئے تھے۔ اور بت پرستی کی پستی میں اتر گئے تھے اور موسیٰ علیہ السلام سے قبل اور بعد واپس شرک اور کفر میں پلٹ گئے تھے۔

کیا یہ بات کم تھی کہ نصرانی ہوتے ہوئے اب تو اس میں بت پرستی اور شرک داخل ہو گئے تھے۔ منافقین اثر و نفوذ سے اس بارے میں ایک امریکی رائٹر اور مصنف ڈرائیر اپنی تصنیف ”الدين والعلم“ میں لکھتا ہے۔

امریکی مصنف ڈرائیر کا قول ..... نصرانیت میں شرک اور بت پرستی منافقین کی تاثیر سے داخل ہو گئی تھی، جنہوں نے رمانی حکومت میں اعلیٰ عہدوں اور بھاری تنخواہوں کا لالچ کیا تھا اور زبردستی اپنے آپ کو نصرانی ظاہر کیا تھا۔ جو نہ تو امر دین کے ساتھ کوئی وابستگی رکھتے تھے اور نہ ہی کبھی ایک دن بھی نصرانیت کے ساتھ مخلص رہے تھے۔

”یہی حالت تھی قسطنطین بادشاہ کی کہ اس نے اپنی پوری زندگی ظلم میں اور گناہوں میں گزار دی تھی اور اس نے دینی کتب کے احکامات کی پابندی قبول نہیں کی تھی مگر تھوڑا سا وقت اپنی آخر عمر میں ۳۳ میلادی میں گزارا۔“

بے شک نصرانی جماعت اگرچہ طاقت کے اس مقام تک پہنچ گئی تھی جیسے قسطنطین بادشاہ۔ مگر وہ اس بات کی قدرت نہ پاسکے کہ وہ بت پرستی کی جڑ کاٹ دیتی اور اس کے جراثیم کا قلع قمع کر سکتی۔ ان کی اس غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی مبادیات بھی اس میں مل گئیں اور اس ملعوبہ سے ایک نیا دین و مذہب پیدا ہو گیا جس میں نصرانیت اور بت پرستی برابر برابر چمکتی ہیں۔

یہاں سے اسلام نصرانیت سے مختلف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسلام بت پرستی کے خلاف قطعی فیصلہ صادر کرتا ہے اور خالص عقائد کو نشر کرتا ہے بغیر کسی ملاوٹ کے اور بے شک یہ امپائر، یہ شہنشاہ و والی جو درحقیقت دنیا کا غلام تھا اور وہ جس کے عقائد دینیہ نہیں تھے برابر کسی شیء کے اس نے اپنی شخصی مصلحت کے لئے دیکھا اور دور رغبت کرنے والے گروہوں نصرانی اور وثنی کی مصلحت کے لئے یہ طے کیا کہ وہ ان دونوں کو ایک کر دے اور دونوں کے درمیان تالیف و ترکیب کر دے اور عیسائیت اور بت پرستی کو ایک آپ کے راسخ نصرانی اس کا انکار نہ کریں (اس مرکب کا) شائد وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جدید دینداری (دیانت جدیدہ) عنقریب غالب آجائے گی اور عنقریب دین نصرانی انجام کار کے اعتبار سے خالص کر لیا جائے گا یا ہو جائے گا بت پرستی کی میل کچیل سے اور اس کی گندگی سے۔

تصور اسلامی کی خصوصیات کے ضمن میں ..... اسلام کے محقق کبیر استاذ سید قطب شہید فرماتے ہیں :

نصاری کے عقیدے میں انقسام واقع ہو چکا ہے۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ مسیح محض انسان تھے۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ وہ باپ، بیٹا اور روح القدس تھے۔ یہ مختلف صورتیں ہیں۔ اللہ نے جس کے ساتھ لوگوں کے لئے اپنے نفس کا اعلان کیا ہے ان کے گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ اقانیم ثلاثہ سے مرکب ہے۔

ان میں سے بیٹا وہی مسیح ہے۔ اللہ تعالیٰ نیچے زمین پر اتر پڑے جو کہ باپ ہے رُوح القدس کی شکل میں اور انہوں نے مریم کا انسانی جسم بنا لیا اور (مریم کا رُوح دھار لیا) پھر اس سے بیٹا پیدا ہو گیا یسوع کی صورت میں۔

تیسرا فرقہ کہتا ہے کہ بیٹا باپ کی طرح ازلی نہیں ہے بلکہ وہ مخلوق ہے (پیدا شدہ)۔ عالم سے قبل اس لئے باپ سے کم تر ہے اور اس کے آگے جھکتا ہے۔

چوتھا فرقہ کہتا ہے کہ ایسی بات نہیں ہے بلکہ وہ رُوح القدس کے اقنوم ہونے کا سرے سے انکار کرتا ہے (مجمع یقیہ) مجلس قائمہ ۳۲۵ء میلادی۔ اور مجمع قسطنطنیہ مجلس ۳۸۱ء میلادی نے یہ طے کیا کہ بیٹا اور رُوح القدس دونوں مساوی ہیں باپ کے وحدت لاہوت میں اور بیٹا تحقیق ازل سے پیدا ہوا تھا باپ سے اور رُوح القدس باپ سے ماخوذ ہے۔ مجلس طلیطلہ ۵۸۹ء میلادی نے طے کیا کہ رُوح القدس بھی ابن سے ماخوذ ہے۔ لہذا کنیسہ شرقیہ اور کنیسہ غربیہ نے اس نقطے کے وقت اختلاف کر لیا اور مختلف ہو گئے۔

ان میں سے پانچویں فرقے نے مریم کو الہ (معبود و مشکل کشا حاجت روا) قرار دیا، جیسے انہوں نے مسیح بمعہ اسلام کو الہ قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر فردینک کا قول ..... ڈاکٹر فردینک اپنی کتاب ”فتح العرب لمصر“ میں لکھتے ہیں۔ ترجمہ: استاذ محمد فرید ابو حدید، فرماتے ہیں :

”بے شک یہ دو صدیاں، پانچویں اور چھٹی صدی مقابلہ کا عہد تھا۔ مصریوں اور رومانیوں کے مابین ایسا مقابلہ جس کو قوم و جنس اور دین کا الگ الگ ہونا اور مختلف ہونا اور بڑھادیتا ہے اور زیادہ کر دیتا ہے جبکہ دین کا الگ الگ ہونا اور مختلف ہونا قومیت کے مختلف ہونے سے زیادہ شدید تھا، کیوں کہ اس وقت یہ اختلاف تمام علقوں کی علت اور سبب سے بڑا سبب تھا۔ اس عداوت کا شہنشاہیت اور منوحسبت کے درمیان اور طائفہ اولیٰ جو تھا، جیسے اس کا نام اس پر دلالت کرتا ہے۔ حکومت شہنشاہی کے مذہب کا گروہ تھا اور ملکوں اور شہروں کا گروہ تھا اور عقیدہ رکھتا تھا سنیہ موروثی اور یہ تھا مسیح کی فطرت و طبیعت کو جوڑنا اور مرکب ماننا، جبکہ دوسرا طائفہ قبض منوحسین مصر کا (ایک گروہ تھا) یہ اس عقیدے کو بُرا سمجھتا تھا اور اس کی حوصلہ شکنی کرتا اور اس کو رسوا کرتا تھا، اور ان سے شدید محاربہ اور جنگ کرتا تھا دلیری کے ساتھ طوفانی انداز میں یہ ہمارے لئے انتہائی مشکل ہے کہ ہم اس کا تصور یہی کر سکیں یا اس کی حقیقت کو جان سکیں (خاص طور پر اس لئے بھی کہ یہ سب کچھ) اس قوم میں ہو رہا تھا جو سمجھ بوجھ رکھتے تھے بلکہ انجیل پر ایمان رکھتے تھے۔“

مسٹر آرنلڈ اپنی کتاب ”الدعوة الى السلام“ میں کہتے ہیں ..... آرنلڈ اپنی کتاب اسلام کی دعوت میں اس اختلاف اور ہرقل کی طرف سے ایک متوسط مذہب کے اعتدال قائم کرنے کے بارے میں مقصد و ارادہ کرنے کی بابت کہا ہے۔ البتہ تحقیق اسلام کی فتح سے سو سال قبل جسٹینیان (Justinian) اس بارے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ امپیرر شہنشاہیت رومانی بنالیں جو کہ مظہر ہو و وحدۃ کے مظاہر میں سے مگر (وہ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکے بلکہ) اس کی موت کے بعد جلدی جلدی پارہ پارہ ہو گئی۔ اور ایسی کیفیت میں ہو گئی کہ مشترک قومی شعور کی ضرورت پیدا ہو گئی جو ربط پیدا کرے موجودہ حکومت میں اور مختلف حکومتوں میں۔

بہر حال ہرقل نے انتہائی کوششیں کر ڈالیں۔ مگر وہ مرکزی حکومت کے ساتھ دوبارہ شام کو مربوط کرنے میں مکمل طور پر کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکا۔ بلکہ اس نے اتفاق و وحدۃ کے قیام کے لئے جو عام وسائل اور اسباب اختیار کئے تھے انہوں نے بد قسمتی سے اور زیادہ تفریق و تقسیم میں اضافہ کیا بجائے اس کامیابی کے۔ اور وہاں پر کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو قومیت کے شعور کے قائم مقام ہو سکتی تھی۔ اگر ہو سکتی تھی تو دینی میلانات و رجحانات تھے۔

لہذا اس نے عقیدے کی ایسی تشریح کرنے کا ارادہ کیا جس کے ساتھ وہ نفوس میں جدا جدا کر دینے پر مدد لے سکے۔ بایں طور کہ رُک جائے ہر ممکن طریقے پر۔ اس بات سے کہ مخالفت واقع ہو۔ اس کے بعد درمیان مختلف فرقوں کے جو دشمنیوں کی وجہ سے ایک دوسرے کا گلا کاٹتے ہیں۔ اور یہ (تدبیر کی کہ) وہ وحدت قائم کرے ان لوگوں کے درمیان جو دین اور کنیسہ ارتھوڈکسیہ سے خارج ہونے والے ہیں اور وحدت قائم کرے ان کے درمیان اور مرکزی حکومت کے درمیان۔



اور ۳۵۱ء میلادی میں خلقیدونہ مجمع (اور اجلاس) نے اعلان کیا تھا کہ مسیح کو بائیس صورت متعارف کیا جانا چاہئے کہ وہ دو مزاجوں میں مُتَمَيَّل ہوتا ہے۔ جن دونوں کے درمیان ملاپ ہے اور نہ ہی کوئی تغیر ہے، نہ ہی حصے اور جز بننے کا، نہ ہی ایک دوسرے سے جدا ہونے کا۔ دونوں طبیعتوں اور دونوں مزاجوں کے اتحاد کے سبب ان دونوں کا مختلف ہونے کا امکان بھی ختم ہونا ممکن نہیں۔ بلکہ زیادہ مناسب یہ ہے کہ ہر طبیعت ان دونوں میں سے ایک دوسرے کی حفاظت کرتی رہے اپنی خصوصیات کے اعتبار سے اور ہر طبیعت جمع ہوتی ہے ایک اقنوم کے اندر اور ایک جسم کے اندر اس طرح نہیں جیسے اگر ہر طبیعت منقسم ہونے والی ہوتی یا متصل اور جدا ہوتی دو اقنوموں کے اندر۔ بلکہ ایک اقنوم کے اندر جمع ہے۔ پس وہ یہی ایک بیٹا ہے، اللہ ہے، اور الکلمۃ ہے۔

تحقیق (فرقہ) یعاقبہ نے اس جماعت اور اس اتفاق کو چھوڑ دیا، کیونکہ وہ مسیح کے اندر مزاج واحد اور طبیعت واحدہ کا اعتراف کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مسیح مجموعہ اقا نیم ہے۔ اس کے لئے تمام صفات الہیہ ہیں اور بشریہ بھی ہیں مگر وہ مادہ جو ان صفات کا حامل ہے وہ دوسرا یاد ہر ایشیا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اکیلا اقا نیم سے مرکب بن پڑا ہے اور جدل و جھگڑا بھڑکا چکا تھا اور گرم کر چکا تھا۔ قرابت کو زمانے کے دونوں قرونوں کے درمیان طائفہ اور ارتھوڈکس کے اور یعاقبہ جو خاص طریقہ پر مصر و شام میں چمکے تھے اور ان شہروں میں بھی جو امپیرر برنظینی شہنشاہیت سے کی بیٹی سے خارج تھے۔

اس خاص وقت میں جس وقت ہر قتل درمیان میں اصلاح کی کوشش کر رہا تھا ایسے مذہب کے طریقے سے جو اس بات کا قائل تھا کہ مسیح کی مشیت و حقیقت ایک ہے (Monothetism) پس اس وقت میں جب ہم پاتے ہیں اس مذہب کو کہ وہ اعتراف کرتا ہے دو مزاجوں اور طبیعتوں کے ساتھ جس وقت اس کے ساتھ مضبوط پکڑتا ہے وحدت اقنوم کے ساتھ مسیح کی حیات بشری میں یہ بات اس کے انکار کے سبب ہے۔ اقنوم واحد میں حیات کے دو انواع کے وجود سے۔

پس اکیلا مسیح جو کہ وہی ابن اللہ تھا (ان کے زعم میں) ثابت کرتا ہے جانب انسانی کو اور جانب الہی اور ربوبی قوت الہیہ انسانیہ واحدہ کے ساتھ۔ اس کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ نہ پایا جائے سوائے ارادہ واحدہ کے اس کلمہ کے اندر جو جسم اختیار کر چکا ہے لیکن ہر قتل اس جگہ کو مل چکا تھا جو پلٹنے اور لوٹنے کی جگہ ہے جہاں کثیر لوگ پہنچ چکے تھے۔ ان لوگوں میں سے جو یہ سوچ بچار کر رہے تھے کہ وہ سلامتی کے ستون قائم کریں۔ یہ بائیس وجہ تھی کہ جھگڑا ایک اور بار نہیں بھڑکے گا۔ اس سے زیادہ سخت، بلکہ جس قدر بھڑک چکا ہے یہی کافی ہے۔ بلکہ بے شک ہر قتل اپنی ذات کو الحاد و بے دینی کا ننگ و عیب و عار لگا چکا تھا اور اپنی ذات پر دونوں جماعتوں اور دونوں طبقتوں کی برابر ناراضگی کھینچ کر مسلط کر چکا تھا۔

## قرآن مقدس۔ اہل کتاب کے بعض مذکورہ انحرافات کی طرف اشارات کرتا ہے

تحقیق قرآن مجید میں ان انحرافات کی طرف اشارات وارد ہوئے ہیں اور (ان انحرافات سے قرآن میں) یہی وارد ہوئی ہے اور ان انحرافات کے لئے کاٹنے والی اور ختم کردینے والی تصحیح وارد ہوئی ہے۔ اور نصرانیت کے اصل عقیدے کا بیان ہے جس طرح وہ اصل عقیدہ اللہ کی آیات تھا تحریف و تاویل سے پہلے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

لقد كفر الذين قالوا: ان الله هو المسيح ابن مريم ط وقال المسيح: يا بني اسرائيل اعبدوا الله ربي وربكم، انه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة، وماواه النار، وما للظالمين من انصار لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلاثة - وما من اله الا اله واحد - وان لم ينتهوا عما يقولون ليمسن الذين كفروا منهم عذاب أليم - أفلا يتوبون الى الله ويستغفرونه، والله غفور رحيم؟ ما المسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل، وأمه صديقة كانا ياكلان الطعام ط انظر كيف نبين لهم الايات، ثم انظر أنى يؤفكون - قل: أتعبدون من دون الله ما لا يملك لكم ضرراً ولا نفعاً؟ والله هو السميع العليم،

قل : يا اهل الكتاب لا تغلوا في دينكم غير الحق ، ولا تتبعوا أهواء قوم قد ضلوا من قبل  
وأضلوا كثيراً ، وضلوا عن سواء السبيل - (سورة المائدة : آیت ۷۲-۷۷)

البتہ تحقیق ان لوگوں نے کفر کیا ہے جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ وہی مسیح ابن مریم ہے۔ حالانکہ مسیح نے کہا تھا، اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو جو کہ میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ بے شک شان یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔ اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ البتہ کفر کیا ہے ان لوگوں نے جنہوں نے کہا ہے کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ نہیں کوئی الٰہ مگر ایک الٰہ ہے۔ اور اگر وہ لوگ اس قول سے باز نہ آئیں جو وہ کہہ رہے ہیں۔ البتہ ضرور ان لوگوں کو عذاب دردناک پہنچے گا۔ کیا وہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتے اور اس سے استغفار نہیں کرتے۔ جبکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (حقیقت یہ ہے کہ) مسیح ابن مریم ایک رسول ہی ہے۔ تحقیق ان سے قبل رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں سچی عورت تھی۔ دونوں (انسان ہونے کی وجہ سے) کھانا کھاتے تھے (جو کہ ایک انسان اور بشری ضرورت و تقاضا ہے)۔ آپ دیکھئے (غور کیجئے کہ) ہم ان کے لئے آیات (قرآنی) بیان کرتے ہیں۔ پھر سوچئے کہ وہ لوگ کہاں اُلٹے پھرے جا رہے ہیں۔ فرمادیتے (اے محمد ﷺ) کیا تم لوگ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے واسطے (کسی چیز کے) مالک نہیں ہیں، نہ نفع کے نہ نقصان کے۔ اور اللہ وہی سننے، جاننے والا ہے۔ فرمادیتے (اے محمد ﷺ) اے اہل کتاب تم لوگ اپنے دین کے معاملے میں غلو نہ کرو (حد سے نہ بڑھو) ناحق۔ اور لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کرو جو پہلے سے گمراہ ہیں۔ انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا ہے اور وہ خود بھی گمراہ ہو گئے ہیں سیدھی راہ سے۔

### اور یہودیوں نے کہا ہے کہ عزیر علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے

وقالت اليهود عزیر ابن اللہ - وقالت النصارى المسيح ابن اللہ ذلك قولهم بأفواهم ، يضاھئون قول  
الذین كفروا من قبل ۵ قاتلهم اللہ أنى يؤفكون - (سورة التوبہ : آیت ۳۰)

اور عیسائیوں نے کہا ہے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں وہ ان لوگوں کی بات کے مشابہ بات کرتے ہیں جنہوں نے پہلے کفر کیا تھا۔ اللہ ان کو مارے، کیا اُلٹے پھیرے جا رہے ہیں۔

### عیسائیوں کے ہاں عیسائی اور مریم علیہما السلام کے معبود ہونے کا عقیدہ

۳۔ واذ قال اللہ : يا عيسى ابن مريم ، أنت قلت للناس : اتخذوني وأمي الهين من دون اللہ ؟ قال : سبحانك ! ما يكون لي أن أقول ما ليس لي بحق - ان كنت قلته فقد علمته - تعلم ما في نفسي ولا أعلم ما في نفسك انك أنت علام الغيوب - ما قلت لهم الا ما أمرتني به أن اعبدوا اللہ ربي وربكم ۵ و كنت عليهم شهيداً ما دمت فيهم ۵ فلما توفيتني كنت أنت الرقيب عليهم ، وانت على كل شئ شهيد ۵ ان تعذبهم فأنهم عبادك ، وان تغفر لهم فأنك أنت العزيز الحكيم - (سورة المائدة : آیت ۱۱۶-۱۱۸)

(اے پیغمبر اسلام) اس وقت کو یاد کرو جب اللہ یہ فرمائے گا، اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری امی کو اللہ کے سوا دوالہ (معبود و مشکل کشا) ٹھہرا لو؟ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے، اے اللہ تو تو پاک ہے میرے لئے کہاں یہ بات مناسب تھی کہ میں وہ بات کرتا جس کا مجھے حق نہیں ہے۔ یا اگر بالفرض یہ بات کہی ہوتی تو (اے میرے رب) تو تو اس کو ضرور جانتا ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے حق میں ہے اور میں بالکل نہیں جانتا جو کچھ تیرے نفس میں ہے۔ بے شک تو ہی غیبوں کو جاننے والا ہے۔ میں نے نہیں کہی ان کے لئے کوئی ایسی بات اس کے سوا جو آپ نے مجھے حکم دیا اس بات کا (اور وہ یہ یہی تھی کہ) اللہ کی عبادت کرو، وہی میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا۔ جب آپ نے مجھے وفات دے دی تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہی ہر چیز پر گواہ ہے۔ (اے اللہ) اگر تو ان کو عذاب دے تو بس وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

اور اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ انحراف کی مدتیں جو عیسائیت میں داخل ہوئیں ان تاریخی میلانات و تلبیسات کی دیدہ دلیریوں میں سے۔ یہاں تک کہ عیسائیت ان مذکورہ بت پرستی کے تصورات میں اس طور تک جا پہنچی۔ وہ (مشرکانہ) تصورات جن پر اختلافات و مخالفتیں گردش کرتے رہے اور کئی (کربلائیں) اور قربان گائیں برپا ہوتی رہیں صدیوں تک۔

## عہد جاہلیت میں اہل عرب کے یہود و نصاریٰ کی حالت کے بعد

### عرب کی حالت زار

بہر حال جزیرۃ العرب جس میں قرآن نازل ہوا، ان کی حالت یہ تھی کہ وہ گہرے عقائد و تصورات کا چیخ چیخ کر دعویٰ کر رہے تھے۔ مگر ان عقائد و تصورات میں کثرت کے ساتھ ان رسوم و رواج کی ملاوٹ تھی جو انہوں نے اہل فارس سے نقل کئے تھے یا جن سے یہودیت اور مسیحیت نے سراب کی طرح دھوکہ کھایا تھا۔ دونوں نے اپنی منحرف صورت میں جن میں وینیت خاصہ بت پرستی داخل ہو چکی تھی جو ان احرافات سے الگ تھی جو ملت ابراہیمی میں واقع ہو چکے تھے۔ وہ ملت ابراہیمی عرب جس کی صحیح حالت میں وارث ہوئے تھے۔ مگر انہوں نے اس کو بھی بدل دیا تھا۔

فرشتوں کی عبادت کھلی گمراہی ہے ..... اسی طرح کی تحریف کے ساتھ قرآن مقدس اس خرابی کی طرف بھی پوری وضاحت کے ساتھ رہنمائی کرتا ہے۔ عربوں نے یہ زعم قائم کر رکھا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ حالانکہ وہ خود اپنے لئے بیٹیوں کو مکروہ اور ناپسند کرتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے فرشتوں کی عبادت شروع کر دی تھی۔ علاوہ ازیں انہوں نے بتوں کی مورتیاں بنا رکھی تھیں۔ ان کے بارے میں وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے آگے ہمارے لئے سفارش کرتے ہیں اور ان کی سفارش مسترد نہیں ہوتی اور وہ لوگ ان بتوں اور مورتیوں کے ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب ہونے کی کوشش کرتے تھے۔

قرآن مجید کی اطلاع ..... ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وجعلوا له من عباده جزءا ان الانسان لکفور مبین - ام اتخذ مما یخلق بنات و اصفاکم بالنبین ؟ و اذا بشر احدہم بما ضرب للرحمن مثلا ظل وجہہ مسودا و هو کظیم - او من ینشا فی الحلیة و هو فی الخصام غیر مبین ؟ وجعلوا الملائکة - الذین ہم عباد الرحمن - اناثا اشهدوا خلقہم ؟ ستکتب شہادتہم ویسألون - وقالوا : لو شاء الرحمن ما عبدنا ہم ہ ما لہم بذلك من علم ، ان ہم الا یخرسون -

(سورۃ الزخرف : آیت ۱۵-۲۰)

(اہل عرب نے) اللہ کے بندوں یعنی اللہ کی مخلوق کو اللہ کا جز اور اس کا حصہ بنا دیا ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ اجزاء سے پاک ہے)۔ بے شک انسان واضح طور پر بڑا ناشکر ہے۔ کیا بھلا اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کردہ چیزوں میں سے اپنے لئے بیٹیوں کو منتخب کر لیا ہے (اپنی بیٹیاں ٹھہرا رکھی ہیں جو تم ناپسند کرتے ہو)۔ اور تم لوگوں نے بیٹیوں کے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ اور جب ان میں سے کسی کو خوشخبری سنائی جاتی ہے اس جنس کی جس کی وہ رخصت کے لئے منسل بیان کرتے ہیں (یعنی بیٹی کی اطلاع) تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصے سے گھٹ رہا ہوتا ہے۔ کیا بھلا وہ جنس جس نے زیور اور آرائشی میں پرورش پائی ہو اور وہ جھگڑے اور بحث میں بھی واضح بات نہ کر سکے (کیا یہ اس کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں)۔ نیز ان لوگوں نے فرشتوں کو جو کہ رخصت کے بندے ہیں سونٹ میں قرار دے رکھا ہے۔ کیا بھلا یہ لوگ ان کی تخلیق کے وقت موجود تھے اور مشاہدہ کر رہے تھے؟ پھر کیا ان کی شہادت لکھی جائے گی اور ان سے اس شہادت کے بارے میں سوال ہوگا؟ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ اگر رخصت چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ جبکہ ان کو اس بارے میں حقیقت کا کوئی علم نہیں ہے۔ وہ محض اندازے لگاتے اور خیال و گمان کے گھوڑے دوڑاتے ہیں۔

الا للہ الدین الخالص - والذین اتخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی - ان اللہ ینحکم بینہم فیما ہم فیہ یختلفون ، ان اللہ لا ینہدی من ہو کاذب کفار ہ لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا لاصطفیٰ مما ینخلق ما یشاء ہ سبحانہ ہو اللہ الواحد القہار - (سورۃ الزمر : آیت ۳-۴)

خبردار ہوشیار (ہو جاؤ) اللہ ہی کے لئے دین خالص۔ جو لوگ اس کے دوست ٹھہراتے ہیں (وہ کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو بھوٹا ہے اور بڑا کفر کرنے والا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا کہ وہ کسی کو اپنی اولاد ٹھہرائے تو وہ ضرور کسی کو چن لیتا (اولاد کے لئے)۔ ان میں سے جو وہ پیدا کرے گا جو کچھ

چاہتا۔ وہ (اس کمزوری سے) پاک ہے۔ وہی اللہ اکیلا ہے اور وہ زبردست ہے۔

و يعبدون من دون الله ما لا يضرهم ولا ينفعهم ، ويقولون : هؤلاء شفعاؤنا عند الله ° قل : أتنبئون الله بما لا يعلم في السماوات ولا في الارض ؟ سبحانه وتعالى عما يشركون - (سورة يونس : آیت ۱۸)

(یہ لوگ) عبادت کرتے ہیں اللہ کے سوا ان کی جو نہ ان کو نقصان دے سکتے ہیں، نہ نفع دے سکتے ہیں۔ پھر وہ یوں کہتے ہیں کہ یہ ہمارے لئے سفارشی ہیں اللہ کے ہاں۔ (اے پیغمبر) آپ فرمادیتے ہو، کیا تم اللہ کو وہ چیز بتانا چاہتے ہو جس چیز کو وہ نہیں جانتا نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ (حالانکہ وہ اس کمزوری اور عیب سے پاک ہے)۔ اللہ پاک ہے اور برتر ہے ان چیزوں سے جن میں وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

## عہدِ جاہلیت میں اہل عرب کا خیال کہ جنات کی اللہ سے رشتہ داری ہے اور فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں

عرب یہ خیال کرتے تھے کہ اللہ سبحانہ کے اور جنات کے درمیان نسب اور رشتہ ہے۔ اور جنوں میں سے اللہ کی بیوی بھی ہے (یعنی پریوں میں سے)۔ اس بیوی نے اللہ کے لئے فرشتوں کو جنم دیا ہے۔ اور عربوں نے جنوں کی عبادت بھی کی ہے۔

مؤرخ کلبی نے اپنی کتاب ”الاصنام“ میں لکھا ہے کہ قبیلہ بنو لیث کے لوگ جو بنو خزاعہ میں سے تھے وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے۔ اس قصے اور کہانی کے بارے میں بھی قرآن مجید نے آکر اطلاع دی اور اس کا بھی رد کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فاستفتهم : الربك البنات ولهم البنون ؟ أم خلقنا الملائكة اناثا وهم شاعدون ؟ الا انهم من افكهم ليقولون : ولد الله ° وانهم لكاذبون ° أصطفى البنات على البنين ؟ مالكم ؟ كيف تحكمون ؟ أفلا تذكرون ؟ أم لكم سلطان مبين ؟ فاتوا بكتابكم ان كنتم صادقين - وجعلوا بينه وبين الجنة نسبا ، ولقد علمت الجنة انهم لمحضرون ° سبحانه الله عما يصفون - (الصافات : ۱۳۹-۱۵۹)

(اے پیغمبر) ان سے پوچھے کیا تیرے رب کے لئے بیٹیاں رہ گئی ہیں اور ان لوگوں کے لئے بیٹے ہیں؟ کیا بھلا ہم نے فرشتوں کو مادہ پیدا کیا تھا اور وہ لوگ اس وقت موجود تھے؟ خبردار ہوشیار یہ لوگ اپنے جھوٹ اور اختراء سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے اور بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ کیا بھلا اس نے بیٹوں پر بیٹیوں کو ترجیح دی ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسے کیسے فیصلے ٹھہراتے ہو؟ کیا تم لوگ نصیحت نہیں پکڑتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی بیان کرنے والی دلیل ہے؟ لے آؤ تم اپنی کتاب اگر تم سچے ہو۔ ان لوگوں نے اللہ کے اور جنوں کے درمیان نسب بنا دیا ہے (حالانکہ) جن اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ اللہ کے ہاں حاضر ہوں گے، اللہ پاک ہے ان کمزوریوں سے جو بیان کرتے ہیں۔

## عہدِ جاہلیت میں عربوں کے ہاں جنات کی عبادت اور جنوں کی اللہ سے رشتہ داری کا عقیدہ

ويوم يحشرهم جميعا ، ثم يقول للملائكة : أهؤلاء اياكم كانوا يعبدون ؟ قالوا : سبحانه ! أنت ولينا من دونهم ° بل كانوا يعبدون الجن اكثرهم بهم مؤمنون - (سورة سبا : آیت ۳۰-۳۱)

جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے کہے گا یہ لوگ خصوصاً تمہاری ہی عبادت کرتے تھے۔ فرشتے کہیں گے، اللہ تو پاک ہے، تو ہی ہمارا کارساز ہے، تو ہی ہمارا دوست ہے ان کے سوا۔ بلکہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے ان میں سے زیادہ تر ان کے ساتھ ایمان رکھتے تھے۔

تبصرہ : عربوں کے درمیان بتوں کی عبادت عام ہو چکی تھی۔ یا تو بصورت فرشتوں کی صورتوں کے یا بصورت آباء و اجداد کی صورتوں کے یا محض بتوں کی پوجا کے طور پر۔ اور کعبہ کی حالت یہ تھی جو اللہ واحد کی عبادت کے لئے بنایا گیا تھا وہ بتوں سے اٹا پڑا تھا۔ جب اس میں تین سو ساٹھ بت دھرے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے اصنام کے علاوہ جو مختلف اطراف میں تھے۔ ان میں سے بعض وہ بت تھے جو باقاعدہ نام لے کر

قرآن نے ذکر کئے ہیں۔ جیسے لات، عزیٰ، ہون، منات، اور بڑے بتوں سے ایک سہل تھا جس کا نام لے کر ابوسفیان نے جنگ احد میں دھائی دی تھی یہ کہہ کر کہ اَعْلُ هُبْلُ۔ سہل تو بس بلند ہو جا غالب ہو جا۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ لات، منات، عزیٰ فرشتوں کی تمثال تھیں۔ جو چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ لات، منات اور عزیٰ فرشتوں کی تمثال تھیں وہ سورہ نجم کی آیات تھیں۔

بت پرستی کی مذمت ..... ارشاد باری تعالیٰ ہے :

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ، وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ؟ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ؟ تَلِكُ أِذْنُ قَسَمَةِ الَّتِي أَتَىٰهَا مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ ۔ أَمْ لِلانْسَانِ مَا تَمْنَىٰ ؟ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ۔ وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا ، إِلَّا مَنْ بَعَدَ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ۔ ان الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيَسْمُونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنثَىٰ ۚ وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ ، ان يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ، وَان الظَّنَّ لَا يَغْنَىٰ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۔ (سورہ النجم : آیت ۱۹-۲۸)

کیا تم نے دیکھا لات کو عزیٰ کو تیسرے منات کو۔ بتاؤ کیا تمہارے واسطے نر ہیں اور اس کے لئے مادہ ہیں۔ یہ تقسیم اس وقت ہی بڑی ہے۔ درحقیقت کچھ بھی نہیں یہ محض نام ہیں جو تم نے رکھ چھوڑے ہیں یا تمہارے باپ دادوں نے۔ اللہ نے ان کے بارے میں کوئی حجت و دلیل نہیں اتاری۔ یہ لوگ محض گمان کی اتباع کر رہے ہیں اور خوبشات نفسانی کی۔ البتہ تحقیق ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔ کیا بھلا انسان کے لئے ہر وہ چیز ہو سکتی ہے جس کی وہ آرزو کرے؟ حالانکہ دنیا اور آخرت اللہ کے قبضے میں ہے۔ بہت سارے فرشتے ہیں آسمانوں میں جن کی سفارش کچھ نہیں فائدہ نہیں دے سکتی مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے جس کے لئے چاہے اور خوش ہو جائے۔ بے شک جو لوگ ایمان نہیں لاتے آخرت کے ساتھ البتہ وہ فرشتوں کے نام مؤمنوں، نادیوں والے رکھ لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کو اس بارے میں کچھ بھی علم نہیں ہے۔ نہیں اتباع کرتے وہ مگر محض ظن و گمان کی (جبکہ حقیقت کے اعتبار سے) ظن اور گمان حق سچ کے اعتبار سے کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔

اصنام پرستی میں انحطاط اور حد سے گزرنا ..... عربوں میں اصنام پرستی انحطاط اور پرستی کا اس قدر ہو گئی تھی کہ انہوں نے پتھر کی شبیہوں، شکلوں، صورتوں، مورتیوں اور تراشے ہوئے بتوں کی جگہ جنس پتھر کو بھی پوجنا اور ان کی عبادت کرنا شروع کر دی تھی۔

امام بخاری نے ابورجاء عطاری سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ پتھر کی عبادت کرتے تھے۔ جب ہمیں پہلے سے اور اچھا کوئی پتھر مل جاتا تو ہم پہلے والے کو پھینک دیتے تھے اور دوسرا اٹھا لیتے تھے۔ اور جب ہمیں کوئی اچھا پتھر نہ ملتا تو ہم مٹی اکٹھی کر کے رکھتے تھے۔ اس کے بعد کسی بکری کو پکڑ کر اس کا دودھ اس پر دوہتے پھر اس کے گرد طواف شروع کر دیتے تھے۔

مؤرخ کلبی اپنی کتاب الاصنام میں لکھتے ہیں کہ کوئی آدمی جب کوئی سفر کرنے لگتا تو کسی منزل سے اتر کر چار پتھر اٹھاتا اور ان کو دیکھتا، جو ان میں سے زیادہ اچھا ہوتا اس کو اپنا رب بنا لیتا اور باقی تین کو اپنی ہڈیا کے بٹے بنا لیتا، جب وہاں سے کوچ کرتا تو ان کو وہیں چھوڑ دیتا۔

## عہد جاہلیت میں عربوں کے ہاں چاند، سورج اور کواکب پرستی

عرب کواکب ستارہ پرستی یعنی ستاروں کی عبادت سے متعارف تھے۔ فارسیوں ایرانیوں کی طرح۔ صاعد کہتے ہیں قبیلہ حمیر کے لوگ سورج کے پجاری تھے اور کنانہ کے لوگ چاند کے۔ اور بنو تمیم کے لوگ دبران کے اور قبیلہ لخم اور جذام کے لوگ ستارہ مشتری کے۔ اور قبیلہ طی کے لوگ ستارہ سہیل کے اور قبیلہ قیس کے لوگ ستارہ شعری العبور کے اور بنو اسد والے ستارہ عطارد کے پجاری تھے۔

ستارہ ہرش کے بارے میں قرآن مجید کی اطلاع ..... سورہ ختم سجدہ، اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ ۔ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ ان كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۔ (سورہ ختم سجدہ : آیت ۳۷)

تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو نہ ہی چاند کو کرو بلکہ اللہ کو سجدہ کرو، جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے اگر تم عبادت کرتے ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وانه هو رب الشعری - (النجم : ۳۹) - وہی اللہ شعری ستارے کا بھی رب ہے۔

ستارہ پرستی کی مذمت ..... نجوم و کواکب کے مخلوق ہونے کے بارے میں اور اللہ سبحانہ کی ربوبیت کے بارے میں کثرت کے ساتھ اشارات موجود ہیں۔ جیسے دیگر مخلوقات کے بارے میں ہیں اور وہ کواکب کی الوہیت اور ان کی عبادت کی نفی کرنے کے لئے ہیں۔ عمومی طور پر ان کی زندگیوں میں شرکیہ عقائد بڑے زور کے ساتھ داخل ہو گئے تھے۔ لہذا مشرکانہ عقائد کی بنیاد پر ان میں فاسد شعائر قائم ہو گئے تھے۔ قرآن مجید نے کثیر مقامات پر جن کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ انہیں مشرکانہ عقائد کے نتیجے میں وہ پھلوں اور کھیتوں میں سے اور جانوروں و مویشیوں میں اپنے خود ساختہ الہ، معبودوں، مشکل کشاؤں کے نذرانے کے طور پر حصے مخصوص کرتے تھے۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا (کبھی یوں کہتے کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ حصہ ہمارے ان شرکاء کا ہے)۔ اور کبھی ان چیزوں کو وہ اپنے اوپر حرام ٹھہراتے تھے۔ کبھی ان چیزوں میں سے کچھ کو اپنی عورتوں پر حرام ٹھہرا لیتے تھے۔ مردوں کے لئے نہیں، (کہ اس میں سے عورتوں نہ کھائیں ان کے لئے ممنوع ہے)۔ اور بعض اوقات بعض جانوروں کی پیٹھ ممنوع ٹھہرا لیتے تھے کہ ان پر سواری نہیں کرتے تھے۔ اور بعض جانور کا ذبح ممنوع کر دیتے تھے کہ یہ ایسے زندہ رہیں کہ یہ نذر اور چڑھاوے کے جانور ہیں ان کو کوئی ذبح کر کے نہ کھائے۔ اور کبھی کبھی وہ اپنے بیٹوں کو ان الہی معبودوں کے لئے ذبح کرنے کے لئے پیش کرتے تھے بھینٹ اور چڑھاوا چڑھانے کے لئے، جیسے عبدالمطلب کی طرف سے نذر ماننے کی روایت ہے کہ انہوں نے یہ نذر مانی کہ ان کے دس بیٹے ہو گئے باپ کے تحفظ کرنے والے تو وہ دسویں بیٹے کو نذر کے طور پر ذبح کر دیں گے۔ چنانچہ دسواں بیٹا عبد اللہ (محمد رسول اللہ کے والد) پیدا ہوئے۔ وہ اس کو ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے تھے کہ دیگر بیٹوں اور رشتہ داروں نے مداخلت کی پھر وہ کسی کا بن عورت کے پاس یثرب میں گئے۔ اس نے اونٹ فدیہ دینے کے لئے حکم دیا۔ لہذا ایک سو اونٹ اس کا فدیہ بھر کر ان چھوٹے معبودوں بتوں سے ان کی جان بچائی تھی۔ اور اس فتویٰ کا معاملہ ان عام شعائر کے بارے میں کاہنہ عورتوں اور کاہنہ مردوں کے حوالے ہوتا تھا۔ جیسے وہ فتویٰ دیتے تھے وہ لوگ اسی طرح عمل کرتے تھے۔

## ان مذکورہ غیر اللہ کی نیازوں اور تحریمات کے بارے میں قرآن اطلاق

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وجعلوا لله مما ذرأ من الحرث والأنعام نصيباً - فقالوا : هذا لله بزعمهم وهذا لشر كائنا - فما كان لشر كائهم فلا يصل الى الله ° وما كان لله فهو يصل الى شر كائهم ° ساء ما يحكمون ! و كذلك زين لكثير من المشركين قتل اولادهم شر كاؤهم ، ليردوهم ، وليلبسوا عليهم دينهم ° ولو شاء الله ما فعلوه ° فذرهم وما يفترون ° وقالوا هذه انعام وحرث ححر لا يطعمها الا من نشاء بزعمهم وانعام حرمت ظهورها ° وانعام لا يذكرون اسم الله عليها - افتراء عليه - سيجزيهم بما كانوا يفترون - وقالوا : مافى بطون هذه الانعام خالصه لذكورنا ، ومحرم على ازواجنا ° وان يكن مية فهم فيه شركاء ° سيجزيهم و صفيهم انه حكيم عليهم ° قد خسر الذين قتلوا اولادهم سفها بغير علم ، و حرموا ما رزقهم الله افتراء على الله ° قد ضلوا وما كانوا مهتدين - (سورة الانعام : آيت ۱۳۶-۱۴۰)

مفہوم : اللہ نے جو کھیتی پیدا کی اور مویشی بنائے ان میں سے ایک حصہ اللہ کا نکالتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ

(۱) یہ تو اللہ کا حصہ ہے۔ (۲) اور یہ حصہ ہمارے شریکوں کا ہے۔ (۳) تو جو حصہ ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کا ہوتا (وہ کہتے تھے کہ) یہ اللہ کی طرف نہ چلا جائے۔ (۴) اور جو حصہ اللہ کے لئے ہو (وہ کہتے تھے کہ) وہ ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں (اور چھوٹے معبودوں)

کی طرف چلا جائے تو کوئی بات نہیں۔ (۵) وہ برا فیصلہ کرتے تھے۔ (۶) اسی طرح بہت سارے مشرکوں کے لئے ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں نے اپنی اولادوں کو قتل کرنا اچھا بنا دیا تھا تا کہ وہ ان کو برباد کر دیں اور ان پر ان کے دین میں تلمیس کر دیں۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ کرتے (چھوڑیے ان کو اور ان کے اختراع کو)۔ (۷) اور وہ کہتے ہیں یہ جانور اور یہ کھیتی حرام ہے (ممنوعہ) ان کو کوئی نہیں کھا سکتا مگر جس کو ہم چاہیں۔ (۸) اور یہ جانور ایسے ہیں جن کی پیٹھ حرام کر دی گئی ہے یعنی ان پر سواری کرنا ممنوع ہے۔ (۹) اور یہ جانور ایسے ہیں جن پر اللہ کے نام نہیں پکارتے بوقت ذبح۔ اللہ پر اختراع باندھنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو ان کے اختراع کی سزا دیں گے۔ (۱۰) اور وہ مشرک کہتے ہیں کہ جو کچھ ان مویشیوں کے پیٹوں میں ہے وہ ہمارے مردوں کے لئے مخصوص ہے اور وہ ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ (۱۱) اور اگر وہ مردار ہو جاتا ہے تو پھر سب اس کو کھانے میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی صفت کی ان کو سزا دیں گے۔ بے شک وہ حکمت والا اور علم والا ہے۔ (۱۲) تحقیق خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولادوں کو اپنی حماقت اور جہالت سے قتل کر دیا۔ (۱۳) اور اس چیز کو حرام ٹھہرا لیا جو اللہ نے ان کو رزق دیا اللہ پر اختراع باندھ کر۔ تحقیق وہ گمراہ ہو گئے ہیں اور وہ ہدایت نہیں پاسکتے۔

### خالص توحید کی سوچ اور مرکر دوبارہ زندہ ہونے کی سوچ اور مشرکین کا تعجب

ڈاکٹر عبدالمعطی کا تبصرہ ..... توحید خالص کی سوچ ان کے نزدیک سخت ناگوار اور ناقابل یقین بات تھی۔ اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے والی سوچ بھی ناپسندیدہ اور ناقابل یقین تھی یہ سب کچھ اس کے باوجود تھا کہ وہ اللہ سبحانہ کے وجود کا اقرار و اعتراف کرتے تھے۔ اور اس بات کا بھی کہ وہ اللہ آسمانوں کا خالق ہے اور زمین کا اور ان کے مابین جو کچھ ہے۔ تاہم وہ اس وحدانیت کے مقتضاء کا اعتراف کرنے اور اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ وہ یہ ہے کہ حکم اور فیصلہ صرف اللہ وحدہ کے لئے ہے۔ ان کی حیات کے اندر اور ان کے تمام امور کے اندر اور اللہ کی وحدانیت کا مقتضاء یہ تھا کہ حلال و حرام کے احکام بھی اسی ایک اللہ سے حاصل کریں۔ اور اسی وحدانیت کا یہ مقتضاء تھا کہ انکار ہر معاملہ دنیا کا ہو یا آخرت کا سب اللہ کی طرف لوٹنا چاہئے اور وہ ہر شے کے اندر اسی کی شریعت اور منہج کی طرف فیصلہ لے جائیں۔ صرف اکیلے اللہ کی طرف۔ یہ مذکورہ مقتضاء وحدانیت ایسا امر ہے کہ اس کے بغیر نہ تو دین ہے نہ کوئی ایمان۔

مذکورہ دونوں حقیقتوں پر قرآنی دلیل ..... مذکورہ دونوں حقیقتوں یعنی مشرکین کا خالص توحید والی سوچ اور مرکر دوبارہ زندہ ہونے والی سوچ کو انتہائی غلط اور عجیب یا ناقابل یقین سمجھنا اس بات کی دلیل قرآن مجید کی وہ آیات ہیں جو قرآن کریم نے اس بارے میں مشرکین کے شدید معارضے و مقابلے کو بیان کرنے کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنذِرٌ مِنْهُمْ ۖ وَقَالَ الْكَافِرُونَ: هَذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ۖ اجْعَلِ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا ۗ ان هَذَا لَشَيْءٌ عَجَابٌ ۖ وَأَنْتَلِقُ الْمَلَأُ مِنْهُمْ: ان امشوا و اصبروا على الهتكم ان هذا لشيءٌ يراد ۖ ما سمعنا بهذا فى الملة الاخرة، ان هذا الاختلاق - (ص: ۳-۷)

مفہوم : مشرکین نے تعجب اور حیرانی کا اظہار کیا اس بات پر کہ انہیں کی جنس میں سے ان کے پاس ڈرانے والا آ گیا ہے۔ تو کافروں نے کہا یہ جادو گر ہے بہت بڑا جھوٹا ہے (نعوذ باللہ)۔ کیا بات ہے؟ دیکھئے بھلا اس نے بہت سارے مشکل کشاؤں کو ایک مشکل کشا قرار دے رکھا ہے؟ یہ بڑی حیرانی کی بات ہے۔ ان میں سے بعض ناراض ہو کر چلے گئے یہ کہتے ہوئے کہ چلو چلو اپنے اپنے الہوں، حاجت رواؤں پر صبر کئے رکھو، یہی مقصد کی بات ہے۔ محمد (ﷺ) کی بات ایک الہ و معبود و مشکل کشا حاجت روا کو کہتے ہیں اس بات کو ہم لوگوں نے تو کبھی ملت میں سنا ہی نہیں۔ یہ تو محض من گھڑت نظریہ اور سوچ ہے۔

وقال الذین کفروا: هل ندلکم علی رجل ینبئکم - اذا مزقتم کل ممزق - انکم لفی خلق جدید؟ افتری علی اللہ کذباً ام به حنة؟ بل الذین لا یؤمنون بالأخرة فی العذاب والضلال البعید - (سورۃ سبا: آیت ۷-۸) مفہوم: کافروں نے کہا کہ کیا ہم آپ لوگوں کو یہ نہ بتائیں ایک آدمی تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جس وقت تم لوگ مر کر انتہائی طریقے سے ذرہ ذرہ ہو جاؤ گے تو پھر دوبارہ نئی تخلیق ہوگی؟ کیا بھلا یہ بات درست نہیں ہے کہ یا تو یہ آدمی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افتراء باندھتا ہے یا اسے جنون ہے۔ اللہ نے ان باتوں کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ حقیقت تو یہ ہے بلکہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ لوگ عذاب میں ہیں (اور دور دراز کی گمراہی میں) یعنی بہت بڑے گمراہ ہیں۔

(۱) یہ ہے مشہور تصویر جزیرۃ العرب کے اندر جو عقائد و تصورات کی ہم ان کے ساتھ عقائد باقیہ سماویہ منخرقہ تحریف شدہ کو بھی ملا دیتے ہیں جن کی گھٹائیں تہہ بہ تہہ مشرق سے مغرب تک چھائی ہوئی تھیں جس دن اسلام آیا تھا۔ اس وقت ثقیل گھٹائیں خوب مجتمع ہو کر اپنی کامل صورت اختیار کر چکی تھیں جو کہ ہر سوانسانی ضمیر پر خالی بوجھ ہی نہ تھیں بلکہ اسے اوندھے منہ کے بل کر اچکی تھی۔ وہ انسانی ضمیر جس سے قاعدے اور اصول اور آداب و اخلاق پھوٹتے ہیں۔

(۲) اسی لئے اسلام کی عظیم محنت متوجہ ہوئی عقیدت کے معاملے کو آزاد کرانے کی طرف اور اس کی صحیح تصویر کی تعیین و تحدید کی طرف جس پر انسانی ضمیر کو استقرار و اطمینان حاصل ہو جائے کہ الوہیت کی حقیقت کے بارے میں اور اس بارے میں کہ الوہیت کی حقیقت کا مخلوق کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اور مخلوق کو اس کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ لہذا اسی حقیقت پر ان کے اصول و قواعد اور ان کے مراتب اور ان کے اجتماعی تعلقات و سیاسی اور اقتصادی معاملات استوار ہو سکیں اور ان کے آداب بھی اور اخلاق بھی اس حقیقت الوہیت پر ٹھہر سکیں۔

یہ حقیقت ہے کہ یہ مذکورہ تمام امور استقرار پذیر نہیں ہو سکتے مگر صرف اس صورت میں کہ الوہیت کی حقیقت الہ و معبود و مشکل کشا حاجت روا کی حقیقت طے ہو جائے۔ اور اس کی خاصیتیں (جو اسی کے ساتھ مخصوص ہیں) دوسروں میں نہیں اور اس کے اختصاصات جو محض اسی کی صفات ہیں کسی اور کی نہیں ہیں وہ بھی واضح ہو جائیں۔

(۳) اور اسلام نے خصوصی فکر فرمائی خصائص الہ اور صفات الہ کی طبیعت اور مزاج کو واضح کرنے کی، وہ صفات اور خصوصیات جو اللہ کی تخلیق اور اس کے ارادے اور اس کی نگہبانی کرنے اور تدبیر کرنے سے متعلق ہیں۔ پھر اللہ کے اور انسان کے درمیان تعلق کی حقیقت کو واضح کرنے کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ اس لئے کہ اسی میدان میں بڑی تہہ بہ تہہ تاریکیاں تھیں جس میں عقائد ڈانوں ڈول ہوتے رہے اور فلسفے بھٹکتے رہے۔ وہ عقائد اور فلسفے جو اس امر کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جن کا اثر انسانی ضمیر پر بہت بُرا ہوتا ہے اور پوری انسانی حیات میں ہوتا ہے۔

(۴) البتہ تحقیق اسلام آ گیا ہے اور یہ امور غور و فکر کرنے اور متنبہ ہونے کے لائق ہیں۔ اسلام ان تمام باتوں کے ساتھ آیا ہے جو صحیح شمار ہو سکیں تمام مذکورہ اقسام کے مصائب اور خرابیوں اور اندھیروں میں بھٹکتے فلسفوں میں، اور اسلام وہ تمام ہتھیار لے کر آیا ہے جو رد شمار ہو سکتی ہیں۔ تمام انحرافات اور خطاؤں پر جو خطائیں ان دیانت داروں اور فلسفیوں میں واقع ہو چکی ہیں۔ خواہ وہ ہوں ان میں سے جو اسلام سے قبل تھیں، خواہ وہ ہوں جو اسلام کے آنے کے بعد وجود میں آئیں اسی طریقے پر (بھٹکے ہوئے فلسفوں اور نظریات تحریف زدہ کی تصحیح کی) یہ ظاہر اور حیران کن صورت اس دین کے مصدر پر ایک دلیل ہے۔ وہ مصدر ماخذ جو احاطہ کرتا ہے ہر اس بات کو جو انسانی دل میں کھٹکتی ہے اور وہ بات جو آئندہ کھٹکے گی۔ پھر وہ تصحیح کی عجیب و غریب صورت ان دونوں حالتوں کو شامل اور حاوی ہے تصحیح و تنقیح اور صفائی کے لئے۔

(۵) جو شخص مراجعت کرے لمبی اور طویل جدوجہد اور کوشش کی طرف جو اسلام نے صرف کی ہے فیصلہ کن بات کو ثابت اور پکا کرنے کے لئے اللہ سبحانہ کی ذات کے بارے میں اور اس کی صفات کے بارے میں اور مخلوق کے ساتھ اس کے تعلق کے بارے میں اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ



تعلق کے بارے میں (تو وہ دیکھے) یہ وہ سعی و جہد ہے جس کو نصوص کثیرہ بیان کرتی ہیں۔ ایسی کثرت جس کو خاص کیفیت کے ساتھ مکی سورتوں میں خصوصاً اور پورے قرآن میں عمومی طور پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

(۶) اور وہ شخص جو مراجعت کرے اس طویل جہد و سعی کی طرف مگردہ اس تہہ بہ تہہ ثقیل گھٹا کی طرف توجہ اور مراجعت نہ کرے جو اس میدان حیرانی اور سرگردانی میں عام تھی، جو ایسی تھی کہ اس کے اندر پوری بشریت مخبوط الحواس ہو کر پھر رہی تھی اور وہ گھٹائیں جو اس طرح پر ہوتی ہیں کہ جب بشریت اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے انحراف کرتی ہے یا اس سے رک جاتی ہے اور متعدد راستوں کی اتباع کرتی ہے تو انسانیت اس کے سبب اللہ کے سیدھے اور واحد راستے سے جدا ہو جاتی ہے۔

(۷) اور جو شخص اسلام کی محنت کو دیکھتا ہے مگر جاہلیت کی تہہ بہ تہہ گھٹا کو نہیں دیکھتا وہ اس ضرورت کی انتہاء کا ادراک نہیں کر سکتا جس کو قرآن نے مؤکد اور مکرر بیان کیا ہے اور اس بار نیکی کا بھی جس کی تلاش میں ہر ضمیر اور ہر حیات کی راہ پر چلنے والا کرتا ہے۔

(۸) بلکہ ان گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کی طرف مراجعت کرنا، اس جہد اور کوشش کی ضرورت کو اور کھول دیتا ہے اور واضح کر دیتا ہے۔ جیسے وہ کھول دیتا ہے اس دور کی عظمت کے بارے میں جو عقیدے کو لے آیا ہے تاکہ وہ اس کو پہنچا دے انسانی ضمیر کی آزادی اور زندگی کو آزادی دینے میں اور جبکہ حیات تصور اعتقادی کی بنیاد استوار ہوتی ہے خواہ وہ کیسی بھی ہو؟

## دور جاہلیت کے مقابلہ میں اسلام کی خوبی

(۹) جب ہم جاہلیت اولیٰ کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کی طرف مراجعت کریں گے تو ہم اس ضمیر اور حیات کی آزادی کی قدر و قیمت کا ادراک کر سکیں گے۔ خصوصاً سلامتی والے مضبوط راستے پر حیات کو سیدھا کھڑا کرنے کے بارے میں جس کے ساتھ حیات بشری اور انسانی کا معاملہ سیدھا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ فساد اور خرابی سے اور بھٹکنے اور ٹامک ٹویاں مارنے اور ظلم سے اور ذلت سے نجات پا جاتی ہے۔ اور جب ہم ان گمراہی کو اندھیروں میں دیکھیں گے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی قدر و قیمت کا ادراک کر سکیں گے جو انہوں نے فرمایا تھا:

ينقص الاسلام عروۃ عروۃ من نشأ فی الاسلام ولم يعرف الجاهلیۃ  
وہ شخص اسلام کو ایک ایک کڑی کر کے توڑ دے گا جو اسلام میں پرورش تو پائے مگر وہ اسلام کے قبل والی جاہلیت کو نہ جانے۔

تو گویا کہ جو شخص جاہلیت اولیٰ کو جانے وہی اسلام کی قدر و قیمت کا ادراک کر سکتا ہے اور وہی جان سکتا ہے کہ اسلام کس قدر حریص ہے اللہ کی رحمت پر جو کہ اسلام کے عہد تو حید کی شکل میں سامنے آتی ہے اور اللہ کی نعمت ہے جو اس کے سبب پکی ہوئی ہے۔

(۱۰) بے شک اس عقیدہ تو حید کا جمال اور اس کا کمال اور اس کا بر محل ہونا اور اس بہت بڑی حقیقت کی کشادگی جس کی صورت اسلام نے اختیار کی ہے۔ اس سب کچھ کی حقیقت دل اور عقل کے لئے ایسے روشن اور واضح نہیں ہو سکتی۔ جیسے جاہلیت کی تاریکیوں کی طرف مراجعت کرنے کے بعد ہوتی ہے وہ جاہلیت جو اسلام سے قبل تھی یہ عقیدہ (تو حید) رحمت بن کر ظاہر ہوگا۔ حقیقی رحمت جو دل اور عقل کے لئے بھی رحمت ہے، اور حیات و زندگی اور زندگیوں کے لئے بھی رحمت ہے، رحمت اس سبب سے جو اس میں جمال، فراخی، وضاحت تربیت اور بر محل ہونا ہے اور اس میں قرب، انس و حمیت اور ایسی فطرت کے ہم آہنگ ہونا ہے جو گہری ہے۔

سچ فرمایا اللہ کریم نے:

أفمن یمشی مکباً علی وجهہ اہدی؟ ام من یمشی سویاً علی صراط مستقیم؟

کیا وہ شخص جو اوندھانہ کے بل چلے کیا وہی سیدھی روش پر ہے، یا جو سیدھا سیدھا پیر صراط مستقیم پر چلے وہ صحیح چل رہا ہے؟

## توحید اسلام کا معجزہ ہے - اللہ ☆ رسول ☆ قرآن ☆ کعبہ

۱- بے شک اسلام کا تصور، وہی توحید کا تصور ہے۔ وہ منفرد تصور جو توحید کامل و توحید خالص کی بنیاد پر قائم اور باقی ہے۔ بے شک توحید اس اسلامی تصور کی بہت ساری خصوصیات میں سے ایک بڑی خاصیت ہے جو اس کو عمومی طور پر دھرتی پر موجود تمام گھسے پٹے عقیدوں سے منفرد اور ممتاز بناتا ہے۔

۲- البتہ تحقیق تمام تصورات، تمام فلسفے اور تمام مذاہب کھل چکے ہیں جو دھرتی پر موجود ہیں اور وہ جن پر مغربی سوچ کھڑی ہے اور جس نے فکر انسان کو ایسا بنا دیا ہے کہ وہ اس حیات میں پاگل ہو چکا ہے۔ ان لوگوں کے سطحی تصورات کی بنا پر جو کبھی مادہ پرستی کے گوشے کی طرف جھکتے ہیں تو کبھی رُوحانیت کے گوشے کی طرف کبھی طاقت کے گوشے کی طرف۔ مگر انسانی طبیعت و فطرت کا ادراک نہیں کر سکتے نہ اس کے تقاضوں کا۔ جبکہ تصور اسلامی راسخ ہے اور پکا ہے اپنی جامعیت کے لحاظ سے۔ جو کہ انسانی خصائص اور تقاضوں کا پوری طرح ادراک رکھتا ہے اور مستحکم زندگی کے راستے اور شاہراہیں قائم کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ باعزت طریقے سے زندگی گزارتا ہے جو آسان بھی ہے اور خوشگوار بھی ہے۔ تصور اسلامی حیات کی بھی تعمیر ہے اور رُوح کی بھی، اور فطرت کے اصولوں کی بھی۔ نہ انسان کو بلا وجہ کی مشقت و تکلیف میں مبتلا کرتا ہے نہ ہی اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کا شیرازہ بکھیرتا ہے۔ اسی خوبی کی وجہ سے اور انہیں اعلیٰ اقدار کی وجہ سے بہت سارے مفکرین کو اسلامی مفکر نے اپیل کی ہے اور انہوں نے اسلام کو سبق سبق کر کے پڑھا ہے اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو بھی انہوں نے بغور پڑھا اور محفوظ کیا اور اس کے الفاظ کو بعد گہری دراست و تعلیم کے اس دین کے قواعد کو اور اصولوں کو۔ لہذا اکثر ان میں سے مسلمان ہو گئے اور اس دین کے داعی و مبلغ بن گئے، یہاں تک کہ مغرب میں بھی اسلام کو سمجھنے میں اپنی مشکلات میں ان سے مدد حاصل کرنے لگے۔

اسلام کے مطالعہ کے بعد پر نار دیشو کا قول ..... (۱) میں پختہ یقین رکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اپنے ذمہ اس کام کو لے لے کہ وہ محمد (ﷺ) کی طرح نئی دنیا پر حکومت کرے اور فیصلے کرے تو وہ دنیا کی مشکلات حل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ایسے طریقے پر کہ دنیا میں سلامتی، سعادت و نیک بختی، سکون اور اطمینان قائم ہو جائے گا جس کی دنیا کو اس وقت سب سے زیادہ شدید ضرورت ہے۔

(۲) البتہ اسلام عیسائیت سے بہت زیادہ تہذیب و تمدن سکھاتا ہے اور مساوات اور بھائی چارے کا علم بردار ہے۔ یہ دلائل ہم ان لوگوں کی تقریروں سے نقل کر کے ذکر کر رہے ہیں جو انگریز کے نوکر اور تنخواہ خوار رہے ہیں اور ان سے جن کو بڑے بڑے سیاہوں نے عینی سیاحت کے نتیجے میں ملاحظہ کر کے لکھا ہے۔ خوبصورت نتائج جو دین اسلام سے پیدا ہوئے ہیں اور اس سے اس کی نشانیوں کا ظہور ہوا ہے۔ (مثال کے طور پر) جب کوئی قوم سوڈانیوں (سیاہ فاموں سے) سے اسلام کو بطور دین کے اختیار کرتی ہے تو فوراً اس میں سے یہ خرابیاں غائب ہو جاتی ہیں، بتوں کی پوجا کرنا، شیطان کی اتباع کرنا، اللہ عزیز و رحمن کے ساتھ شرک کرنا، (دیکھتے ہی دیکھتے) وہ قوم انسان کے گوشت کھانے کو، لوگوں کو قتل کرنے کو، بچوں کو زندہ دفن کرنے کو حرام سمجھنے لگتی ہے۔ اور کہانت و غیب کی خبریں پوچھنے اور یقین کرنے سے نفرت کرنے لگتی ہے اور وہ لوگ اصلاح (انسانیت کے) اسباب کو اختیار کرتے اور اپناتے ہیں۔ (مثلاً) صفائی اور پاکیزگی کو پسند کرنا، ناپاک چیزوں (خبائث سے) اور نجاست و گندگی سے اجتناب کرنا، شرافتِ نفسِ اعلیٰ قدروں کی حفاظت کرنا اور ان کو جمع کرنا وغیرہ۔

(۳) مہمان کی ضیافت کرنا ان کے نزدیک دینی لوازم میں سے ہو جاتا ہے اور شراب نوشی قابلِ نفرت امور سے ہو جاتی ہے، جو اکیلنا قسمت کے (بتوں میں سے) تیر نکالنا حرام ہو جاتا ہے۔ ناچنا اور رقص کرنا قبیح اور معیوب ہو جاتا ہے۔ عورتوں کے ساتھ میل جول (ایسا اختلاط) جس میں کوئی تمیز اور فرق نہ ہو قابلِ نفرت ہو جاتا ہے۔ اور وہ عورت کی عفت و عظمت اور پاکدامنی کو فضیلتوں و عظمتوں میں سے سمجھنے لگتے ہیں۔ اور وہ اچھی خوبصورت خصلتوں کو مضبوطی سے پکڑنے لگتے ہیں۔

(۴) بہر حال باقی رہا آزادی کے اندر حد سے تجاوز کرنا (مادر پدر آزاد ہونا) اور حیوانی خواہشات کے پیچھے دوڑنا اور رسوا ہونا۔ تو شریعت اسلامی اور دین اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ دین اسلام وہ دین ہے جو لوگوں کے درمیان تعلق اور جوڑ اور روابط کو عام کرتا ہے اور نفس کو خواہشات سے روکتا ہے۔ ناحق کسی کا خون بہانے کو حرام قرار دیتا ہے اور سیاہ دلی قساوت قلبی اور سنگدلی کو حرام قرار دیتا ہے۔ غلاموں کے معاملے میں بھی اور اس سے بڑھ کر حیوانوں اور جانوروں کے معاملے میں بھی اور انسانیت کو وصیت کرتا ہے۔ اور خیر و بھلائی اور بھائی چارے پر آمادہ کرتا ہے۔ اسلام بیویاں یعنی عورتوں کے معاملے میں اعتدال سے کام لینے کے لئے کہتا ہے اور شہوتوں کے گھوڑے کی بُرائی بتاتا ہے۔

روس کے فلسفی مصنف کی بات ..... روس کے معروف فلسفی مصنف نے جب دوسرے اہل ادیان اور اہل مذاہب کے دین اسلام پر حملے ملاحظہ کئے، اس کی غیرت نے اس کو حق گوئی کے لئے جھنجھوڑا اور اس نے اسلام کی بنیاد پر کتاب تصنیف کی اور کہا کہ اسلام کا نبی (محمد ﷺ) عرب کے شہروں میں غریب ماں باپ کے ہاں پیدا ہوا تھا۔ اس نے عمر کی ابتداء میں بکریاں چرانے کا عمل بھی کیا۔ گوشہ نشینی اور علیحدگی پسندی کی طرف مائل تھے۔ میدانوں اور صحراؤں میں جا جا کر اللہ خالق کائنات کے بارے میں سوچتے اور غور کرتے رہتے تھے۔ اس کے ہم عصر عربوں نے بہت سارے رب ٹھہرا رکھے تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے، جن کا قرب تلاش کرنے اور ان کی رضا تلاش کرنے کے لئے وہ مبالغہ کرتے اور حد سے بڑھ گئے تھے۔ اور انہوں نے عبادت قائم کر رکھی تھیں اور وہ ان کے لئے مختلف قربانیاں پیش کرتے تھے۔

اور اسلام کا نبی (محمد ﷺ) جیسے جیسے اس کی نمر آگے بڑھتی گئی اس کا اعتقاد ان کے خود ساختہ ربوں فساد اور خرابی کے بارے میں مزید بڑھتا چلا گیا۔ اور یہ کہ یہاں پر ایک اکیلا اور حقیقی الہ موجود ہے تمام لوگوں کے لئے اور تمام شعبوں کے لئے۔ تحقیق محمد ﷺ کا ایمان اس سوچ اور اسی فکر کے بارے میں زیادہ ہوتا گیا۔ لہذا وہ اُمت کو اور اپنے گھر والوں کو اپنی اس (توحیدی) فکر اور سوچ کی دعوت دینے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ یہ اعلان کرتے ہوئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو ان تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے چُن لیا ہے اور اس سے عہد لیا ہے ان کی آنکھوں کو روشن کرنے کے لئے اور ان لوگوں کے باطل ادیان اور باطل عبادت کو گرانے اور تہس نہس کرنے کے لئے۔ لہذا وہ اپنے عقیدے اور دین داری کے بارے میں برملا اعلان کرتا رہا۔ اس دین کا خلاصہ جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو پکارا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اس کے سوا کسی کی عبادت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والا اور اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ اور بالآخر انسان کے لوٹ کر واپس جانے کی جگہ بھی اس کے ہاں ہے۔ لہذا اسی ایک پر ہی رُک جانا چاہئے۔

خواہش پرستی ہلاکت ہے ..... جو شخص اس اکیلے الہ پر ایمان لے آئے گا اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں بہترین اجر عطا کرے گا اور جب کوئی شخص اللہ کی شریعت اور اس کے دستور کی خلاف ورزی کرے گا اور اپنی خواہش نفسانی پر چلے گا بے شک وہ اس کو آخرت میں سخت سزا دے گا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنے ساتھ محبت کرنے کا اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہوتی ہے نماز اور لوگوں سے محبت ہوتی ہے تنگی اور خوشی میں ان کے ساتھ شریک ہمنے سے اور یہ کہ جو لوگ اللہ اور آخرت والے دن پھر ایمان لاتے ہیں ان کے ساتھ یہی مناسب ہے کہ وہ اپنی پوری پوری کوشش صرف کر ڈالیں ہر اس چیز سے دُور کرنے کے لئے، ہر اس چیز سے جس کی خاصیت شہوات نفسانی کو ابھارنا ہے اور خود ہی دنیوی لذت کی چیزوں سے دُور رہے۔ اور اسلام ان پر لازم کرتا ہے کہ وہ جسم کی خدمت اور نوکری نہ کریں اور نہ ہی اس کی پوجا کریں بلکہ وہ ان پر لازم کرتا ہے کہ وہ رُوح کی تہذیب و طہارت کریں اور اسی کی تربیت کریں۔ اور محمد (ﷺ) نے یہ نہیں کہا کہ وہ خود نبی ہیں اور بس یعنی بس وہی اکیلے نبی ہیں بلکہ وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام بھی نبی تھے اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کو ان کا دین چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

اور محمد (ﷺ) کی دعوت کے ابتدائی برسوں میں قدیم مذاہب کے لوگوں سے اجمال تھا زیادہ تر غلبے اور جبر کا دباؤ ڈالنے اور مجبور کرنے کا جبکہ حضور (ﷺ) سے قبل ہر نبی کی حالت یہ تھی کہ اس نے اپنی اُمت کو حق کی طرف دعوت دی تھی۔ لیکن یہ مجبوریاں، یہ رکاوٹیں آپ (ﷺ) کے عزم کو نہ موڑ سکیں، نہ کمزور کر سکیں۔ بلکہ آپ اپنی اُمت کو دعوت دینے میں پکے اور مضبوط تھے۔

غیر مذہب والوں کے ساتھ رواداری کا حکم ..... تحقیق عربوں میں بہت سے لوگ اپنی عاجزی تو واضح، زہد و دنیا سے بے رغبتی، عمل کے شوق اور قناعت پسندی کے اعتبار سے دوسروں سے ممتاز ہو گئے اور انہوں نے اپنی پوری پوری کوشش صرف کر ڈالی تھی اپنے دینی بھائیوں کی مساعداً و مدد اور ان کے دست و بازو بننے میں مصیبتوں کی ان پر آمد کے وقت میں۔ اس لئے مؤمنوں کی جماعت پر ابھی تک کوئی طویل زمانہ نہیں گزرا تھا کہ لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے اور ان کا بہت بڑا احترام کرنے لگے، ان کی قدر اور تعظیم کرنے لگے اور روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور دین اسلام کی خوبیوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ مسیحوں اور یہودیوں کے ساتھ خیر و بھلائی کی وصیت کرتا ہے۔ خصوصاً اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ بھی۔

تحقیق اسلام نے ان سب لوگوں کے ساتھ حسن معاملہ کا حکم دیا ہے۔ اسلام کا یہود و نصاریٰ کے ساتھ حسن معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو دوسرے ادیان و مذاہب کے لوگوں میں سے شادیاں کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اور اعلیٰ بصیرت کے حامل لوگوں پر یہ بات مخفی نہیں ہے وہ چیز جو اس دین اسلام کے اندر چشم پوشی، نرمی اور گنجائش ہے۔

اس کے بعد اس فلسفی نے یہ کہتے ہوئے اپنی بات کو ختم کر دیا ہے کہ بلاشبہ وہ نبی عظیم مصلح مردوں میں سے تھے۔ جنہوں نے سوسائٹی کی خدمت کی، یعنی اجتماعی مفادات کی خدمت کی۔ بڑی عظیم خدمت، اور اسلام کے نبی کے لئے بجا طور پر بڑے فخر کی بات ہے کہ اس نے اپنی اُمت کو (اپنی جماعت کو) نور اور حق کی روشنی کی طرف رہنمائی فرمائی ہے اور اپنی اُمت کو اس طرح بنا دیا ہے کہ وہ سلامتی کو حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کر لے۔ اور اُمت ناطق خون بہانے سے باز آ جائے۔ اور قربانیاں پیش کرنے کی ہدایت دی ہے۔ اور نبی اسلام محمد (ﷺ) کے لئے بجا طور پر یہ بھی بڑے فخر کی بات ہے کہ اس نے اپنی اُمت کے لئے آگے بڑھنے اور ترقی کی راہ کھول دی ہے جبکہ یہ بڑا عظیم کام ہے اور کوئی شخص اس عظیم کام کو کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا، اگرچہ اس کے پاس طاقت بھی تھی، حکمت اور علم بھی تھا (صرف محمد ﷺ اس میں کامیاب ہوئے تھے)۔ ان خوبیوں اور عظمتوں والا انسان اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ اس کا احترام و اکرام کیا جائے۔

ڈاکٹر مورلیس بوکانی کا پیش کردہ عظمت اسلام کا جائزہ ..... ڈاکٹر مورلیس عظمت قرآن پیش کرتے ہیں اور اپنے ایک سوال کے ذریعے استدلال کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نَبِیُّ مُرْسَلٌ ہیں کہ آپ لوگوں کو چھٹی صدی مسیحی کے اندر اس وقت کہ جب چاروں طرف ہلاکت پھیل چکی تھی اور بربادی عام ہو چکی تھی۔ ان حالات میں آپ اس قدر وسیع اور کثیر علمی معارف کے کیسے مالک بن گئے؟ جن کی وسعت اور کثرت کو دیکھ کر خوف آتا ہے اور انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ اس قدر علمی مہارت جو موجودہ دور کی علمی ثقافت کی چودہ صدیوں سے زیادہ سبقت کر گئے۔ آپ توجہ سے ان کی بات سُنئے، وہ کہتے ہیں :

ڈاکٹر مورلیس کہتے ہیں :

(۱) ابتداء میں میری حیرانی و پریشانی کو ان علمی پہلوؤں نے اور ابھارا جو قرآن کے ساتھ مختص ہیں یعنی جن کو قرآن خصوصی طور پر بیان کرتا ہے، میں ہرگز یقین نہیں کر سکتا تھا اس امکان کے بارے میں کہ بڑی تعداد میں نئی دریافت اور معلومات کے کھل جانے کا امکان بھی ہو سکتا ہے اس حد تک، خاص دعویٰوں سے ایسے موضوعات کے ساتھ جو شدید متنوع ہیں اور پھر وہ ہر طرح جدید علمی معارف کے ساتھ مطابقت بھی رکھتے ہیں۔ اور یہ (علمی معارف) تیرہ صدیوں سے کتب کی تصریح اور وضاحت میں موجود ہیں۔

قرآنی نصوص کو سبقاً سبقاً پڑھنا ..... ابتداء اسلام کے ساتھ میرا کوئی ایمان نہیں تھا۔ میں نے (قرآنی نصوص) اور وضاحتوں کو سبق سبق کر کے پڑھنے کا طریقہ اختیار کیا آزاد روح فکر کے ساتھ (ایسی روح) جس کے ساتھ پہلے سے کوئی حکم نہ لگایا گیا اور کوئی فیصلہ نہ کیا گیا ہو۔ بلکہ مکمل موضوع کی تکمیل ہو۔ جب باقاعدہ پڑھنا اور سمجھنا شروع کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ یہاں تو ایک خاص تاثیر ہے جو انتہائی پریکٹس کے ساتھ پکی کی گئی ہے۔ وہ یقینی طور پر ان تعلیمات کی تاثیر تھی جس کو میں نے اپنی جوانی کے دور میں حاصل کیا تھا۔ اس میں زیادہ تر بحث

مسلمانوں کے بارے میں یعنی اس نام سے نہیں ہوتی تھی بلکہ محمد یوں کے بارے میں بات ہوتی تھی۔ اس لئے کہ یہ بات اس بات کی طرف پکا اشارہ کرتی تھی کہ اس سے مراد وہ دین ہے جس کی بنیاد ایک آدمی نے رکھی تھی جس کا نام محمد (ﷺ) تھا۔ جبکہ حلفی طور پر وہ ایسا قیمتی دین ہے جس کی کوئی قیمت نہیں لگائی جاسکتی (یعنی انتہائی قیمتی ہے)

یورپ کا پورا امکان تھا کہ بہت سارے لوگوں کی طرح میں بھی ان غلط افکار کو اپنالیتا جو اسلام کے مخالف ہیں۔ حالانکہ وہ اس قدر پھیلے ہوئے ہیں اور عام ہیں کہ میں ہمیشہ خوف زدہ ہو جاتا ہوں جب میں محققین سے باہر نکلنے والے سے ملتا ہوں، جو ان نقاط میں روشنی حاصل کرنے والے ہیں اور اسی روشنی میں بات کرنے والے ہیں۔ اس وقت میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں جاہل تھا اس سے قبل کہ مجھے اسلام کی صحیح تصویر بتائی گئی جو اس تصویر سے یکسر مختلف ہے جو ہم نے یورپ میں حاصل کی تھی۔

یورپ میں اسلام کا غلط تصور ..... (۲) جب میں اس فرق کا اندازہ لگانے پر قادر ہوا جو اسلام کی حقیقت کو واضح کرے، اس شکل سے جو ہم لوگوں نے اس کے بارے میں مغرب (یورپ) میں غلط گھڑ رکھی تھی تو مجھے عربی لغت کے سیکھنے کی ضرورت کی شدت کا احساس ہوا۔ کیونکہ میں اس لغت کو نہیں جانتا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ میں اس کو سیکھوں تاکہ میں اس دین کو براہ راست پڑھوں اور سمجھوں جس سے لوگوں کی اکثریت جاہل ہے۔ اس سلسلے میں میرا پہلا ہدف قرآن مجید کی قرأت یعنی الفاظ اور متن کی تعلیم حاصل کرنا تھا اور ایک ایک لفظ کر کے اس کا معنی و مطلب سمجھنا تھا۔ میں نے اس ہدف کو حاصل کرنے کے لئے مختلف تراجم اور حواشی و تشریح سے مدد حاصل کی جو حواشی اور تفسیریں تنقیدی پڑھائی اور جانچ پرکھ کرنے والی تعلیم میں لازم ہیں۔ میں نے قرآن مجید کی تعلیم کو بیداری اور ہوشیاری اور خوب آگاہی کے ساتھ خاص شکل کے ساتھ اصل صورت میں اخذ کیا بڑی مستعدی سے فزیکل اقتضاءات کے مطابق۔ تحقیق مجھے خاص تفصیلات کی دقت اور باریکی نے ان اقتضاءات سے غافل کر دیا تھا۔ اور یہ وہ تفصیلات تھیں جن کا ادراک کرنا ممکن نہیں تھا مگر اصلی نص اور وضاحت میں (اصلی متن میں) وہ معانی اور وہ مفہوم اور وہ مطالب آج کے دور میں جن کے سمجھنے پر قادر ہوں انہوں نے مجھے ان اقتضاءات سے غافل کر دیا اور بھلوادیا اور وہ جن کا سمجھنا کسی انسان کے لئے ممکن نہیں تھا محمد (ﷺ) کے دور کے اندر کہ اس سے کوئی ادنیٰ سوچ بھی بنائی جاسکے۔ ان امور نے مجھے ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

قرآن کریم کے گونا گوں موضوعات ..... (۳) بے شک پہلی وہ چیز جو اس شخص کی روح کے اندر حیرانی و پریشانی پیدا کرتی ہے جو پہلی مرتبہ اس متن اور اس وضاحت کی مثل کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ ہے ان موضوعات کی کثرت اور گونا گوں ہونا۔ ایسے موضوعات جو ایک دوسرے میں داخل ہیں اور گہرے ہیں۔ مسئلہ خلق ہے اور فلک ہے اور زمین سے متعلق بعض موضوعات خاصہ کا پیش کرنا۔ عالم حیوانات، عالم نباتات، باہم انسان کی افزائش نسل ہے۔ علاوہ ازیں ہم توراہ کے اندر موٹی موٹی اور صریح غلطیوں پر آگاہ ہوتے ہیں مگر قرآن میں ہمیں اس طرح کی کوئی غلطی نہیں ملتی۔

مجھے اس کیفیت نے یہاں تک پہنچا دیا کہ میں لوگوں سے کہوں کہ اگر قرآن مجید کو لکھنے والا کوئی انسان ہوتا تو وہ عصر مسیحی کی ساتویں صدی میں کیسے اس چیز کی استطاعت رکھتا کہ وہ اس طرح کی کتاب لکھے کہ وہ اس چیز کی وضاحت کرے جو آج کے جدید علمی معارف سے ہم آہنگ ہو سکے؟ اور مطابق ہو سکے؟ تو یہاں پر شک کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی۔ لہذا قرآن مجید کی نص اور متن والی وضاحت جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ بعینہ فعلاً اور عملاً وہی نص اور وہی تصریح ہے۔ جو بالکل پہلی اور اصلی اور حقیقی ہے۔

کیا علت ہے کیا وجہ ہے؟ جب وہاں کوئی خاص سبب نہیں تھا جو اس عقیدہ کے لئے داعی اور مقتضی ہوتا کہ جزیرۃ العرب جیسے علاقے میں رہنے والوں میں سے کوئی ایک شخص اس زمانے میں جس میں فرانسیسی درجویر کے لئے جھکتے تھے۔ اس بات کی استطاعت رکھتا کہ وہ کسی ایک ایسی علمی ثقافت کا مالک بننا اور اس کا بیڑا اٹھاتا جو ثقافت ہماری دس صدیوں کی علمی ثقافت سے سبقت لے جاتی ہے بعض خاص موضوعات میں۔

(۴) یہ بات فعلی اور عملی طور پر ثابت ہے کہ تنزیل قرآن کے زمانے میں جو کہ تقریباً بیس سال تک طویل ہو گیا تھا۔ سنہ ہجرت کے قبل بھی اور بعد بھی ۶۲۲ء میں اس وقت علمی معارف رُكُوْذ اور جُمُوْذ کے مرحلے میں تھے۔ متعدد دوسد یوں سے جیسے عصر (حضارۃ اسلامیہ) اسلامی تہذیب تمدن کی سرگرمی علمی ترقی کا دور لاحق تھا بعد تھا تنزیل قرآن کے اختتام کے۔ بے شک جھل اکیلی ان دینی اور دنیویوں عطا یا وہ جو مہربانی کرتے ہیں ساتھ پیش کرنے مطالبہ غریب کے جس کو ان میں سے بعض نے سنا تھا کہ وہ کبھی کبھی اس کو ڈھالیتے ہیں۔ اور جو کہتا ہے کہ جس وقت تھے قرآن میں ایسے دعوے جو علمی صفت والے ہیں ایسی علمیت جو خوف اور حیرت کو ابھارتی ہے۔ تو اس کا سبب علماء عرب کا آگے آنا ہے اپنے زمانے میں۔ اور یہ کہ محمد ﷺ نے حلفی کے طور پر ان کو تیار کیا تھا ان کی تعلیم و تدریس پر۔ بے شک جو بھی شخص تھوڑی سی بھی تاریخ اسلام سے واقفیت رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ عالم عرب میں قرون وسطیٰ میں علمی ثقافتی ترقی کا دور محمد ﷺ کے بعد ہے۔ انہوں نے ہرگز اپنی ذات کے لئے ان خیالی وہمی دعوؤں کی مثل کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اس نوع کے افکار کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے اور خصوصی طور پر بڑے بڑے علمی امور جو وحی کر دیئے گئے ہیں یا جو واضح شکل و صورت میں ڈھال دیئے گئے ہیں قرآن میں جنکی تائید صرف اسی عصر حاضر سے ہوتی ہے۔

(۵) یہاں سے ہم ادراک کرتے ہیں کہ قرآن کے مفسرین (ان امور کے ساتھ جو اسلام کی اس عظیم تہذیب و تمدن کے دور میں ہیں) تحقیق انہوں نے حتمی اور قطعی طور پر غلطی کی ہے۔ صدیوں سے بعض آیات کی تفسیر میں وہ آیات جن کے دقیق معانی سمجھنا ان کی استطاعت میں نہیں تھا۔ بے شک ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر صحیح شکل و صورت میں ممکن نہیں تھا۔ مگر اس دور کے بہت بعد میں یعنی اس دور میں ممکن تھا جو ہمارے قریب ہے۔ یہ معاملہ اس چیز کو متضمن ہے کہ وہ معارف لغوی جو سمندر کی مانند ہیں ان آیات قرآنی کی فہم کے لئے اکیلے کافی نہیں ہیں۔ بلکہ واجب و لازم ہے کہ ان کے ساتھ اضافہ کیا جائے قادر ہونا ان معارف علمیہ پر جو شدید تنوع والے ہیں۔ بے شک اس کتاب کا پڑھنا پڑھانا ایک انسائیکلو پیڈیا کا پڑھنا پڑھانا ہے جو متعدد تخصص کرنے والوں کے کندھوں پر آن پڑے، جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے رہیں گے مسائل مشاہدہ کے پیش کرنے میں ہم آئندہ بھی معارف علمی کے تنوع کا ادراک کرتے رہیں گے۔ وہ معارف علمیہ جو لازم ہیں بعض آیات قرآنیہ کے معنی کے فہم کے لئے۔ اس کے باوجود قرآن مجید کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کا ہدف ان بعض قوانین کو پیش کرنا ہو جو کائنات میں نافذ ہوتے ہیں بلکہ اس کا ہدف دینی ہے جو ہری ہے۔

اس تحقیق کو لیجئے اور سمجھئے۔ بے شک اسی عجیب راز کا ادراک کرنا اور بلند دلائل کا ادراک کرنا صرف اسی شخص کا شایان شان ہو سکتا ہے جو اس دین کی تعلیم میں گہرائی میں جائے۔ وہ شخص جو اس کی حقیقت و فطرت سے جاہل ہو اس کے لئے محال ہے کہ وہ اس کی کُنْہُہ اور اس کی حقیقت کا ادراک کر سکے۔ یہ یعنی وہی چیز ہے جس کو ہم نے مقدمہ کے اول میں ذکر کیا ہے اور جو ہم نے امام غزالی کا طریقہ بیان کیا ہے دلائل نبوت کے اثبات میں۔

## اثبات دلائل نبوت میں امام بیہتیؒ کا انداز

دلائل نبوت کے اثبات کے لئے بیہتیؒ کا طریقہ کیا ہے؟

مصنف (امام بیہتی رحمۃ علیہ) نے اس کتاب کے آغاز میں پہلے انبیاء سابقین کے معجزات پیش کئے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات، حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ بہر حال نبی مصطفیٰ اور رسول مجتبیٰ جو تمام مخلوقات جن وانس کی طرف مبعوث بالحق ہیں ابوالقاسم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب، خاتم النبیین، رسول رب العالمین ان پر صلوات ہوں اور ان کی آل پاک طیب طاہر پر بھی۔ ان کا حال تو یہ ہے کہ تمام رسولوں سے ان کے آیات پینات اور معجزات تمام رسولوں سے زیادہ ہیں۔ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی نبوت کی بڑی بڑی نشانیاں اور بڑے بڑے معجزات ایک ہزار تک پہنچتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں :

”بہر حال آپ کی نبوت کا سب سے بڑا نشان اور سب سے بڑا معجزہ جو درحقیقت آپ کی نبوت کے ساتھ ملا ہوا ہے اور آپ کے ساتھ چولی دامن کی طرح ہے جو آپ کی حیات نبوی میں مسلسل بڑھتا رہا اور اس معجزے اور نبوت کے نشان میں اضافہ ہوتا رہا اور آپ کی وفات

کے بعد بھی نبوت کی دائمی دلیل، ابدی دلیل لایزال طریقے پر ہمیشہ آپ کی اُمت کے پاس ہے اور رہے گا وہ قرآن عظیم ہے۔ جو ایسا بیان کرنے والا ہے جو سب کو خاموش کر دیتا ہے اور جو اللہ کی مضبوط اور نہ ٹوٹنے والی رسی ہے۔“

اس کے بعد مصنف علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے اعجاز کی وجوہ بیان کی ہیں۔ قرآن کی وجوہ اعجاز بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

”بے شک ہمارے نبی کریم ﷺ کے پاس قرآن مجید کے علاوہ اور بھی بہت ساری آیات باہرہ اور معجزات ظاہرہ ہیں جو مخفی نہیں ہیں اور وہ بے شمار ہیں۔“

اس کے بعد مصنف رحمۃ علیہ نے حضور ﷺ کے معجزات کو اجمالی طور پر بیان کیا ہے۔ وہ اس میں معجزات کے استناد کے لئے پہلے معجزہ قرآن اور دوسری مرتبہ معجزات رسول جو درحقیقت آپ کی نبوت کے دلائل ہیں، ان کو لائے ہیں، اسی اثنا میں وہ فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ کی نبوت کے وہ دلائل جن سے اہل کتاب نے آپ کی نبوت کی صحت پر دلیل پکڑی ہے ..... بعض دلائل نبوت محمدیہ ﷺ وہ ہیں جن کے ساتھ اہل کتاب نے استدلال کیا ہے آپ کی نبوت کی صحت پر۔ وہ تو وہ دلائل ہیں جو اہل کتاب کو توراہ و انجیل میں اور دیگر تمام آسمانی کتابوں میں ملے ہیں یعنی حضور ﷺ کا ذکر خیر۔ آپ کی صفت، آپ کا ارض عرب میں ظاہر ہونا وغیرہ۔ اگرچہ ان میں سے اکثر نے ان دلائل کو تحریف کر کے اپنے محل سے ہٹا دیا ہے اور بدل دیا ہے۔

وہ دلائل نبوت محمدیہ ﷺ جو آپ کی ولادت کے ایام میں اور آپ کی بعثت کے وقت ظاہر ہوئے ..... آپ کی نبوت کے بعض دلائل وہ ہیں جو آپ کی ولادت کے ایام میں اور آپ کی بعثت کے ایام میں ظہور پذیر ہوئے۔ وہ امور غریبہ اور واقعات عجیبہ جنہوں نے آئمہ کفر کی حکومتوں اور بادشاہتوں میں ہلچل مچادی تھی اور جنہوں نے ان کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔ جمہور لسان العرب کو تائید دی اور عربوں کے ذکر کو بلند کر دیا۔ جیسے

- ۱۔ اصحاب فیل کا واقعہ، اور اس میں اللہ نے اس لشکر کے ساتھ جو عذاب اور جو عبرت ناک سزا اس گروہ پر جاری فرمائی تھی۔
- ۲۔ اہل فارس کی ایک ہزار سال سے جلنے والی آگ کا اچانک بجھ کر دم بخود ہو جانا۔
- ۳۔ ایوان کسری کے کنگوروں کا گر جانا۔
- ۴۔ بحیرہ ساوہ کا پانی ایک دم خشک ہو جانا۔
- ۵۔ موبدان کا خواب وغیرہ۔

ہاتف غیبی سے سُنی گئی آوازوں میں دلائل نبوت ..... (۱) جو آپ ﷺ کی تعریفوں اور آپ کی صفات کے ساتھ چیخ مار کر بتا رہے تھے۔

(۲) اور وہ اشارات جو آپ ﷺ کے بیان شان کو متضمن ہیں۔

(۳) اور وہ امور جو کاہنوں اور جنوں سے آپ کی تصدیق کے بارے میں پائے گئے۔

(۴) اور وہ باتیں جو مذکورہ لوگوں نے اپنے اپنے ماننے والوں کو انسانوں میں سے حضور ﷺ کے ساتھ ایمان لانے کے اشارے دیئے تھے۔

اصنام و بتوں کے اوندھے ہونے میں دلائل نبوت ..... (۱) وہ بت جو مشرکین نے اپنے معبود ٹھہرائے تھے، حضور ﷺ کی تشریف آوری پر ان کا منہ کے بل گر جانا (اُلٹے ہو جانا) اس کے باوجود ان کو اپنی جگہ سے کسی نے نہیں ہلایا تھا۔

(۲) اور تمام امور جو اخبار مشہورہ میں ضروری ہیں۔ مثلاً وہ امور اور وہ عجائبات جن کا ظہور آپ کے ایام ولادت میں ہوا۔ اور جن کا ظہور آپ کے ایام پرورش میں ہوا۔ اور جن کا ظہور زمانہ پرورش کے بعد سے آپ کے بعثت اور نبی بننے تک ہوا۔ اور وہ امور جو آپ کی بعثت کے بعد ظاہر ہوئے۔

ان مذکورہ آیات و معجزات کے علاوہ بھی بعض دوسری نوعیت کے معجزات تھے۔ مثلاً

بعثت کے بعد آپ ﷺ کے بعض مخصوص و مشہور معجزات ..... (۱) چاند کا پھٹ جانا۔

(۲) کھجور کے سوکھے تنے کا رونا۔

(۳) حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا نکلنا، حتیٰ کہ لوگوں کی کثیر تعداد نے اس سے وضو کیا۔

(۴) طعام کا تسبیح کرنا۔

(۵) درخت کا حضور ﷺ کی بات مان کر چلے آنا جب انہوں نے اس کو بلایا تھا۔

(۶) زہر آلود بکری کی تلی کا حضور ﷺ سے کلام کرنا

(۷) بھیڑیے اور گوہ کا حضور ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا۔

(۸) شیر خوار اور میت کا آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا۔

(۹) حضور ﷺ کی دعا کے ساتھ طعام اور پانی زیادہ ہو جانا، یہاں تک کہ لوگوں کی کثیر تعداد نے فائدہ اٹھایا۔

(۱۰) حضور ﷺ کا اس بکری کے تھنوں سے دودھ برآمد کرنا جس پر اس کا زرع یعنی بکرا کبھی نہیں چڑھا تھا اور اس سے جفتی نہیں کی تھی۔ اس کے

باوجود اس کا دودھ اُتر تھا۔

(۱۱) حضور ﷺ کا بعض پیش آنے والے واقعات کی خبر دینا، جن میں سے بعض کی تصدیق تو آپ ﷺ کے اپنے زمانہ حیات میں ہو گئی تھی

اور بعض کے آپ ﷺ کے بعد ہوئی وغیرہ وغیرہ۔ امور و واقعات کتب میں مدون مذکور ہیں۔

امام بیہقیؒ کی شرط اپنی کتاب کے بارے میں اور آپ کی اس تصنیف کی خصوصیات ..... امام بیہقیؒ آغاز کتاب میں تخریج

احادیث و اخبار کی بابت شرط کے بارے میں شرح و تفصیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

”میری مصنفات کے اندر خواہ وہ اصول میں ہوں یا فروع میں، میری کتابوں میں میری عادت یہ رہی ہے کہ غیر صحیح کو چھوڑ کر صرف صحیح پر اکتفا کیا ہے اور صحیح کو غیر صحیح سے ممتاز اور علیحدہ کیا ہے۔ تاکہ اہل سنت میں سے جو شخص بھی اس میں دیکھے وہ بصیرت کے ساتھ اس پر اعتماد کرے اور اہل بدعت میں سے وہ شخص جس کا دل قبول اخبار سے کج ہو چکا ہو اس کے لئے ان آثار سے آنکھیں بند کرنے کی کوئی گنجائش نہ ہو جن پر اہل سنت نے اعتماد کیا ہے۔“

امام بیہقیؒ اخبار احاد سے بھی حجت پکڑنا ..... اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ مصنف (امام بیہقیؒ) نے دلائل کے آغاز میں قبول اخبار

کی طرف اور خبر واحد کو حجت ثابت کرنے میں تعرض کیا ہے (یعنی اس کے درپے ہوئے ہیں، اور انہوں نے اس بات کی کوشش کی ہے)۔ انہوں نے

باقاعدہ ان لوگوں کے بارے میں فصل قائم کی ہے جن کی خبر قبول کی جاتی ہے۔ اور وہ کلام کرتے ہیں انواع اخبار کے بارے میں اور مرسل روایات کے

بارے میں اور اختلاف حدیث کے بارے میں اور احادیث میں سے ناسخ اور منسوخ کے بارے میں۔ ان سب بحثوں سے فارغ ہو کر وہ یہ قول

کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ کتاب تصنیف کی ہے اور اس میں وہ چیز بھی لائے ہیں جو ہر حدیث کی صحت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

باقی رہیں وہ احادیث جن کو انہوں نے مبہم چھوڑ دیا ہے (اس کی طرف اشارہ نہیں کیا) وہ بھی مقبول ہیں ان کی مثل جن کی انہوں نے تخریج کی ہے۔

امام بیہقیؒ کا ضعیف کے مقابلے میں صحیح پر اعتماد کرنا ..... بہر حال جن کو وہ اسناد ضعیف کے ساتھ لائے ہیں انہوں نے ان کے ضعیف کی

طرف اشارہ کر دیا ہے اور اعتماد انہوں نے ان کے ماسواذیگر صحیح روایات پر کیا ہے۔ اس بات کی مثال وہ ہے جسے انہوں نے قصہ معراج بیان کرنے کے بعد

فرمایا ہے کہ قصہ معراج میں ہم نے جو احادیث ذکر کی ہیں ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جو ضعیف روایات کے ساتھ مروی ہیں لیکن ان روایات میں جو

ثابت ہیں یعنی صحیح اسناد کے ساتھ استغناء ہے یعنی صحیح اسناد کے ساتھ ثابت شدہ احادیث کے بعد ضعیف کی ضرورت و احتیاج باقی نہیں ہے۔



امام بیہقیؒ کے اعتماد کی بنیاد بخاری و مسلم ہیں جب کہ روایات سب کی لی ہیں ..... امام بیہقیؒ اپنے اعتماد کی بنیاد بخاری و مسلم پر رکھتے ہیں اور ان دونوں سے کثرت کے ساتھ احادیث نقل کرتے ہیں اور اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد پھر وہ سنن ابو داؤد سے نقل کرتے ہیں اور اس کی طرف اشارہ نہیں کرتے۔ بعض احادیث میں نے دیکھی ہیں جو انہوں نے سنن ترمذی سے نقل کی ہیں۔ میں نے حواشی کے اندر ان کی تخریج لکھ دی ہے۔ اسی طرح وہ مسند امام احمد سے، اور مؤطا امام مالک سے، اور سنن ابن ماجہ سے، اور سنن نسائی کبریٰ سے، اور سنن دارمی سے بھی۔ اور مستدرک حاکم سے، اور ان کے شیخ ابن حبان سے بھی احادیث لیتے ہیں۔ جیسے وہ مغازی موسیٰ بن عقبہ سے لیتے ہیں۔ ہماری طرف ان میں سے نہیں پہنچی مگر ہم کتابوں میں کہتے ہیں۔ جیسے وہ مغازی واقدی سے لیتے ہیں۔ ہاں سیرت ابن ہشام سے کثرت کے ساتھ لیتے ہیں۔

بعض اخبار بیہقیؒ کے ہاں ایسے پائے گئے ہیں جو صرف انہیں کی کتاب میں آئے ہیں بس۔ اور ان کی اسناد بھی انہیں پر رجوع کرتی ہیں، جیسے شعروں کے بیت طلح البدر علینا۔ اور بعض دوسرے اخبار جو حدیث ام معبد میں وارد ہوئی ہیں اور قوم تبّع۔ اور زم زم کی کھدائی وغیرہ کے بارے میں۔ اور بعد کے مصنفین نے انہیں سے ان کو نقل کیا ہے۔ کبھی ان کی کتاب میں بعض اخبار مکرر لائی گئی ہے۔ یا کبھی ان کو ایک مقام پر مختصر چلاتے ہیں۔ اور دوسرے مقام پر اسی کو طویل لاتے ہیں۔ مثلاً جیسے انہوں نے اصحاب فیل کے قصے کو مکرر لایا ہے اور سوکھے کھجور کے تنے والی روایت کو مکرر لائے ہیں۔ ایک مرتبہ اس کو خبر کے بارے میں لائے ہیں ہجرت کے بعد، پھر دوبارہ اس کو دلائل میں لائے ہیں۔ اور اسی طرح حدیث ام معبد کو لے لیجئے اس کو ایک مرتبہ وہ صفت رسول کے ضمن میں لائے ہیں اور دوسری مرتبہ آپ کی ہجرت کے عنوان کے تحت لائے ہیں وغیرہ۔ یہ تحقیق و تدقیق اور چھان پھٹک تو اخبار کے بارے میں تھی، اب آئیے ان کی شرط کا جائزہ لیتے ہیں۔

احادیث کو لانے میں امام بیہقیؒ کی شرط اور علماء کا اس پر اتفاق ..... امام بیہقیؒ کی شرط یہ ہے کہ وہ احادیث میں سے نہیں لائیں گے مگر صحیح کو اس لئے کہ اعتماد کرنا مناسب نہیں ہے مگر اسی صحیح پر۔ اسی وجہ سے ان کی کتاب علماء کے اندازے میں وکیع قرار پائی اور ان کی بات اور کلمہ اس بات پر متفق ہو گیا کہ درحقیقت یہ کتاب اپنے موضوع پر جامع ترین کتاب ہے۔ صحت کی حیثیت سے دقت و باریک بینی کے لحاظ سے۔ تہذیب اور چھان پھٹک کے اعتبار سے، اور حسن ترتیب کے اعتبار سے۔ لہذا ان کی کتاب ایک مستقل مأخذ و مصدر کی حیثیت اختیار کر گئی ہے اور علماء نے اس پر اعتماد کیا ہے اور علماء (اسی اعتماد و استناد کی وجہ سے) اس کتاب سے کثرت سے احادیث نقل کرتے ہیں اور حوالہ دیتے ہیں اور ان کی طرف انتساب کرتے ہیں۔ مثلاً حافظ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ میں جس کو انہوں نے اس کتاب سے نقل کر کے بھر دیا ہے اور جلال الدین سیوطی، خصائص الکبریٰ میں اور الدر المنثور میں۔

نبوت کے دلائل میں تصنیف شدہ کتب اور مصنف کا مخصوص طریق ..... نبوت کے دلائل کے سلسلے میں مصنفین کی کثیر تعداد نے کتابیں تصنیف کی ہیں۔ امام بیہقیؒ کے زمانے سے پہلے بھی اور ان کے بعد بھی غالباً پہلا شخص جس نے نبوت کے دلائل ایک باب میں جمع کئے وہ امام بخاری تھے، جنہوں نے

۱۔ کتاب المناقب، میں ایک علیحدہ بڑا باب مرتب کیا اور اس کا نام رکھا ”علامات النبوة فی الاسلام“۔ انہوں نے اس باب میں نبوت کے دلائل اور اس کی علامات کے بارے میں ساٹھ احادیث جمع کی ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے ایک اور باب قائم کیا ہے۔ اس کا عنوان ہے ”بقیة احادیث علامات نبوت فی الاسلام“۔ اس طرح امام بخاری پہلے شخص تھے جنہوں نے یہ احادیث ایک ہی جگہ پر جمع کی تھیں اور امام مسلم نے ”معجزات الرسول“ میں اسی طرح کام کیا ہے۔

۳۔ دلائل النبوة : ابوداؤد البجستانی۔ متوفی ۲۵۷ھ۔ بمطابق اس کے جو حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ اعلام النبوة لابن قتیبة دینوری۔ متوفی ۲۷۶ھ

- ۴۔ دلائل النبوة : ابوبکر ابن ابی الدنیا۔ متوفی ۲۸۱ھ
  - ۵۔ دلائل النبوة : امام ابوالخق ابراہیم بن الخق حربی۔ متوفی ۲۸۵ھ
  - ۶۔ دلائل النبوة : امام ابوالخق ابراہیم بن حماد بغدادی مالکی۔ متوفی ۳۲۰ھ
  - ۷۔ دلائل النبوة : ابواحمد عسال۔ متوفی ۳۲۹ھ
  - ۸۔ الاحکام لسیاق آیات النبی علیہ السلام : ابوالحسن قطان۔ متوفی ۳۵۹ھ
  - ۹۔ دلائل النبوة : ابوالشیخ ابن حیان۔ متوفی ۳۶۹ھ
  - ۱۰۔ دلائل النبوة : ابوعبداللہ ابن مندہ۔ متوفی ۳۹۵ھ
  - ۱۱۔ دلائل النبوة : ابوسعید خرقوشی۔ متوفی ۴۰۰ھ۔ عنقریب شیوخ بیہقی میں اس کا عنوان آئے گا۔
  - ۱۲۔ تثبیت دلائل النبوة : قاضی عبدالجبار ہمدانی شافعی قاضی رائے۔ متوفی ۴۱۵ھ
  - ۱۳۔ اثبات نبوة النبی : احمد بن حسین زیدی۔ متوفی ۴۲۱ھ
  - ۱۴۔ دلائل النبوة : ابو نعیم اصفہانی۔ متوفی ۴۳۰ھ
  - ۱۵۔ دلائل النبوة : ابوالعباس جعفر بن محمد المعروف مستغفری نسفی حنفی۔ متوفی ۴۳۲ھ۔ انہوں نے اس کتاب کے اندر قبل از بعثت دلائل کے سات باب بنائے ہیں۔ اور معجزات کے دس باب۔ اس بنیاد پر جیسے کشف الظنون میں ہے۔
  - ۱۶۔ دلائل النبوة : ابوذر ہروی۔ متوفی ۴۳۴ھ
  - ۱۷۔ اعلام النبوة : ابوالحسن ماوردی۔ متوفی ۴۵۰ھ
  - ۱۸۔ دلائل النبوة : ابوالقاسم اسماعیل بن محمد اصفہانی طلحی الملقب قوام السنۃ۔ متوفی ۵۳۵ھ
  - ۱۹۔ دلائل النبوة : ابوبکر بن حسن نقاش موصلی۔ متوفی ۸۵۱ھ
  - ۲۰۔ حافظ ابن کثیر۔ انہوں نے یہ سارے دلائل البدایہ والنہایہ میں درج کر دیئے ہیں۔
  - ۲۱۔ الخصائص الکبریٰ للسیوطی : اس نے بھی یہ سارے دلائل جمع کر دیئے ہیں۔
  - ۲۲۔ غایۃ السؤل فی خصائص الرسول : ابن ملقن۔ متوفی ۷۲۳-۸۰۴ھ۔ انہوں نے کتاب بیہقی کو مختصر کر دیا ہے۔
  - ۲۳۔ بغیۃ السائل عما حواه کتاب الدلائل : افسوس کہ مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ اس کتاب کے مصنف نے بھی مذکورہ نام کے ساتھ امام بیہقی کے دلائل کو مختصر کیا ہے۔ اس کی دوسری جلد دمشق کے مکتبہ طاہریہ میں محفوظ ہے۔
- نبوت محمد رسول اللہ ﷺ پر امام بیہقی کا طرز استدلال..... نبوت محمدیہ پر استدلال کرنے کے لئے مصنف امام بیہقی کا طریقہ یہ ہے کہ وہ احادیث نبویہ اور حالات صاحب شریعہ بیان کرتے ہیں اور ان سے یہ دلائل استنباط کرتے ہیں (یعنی ان سے دلیل پکڑتے ہیں)۔ یہ بات اور یہ انداز ابواب کے عنوانات سے واضح ہوتا ہے۔
- اس کے بعد انہوں نے تمام دلائل الگ ایک جگہ پر جمع کئے تھے ہم نے اپنی اس چھپی ہوئی کتاب کی چھٹی جلد میں الگ خاص باب میں جمع کر دیا ہے اس نسبت سے کہ اس میں نصوص کثیرہ ایسی ہیں جن کے نشر ہونے پر سبقت نہیں ہوئی وہ انہوں نے دوسری کتب سے نقل کی ہیں جو ہمارے پاس نہیں پہنچیں۔
- الغرض وہ ایک بہترین کتاب ہے جو سیرت رسول میں تصنیف کی گئی ہے اور آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل میں احادیث صحیحہ ہیں اخبار قویہ کے حوالے سے۔

## امام بیہقی کی زندگی اور ان کا علمی مقام

وہ امام، حافظ الحدیث، علامہ تھے۔ خراسان کے شیخ تھے، جلیل القدر فقیہ تھے، ذہین فطین تھے، اصولی تھے، دنیا سے بے رغبت تھے، اطاعت شعار تھے، متقی اور پرہیزگار تھے، صاحب تصانیف کثیرہ تھے، مذہب کے اصول و فروع کی تائید و نصرت پر کمر بستہ تھے، کنیت ابو بکر تھی، نام احمد بن حسین، نسبت بیہقی نیشاپوری تھی۔ ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔

مقام خسروگرد (نیشاپور میں) علاقہ بیہق کی بستی میں پیدا ہوئے تھے۔ قصبہ یا شہر بیہق میں پرورش پائی تھی۔ انہوں نے ۳۹۹ھ اپنے شیوخ سے تعلیم حاصل کر لی جبکہ ابھی آپ کی عمر پندرہ تک ہی پہنچی تھی۔ اور محدثین کی جو عادت تھی علم کی تلاش میں سفر کرنا، اس کے مطابق امام بیہقی بھی مختلف شہروں میں گئے۔ عراق اور حجاز کا سفر کیا۔ نوقان میں حدیث کی سماعت کی اور اسنرائن، طوس، مہرجان، اسدآباد، ہمدان، دامغان، اصفہان، رائے، طبران۔ نیشاپور، رودبار، بغداد، مکہ الغرض تمام آفاق و اطراف میں گھومے۔

ان تمام مذکورہ اسفار میں اس خشوع و خضوع کرنے والے نفس سے تقویٰ اور پرہیزگاری کا ظہور ہوا۔ آپ ان اسفار میں اللہ کی راہ دیکھتے اور اللہ کی رضا کے لئے علم طلب کرتے رہے۔ (اس حال میں کہ) زندگی کے شدائد پر صبر کرتے رہے، نہ کسی چیز کی قلت کا شکوہ کیا اور نہ ہی کسی چیز کے نہ ہونے کا۔ بے شک ان کی ہمت عالی تھی اور مقصد ارفع تھا۔ وہ علم سے بڑھ کر کوئی مقصد نہیں دیکھتے تھے جو درس سے زیادہ نفیس اور پاکیزہ ہو۔ درحقیقت یہی چیز ان کی قوت اور ارادے کی مضبوطی کا سبب تھی۔ اور اس قوت کی نسبت عظیم تھی۔ اس کے ذریعے نفوس بلند قرار پاتے ہیں اور یہی حقیقت تھی جس کو نبی کریم ﷺ نے علماء کی اعلیٰ مثال قرار دیا۔ اور اسی کو نفوس میں قائم رکھا اپنے اخلاق و اعمال کے ساتھ۔ آپ کے فضائل کو جو جانتا ہے اور علم رکھتا ہے وہ نبوت اثر کا اقدار ہے۔ آپ کی پوری امت اسی کے گرد زندگی گزار رہی ہے۔

کوئی انسان ایسا نہیں جو اپنے نفس کے گرد دنیا کے منافع کا دائرہ تنگ کر دے اور کسی کا اسلام ہرگز صحیح اور کامل نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے نبی کریم ﷺ کو اپنے لئے کامل مثال اور کامل نمونہ نہ بنالے۔ اپنے پر جبر کرے اور پریشان نہ ہو۔ اور مخلوق سے نہ ڈرے۔ یہی اعلیٰ اخلاق تھے جن کو بیہقی نے اخذ کیا۔ اور اس سے انہوں نے تمکن اور قدرت حاصل کی اپنے مقصد ارادہ کی پاکیزہ اور خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی رضا کا انتظار کرتے ہوئے اور دنیا کے تکلفات کو کم سے کم کیا اور تیس سال کے طویل عرصے تک روزے کو ترجیح دی تا کہ اس کے ذریعے اپنی روحانیت کو اونچا کریں۔ اللہ کی عطا کے سوتے جلا پذیر ہو جائیں اور اس کے چشمے نئے ہو جائیں اور ان کی غلطی کی اور گناہوں کی راہیں مسدود ہو جائیں۔ اور ان کے شیوخ اور اساتذہ جن کی تعداد ایک سو سے اوپر ہے وہ اپنے بعد کے تمام لوگوں سے بڑے علم و فضل کے شیخ تھے۔ علم کی تصنیف میں اور کتب کی تحریر میں جو اسلام کے اصول اور ایمان کے قواعد اور بنیادوں کی تشریح کرتی ہیں۔

## امام بیہقی کے شیوخ و اساتذہ

(۱) الحاکم : حافظ کبیر تھے۔ کنیت ابو عبد اللہ، نام محمد بن عبد اللہ نسبی طہمانی نیشاپوری تھا۔ ولادت ۳۲۱ھ، وفات ۴۰۵ھ۔ اپنے دور کے اصحاب حدیث کے امام تھے۔

۲۔ علوم الحدیث ۳۔ التاريخ

۱۔ بخاری مسلم پر کتاب المستدرک

۵۔ مناقب الشافعی وغیرہ کے مصنف تھے۔

۴۔ المدخل الی معرفة الاکلیل

امام ذہبی فرماتے ہیں، امام بیہقی کے پاس اپنے استاذ الحاکم کی طرف سے اونٹ پر لادنے کے وزن اور بوجھ کے برابر علمی مواد تھا۔ ابن قاضی شہبہ طبقات الشافعیہ میں حاکم کا عنوان قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”امام ابو بکر بیہتی نے حاکم سے علم حاصل کیا اور کثرت کے ساتھ، اور بیہتی حاکم کی کتابوں سے فقیہ بنے، اور ان سے احادیث نقل کی۔ اور انہیں کے علمی سمندر سے اس نے مدد حاصل کی اور وہ انہیں طریقے پر چلتے رہے۔“

(۲) ابوالحسن محمد بن حسین علوی حسنی نیشاپوری ..... صاحب عز و شرف لوگوں کے شیخ تھے۔ سردار ذہین فطین تھے، نیک صالح تھے۔ تحقیق حاکم نے ان کی مدح کی ہے اور یوں کہا ہے ان کے بارے میں کہ شیوخ اشراف کے بھی شیخ تھے۔ اعلیٰ ہمت کے مالک تھے اور طاہری اعمال و عبادت سے بھی آراستہ تھے، اور باطنی پاکیزگی سے بھی آراستہ تھے۔ اور ان کی مجلس میں ہزار عالم حدیث لکھنے والے شمار کئے جاتے تھے، جو ان کے سامنے ہزار حدیث تہذیب و صفائی کے لئے پیش کرتے تھے۔ تحقیق ان سے محدث الحاکم نے ابو بکر بیہتی نے حدیث نقل کی ہے اور وہ امام بیہتی کے سب سے بڑے شیخ تھے۔ آپ کا چانک انتقال ہو گیا تھا، جمادی الاخریٰ ۴۰۱ھ میں۔

(۳) ابو عبد الرحمن سلمی ..... حافظ الحدیث، عالم، زاہد، مشہور شیخ الصوفیاء تھے۔ نام محمد بن حسین بن موسیٰ ازدی نیشاپوری تھے۔ ولادت ۳۰۳ھ وفات ۴۱۲ھ۔ آپ مشہور کتاب ”طبقات الصوفیہ“ کے مؤلف تھے۔ شیخ خراسان تھے۔ صوفیاء عرب میں بڑے صوفی تھے۔ صاحب تصانیف تھے۔ وہ تصوف کے اندر اپنے والد اور دادا کے وارث تھے۔ اور انہوں نے اتنی کتب تصنیف کیں جس قدر تصنیف اس دور میں ان سے قبل کسی نے نہیں کی تھیں جن کی فہرست ایک سو تک پہنچتی ہے۔

خطیب بغدادی نے ان کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ان کا مقام بہت بڑا تھا، بہترین کتب کے مصنف تھے۔ انہوں نے کئی شیوخ کو اپنے تراجم اور ابواب میں جمع کیا اور صوفیاء کا ایک حلقہ قائم کیا ہے اور حدیث و تفسیر میں کتب تصنیف کیں۔

(۴) ابوسعید عبد الملک بن ابوعثمان خرقوشی نیشاپوری ..... واعظ خرقوش نیشاپور کا محلہ تھا۔ ان سے حاکم نے حدیث نقل کی۔ حالانکہ وہ ان سے بڑے تھے۔ اور حسن بن محمد خلّال اور بیہتی نے اور دیگر لوگوں نے بھی ان سے احادیث نقل کی ہیں۔ خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ وہ بچے علم والے، متقی پرہیزگار تھے، نیک صالح تھے۔ اور حاکم نے فرمایا کہ میں نے ایسا آدمی نہیں دیکھا جو ان سے بڑھ کر جامع صفات کا حامل ہو۔ علم، زہد، تواضع، دعوت الی اللہ، دعوت الی الزہد کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ ان کو توفیق ارزانی فرمائے اور ہمیں ان کی زندگی سے بہرہ مند بنائے، ان کی تصانیف عام ہو چکی ہیں۔ ان کی ایک بڑی تفسیر ہے اور کتاب ”دلائل النبوة“ اور کتاب ”الزہد“ ہے۔ ان کا انتقال جمادی الاخریٰ ۴۰۶ھ میں ہوا۔

(۵) ابواسحاق طوسی ..... نام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم ہے۔ بہت بڑے مناظرین میں سے ایک تھے۔ ان کی دولت و ثروت وافر تھی۔ مقام و مرتبہ زیادہ تھا۔ حضرت ابوالولید نیشاپوری سے تفقہ فی العلم حاصل کیا اور حضرت ابوہل صلحو کی سے، امام رافعی نے ان سے احادیث نقل کی ہیں۔ ان کی وفات ماہ رجب ۴۱۱ھ میں ہوئی۔

(۶) عبد اللہ بن یوسف بن احمد اصفہانی ..... محققات محدثین میں سے تھے۔ اور کبار صوفیہ میں سے تھے۔ امام بیہتی نے کثرت کے ساتھ ان سے روایات لی ہیں۔ ان کی ولادت ۳۱۵ھ اور وفات ۴۰۹ھ میں ہوئی۔

(۷) عبد الرحمن بن احمد بن بالویہ نیشاپوری ..... یہ رئیس اعظم تھے۔ بااعتماد فقیہ، ابو محمد مزکی۔ وہ حدیث بیان کرتے تھے اصم سے وہ روایت کرتے ہیں۔ ابو بکر محمد بن حسین قطان سے انتقال کے لحاظ سے یہ اصحاب قطان میں سے آخری آدمی تھے۔ امام بیہتی نے ان سے بھی حدیث بیان کی ہے اور ابوصالح مؤذن نے اور محمد بن یحییٰ مزکی نے اور دیگر لوگوں نے۔ اور یہ صاحب ثقہ تھے، باوجاہت تھے، زیرک تھے۔ ان کا چانک انتقال ہو گیا تھا ماہ شعبان ۴۱۰ھ میں، اپنے گھر میں رہتے ہوئے۔ حدیث کا املاء کرواتے تھے۔

(۸) عبد اللہ بن یوسف ابو محمد جوینی ..... یہ صاحب امام الحرمین کے والد تھے۔ علماء شافعیہ کے شیخ تھے۔ فقیہ مدقق و محقق تھے، نحوی تھے، مفسر تھے، مفتی تھے، فتویٰ صادر کرتے تھے ۴۰۶ھ میں۔ عبادت کرنے میں بڑی مشقت برداشت کرتے تھے۔ شاگردوں کے

سامنے بڑے بازعب آدمی تھے۔ عزم، وقار اور سکینہ کے مالک تھے۔ ان کو رکن الاسلام کا لقب ملا ہوا تھا۔ ان کی کئی تالیفات ہیں۔ التبرہ، فقہ میں، اور کتاب التذکرہ اور کتاب التفسیر الکبیر وغیرہ تالیف کی ہیں۔ ان کی وفات ماہ ذیقعدہ سنہ ۴۳۸ھ میں ہوئی۔

(۹) الامام، المحدث، مقبری عراق۔ ابوالحسن علی بن احمد بن عمر بن حفص بن حمادی بغدادی ..... ولادت ۳۲۸ھ اور وفات ۴۱۶ھ میں ہوئی۔ اس نے حدیث ابوسہل قطان سے سنی اور ابن قانع سے اور محمد بن جعفر آدمی سے۔ اور نقاش کے سامنے خود پڑھی اور ہبۃ اللہ بن جعفر اور ابن ابی ہاشم وغیرہم سے۔ ان سے حدیث بیان کی خطیب بغدادی نے اور وہ سچے تھے، دیندار تھے، فاضل تھے۔ اپنے وقت میں اسانید قرأت کے ساتھ اور ان کی برتری کے ساتھ منفرد تھے۔

(۱۰) حافظ ابو حازم عمر بن احمد مسعودی ہذلی نیشاپوری۔ اعرج بدوی ابن محدث ابوالحسن ..... انہوں نے حدیث سماعت کی ابن نجید سے اور ابوبکر اسماعیلی سے اور ابوالفضل ابن خیرویہ ہروی سے اور ابوالاحکام سے اور ان کے طبقے سے۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں میں نے کسی کو ایسا نہیں دیکھا جس پر میں حافظ الحدیث ہونے کا اطلاق کر سکوں سوائے دو آدمیوں کے۔ ایک ابو نعیم دوسرے ابو حازم عبدوی۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ ابو حازم ثقہ تھے، صادق تھے، حافظ تھے، عارف تھے۔ ان کی وفات عید الفطر کے دن ۴۱۶ھ میں ہوئی تھی۔

(۱۱) ابوطاہر زیادی۔ محمد بن محمد بن حمش نیشاپوری ..... ولادت ۳۱۶ھ اور وفات ۴۱۰ھ میں ہوئی۔ فقیہ، علامہ، پیشوا و مقتدا، خراسان کے شیخ تھے۔ ان کے والد عابدین میں سے تھے۔ انہوں نے حدیث کی سماعت محمد بن حسین قطان سے کی تھی، اور عبد اللہ بن یعقوب کرمانی سے، اور ابوالعباس اصم سے، اور ابوعلی میدانی سے، اور علی بن حمشاد سے، اور محمد بن عبد اللہ صفا وغیرہ سے۔ آپ امام فی المذہب تھے۔ علم شروط میں تبحر تھے، عربیت میں ماہر تھے، بڑی شان والے تھے، اصحاب حدیث کے ابام تھے، ان کی سند تھے اور ان کے مفتی تھے۔ ان سے ابوبکر بیہقی روایت کرتے ہیں اور عبد الرحمن بن عبد اللہ بن برزہ، اور قاسم بن فضل ثقفی تحقیق ان سے روایت ان کے ہم عصروں میں سے حاکم بھی کرتے ہیں۔

(۱۲) امام الشریف ابوالفتح ناصر بن حسین العمری ..... طبقہ شافعیہ کے شیخ تھے۔ ان کا نسب حضرت عمر بن خطاب تک پہنچتا ہے۔ انہوں نے حدیث کی سماعت ابوالعباس سرحسی سے کی۔ اور ابو محمد مغلدی سے، اور عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب رازی سے، اور ابوبکر قفال کے پاس فقیہ بنے تھے، اور ابن حمش زیادی سے۔ وہ اپنے مسلک میں یکتا تھے۔ انہوں نے اپنے ایام پیری میں بھی علم کی تدریس کی۔ اہل نیشاپور نے ان سے فقاہت سیکھی۔ فتویٰ اور مناظرہ کی مرکزی شخصیت تھے۔ ان سے ابوبکر بیہقی نے علم حاصل کیا اور مسعود بن ناصر نے اور ابو صالح مؤذن نے اور دیگر لوگوں میں چنیدہ تھے، عاجزی کرنے والے تھے۔ فقیہ مگر سوال سے بچنے والے تھے، کم چیز پر قناعت کرنے والے تھے، بڑی عزت والے تھے۔ نیشاپور میں ماہ ذیقعدہ ۴۴۴ھ میں انتقال کیا۔

(۱۳) العلامة ابوالقاسم حسن بن محمد بن حبیب بن ایوب نیشاپوری ..... مفسر، واعظ، صاحب کتاب، معتلاء الجانین تھے۔ انہوں نے تفسیر اور ادب میں تصنیف کی۔ ابوالعباس اصم سے سماع کیا، اور محمد بن صالح بن ہانی اور ابن حبان وغیرہ سے۔ ذالحجہ میں وفات ہوئی ۴۰۶ھ میں۔

(۱۴) ابو عمر محمد عبد اللہ بن احمد بسطامی ..... فقیہ تھے، ادیب تھے، محدث تھے، عربی پڑھاتے تھے، ان کا یقین اور اعتماد ابوسعید صلحو کی پر تھا۔ ابن عدی سے اور ان کے طبقے سے زیادہ کسب علم کیا تھا۔ ان کی وفات ربیع الاول میں ہوئی تھی جبکہ اس وقت ان کی عمر ۸۵ سال تھی۔

(۱۵) ہلال بن محمد بن جعفر حنفی ..... ابوالفتح، شیخ صدوق تھے۔ ولادت ۳۲۲ھ، وفات ۴۱۴ھ میں ہوئی۔ اسماعیل صفار سے حدیث کی سماعت کی اور عثمان بن محمد دقاق سے، اور اسماعیل بن علی خزاعی سے، اور دیگر لوگوں سے۔ اور ان سے خطیب بغدادی نے حدیث نقل کی اور امام بیہقی نے اور ابونصر سجری نے اور ان کے سوا کثیر مخلوق نے خطیب فرماتے ہیں کہ وہ صدوق تھے۔ ماہ صفر ۴۱۴ھ میں انتقال ہوا۔

(۱۶) ابوالحسن علی بن حسن مصری ..... قاضی (حج) تھے، فقیہ شافعی تھے۔ انہوں نے عبدالرحمن بن عمر نحاس سے اور ابوسعید مالینی سے حدیث سنی تھی اور اس کے علوم کی اسناد مصر میں ان تک پہنچتی ہے۔ ان کی کئی تصانیف ہیں۔ قضاء کے ولی بنائے گئے۔ ایک فیصلہ کیا، پھر استعفیٰ دے دیا اور اپنے آپ کو اس کام سے سمیٹ لیا۔

(۱۷) ابو محمد عبداللہ بن یحییٰ بن عبدالجبار بغدادی سکری ..... معمر شیخ تھے۔ انہوں نے اسماعیل صفار سے حدیث سنی۔ متعدد جلدیں وہ اپنی سند کی برتری کے لحاظ سے منفرد تھے۔ انہوں نے جعفر خلدی سے اور ابوبکر نجاد سے اور ایک جماعت سے بھی حدیث سنی۔ ان سے خطیب نے، اور بیہقی اور حسین بن علی بشری نے احادیث روایت کی ہیں۔ خطیب فرماتے ہیں ہم لوگوں نے ان سے حدیث لکھی تھی۔ وہ صدوق تھے۔ ان کی وفات ماہ صفر ۳۱۷ھ میں ہوئی۔

(۱۸) احمد بن ابوعلی حسن بن حافظ ابو عمر احمد بن محمد بن حفص بن مسلم حرشی حیری نیشاپوری شافعی، ..... الامام، محدث، عالم، اہل خراسان کی سند۔ قاضی القضاة۔ ولادت ۳۲۵ھ وفات ۴۱۷ھ میں ہوئی۔ وہ حدیث بیان کرتے ہیں ابو العباد اصم سے اور ابو احمد بن عدی اور حاجب بن احمد طوسی اور ابو محمد فاہمی وغیرہ سے۔ اور انہوں نے فقہ کا علم سیکھا ابو الولید حسان بن محمد سے اور علم کلام اور علم اصول کا انہوں نے ابوالحسن اشعری کے اصحاب سے حاصل کیا۔

فقہ تھے مذہب کی بصیرت رکھنے والے تھے، یا نگہداشت کرنے والے تھے۔ ان سے حاکم نے حدیث بیان کی، حالانکہ وہ ان سے بڑے تھے، اور ابو محمد جوشی نے اور ابوبکر بیہقی نے اور ابوالقاسم قشیری اور ابوبکر خطیب نے اور حسن بن محمد صفار وغیرہ نے حاکم سے تعریف کی ہے۔ ان کی اور ان کے امر کو بہت قرار دیا اور انہوں نے اصول حدیث تصنیف کی تھی۔

(۱۹) ابوالحسن علی محمد الواعظ مصری ..... وہ بغداد کے رہنے والے تھے، ایک مدت تک وہ مصر میں مقیم رہے۔ انہوں نے احمد بن عبید بن ناصح سے روایت کی اور ابویزید قرطبی سے اور ان دونوں کے طبقے سے۔ صاحب حدیث تھے۔ ان کی تصانیف کثیر ہیں۔ علم حدیث میں اور زہد میں ان کے زمانے کا آغاز و عظ و تقریر تھا۔ ان کی وفات ذیقعدہ ۴۳۸ھ میں ہوئی۔

(۲۰) ابوعلی حسین بن محمد بن محمد بن علی بن حاتم روزباری طوسی ..... انہوں نے سنن ابوداؤد کو روایت کیا تھا ابن داسہ سے۔ اور اس کو نیشاپور میں بیان کیا تھا۔ اور ان سے اسماعیل صفار نے اور عبداللہ بن عمر بن شوذب نے اور حسین بن حسن طوسی نے اور ان سے حدیث بیان کی یا نقل کی۔ حاکم اور وہ ان کے ہم عصروں میں سے تھے۔ اور ابوبکر بیہقی نے اور ابوالفتح نصر بن علی طوسی نے اور فاطمہ بنت ابوعلی دقاق نے اور بے شمار لوگوں نے جو اس (۸۰) کے قریب تھے۔ ان کی وفات ماہ ربیع الاول ۴۰۳ھ میں ہوئی۔

(۲۱) ابواسحاق اسفرائنی ..... امام، علامہ واحد، استاذ ابواسحاق ابراہیم بن محمد ابراہیم بن مہران اسفرائنی۔ اصولی شافعی، دین کے ستون، اپنے زمانے کے ایک مجتہد تھے۔ صاحب مصنفات باہرہ، حدیث سیکھنے کے لئے انہوں نے بھی سفر کیا، اور انہوں نے دج سنجری سے حدیث کی سماعت کی اور عبدالخالق بن روبا سے اور محمد بن عبداللہ شافعی سے اور محمد بن یزید وغیرہ سے حدیث نقل کی ابوبکر بیہقی نے اور ابوالقاسم قشیری نے اور ابوالطیب نے طبری وغیرہ سے۔ محدث حاکم کہتے ہیں کہ وہ ابواسحاق اصولی، فقیہ، متکلم تھے اور ان علوم میں متقدم تھے۔ عراق منتقل ہوئے تو علماء نے ان کے تقدم کا اعتراف کیا اور ان کے لئے نیشاپوری میں قدر قائم کیا گیا، ایسا کہ اس سے قبل ایسا قائم نہیں ہوا تھا۔ اس میں وہ پڑھاتے رہے۔ ان کی وفات ۴۱۸ھ میں ہوئی۔

(۲۲) ابو ذر ہروی ..... حافظ الحدیث، امام، مجتہد، علامہ، شیخ الحرم تھے۔ ابو ذر عبداللہ بن احمد بن محمد بن عبداللہ انصاری، مالکی، صاحب تصانیف، صحیح بخاری کے روایت کرنے والے تینوں سے (یعنی مستملی سے اور حموی سے اور لکشمہینی سے)۔ ولادت ۳۵۵ھ یا

۳۵۶ھ۔ انہوں نے حدیث کی سماعت کی ابو الفضل محمد بن عبد اللہ بن خمیر و یہ سے اور بشر بن محمد خزنی سے اور ابو الحسن دارقطنی سے اور دینوری سے وغیرہ سے انہوں نے اپنے شیوخ کی مجتم تالیف کی۔ خراسان میں حدیث بیان کی اور بغداد میں اور حرم میں ثقہ تھے۔ ضابطہ تھے، دیندار تھے۔ وفات ۳۳۲ھ میں ہوئی۔

(۲۳) ابن فورک شیخ المتکلمین۔ ابو بکر محمد بن حسن بن فورک اصفہانی ..... وہ امام جلیل، عالم بارعب، عالم، متقی پرہیزگار، واعظ، لغوی، نحوی، دنیا کو اور اس کی رونقوں کو ترک کرنے والا، خلوت و جلوت میں اللہ کی طرف متوجہ ہونے والا، ایسی تصانیف والا جو علم سے بھری پڑی ہیں اور ایسی تالیفات جو حکمت سے آراستہ ہیں۔ ایسا استاذ جس کی برابری نہیں کی جاسکتی اور ایسا فلسفی جس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ محمد بن حسن فورک ابو بکر انصاری اصفہانی (اصفہان کے اطراف میں) پیدا ہوئے تھے۔ ۳۳۲ھ کے شروع شروع میں عراق میں اشعری مذہب کا ابو الحسن باہلی سے درس لیا۔ پھر نیشاپور کوچ کر گئے، وہاں انہوں نے اپنا علمی مقام پیدا کیا اور شہرت حاصل کی۔ وہاں پر ان کے لئے ایک حویلی اور ایک مدرسہ بنایا گیا۔ وہاں پر وہ حدیث بیان کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے کئی اقسام کے علوم زندہ کر دیئے اور اہل فقہ پر آپ کی برکات ظاہر ہوئیں۔ استاذ ابن فورک نے عبد اللہ بن جعفر اصفہانی سے پوری مسند طیلسی سنی تھی اور اسی طرح انہوں نے ابن حراز اہوازی سے سنی اور ان سے حافظ ابو بکر بیہقی نے اور ابو القاسم قشیری نے اور ابو بکر بن علی بن خلف نے حدیث روایت کی۔

اس کے بعد ہند میں غزنہ شہر سے ان کو بلایا گیا۔ لہذا انہوں نے کوشش اور سعی کی اور وہاں چلے گئے اور انہوں نے وہاں پر حق کی نصرت کی اور لوگوں نے ان سے خوب استفادہ کیا۔ استاذ رحمۃ اللہ فقہ، مفسر، اصولی، واعظ۔ ادیب، نحوی، لغوی، اسماء الرجال کے ماہر تھے۔ وفات ۴۰۶ھ میں ہوئی۔

ذکر کیا گیا ہے کہ ابن سبکتگین کے ہاتھ سے ان کو زہر دے کر مار دیا گیا تھا۔ اس لئے کہ وہ دین کی نصرت پر سختی سے قائم تھے اور فرقہ مشبہ کرامیہ کا رد ویسے انداز سے کر رہے تھے جس کا مقابلہ کرنے کی ان کو سکت نہیں تھی۔ لہذا انہوں نے ان کے خلاف گروپ بنا لیا تھا۔

(۲۴) ابو بکر طوسی۔ محمد بن ابو بکر طوسی نوقانی ..... انہوں نے نیشاپور میں ماسر جی کے پاس فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اور بغداد میں جا کر ابو محمد بافی خوارزمی سے تعلیم حاصل کی۔ شافعی المسلک علماء کے امام تھے۔ نیشاپور میں ان کا ایک اپنا حلقہ تھا اور مجلس مشاورت تھی۔ متقی پرہیزگار تھے، تارک دنیا تھے، دنیاوی مرتبے اور مقام کی طلب کو اور بادشاہوں کے پاس جانے کی خواہش کو انہوں نے چھوڑ رکھا تھا، اور عہدوں اور منصوبوں کی طلب سے بیگانہ تھے۔ حسن خلق کے مالک تھے۔ خلقت کثیر نے ان سے دین کی فہم حاصل کی اور ان لوگوں پر ان کی برکت کا ظہور ہوا۔ ان علماء میں سے ایک ابو القاسم قشیری بھی تھے۔ شہر نوقان میں ان کی وفات ۴۲۰ھ میں ہوئی۔

(۲۵) ابو الحسن بن بشران علی بن محمد بن عبید اللہ بن بشران۔ المعتدل ..... ولادت ۳۲۸ھ اور وفات ۴۱۵ھ میں ہوئی۔ انہوں نے حدیث کی سماعت ابو جعفری بختری سے اور اسماعیل صفار سے کی اور عثمان بن سماک اور دیگر علماء سے ان کی حدیث روایت کی۔ امام بیہقی نے خطیب بغدادی نے رئیس ابو عبد اللہ ثقفی نے اور ان کے سوا دیگر علماء نے خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔ وہ کامل اخلاق و مروت والے تھے۔ واضح دینداری والے سچے پلے آدمی تھے۔

(۲۶) احمد بن عبید اللہ بن اسماعیل الحافظ ..... امام ذہبی فرماتے ہیں، وہ اس سنن کے مصنف تھے جس سے بیہقی نے اپنی سنن میں کثرت کے ساتھ احادیث کی تخریج کی ہے۔ اور خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ ان سے دارقطنی نے بھی روایت کی ہے۔ وہ ثقہ عالم تھے، پکے اور مضبوط علم والے تھے۔ انہوں نے المسند تصنیف کی اور اس کو انتہائی بہترین بنایا۔

(۲۷) ابو الحسن علی بن احمد بن عبدان اہوازی ..... شیخ، محدث صدوق، ثقہ میں مشہور تھے۔ ۴۱۵ھ میں خراسان میں وفات پائی۔

(۲۸) ابو عبد اللہ حلیمی ..... حسین بن حسن بن محمد بن حلیم بخاری، شافعی، قاضی، علامہ، رئیس الحدیث، رئیس المتکلمین، ماوراء النہر ہیں۔ ان لوگوں میں سے ایک تھے جو ذہانت و فطانت کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں۔ مذہب شافعی میں اصحاب و جاہت میں سے ہیں۔ انہوں نے فقال سے علم حاصل کیا۔ امام ابو بکر اودنی اور ابو بکر محمد بن احمد بن حنبل سے اور حمیسی وغیرہم سے صاحب تصانیف نفیسہ تھے۔ ان سے حاکم نے بھی حدیث نقل کی ہے، حالانکہ وہ ان سے بڑے تھے۔ اور عبدالرحیم بخاری نے اور حافظ بیہقی کو تو حلیمی کے کلام کے ساتھ خاص محبت اور خاص توجہ تھی، خصوصاً شعب الایمان کے اندر۔ وفات ۴۰۳ھ میں ہوئی۔

(۲۹) ابوسعید مالینی ..... امام، محدث صادق، زاہد، گشت و سیاحت کرنے والے ابوسعید احمد بن محمد بن احمد بن عبد اللہ انصاری ہروی مالینی، صوفی، طاؤس فقراء کے لقب یافتہ تھے۔ علم کی طلب اور مشائخ سے ملاقات کرنے کے لئے نیشاپور تک اور اسفہان، بغداد، شام، حرین تک گھومے۔ علم جمع کیا اور کتابیں تصنیف کیں۔ خطیب بغدادی نے ان سے حدیث بیان کی اور امام بیہقی نے زائد ابونصر بجزی وغیرہم نے۔ صاحب صدق اور صاحب تقویٰ تھے۔ بڑے بڑے منصب حاصل کئے۔ ۴۰۹ھ میں وفات پائی۔

(۳۰) ابوسعید صیرفی۔ محمد بن موسیٰ بن فضل۔ متوفی ۴۲۱ھ ..... شیخ تھے، ثقہ تھے، مأمون تھے، شیخ الاصبم کے بڑے تلامذہ سے تھے۔ امام بیہقی نے امام شافعی کی کتب ان سے روایت کی تھیں۔

(۳۱) ابوالحسن علی بن حسین بن علی اللیبہقی صاحب المدرسہ ..... امام تھے، محدث، عبادت گزار تھے۔ انہوں نے نیشاپور میں مدرسہ قائم کیا تھا۔

(۳۲) ابو عبد اللہ محمد بن فضل بن نظیف فراء مصری۔ متوفی ۴۲۳ھ ..... وہ دیار مصر میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ بیہقی نے ان سے مکہ میں حدیث سنی تھی۔

(۳۳) ابوالطیب سہل بن محمد بن سلیمان معلو کی نیشاپوری ..... شیخ اصم سے انہوں نے حدیث کی سماعت کی اور ابو علی رفاء سے اور ایک جماعت سے۔ حاکم نے کہا کہ میں نے جتنے لوگ دیکھے یہ زیادہ علم و بصیرت والے تھے۔ اور حاکم نے ان سے حدیث روایت کی ہیں، حالانکہ وہ ان سے بڑے تھے اور بیہقی بھی۔ اور بعض علماء سہل بن محمد کو اس امت کا مجدد شمار کرتے تھے، جس نے امت کے لئے چوتھی صدی کے سرے پر دین کی تجدید کی تھی۔ اور ان کے بعد ابن باقلانی کو شمار کیا گیا۔

(۳۴) ابو بکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب خوارزمی۔ البرقانی ..... امام، علامہ، فقیہ، حافظ قوی، شیخ الفقہاء، شیخ الحدیث تھے۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ عالم تھے، پرہیزگار تھے، ٹھوس علم والے تھے اور فہم والے تھے۔ ہم لوگوں نے اپنے شیوخ میں ان سے زیادہ ٹھوس اور ثبوت علم والا نہیں دیکھا۔ عارف الفقہ تھے، عربیت کے علم میں سے آپ کا کامل حصہ تھا، کثیر الحدیث تھے۔ انہوں نے مسند کی تصنیف کی جو ان تمام احادیث پر مشتمل ہے جن پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم مشتمل ہیں، اور انہوں نے سفیان ثوری اور ایوب اور شعبہ اور عبید اللہ بن عمر وغیرہم کی احادیث کو جمع کیا۔ انہوں نے وفات تک تصنیف کا سلسلہ ختم نہیں کیا تھا۔ وہ علم کے حریص تھے اور اپنی ہمت کو اسی طرف متوجہ رکھتے تھے۔ خطیب بغدادی نے کہا، میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی شیخ ان سے زیادہ ٹھوس علم والا ہو۔ ان کی ولادت ۳۳۶ھ اور وفات ۴۲۵ھ میں ہوئی۔

(۳۵) ابو منصور بغدادی عبد القاہر بن طاہر بن محمد تمیمی ..... علامہ، بارع، تمام علوم و فنون کے استاذ تھے۔ صاحب تصانیف بدیعہ تھے، طبقہ شافعیہ کے بڑے علماء میں سے تھے۔ ابو بکر بیہقی نے ان سے حدیث نقل کی ہیں اور ابوالقاسم قشیری نے اور ایک جماعت نے۔ اور آپ علم اصول کے امام تھے۔



(۳۶) ابو عبد اللہ غصائری حسین بن حسن بن محمد مخزومی بغدادی ..... امام صالح، ثقہ۔ ابو عبد اللہ انہوں نے حدیث سنی محمد بن یحییٰ صولی سے اور اسماعیل بن محمد صفار سے اور ابو جعفر بختری سے اور دیگر علماء سے۔ ان سے ابو بکر بیہقی حدیث نقل کرتے ہیں اور ابو بکر الخطیب اور ابو الحسن بن مہندی باللہ اور دیگر لوگ۔ خطیب بغدادی ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے، فاضل تھے۔ ان کی وفات ماہ محرم ۴۱۴ھ میں ہوئی تھی۔

(۳۷) ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن فنجویہ دینوری ..... محدث مفید، مشائخ میں سے باقی رہنے والے۔ یہ حدیث بیان کرتے ہیں ہارون عطار سے اور ابو بکر سنی اور ابو بکر قطیبی اور شیروہ نے۔ اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ وہ ثقہ تھے، صدوق تھے، کثیر تعداد میں منکر روایات بھی روایت کرتے تھے۔ خوبصورت خط والے، کثیر تصانیف والے۔ ماہ ربیع الاول ۴۱۴ھ میں نیشاپور میں انتقال کیا۔

(۳۸) ابن بقال عبید اللہ بن عمر بن علی مقبری ..... فقہاء ثقات میں سے تھے۔ خطیب بغدادی بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا بغداد میں انتقال ہوا ۴۱۵ھ میں۔

(۳۹) محمد بن عبد اللہ بن احمد بسطامی زرہاجی۔ متوفی ..... علامہ، محدث، ادیب، فقیہ شافعی، تلمیذ ابو اہل صلحو کی تھے۔ انہوں نے ابو بکر اسماعیلی سے حدیث کا سماع کیا۔ اور ابو احمد بن عدی سے اور ابو احمد حاکم سے اور ان کی حدیث روایت کی ابو بکر بیہقی نے۔ اور رکیس ثقفی نے اور علی بن محمد قفای وغیرہ نے۔ ولادت ۳۴۱ھ اور وفات ۴۲۶ھ ہوئی۔

(۴۰) قاضی ابو عمر محمد بن حسین بسطامی ..... طبقہ شافعیہ کے شیخ تھے۔ نیشاپور کے قاضی (جج) تھے۔ لمبی سیر و سفر کیا، کئی کئی فضائل کے مالک تھے۔ منصب قضاء پر فائز رہے تھے۔ ان سے حاکم نے احادیث روایت کی ہیں اور بیہقی نے اور ابو صالح مؤذن وغیرہ نے۔

(۴۱) ابو بکر احمد بن علی بن محمد بن ابراہیم منجویہ یزدی اصفہانی ..... قوی حافظہ حفاظ میں سے تھے۔ انہوں نے بخارا، سمرقند، ہراة، جرجان کے علمی سفر کئے۔ ابو بکر بیہقی نے ان سے حدیث بیان کی اور خطیب نے اور سعید بقال وغیرہ نے۔ انہوں نے بخاری، مسلم اور جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد پر استخراج کیا تھا۔ وفات ۴۲۸ھ میں ہوئی۔

(۴۲) ابو الحسن محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان بغدادی ..... شیخ، العالم، ثقہ، جن کے ثقہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ ان سے بیہقی نے احادیث روایت کی ہیں اور خطیب اولالکائی نے اور ابو عبد اللہ ثقفی وغیرہ نے۔

## امام بیہقی کے شاگردان گرامی قدر

علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۱۱۳۳-۱۱۳۴ پر لکھتے ہیں کہ امام بیہقی سے خلق کثیر نے روایت کی۔ انہوں نے اپنی کتب اپنے کثیر شاگردوں کے سامنے خود پڑھ کر (ان کو پڑھادیں) اور ان لوگوں نے ان احادیث کو شہروں میں پھیلا دیا۔ آپ کے شاگردوں میں سے سب سے زیادہ وہ لوگ مشہور ہوئے جنہوں نے آپ سے علم کو نقل کیا اور جو کثرت کے ساتھ ان کے ساتھ جڑے رہے۔ اور جن لوگوں کا بیہقی کے ساتھ مضبوط تعلق تھا وہ مندرجہ ذیل شاگرد ہیں :

۱۔ ابو عبد اللہ فراوی۔ محمد بن فضل ..... یہ منفرد ہیں، ان سے صحیح مسلم روایت کرتے ہیں۔ یہ فقیہ حرم کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ اس لئے کہ طویل مدت تک حرم میں شریفین میں مقیم رہے اور علم نشر کرتے رہے۔ انہوں نے ان سے حدیث سنی کبھی فقہ میں اور اصول میں مہارت رکھتے تھے۔ اور ان کے قواعد کے حافظ تھے۔ ایسے ہیں وہ دلائل النبوة کی روایت کرنے اور اسماء اور صفات میں منفرد تھے۔

ابن سمعانی نے کہا ہے کہ عبد بن فضل امام محکم تھے۔ مناظرہ، واعظ، احسن الاخلاق تھے۔ حسن معاشرت والے تھے، سخی تھے۔ مسافروں کا اکرام کرتے تھے۔ ہم نے اپنے شیوخ میں ان جیسا نہیں دیکھا۔

- ۲۔ ابو محمد عبد الجبار بن محمد بن احمد بیہقی خواری ..... امام تھے، فاضل تھے، مفتی متواضع تھے۔ سمعانی نے ان سے نیشاپور میں بہت سی احادیث کتابت کیں۔ بیہقی نے اپنی کتب ان کو پڑھائیں۔ وفات ۵۳۳ھ میں ہوئی۔
- ۳۔ ابونصر علی بن مسعود بن محمد شجاعی ..... انہوں نے امام بیہقی سے ان کا رسالہ روایت کیا ابو محمد جوینی کی طرف۔
- ۴۔ زاہر بن طاہر بن محمد ابوالقاسم مستملی شحامی المعدل ..... انہوں نے بیہقی سے کتاب الزہد روایت کی ہے۔ اور اس کو ابن عساکر نے مستملی سے روایت کیا ہے۔
- ۵۔ ابو عبد اللہ بن ابو مسعود صاعدی ..... ان سے روایت کی ابن عساکر نے، ایسے ہی کتاب تبیین کذب المقری میں ہے۔
- ۶۔ ابوالمعالی۔ محمد بن اسماعیل بن محمد بن حسین فارسی نیشاپوری ..... یہ سنن کبیر کے راوی ہیں بیہقی سے۔ ان کی وفات ۵۳۹ھ میں ہوئی۔
- ۷۔ قاضی ابو عبد اللہ حسین بن علی بن فطمہ بیہقی قاضی خسرگرد (وہیں کے متوفی ہیں)
- ۸۔ اسماعیل بن احمد بیہقی۔ (مصنف بیہقی کے صاحبزادے تھے) ..... انہوں نے اپنے والد سے حدیث کی سماعت کی اور طلب علم کے لئے انہوں نے سفر کئے۔ بیہق میں انتقال ہوا۔ فاضل تھے، پسندیدہ طریق والے تھے۔
- ۹۔ حفید البیہقی (نواسے) ابوالحسن عبد اللہ بن محمد بن احمد ..... یہ کتاب دلائل النبوة کے راوی تھے۔ ایسے ہی انہوں نے اپنے ہاتھ سے متعدد کتب روایت کی تھیں۔ ان کی وفات ۵۳۲ھ میں ہوئی۔ ان کی عمر چوبہتر (۷۴) سال تھی۔
- ۱۰۔ حافظ ابوزکریا یحییٰ بن عبد الوہاب بن محمد بن اسحاق بن مندہ عبدی اصفہانی۔ متوفی ۵۱۱ھ ..... یہ صاحب تاریخ تھے۔ انہوں نے نیشاپور میں بیہقی سے حدیث کی سماعت کی تھی۔ سمعانی نے کہا کہ یہ جلیل القدر تھے۔ زیادہ علم فضل والے تھے۔ واسع روایت تھے، حافظ تھے، ثقہ تھے، کثرت کے ساتھ حدیث بیان کرنے والے تھے، کثیر التصانیف تھے۔

## امام بیہقی کی تصانیف

- ۱۔ سنن الکبریٰ : جس کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں، اس جیسی کتاب کسی کی نہیں ہے۔
- ۲۔ سنن صغریٰ : صاحب کشف الظنون نے کہا ہے کہ دونوں سنن (دونوں کتابیں) ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی مختصر المزنی کی ترتیب پر ہیں۔ اور مختصر المزنی اور مذکورہ دونوں کتابوں کی مثل اسلام میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی۔
- ۳۔ دلائل النبوة و معرفت احوال صاحب الشریعہ : یہ بیہقی کی تصانیف کا موتی ہے۔ اور اس موضوع پر نفیس ترین اور جامع ترین کتاب ہے۔
- ۴۔ احکام القرآن : اس کو انہوں نے کلام شافعی سے جمع کیا ہے۔
- ۵۔ کتاب الاعتقاد
- ۶۔ کتاب القراءات خلف الامام
- ۷۔ حیات الانبیاء فی قبور ہم
- ۸۔ مناقب الشافعی
- ۹۔ المدخل الی السنن
- ۱۰۔ البعث والنشور
- ۱۱۔ کتاب القدر
- ۱۲۔ کتاب الادب
- ۱۳۔ کتاب الترغیب

- ۱۴۔ کتاب فضائل الصحابه  
 ۱۵۔ کتاب الاربعین الکبریٰ  
 ۱۶۔ کتاب مناقب الامام احمد  
 ۱۷۔ کتاب شعب الایمان یا المصنف الجامع فی شعب الایمان  
 ۱۸۔ کتاب الدعوات الکبیر  
 ۱۹۔ کتاب الدعوات الصغیر  
 ۲۰۔ رسالہ فی حدیث الجویباری  
 ۲۱۔ رسالہ ابو محمد الجوینی  
 ۲۲۔ جامع ابواب قراءت القرآن  
 ۲۳۔ کتاب الاسلامی  
 ۲۴۔ ینایع الاصول  
 ۲۵۔ کتاب الانتقاد علی ابو عبداللہ شافعی  
 ۲۶۔ کتاب ایام ابو بکر صدیق : اس کا ذکر دلائل النبوة کے پانچویں دفتر میں مسیلمہ کے اخبار میں سے ایک خبر میں ہے۔ ہم اس پر آئیں گے ایام ابو بکر صدیق میں یہ حصہ ہے قتل مسیلمہ کذاب کا۔

## کثرت تصانیف بہتی پر عدم تعجب

ہم لوگ امام بہتی کی تصانیف کی کثرت پر حیرت زدہ نہیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ چوتھ (۷۴) سال تک زندہ رہے اور ان کے علم کے سماع کی ابتداء اس وقت سے ہوئی جب وہ پندرہ (۱۵) سال کے تھے۔ وہ بلاد کثیرہ کی طرف محو سفر رہے اور وہاں شیوخ سے انہوں نے سماعت کی۔ یہاں تک ان کے شیوخ کی تعداد ایک سو سے تجاوز کر گئی اور انہوں نے اپنی عمر کو تصنیف و تالیف میں فنا کر دیا، اور انہوں نے ایسی تالیفات کیں جن کی طرف ان سے قبل سبقت نہیں کی گئی اور ان کی پہلی تصنیف ۴۰۶ھ میں ہوئی تھی۔ ان کی تصانیف اپنے اندر معلومات کی فراخی اور اپنی جامعیت کے سبب اور اپنے اندر کے مندرجات کی وجہ سے بلند سمجھی گئیں۔ اس لئے انہوں نے روایات مرحوبہ اور ضعیفہ پر اعتماد نہیں کیا جو آفاق میں پھیل رہی تھیں، اور حدیث کے طالب علم ان پر متوجہ تھے۔ طبقات شافعیہ میں جلد چہارم صفحہ ۹ پر ان کی تصانیف کے بارے میں امام سبکی فرماتے ہیں :

- (۱) بہر حال سنن کبریٰ علم حدیث میں اس کی مثل تصنیف نہیں ہوئی، تہذیب و ترتیب اور جودہ کے اعتبار سے۔
- (۲) بہر حال معرفة السنن والآثار۔ کوئی فقیہ شافعی اس سے مستغنی نہیں ہے، اور میں نے شیخ الامام سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ مصنف کا مقصد شافعی کی معرفت سنن و آثار کے ساتھ ہے۔

- (۳) بہر حال مبسوط فی نصوص الشافعی۔ اپنی نوعیت کی مفرد کتاب ہے۔
- (۴) کتاب الاسماء والصفات۔ میں نے اس کی نظیر نہیں دیکھی۔
- (۵) کتاب الاعتقاد اور کتاب دلائل النبوة۔ اور کتاب شعب الایمان، اور کتاب مناقب امام شافعی، اور کتاب الدعوات الکبیر۔ تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان میں سے کسی ایک کی نظیر نہیں ہے۔

(۶) کتاب الخلافیات۔ تو اس کی نوع کی طرف کوئی سبقت نہیں کی گئی اور نہ ہی اس کی مثل کوئی کتاب تصنیف کی گئی ہے بلکہ وہ ایک مستقل حدیثی سلسلہ ہے جس کی تالیف پر صرف وہی شخص قادر ہو سکتا ہے جو فقہ اور حدیث میں مبارزہ و مقابلہ کر سکتا ہو، نصوص کے ساتھ قائم ہو۔

- (۷) اور ان کی کتاب مناقب امام احمد بھی ہے۔ اور کتاب احکام القرآن للشافعی، اور کتاب الدعوات الصغیر، کتاب البعث والنشور، کتاب الزهد الکبیر، کتاب الاعتقاد، کتاب الاداب، کتاب الاسری، کتاب سنن الصغیر، کتاب الاربعین، کتاب فضائل وغیرہ۔

سب کی سب صاف ستھری دل پسند ترتیب و تہذیب، کثیر الفوائد ایسی کتب ہیں کہ جو بھی عارفین میں سے دیکھتا ہے وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ان سے پہلے لوگوں میں سے کسی کے لئے ایسی کتب وجود میں نہیں آسکیں۔

یہ تصنیف جید اور باہر ہے، کثیر الفائدہ ہے۔ یہ وہی ہے جس کی وجہ سے امام الحرمین نے دعویٰ کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلک شافعی پر جتنے لوگ چلنے والے ہیں سب کی گردن پر امام شافعی کی احسان ہے ماسوا امام بیہقی کے۔ بے شک مذہب کی تائید و نصرت میں کئی کتب تصنیف کی ہیں۔

ان کے بیٹے شیخ القضاة ابو علی نے کہا کہ میرے والد نے مجھے حدیث بیان کی تھی جب میں نے اس کتاب یعنی معرفة السنن و الآثار کی تصنیف کی ابتداء کی تھی اور میں اس کے کچھ اجزاء کی تہذیب سے میں نے فراغت پائی، تو میں نے فقیہ ابو محمد احمد بن علی سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ وہ میرے اصحاب میں سے نیک آدمی تھے اور ان میں سب سے زیادہ تلاوت قرآن مجید کرنے والے تھے اور سچی زبان والے تھے۔ کہتے تھے کہ میں نے خواب میں امام شافعیؒ کو دیکھا۔ ان کے ہاتھ میں اس کتاب کی بعض جلدیں تھیں (یا بعض اجزاء تھے) اور وہ کہہ رہے تھے، میں نے آج فقیہ احمد کی کتاب سے سات جلدیں یا اجزاء لکھ لئے ہیں۔ یا یوں کہا تھا کہ میں نے ان کو پڑھ لیا ہے۔

کہتے ہیں کہ اسی دن صبح ایک اور فقیہ نے میرے بھائیوں میں سے جن کا نام عمر بن محمد تھا خواب میں امام شافعیؒ کو دیکھا کہ وہ جامع مسجد خسروگرد میں تخت پر بیٹھے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ آج میں نے احمد کی کتاب سے اتنا اتنا استفادہ کیا ہے۔

شیخ القضاة فرماتے ہیں کہ ہمیں بات بیان کی ہے، میرے والد نے وہ کہتے ہیں، میں نے سنا فقیہ ابو احمد محمد حسین بن احمد سمرقندی حافظ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا فقیہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن عبد العزیز مروزی جلوگردی سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا گویا کہ ایک نابوت ہے جو آسمان کی طرف بلند ہو گیا ہے۔ اس کے اوپر سے ایک نور اور روشنی نکل رہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ بیہقی کی تصانیف ہیں۔

## امام بیہقیؒ کے علم و فضل بارے میں علماء کی شہادات

یا قوت جموں کا فرمان ..... وہ (امام بیہقیؒ) امام تھے، حافظ تھے، فقیہ تھے، اصول دین کے اندر پرہیزگار تھے۔ دین متین کے ساتھ حفظ و اتقان میں یگانہ روزگار تھے۔ ابن عبد اللہ الحاکم کے جلیل القدر شاگرد تھے اور کثرت سے ان سے احادیث نقل کرنے والے تھے۔ بعد میں کئی علمی فنون میں ان سے فوقیت حاصل کر گئے تھے اور ان کے بعد میں وہ مفرد ہو گئے تھے۔

علامہ ابن ناصر کا فرمان ..... اپنے زمانے میں مفرد تھے۔ اپنے ہم عصروں میں مفرد تھے۔ حفظ حدیث میں اپنے زمانے کے امام بیہقیؒ مفرد آدمی تھے۔ اتقان، اور ثقاہت میں وہ شیخ خراسان تھے۔

علامہ ابن جوزی کا فرمان ..... کہ (امام بیہقیؒ) حفظ و اتقان میں اپنے زمانے کے مفرد آدمی تھے اور حسن تصنیف میں اور علوم حدیث کو جمع کرنے میں اور فقہ اور اصول فقہ کو جمع کرنے میں وہ حاکم کے بڑے شاگردوں میں سے تھے (حاکم سے مراد ابو عبد اللہ حاکم مستدرک ہیں)۔ انہوں نے ان سے حدیث کی تخریج کی اور سفر کئے اور کثیر علم جمع کیا اور ان کی خوبصورت کثیر تصانیف ہیں۔

امام ذہبیؒ کا فرمان ..... اگر امام بیہقیؒ چاہتے کہ وہ اپنے لئے خود ایک مذہب یا مسلک بناتے جس میں خود اجتہاد کرتے تو وہ علوم کے اندر وسعت کی اور اختلاف کی معرفت رکھنے کی وجہ سے اس پر پوری طرح قادر تھے (یعنی وہ نئے اجتہادی مسلک کی بنیاد رکھ سکتے تھے)۔

علامہ بن خلکان کا فرمان ..... (کہ امام بیہقیؒ) فقیہ شافعی، حافظ کبیر، مشہور، اپنے زمانے کے مفرد انسان، اپنے ہم عصروں میں نئے نئے فنون کے اندر ابو عبد اللہ حاکم کے بڑے اصحاب میں سے تھے۔ حدیث میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ اور یہ مزید تھا ان پر اقسام علوم میں بھی۔

علامہ سمعانی کا فرمان ..... امام تھے، فقیہ تھے۔ انہوں نے معرفت حدیث اور فقہ حدیث کو ایک ساتھ اپنے اندر جمع کر لیا تھا۔

## امام بیہتیؒ کا زہد و تقویٰ

امام بیہتیؒ علماء عالمین میں سے امام تھے جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع و اقتداء کرتے تھے اور آپ کے طریقے پر چلتے تھے اور سیرت صحابہ پر۔ اور امام بیہتیؒ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے زہد (اور دنیا سے بے رغبتی سے) روشنی حاصل کرتے تھے۔ لہذا وہ ان کے طرز پر چلتے رہے اور زہد اور دنیا سے کم حصہ حاصل کرنے والے۔ کثیر العبادۃ اور کثیر التقویٰ بن گئے تھے۔ اور ہر چھوٹے بڑے امر میں اللہ کی رضا کی نگرانی کرنے والے بن گئے۔

عبداللہ عافر کا قول ..... کہ بیہتی علماء کی سیرۃ پر عمل پیرا تھے۔ دنیا سے تھوڑی سی چیز پر قناعت کرنے والے تھے۔ زہد و تقویٰ میں آراستگی حاصل کرنے والے تھے۔

علامہ ابن خلکان کا قول ..... کہ بیہتی زاہد (دنیا سے بے رغبت) تھے۔ دنیا میں سے قلیل پر قناعت کرنے والے تھے۔ کثیر عبادت کرنے والے تھے۔ کثیر تقویٰ والے تھے۔ سلف صالحین کے طریقے پر تھے۔

علامہ ذہبی کا قول ..... بیہتی تیس سال تک مسلسل روزے رکھتے رہے۔

مورخ ابن عساکر کا قول ..... کہ امام بیہتی علماء کی سیرت پر تھے۔ دنیا سے کم پر قناعت کرنے والے تھے۔ اپنے زہد و تقویٰ میں اپنے آپ کو آراستہ کرنے والے تھے۔ وہ اسی صفت پر نیشاپور میں اپنی وفات تک قائم رہے۔

علامہ ابن کثیر کا قول ..... کہ امام بیہتیؒ زاہد تھے، دنیا میں کمی کے خواہاں تھے۔ کثیر العبادت تھے، کثیر التقویٰ تھے۔

علامہ علی القاری کا قول ..... کہ امام بیہتیؒ مناظرے اور مباحثے میں حد درجہ انصاف کرتے تھے۔ علماء کی سیرت پر تھے۔ دنیا میں سے انتہائی قلیل پر قناعت کرتے تھے۔ اپنے زہد و تقویٰ کے ساتھ خوبصورتی اختیار کرتے تھے۔ لمبے زمانے تک روزے رکھتے تھے۔ کہا گیا ہے کہ تیس سال تک روزے رکھتے رہے۔

## امام بیہتیؒ کے اشعار

شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں کہ امام بیہتیؒ کبھی کبھی اشعار نظم کرتے تھے۔

ومن رام عزاً من سواہ ذلیل	من اعتزَّ بالمولیٰ فذاک جلیل
مضی عمرہا فی سجدة لقلیل	ولو أن نفسی مذبراہا ملیکھا
لکن لسان المدینین کلیل	أحب مناجاة الحبيب بأوجه

جو شخص مولیٰ (اللہ) کے ساتھ عزت حاصل کرتا ہے وہ عزت والا ہے۔ اور جو شخص اللہ کے ماسوا سے عزت کا ارادہ کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے

اگر مرانفس، جب سے اس کے مالک نے پیدا کیا۔ اس کی عمر سجدے میں پڑے پڑے گزر جائے تو پھر بھی کم ہے

محمد مصطفیٰ ﷺ کی مناجات اور اذعیہ تو انتہائی پیاری ہیں۔ مگر گنہگاروں کی زبانیں گنگ ہیں

## امام بیہقیؒ کی وفات

ابن خلکان کا قول ..... کہ بیہقی نشر علم کے لئے نیشاپور بلائے گئے تھے۔ انہوں نے یہ فرمائش مان لی تھی اور وہیں چلے گئے تھے۔ یا قوت حموی نے کہا کہ آپ کتاب المعرفة کی سماع کے لئے نیشاپور بلائے گئے تھے۔ لہذا ۴۴۱ھ میں وہاں چلے گئے تھے۔ اس کے بعد اس کے اطراف میں واپس آگئے تھے اور وہیں مقیم ہو گئے تھے۔ پھر جمادی الاولیٰ ۴۵۸ھ میں انتقال کر گئے تھے۔ چوتھتر سال زندہ رہے۔ اور ذہبی یہ بھی کہتے ہیں کہ آخر عمر میں آپ بیہق سے نیشاپور چلے گئے تھے۔ اور انہوں نے اپنی کتب حدیث وہاں بیان کیں۔ پھر ان کا اجل آن پہنچا، ۱۰/ جمادی الاولیٰ ۴۵۸ھ میں۔ لہذا وہ اپنے تابوت میں واپس لائے گئے اور بیہق میں دفن کے گئے۔

امام بیہقیؒ کی موت پر مرثیہ کہنے والے ..... ابوالقاسم زرہی بیہقی امام احمد کے بارے میں قصیدہ کہتے ہیں جس کا مطلع ہے :

یا احمد بن الحسن البیہقی لقد ..... دوخت ارض المساعی ای تدویخ

اے احمد بن حسین بیہقی! آپ تمام کوششوں اور مساعی کی زمین پر غالب آگئے

امام بیہقیؒ کے خلف اور جانشین ان کے بیٹے شیخ القضاة اسماعیل تھے۔ بیہقی کے شاگردوں میں ان کا عنوان گزر چکا ہے۔ آپ شہر خوارزم کے قاضی اور جج مقرر ہوئے تھے۔

## رسالہ مصادر و مراجع - یعنی کتابیات

کتاب دلائل النبوة کی تحقیق کے دوران جن کتب کی طرف مراجعت کی گئی  
جلد نمبر - صفحات نمبر اور ان کی تاریخ طباعت کے اندراج کے ساتھ

- ۱- الاتقان فی علوم القرآن ..... تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم الہیئۃ العامہ للکتاب - قاہرہ
- ۲- ادب المفرد للبخاری
- ۳- اسد الغابہ ..... ابن الاثیر - دار الشعب - قاہرہ
- ۴- الاستبصار فی نسب الصحابہ من الانصار ..... ابن قدامہ مقدسی - طباعت بیروت
- ۵- الاصابہ لابن حجر ..... مع حاشیہ الاستیعاب لابن عبدالبر - طبع مصر
- ۶- اصول الحدیث ..... محمد حجاج الخطیب - دار الفکر دمشق
- ۷- الاعتبار فی ناسخ الحدیث و منسوخہ ..... للحازمی - دار الوعی حلب
- ۸- اعجاز القرآن ..... بنت شاطی - طبع دار المعارف
- ۹- اعجاز القرآن للرافعی ..... طبع مکتبہ تجاریہ کبریٰ
- ۱۰- اعلام الموقعین عن رب العالمین ..... ابن قیم
- ۱۱- الاغانی للاصفہانی ..... دار الکتب قاہرہ
- ۱۲- الاکمال ..... لابن ماکولا - طبع ہند

- ۱۳- انجاؤ الوطن عن الازدراء بامام الزمن ..... کراچی ۱۳۸۷ھ
- ۱۴- الانساب للسمعانی ..... طبع بیروت
- ۱۵- انسان العیون فی سیرت الامین المأمون ..... برہان الدین حلبی - طبع قاہرہ ۱۳۲۰ھ
- ۱۶- الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث ..... احمد شاہ کر
- ۱۷- البرہان فی علوم القرآن ..... عیسیٰ حلبی ۳ جلد
- ۱۸- بغیة الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة ..... للسیوطی
- ۱۹- تاریخ الامم والملوک ..... طبری - طبع دارالمعارف مصر
- ۲۰- تاج العروس من جواهر القاموس ..... زبیدی - قاہرہ ۱۳۰۷ھ
- ۲۱- تاریخ بغداد للخطیب البغدادی ۱۳۳۹ھ
- ۲۲- تاریخ لابن معین ..... تحقیق احمد محمد نور سیف بیہ عامہ للکتاب - قاہرہ ۱۳۷۹ھ
- ۲۳- تاریخ التراث العربی ..... جلد اول وثانی - طبع بیہ عامہ للکتاب
- ۲۴- تاریخ الصغیر للبخاری ..... تحقیق محمود ابراہیم - زاید دارالوعی حلب
- ۲۵- التاريخ الكبير للبخاری ..... طبع ہند
- ۲۶- تجرید التمهید لمافی المؤطا من المعانی والاسانید ..... لابن عبدالبر اندلسی - طبع حسام الدین القدسی
- ۲۷- تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف ..... للمزنی - طبع ہند
- ۲۸- تذكرة الحفاظ للذهبی ..... طبع ہند
- ۲۹- ترتیب ثقات العجلی ..... تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی قلجی - دارالکتب علمیہ بیروت
- ۳۰- تعجیل المنفعة بزوائد الائمة الاربعة ..... ابن حجر عسقلانی - طبع ہند
- ۳۱- تفسیر الفخر الرازی
- ۳۲- تفسیر ابن کثیر ..... طبع عیسیٰ حلبی
- ۳۳- تقریب التہذیب ..... تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف
- ۳۴- تنزیہ الشریعہ ..... لابن عراق - تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف
- ۳۵- تہذیب التہذیب ..... لابن حجر عسقلانی - طبع ہند
- ۳۶- تہذیب تاریخ دمشق الكبير ..... عبدالقادر - بدران
- ۳۷- تہذیب الآثار ..... ابو جعفر طبری - تحقیق محمود شاہ کر
- ۳۸- تہذیب الاسماء واللغات ..... شرف الدین نووی - طبع منیر دمشق - قاہرہ
- ۳۹- تیسیر الوصول الی جامع الاصول ..... طبع مصر
- ۴۰- الثقات ..... ابن حبان - طبع ہند

- ۴۱۔ جامع بین العلم وفضلہ ..... ابن عبدالبر۔ مطبع منیریہ ۱۳۲۶ھ
- ۴۲۔ الجامع لا حکام القرآن ..... للمقرطبی۔ دارالکتب مصریہ
- ۴۳۔ الجرح والتعديل ..... للرازی۔ طبع ہند
- ۴۴۔ الجواهر المضیہ فی طبقات الحنفیہ ..... قرشی طبع ہند
- ۴۵۔ جوامع السیرت ..... ابن حزم۔ طبع دارالمعارف
- ۴۶۔ حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ..... لہیکل۔ طبع دارالمعارف
- ۴۷۔ خصائص التصور الاسلامی ..... سید قطب عیسیٰ البابی۔ حلبی قاہرہ
- ۴۸۔ الخصائص الكبرى ..... للسيوطی۔ تصویر دارالکتب علمیہ، بیروت
- ۴۹۔ حلیۃ الاولیاء ..... ابو نعیم۔ السعادة، مصر
- ۵۰۔ الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ..... للسيوطی۔ طبع حلب
- ۵۱۔ الدر فی اختصار المغازی والسير ..... لابن عبدالبر۔ تحقیق شوقی ضیف۔ دارالمعارف
- ۵۲۔ دلائل النبوة ..... تالیف عبدالحلیم محمود۔ دارالانسان، قاہرہ
- ۵۳۔ دلائل النبوة ..... ابو نعیم۔ طبع ہند
- ۵۴۔ دیوان حسان بن ثابت ..... الہیئۃ العامہ۔ للکتاب، قاہرہ
- ۵۵۔ الرسالہ للشافعی ..... تحقیق احمد شاہ کر۔ دار التراث، قاہرہ
- ۵۶۔ الرسالہ المستطرفہ ..... لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفہ
- ۵۷۔ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعديل ..... تحقیق عبدالفتاح ابو غدہ۔ طبع حلب
- ۵۸۔ الروض الانف ..... للسهلی
- ۵۹۔ الزهد الكبير للبيهقي ..... دار القلم، کویت
- ۶۰۔ سبل الهدی والارشاد فی ہدی خیر العباد ..... (۱ : ۶) المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ، قاہرہ
- ۶۱۔ سنن ابن ماجہ ..... تحقیق محمد فواد عبدالباقی البابی۔ حلبی
- ۶۲۔ سنن ابو داؤد ..... مطبعہ مصطفیٰ محمد ۱۳۵۲ھ
- ۶۳۔ سنن نسائی ومعہا ..... شرح السیوطی والسندی، المصریہ۔ ۱۳۲۸ھ
- ۶۴۔ سنن الترمذی ..... تحقیق احمد شاہ کر و محمد فواد عبدالباقی البابی۔ حلبی
- ۶۵۔ سنن الدارمی ..... قاہرہ۔ ۱۳۸۶ھ
- ۶۶۔ السنن الكبرى للبيهقي ..... الہند۔ ۱۳۱۳ھ
- ۶۷۔ السنۃ قبل التدوین ..... محمد عجاج خطیب
- ۶۸۔ سیرت ابن ہشام ..... تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید۔ طبع المکتبہ تجاریہ، مصر۔ ۱۹۳۶ء



- ۶۹۔ سیرت اعلام النبلاء ..... ذہبی۔ مکتبہ الرسالہ، بیروت
- ۷۰۔ شذرات الذهب ..... ابن عماد حنبلی۔ طبع قدسی
- ۷۱۔ شرح النووی ..... علی صحیح مسلم۔ مصریہ۔ ۱۳۲۷ھ
- ۷۲۔ شروط الائمتہ الخمسة للاحازمی ..... تعلیق کوثری۔ مکتبہ القدسی۔ ۱۳۵۷ھ
- ۷۳۔ شمائل الرسول للترمذی ..... طبع عیسیٰ حلبی، قاہرہ
- ۷۴۔ البشفا فی حقوق المصطفیٰ ..... قاضی عیاض۔ الازہریہ۔ ۱۳۲۷ھ
- ۷۵۔ صبح الاعشی ..... قلقشندی۔ دارالکتب، قاہرہ
- ۷۶۔ صحیح ابن حبان ..... جزاول، جزثانی۔ تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلجی۔ دارالوعی، حلب
- ۷۷۔ صحیح البخاری ..... طبع بولاق
- ۷۸۔ صحیح مسلم ..... تحقیق محمد فواد عبدالباقی عیسیٰ البابی، حلبی
- ۷۹۔ صحیح مسلم شرح نووی ..... مصر، قاہرہ
- ۸۰۔ ضحی الاسلام ..... احمد امین۔ مجلس تالیف و ترجمہ
- ۸۱۔ الضعفاء الصغیر ..... بخاری۔ دارالوعی، حلب
- ۸۲۔ الضعفاء الکبیر ..... عقیلی۔ تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی۔ دارالکتب علمیہ، بیروت
- ۸۳۔ الطب النبوی ..... ابن قیم جوزی ڈاکٹر عبدالمعطی
- ۸۴۔ طبقات الشافعیہ الکبریٰ ..... عیسیٰ البابی حلبی، قاہرہ
- ۸۵۔ طبقات الکبریٰ ..... ابن سعد۔ طبع بیروت
- ۸۶۔ طوابع البعثة المحمدیہ ..... عباس عقاد۔ دارالہلال
- ۸۷۔ العقد الفرید ..... ابن عبداللہ اندلسی۔ لجنہ تالیف و ترجمہ و نشر
- ۸۸۔ العقود الولویہ ..... فی تاریخ الدولۃ الرسولیہ۔ خزر جی، قاہرہ
- ۸۹۔ علل الحدیث و معرفۃ الرجال ..... علی بن مدینی۔ تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی۔ دارالوعی، حلب
- ۹۰۔ علوم الحدیث ..... ابن صلاح۔ تحقیق ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن
- ۹۱۔ علل الحدیث ..... ابن ابی حاتم رازی۔ طبع سلفیہ
- ۹۲۔ عمدۃ القاری شرح بخاری ..... شیخ بدرالدین عینی
- ۹۳۔ عُیون الاثر فی فنون ..... المغازی والسیر۔ طبع بیروت
- ۹۴۔ الفائق فی غریب الحدیث ..... زمخشری عیسیٰ الحلیمی۔ قاہرہ
- ۹۵۔ فتاویٰ ابن صلاح فی التفسیر و الحدیث و الاصول و الفقہ ..... تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی۔ دارالوعی، حلب
- ۹۶۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری ..... ابن حجر عسقلانی۔ طبع سلفیہ۔ محمد فواد عبدالباقی

- ۹۷۔ الفتح الربانی بترتیب مسند امام احمد بن حنبل شیبانی ..... تالیف احمد عبدالرحمن البنا۔ طبع مصر
- ۹۸۔ فتح الملہم شرح صحیح مسلم ..... شبیر احمد عثمانی۔ مکتبہ الحجاز، کراچی
- ۹۹۔ الفہرست ..... ابن ندیم۔ التجاریہ الکبریٰ، مصر
- ۱۰۰۔ فوات الوفيات ..... ابن شاكر۔ النهضہ المصریہ، قاہرہ
- ۱۰۱۔ الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ ..... شوکانی۔ تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف
- ۱۰۲۔ فیض القدير شرح جامع صغير ..... علامہ مناوی۔ طبع مصر
- ۱۰۳۔ قواعد التحديث ..... تالیف جمال الدین قاسمی۔ طبع عیسیٰ وبابی، حلبی
- ۱۰۴۔ قواعد فی علوم الحدیث ..... تھانوی۔ تحقیق فضیلۃ الاستاذ شیخ عبدالفتاح ابوعدہ۔ حلب
- ۱۰۵۔ الكامل فی التاریخ ..... ابن اثیر بولاق۔ ۱۳۸۹ھ
- ۱۰۶۔ كشف الاستار عن ذوائد البزار للبيهقي ..... تحقیق عبدالرحمن اعظمی۔ طبع مؤسسۃ الرسالۃ
- ۱۰۷۔ كشف الخفاء ومزيل الالباس ..... عجلاوتی۔ طبع القدسی
- ۱۰۸۔ الكواكب النيرات فی معرفة من اختلط من الرواة الثقات ..... دارالمأ مون للتراث، دمشق
- ۱۰۹۔ اللالیء المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ للسیوطی ..... المکتبہ تجاریہ، مصر
- ۱۱۰۔ لسان العرب ..... ابن منظور۔ طبع دارالمعارف، مصر
- ۱۱۱۔ لسان المیزان ..... لابن حجر عسقلانی۔ طبع ہند
- ۱۱۲۔ لمحات فی اصول الحدیث ..... تالیف ڈاکٹر محمد ادیب صالح۔ مکتبہ اسلامی، دمشق
- ۱۱۳۔ اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان ..... عبدالباقی عیسیٰ الحکمی۔ قاہرہ
- ۱۱۴۔ المبتکر الجامع لکتابی المختصر فی علوم الاثر ..... تالیف عبدالوہاب عبداللطیف
- ۱۱۵۔ المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین ..... ابن حبان۔ تحقیق محمود ابراہیم زائد الدارعی۔ حلب
- ۱۱۶۔ مجمع الزوائد للہیثمی ..... طبع حسام الدین قدسی
- ۱۱۷۔ مجموعة الوثائق السياسيہ فی العهد النبوی ..... محمد حمید اللہ لجنۃ التالیف۔ قاہرہ
- ۱۱۸۔ محاسن البلقینی علی مقدمہ ..... ابن صلاح۔ تحقیق ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن
- ۱۱۹۔ مرآة الجنان ..... للیافعی
- ۱۲۰۔ المستدرک علی صحیحین فی الحدیث ..... الحاکم وفی ذیلہ المستدرک للذہبی۔ طبع ہند
- ۱۲۱۔ مسند امام احمد ..... تحقیق احمد محمد شاكر۔ دارالمعارف، مصر
- ۱۲۲۔ المشتبه فی الرجال ..... للذہبی عیسیٰ الحکمی، قاہرہ۔ ۱۹۶۳ء
- ۱۲۳۔ مشکل الحدیث وبیانہ ..... ابن فوزک۔ تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلجی
- ۱۲۴۔ معالم السنن للخطابی ..... نشر راغب طبابخ۔ حلب

- ۱۲۵۔ معجم ما استعجم للبکری ..... لجنة تالیف وترجمہ نثر۔ قاہرہ
- ۱۲۶۔ معجم البلدان ..... یاقوت حموی۔ قاہرہ
- ۱۲۷۔ المعجم المفہرس ..... لالفاظ الحدیث
- ۱۲۸۔ المعجم المفہرس لالفاظ القرآن ..... وضع محمد فواد عبدالباقی
- ۱۲۹۔ المعجم الوسیط ..... مجمع اللغة العربیہ۔ قاہرہ
- ۱۳۰۔ مغرفة السنن والآثار للبینہقی ..... تحقیق سید صقر
- ۱۳۱۔ المغازی ..... للواقدی۔ طبع دار المعارف، مصر
- ۱۳۲۔ المغازی الاولیٰ ..... مؤلفوها بقلم هور وفتز۔ ترجمہ حسین نصار، قاہرہ
- ۱۳۳۔ المغرب فی ترتیب المعرب ..... للمطرزی
- ۱۳۴۔ مفتاح الكنوز السنة ..... محمد فواد عبدالباقی
- ۱۳۵۔ مفتاح السنة ..... تالیف محمد عبدالعزیز خولی
- ۱۳۶۔ المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهر علی اللسنة ..... للسخاوی
- ۱۳۷۔ مقدمة ابن خلدون
- ۱۳۸۔ مناقب علی والحسنین واماها فاطمة الزهراء ..... وضع ڈاکٹر عبدالمعطلی۔ دار الوعی حلب
- ۱۳۹۔ المنقذ من الضلال ..... للغزالی
- ۱۴۰۔ الموضوعات ..... لابن جوزی
- ۱۴۱۔ المواهب اللدنیہ ..... للقسطانی مع شرح زرقانی ازہریہ
- ۱۴۲۔ میزان الاعتدال ..... للذہبی۔ طبع عیسیٰ البابی الحلہی
- ۱۴۳۔ مؤطا مالک ..... تحقیق محمد فواد عبدالباقی۔ عیسیٰ البابی الحلہی
- ۱۴۴۔ نصب الرایة لاحادیث الهدایة ..... للزیلعی۔ ادارہ المجلس العلمی۔ ہند
- ۱۴۵۔ نہایة الارب للنووی ..... دارالکتب، قاہرہ
- ۱۴۶۔ النہایة فی غریب الاحادیث ..... لابن اثیر۔ عیسیٰ ابن البابی الحلہی
- ۱۴۷۔ ہدی الساری ..... لابن حجر عسقلانی۔ طبع سلفیہ
- ۱۴۸۔ وفاء الوفاء ..... للسمہودی۔ القاہرہ
- ۱۴۹۔ وفيات الاعیان ..... لابن خلکان۔ میمنہ، القاہرہ

# دلائل النبوة

## اور

### صاحب شریعت کے احوال کی معرفت

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے اصحاب پر اور سلام نازل کرے، سلام کثیر ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک﴾

ہمیں خبر دی تھی شیخ امام سدید نے کہ ابو الحسن عبید اللہ بن محمد بن احمد بیہقی نے (اس طرح کہ) یہ روایت شیخ کے سامنے پڑھی گئی اور میں نے سماع کیا اور شیخ نے اس کا اقرار فرمایا (درست قرار دیا)۔ شیخ فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی شیخ امام (زاہد، حافظ، ناقد) ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی نے فرمایا:

### خطبہ کتاب دلائل النبوة از امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله الاول بلا ابتداء، والآخر بلا انتهاء، القديم الموجود لم يزل، الدائم الباقي بلا زوال، المتوحد بالفرادانية، المنفرد بالالهية، له الاسماء الحسنى، والصفات العلى - ليس كمثله شيء وهو السميع البصير - العليم القدير، العلى الكبير الولى الحميد، العزيز المجيد، المبدئ، المعيد، الفعال لما يريد، له الخلق والامر، وبه النفع والضرر، وله الحكم والتقدير، وله الملك والتدبير، ليس له فى صفاته شبه ولا نظير، ولا له فى الهية شريك ولا ظهير، ولا فى ملكه عدل ولا وزير، ولا له فى سلطانه ولى ولا نصير، فهو المتفرد بالملك والقدرة، والسلطان والعظمة، لا اعتراض عليه فى ملكه ولا عتاب عليه فى تدبيره، ولا لوم فى تقديره -

ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له الها واحدا سيدا صمدا لم يتخذ صاحبة ولا ولدا ونشهد ان محمدا عبده ورسوله ونبية و صفيه ونجيه، وولى ورضيه واميه على وحيه و خيرته من خلقه ارسله بالحق بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله بادنه وسراجا منيرا صلى الله عليه وعلى اله الطيبين، وعلى اصحابه الطاهرين، وعلى ازواجه امهات المؤمنين، وسلم تسليمًا كثيرًا - والحمد لله الذى خلق الخلق بقدرته، وجنسهم بارادته وجعلهم دليلاً على الهية، فكل مفطور شاهد بوحدانيته، وكل مخلوق دال على ربوبيته - وخلق الجن والانس ليامرهم بعبادته من غير حاجة له اليهم، ولا الى احد من بريته، وركب فيهم العقل الذى به يدرك دلائل قدمه ووجوده، وتوحيده وتمجيده، وحدوث غيره بابداعه واختراعه، واحداثه وايجاده - وبعث فيهم الرسل كما قال جل ثناؤه - انا وحيننا اليك كما اوحيانا الى نوح والنبيين من بعده و اوحيانا الى ابراهيم واسماعيل واسحاق ويعقوب والاسباط وعيسى وايوب

ویونس و ہارون و سلیمان - و اتینا داود زبوراً، و رسلاً قد قصصنا ہم علیک من قبل و رسلاً لم نقصصہم علیک و کلم اللہ موسیٰ تکلیما - رسلاً مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجة بعد الرسل و کان اللہ عزیزاً حکیماً -

مفہوم خطبہ کتاب ..... سب تعریفیں اللہ رب العزت کی لائق ہیں جو اول ہے مگر ابتداء سے پاک ہے۔ آخر ہے مگر انتہاء سے پاک ہے۔ ہمیشہ موجود ہے، ہمیشہ موجود رہے گا۔ دائمی بقا کا مالک ہے جس کو کبھی کوئی زوال نہیں۔ فرد ہونے میں خود بخود اکیلا ہے۔ معبود و مشکل کشا ہونے میں منفرد ہے۔ اس کے خوبصورت نام ہیں۔ اس کی صفات اونچی ہیں۔ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ وہی سمیع ہے، وہی بصیر ہے۔ علم والا، قدرت والا ہے۔ بلند ہے، بڑا ہے، سب کا سر پرست، تعریفوں والا ہے۔ غلبے والا ہے، مجد و برزگی والا ہے۔

سب شے کو از سر نو بنانے والا ہے۔ سب شے کو ختم کر کے دوبارہ بنانے والا ہے۔ جو ارادہ کرتا ہے اس کو کر ڈالنے والا ہے۔ مخلوق بھی اس کی اور حکم بھی اس کا ہے۔ نفع اور نقصان کا مالک بھی وہی ہے۔ حکم اور تقدیر بھی اسی کی ہے۔ ملک و بادشاہت اسی کی ہے اور اس میں تدبیر و تصرف بھی اسی کا ہے۔ اس کی صفات میں نہ اس کی کوئی شبیہ ہے، نہ کوئی مثال و نظیر ہے۔ اس کی معبودیت میں نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ کوئی معین و مددگار ہے۔ اس کی بادشاہت میں نہ اس کا کوئی ہمسر ہے، نہ کوئی وزیر ہے۔ اس کی بادشاہت میں نہ اس کا کوئی سر پرست ہے، نہ کوئی مددگار و نصیر ہے۔ وہ اپنی بادشاہت میں بھی منفرد ہے اور اپنی قدر میں بھی۔ اپنے اقتدار میں بھی اور اپنی عظمت میں بھی۔ اس کی بادشاہت میں اس پر نہ تو کسی کا اعتراض ہے، نہ ہی اس کی تدبیر و تصرف میں اس پر کسی کا عتاب ہے۔ نہ ہی اس کی تقدیر میں اس کے لئے کسی کو ملامت کا حق ہے۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ کوئی بھی معبود و مشکل کشا نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ الہ ہے اور واحد ہے، احد ہے، سردار ہے، بے پرواہ ہے۔ نہ اس نے کسی کو بیٹا ٹھہرایا ہے، نہ ہی بیٹا ٹھہرایا ہے۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نبی ہیں۔ اس کے چنیدہ اور اس کے برگزیدہ ہیں۔ اس کے دوست اور اس کے پسندیدہ ہیں۔ اور اس کی وحی کے وہ امین ہیں۔ اور اس کی مخلوق میں سے بہتر ہیں۔ انہیں کو اس نے بشارت دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اللہ کی طرف اس کے حکم کے ساتھ بلانے والا اور چمکتا ہوا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ رحمتیں نازل کرے ان پر اور ان کی آل پاک طہیبین پر۔ اور ان کے اصحاب طاہرین پر اور ان کی بیویوں اُمہات المؤمنین پر اور سلام کثیر نازل فرمائے۔ آمین یارب العالمین

خطبہ ثانیہ کا مفہوم ..... اور سب تعریفیں اللہ کے تعالیٰ کے لئے ہیں، جس نے محض اپنی قدرت کے ساتھ مخلوق تخلیق فرمائی۔ اور ان کو محض اپنے ارادے اور خواہش کے ساتھ قسم قسم بنایا۔ اور تمام اقسام مخلوق کو اپنی معبودیت کی دلیل بنا دیا۔ سو ہر مخلوق شدہ چیز اس کی وحدانیت پر شہادت دے رہی ہے۔ اور ہر پیدا ہونے والی شے اس کی ربوبیت پر دلالت کر رہی ہے۔ اور اس نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت پر مامور کرنے کے لئے پیدا فرمایا۔ جبکہ اس کو ان کی عبادت کی کوئی ضرورت و مجبوری نہیں تھی۔ اور نہ ہی اس طرح ان کو اس کی مخلوق میں سے کسی ایک کے پیدا کرنے کی حاجت و ضرورت تھی۔

اور جن و انس کو پیدا کر کے ان میں عقل بھی پیدا کر دی، جس کے ساتھ ان کو پیدا کرنے والے کے موجود ہونے اور ہمیشہ سے ہونے کے دلائل کا ادراک کیا جاسکے۔ اور اس کی وحدانیت اور اس کی بزرگی کے دلائل کا ادراک کیا جاسکے۔ اور اسی عقل کے ساتھ اس بات کا ادراک کیا جاسکے کہ اس خالق و مالک کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ حادث ہے جو محض اسی اللہ کی ایجاد و اختراع سے اور اسی کے پیدا کرنے سے وجود میں آئی ہے، پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کرنے کے بعد ان کے اندر رسولوں کو بھیجا۔ جیسے اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔

## سلسلہ انبیاء و رسل کی بعثت اور ان کی وحی کے بارے میں تفصیلی تصریحی وضاحت خداوندی

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ  
وَالْيَسَاقَ وَعِيسَى وَيُوسُفَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ - وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ، وَرَسُولًا قَدْ قَصَصْنَا هُمْ عَلَيْكَ  
مَنْ قَبْلَ وَرَسُولًا لَمْ نَقْصِبْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا - رَسُولًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ  
عَلَى اللَّهِ حِجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا - الخ (سورہ نساء : آیت ۱۶۳-۱۶۵)

(اے محمد!) ہم نے آپ کی طرف اس طرح وحی کی ہے، جس طرح ہم نے نوح علیہ السلام کی طرف اور ان کے بعد بہت سارے نبیوں کی طرف وحی کی تھی۔ اور ہم نے وحی کی حضرت ابراہیم، اسماعیل و اسحاق و یعقوب کی طرف اور ان کی اولاد کے نبیوں کی طرف۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان علیہم السلام کی طرف۔ اور ہم نے داود علیہ السلام کو (کتاب) زبور عطا کی تھی۔ اور ہم نے (دیگر) بہت سارے رسولوں کی طرف وحی بھیجی۔ ان میں سے کئی رسولوں کا تذکرہ ہم نے آپ کے سامنے کر دیا ہے۔ اور بہت سارے رسول اور بھی ہیں جن کا تذکرہ ہم نے آپ کے سامنے کیا ہی نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم کلامی بھی کی تھی۔ ہم نے بشارت دینے اور ڈرانے والے رسول اس لئے بھیجے تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے آجانے کے بعد اللہ کے خلاف کوئی حجت اور اعتراض باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والے ہیں۔

### انبیاء و رسل کی بعثت کا مقصد: اتمام حجت

رسول اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھیجے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اگرچہ ہم اپنے اپنے عقلوں کے ساتھ یہ تو سمجھتے تھے کہ ہم لوگوں کا صانع اور پیدا کرنے اور بنانے والا ضرور ہے اور وہی ہمارے امور، ہمارے معاملات میں تدبیریں اور تصرف بھی کرتا ہے۔ مگر ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ ہمارے اوپر اس کی عبادت کرنا بھی لازمی ہے۔ اور یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ہم اس کی عبادت کیسے کریں۔ اس کی کیفیت اور طریقہ کار کا بھی پتہ نہیں تھا۔ اور ہمیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اگر ہم اس کی عبادت کریں گے تو ہمارے لئے کیا ہوگا؟ لہذا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حجت کاٹ دی اور ان کا الزام و اعتراض ختم کر دیا ہے۔ وہ اس طرح پر کہ ان کے اندر رسول بھیج دیئے، جنہوں نے آکر ان کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ اور ان کے لئے عبادت کی کیفیت اور طریقے بیان کئے، اور اس کی اطاعت کرنے والوں کے لئے جنت کی بشارت دی۔ اور اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے جہنم سے ڈرایا۔ اس بات کو یعنی لوگوں کی حجت اور اعتراض کرنے کو اللہ تعالیٰ ایک آیت میں اس طرح بیان کرتا ہے :

وَلَوْ أَنَا أَهْلُكُنَا هُمْ بَعْدَ مَنْ قَبْلَهُ لَقَالُوا: رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ نُنزِلَ وَنُنْحَرِيَ - (سورۃ طہ : آیت ۱۳۳)  
اگر ہم، لوگوں کو رسولوں کے آنے سے پہلے اور ان کو پیغام دینے سے پہلے ہلاک کر دیتے تو (قیامت کے روز) وہ یہ کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیج دیئے کہ ہم تیری آیات کی اتباع کر لیتے اور ہم ذلیل و رسوا نہ ہوتے۔

### آیات و معجزات کے ساتھ رسولوں کی تائید و تصدیق

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں میں سے ہر ایک کو تائید عطا کی تھی۔ آیات کے ساتھ اور معجزات کے ساتھ، جو ان کی سچائی پر دلالت کرتے تھے۔ جن کے ساتھ وہ اپنے ماسوا دیگر رسولوں سے ممتاز ہوتے تھے، باوجود اس کے کہ وہ رسول عین اس چیز میں برابر تھے جس چیز کے ساتھ وہ تائید عطا کی گئی تھی۔ نیز رسول اور نبی دیگر عام لوگوں سے بھی ممتاز ہوتے تھے معجزات و آیات کے ساتھ۔

معجزات رُسل کی بہت ساری اقسام تھیں ..... رسولوں کے معجزات اجناس کثیرہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خود خبر دی ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو نو (۹) نشانیاں عطا کی تھیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات ..... (۱) عصا (۲) ید بیضاء (۳) خون کی بارش (۴) طوفان (۵) مڈیوں کی آمد (۶) چیچڑیوں کی آمد (۷) مینڈکوں کی آمد (۸) طمس اموال (۹) دریا کو چیرنا۔ نو نشانوں کا ذکر قرآن میں (از جا روی)

فارسلنا علیہم الطوفان ، والجراد ، والقمل ، والضفادع ، والدم ، آیات مفصلات فاستکبروا وکانوا

قومًا مجرمین۔ (سورۃ الاعراف : آیت ۱۳۳)

بس ہم نے ان لوگوں (بنی اسرائیل) پر یہ نشانیاں بھیج دی تھیں۔ طوفان، مڈیاں، چیچڑیاں، مینڈکیاں، خون، تفصیلی آیات اور نشانیاں۔ ان لوگوں نے استکبار کیا اتر اکرے، وہ مجرم لوگ تھے۔ یعنی بطور عذاب یہ بلائیں ان پر مسلط کی گئیں۔

## قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے معجزات کی تصریح کی ہے

یہ سولہ معجزات موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی دلیل تھے ..... سورۃ بنی اسرائیل میں ہے :

ولقد اتینا موسیٰ تسع آیات بینات فاسأل بنی اسرائیل اذ جاءهم فقال له فرعون : انی لاطنک یا موسیٰ مسحورا۔ (سورۃ الاسراء : آیت ۱۰۱)

ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح نو نشانیاں عطا کی تھی۔ بنی اسرائیل سے پوچھئے کہ جب وہ ان کے پاس آئی تھیں تو ان کا کیا حال تھا۔ تاہم فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا، اے موسیٰ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے اوپر جادو ہو گیا ہے۔

قرآن مجید میں معجزات موسیٰ علیہ السلام میں کئی باتوں کا ذکر ہے :

(۱) ان کی زبان کا عقدہ اور گرہ کھل جانا۔ (۲) عصا کا اتر دہا بن جانا۔ (۳) جادو گر کی رسیوں اور لائٹیوں کو ان کی کثرت کے باوجود ہڑپ کر جانا۔ (۴) موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے روشنی پھوٹنا۔ اور پانچ نشانوں کا گروپ (۵) طوفان (۶) مڈیاں (۷) چیچڑیاں (۸) مینڈکیاں (ہر چیز میں ہر برتن میں) اور (۹) خون۔ اور (۱۰) دسویں چیز دریا کا پھٹ جانا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے : واذ فرقنا بکم البحر ..... یاد کرو جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا تھا

(۱۱) پتھر سے چشمہ بہنا۔ ارشاد باری ہے : اضراب بعصاک الحجر ..... اے موسیٰ ! پتھر پر عصا مارئے (انہوں نے مارا تو بارہ چشمے پھوٹ پڑے)

(۱۲) پہاڑ کو اٹھا کر اوپر سائبان کی طرح کر دینا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : واذ نتقنا الجبل فوقہم كأنہ ظلہ

(۱۳) من سلویٰ کا نزول (۱۴) آل فرعون کو قحط سالی میں گرفتار کرنا (۱۵) پھلوں میں نقص پیدا کرنا

ارشاد ہوا : ولقد اخذنا ال فرعون بالسنین ، ونقص من ثمرات

(۱۶) بنی اسرائیل کے مالوں پر طمس واقع کرنا اور مٹا دینا کھجوروں کو، آٹا ہو یا کھانے کا سامان وغیرہ۔ یہ تمام امور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے دلائل تھے۔ (مترجم)

امام بیہقی فرماتے ہیں :

عصاء موسیٰ علیہ السلام والا معجزہ الحادو بے دینی کرنے والوں اور ساحروں، جادو گروں سب کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کی حجت اور دلیل تھا۔ اس دور میں جادو عام اور کھلم کھلا ہو رہا تھا، بلکہ ننگا ہو رہا تھا۔ جب عصاء موسیٰ دوڑتے ہوئے اتر دہے کی صورت میں بدل گیا (اوردیکھتے ہی دیکھتے) جادو گروں کی رسیوں اور ان کی لائٹیوں کو ہڑپ کر گیا تو ان سب نے اچھی طرح جان لیا کہ اس عصاء سے اتر دہے میں تبدیل ہو کر ہڑپ کر جانے

والی حرکت اس حیات کی وجہ سے ہے جو حیات فی الحقیقت اس میں پیدا ہوگئی ہے، یہ حرکت اس قبیل سے نہیں ہے جس کا مختلف حیلوں اور تدبیروں سے محض خیال یا تخیل اور تصور پیدا کر دیا جاتا ہے (جیسے شعبدہ باز اور جادوگر کرتے ہیں)۔ لہذا اس اعتبار سے عصا، موسیٰ کی یہ تبدیلی اور یہ حرکت دُہری دلیل ہے۔ ایک طرف صالح اور خالق کے وجود اور اس کے تصرف کرنے پر اور دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام کے اللہ کا نبی ہونے پر یہ مجموعی طور پر دلالت کرتی ہے۔

بہر حال دیگر تمام آیات اور نشانیاں موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے جن کی ضرورت نہیں تھی ان کی دلالت اور ان کا ثبوت فرعون اور اس کی قوم کے خلاف تھا اور ان کے مقابلے میں تھا جو دہریئے تھے۔ زمانے کو خالق مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے ان امور کی صحت کو ظاہر کیا تھا جن امور کے بارے میں ان کو موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی۔ رکھی تھی کہ میرا اور تمہارا ایک رب ہے جو کہ خالق بھی ہے۔

### حضرت داؤد علیہ السلام کے تین معجزے جو ان کی نبوت کی دلیل تھے

- (۱) تَلْيِينُ حَدِيدٍ (لوہے کا نرم ہو جانا، ان کے ہاتھوں میں آ کر)
- (۲) تَسْخِيرُ جِبَالٍ (پہاڑوں کا ان کے ساتھ مل کر اللہ کا ذکر کرنا)
- (۳) تَسْخِيرُ طُيُورٍ (پرندوں کا ان کی مرضی سے بولی اور پرواز کرنا)

امام بیہقی فرماتے ہیں :

اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔ اور ان کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ شام کو بھی اور صبح کو بھی اللہ کی تسبیح اور پاکیزگی بیان کرتے تھے۔ (مترجم کہتا ہے)

دلیل نمبر ۱ : ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مَنَا فَضْلًا يَا جِبَالُ أَوْ بِي مَعَهُ وَالطَّيْرِ ، وَالنَّالِهِ الْحَدِيدِ ۔ (سورۃ سبأ : ۱۰)

ہم نے داؤد علیہ السلام کو اپنی طرف سے خصوصی فضل عطا کیا تھا (ہم نے پہاڑوں کو حکم دیا)۔ اے پہاڑ حضرت داؤد کے ساتھ آپ بھی بارگاہ ایزدی میں رجوع کریں (تسبیح کریں) اور پرندوں کو ان کے تابع فرما کر دیا اور ہم نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔

دلیل نمبر ۲ : ارشاد باری تعالیٰ ہے :

أَنَا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحُنَ بِالْعَشِيِّ وَالْأَشْرَاقِ

بے شک ہم نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا۔ وہ شام کو بھی اور صبح کو بھی ان کے ساتھ اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے تھے۔ یہ سب ان کی نبوت کے دلائل تھے۔

### حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے مشہور پانچ معجزے

#### یا نبوت عیسوی کے چار ناقابل انکار دلائل

- (۱) تَكَلَّمَ فِي الْمَهْدِ (گود میں یا جھولے میں ہونے کی عمر میں حکیمانہ کلام کرنا)
- (۲) أَحْيَاءُ مَوْتَى (قَمُ بِأَذْنِ اللَّهِ کے حکم کے ساتھ اٹھ جائیے کہہ کر مردوں کو زندہ کرنا)
- (۳) ابْتَرَاءُ أَعْمَاهُ وَأَبْرَصٌ (دعا کر کے یا ہاتھ پھیر کر مادرزاد اندھوں اور کوڑھ والوں کو ٹھیک کر دینا)



(۴) تَطْيِيرُ طَائِرٍ (مٹی سے پرندے کی صورت بنا کر اس میں پھونک مار کر پرندوں کو اڑانا)

(۵) اِنْبَاءِ اَكْلِ وِ دَخْرٍ (یعنی کیا کھا کر آئے ہو اور گھر میں کیا رکھ کر آئے ہو؟) مترجم

امام بیہقیؒ کا فرمان ..... اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کو قدرت عطا کر دی تھی کہ وہ گود میں بولتے تھے اور حکماء و عقلاء جیسی بات کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ اور ان کی دعاء کے ساتھ ہاتھ پھیرنے کے ساتھ مادر زاد اندھوں کو اور کوڑھ والوں کو ٹھیک کر دیتے تھے۔ اور ان کے لئے یہ کیفیت پیدا کر دی تھی کہ وہ مٹی سے پرندے کی شبیہ بنا کر اس میں پھونک مار دیتے تھے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن کر اڑ جاتا تھا۔ قرآنی دلیل :

يا عيسى ابن مريم اذ كرت نعمتي عليك وعلى والدتك اذ يدتك بروح القدس تكلم الناس في المهد وكهلا واذ علمتك الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل واذ تخلق من الطين كهينه الطير فتنفخ فيها فتكون طيرا باذني وتبريء الاكمله والابرص باذني واذ تخرج الموتى باذني واذ كففت بني اسرائيل عنك اذ جئتم بالبينات فقال الذين كفروا منهم ان هذا الا سحر مبين - (سورة مائدہ : آیت ۱۱۰)

اے عیسیٰ بن مریم یاد کر میری نعمت کو تیرے اور تیری والدہ پر جو ہے، جب میں نے تجھے رُوح القدس کے ساتھ تائید دی تھی کہ تم لوگوں کے ساتھ جھولے میں ہوتے ہوئے کلام کرتے تھے اور بڑھاپے میں بھی کریں گے۔ اور یاد کر جب میں نے تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دی تو رات و انجیل کی اور جب آپ مٹی سے پرندے کی شبیہ بناتے تھے میرے حکم سے، پھر اس میں میرے حکم سے رُوح پھونکتے اور وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔ اور جب مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو ٹھیک کر دیتے تھے میرے حکم سے۔ اور یاد کر جب کل یہودیوں کو تم سے روکا تھا جب آپ واضح نشانیاں لے کر آئے تھے تو ان سے کافروں نے کہا یہ تو ظاہر اور واضح جادو ہے۔

نبوت عیسوی کے بعض واضح دلائل ..... امام بیہقیؒ لکھتے ہیں :

پھر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کی بیچ سے اٹھالیا جب انہوں نے ان کے قتل کرنے اور پھانسی لگانے کا پروگرام بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بچالیا اس سے کہ وہ ان تک پہنچتے اور ان کے جسم کو قتل یا پھانسی کا درد و الم پہنچاتے اور ان کے دور میں طبیب اور علاج معالجہ عروج پر تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ان امور کو ظاہر فرمایا اور وہ کارنامے ان کے ہاتھ پر جاری فرمائے جن کو انجام دینے سے بڑے ماہر ترین طبیب اور معالج عاجز رہ گئے۔ بلکہ اس سے کم تر سے بھی عاجز رہ گئے یعنی اس بدرجہا چھوٹے امور سے بھی عاجز رہے۔ یہ امور دلالت کرتے ہیں کہ طبائع پر غلبہ کرنا اور ان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کا انکار کرنا باطل ہے۔ اور یہ تمام دلائل ہیں اس بات کے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی اور رسول تھے۔ اور یہ سب دلائل ہیں اس بات کے عالم کا ایک خالق ہے، وہی اس کا مدبر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ امور و معجزات کو عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ظاہر فرمایا اور ان کی دعا کے ساتھ تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ سچے نبی اور رسول تھے۔ اور یہ سب کچھ اللہ کے توفیق عطا کرنے سے ممکن ہوا تھا۔ قرآنی دلیل :

وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه و كان الله عزيزاً حكيماً وان من اهل الكتاب الا ليو منن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً - (سورة النساء : آیت ۱۵۷-۱۵۹)

یہودیوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا نہ ہی پھانسی چڑھایا، بلکہ ان کے لئے شبہ ڈال دیا گیا (کہ وہ ان کے ہم شکل ایک دوسرے یہودی کو پھانسی لگا بیٹھے تھے) بے شک وہ ان کے بارے میں اختلاف کر بیٹھے۔ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں۔ انہیں ان کے بارے میں کوئی صحیح علم نہیں ہے محض گمان کی اتباع کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ کہ نہ ہی انہوں نے ان کو قتل کیا ہے۔ یقینی بات ہے بلکہ اللہ نے ان کو اٹھالیا تھا اپنی طرف۔ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکیم ہے۔ کوئی بھی اہل کتاب میں سے نہیں ہے مگر وہ ان کی موت سے قبل ان کے ساتھ ضرور ایمان لائے آئے گا اور قیامت کے دن وہ ان کے خلاف گواہ ہوں گے۔

نوٹ : یہ مذکورہ دلائل تو حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے بارے میں ذکر کئے گئے ہیں۔ آئیے اب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دلائل نبوت رسالت ملاحظہ فرمائیں۔

## رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل

نبی مصطفیٰ، رسول مجتبیٰ، جن وانس میں سے تمام مخلوق کی طرف مبعوث بالحق ابوالقاسم، محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب۔ خاتم النبیین، رسول رب العالمین، صلوات اللہ علیہ۔ ان پر اور ان کی آل طیبین طاہرین پر ہزاروں لاکھوں رحمتیں نازل ہوں۔ ان کی نبوت و رسالت کے دلائل اور آیات بنیات تمام رسولوں سے زیادہ ہیں اور بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی نبوت کے اَعْلَام اور نشانیاں ایک ہزار کی تعداد تک پہنچتے ہیں۔

قرآن مجید زندہ جاوید معجزہ محمدی ہے ..... بہر حال آپ کی نبوت کا سب سے بڑا نشان جو آپ کی دعوت کے ساتھ جڑا اور ہمیشہ آپ کے ساتھ حیات میں بڑھتا چلا گیا اور آپ کی وفات کے بعد ہمیشہ آپ کی امت میں باقی ہے، وہ قرآن عظیم ہے۔ وہ ظاہر اور باہر معجزہ ہے۔ اللہ کی مضبوطی ہے۔ وہ فی الحقیقت ایسا ہی ہے جیسے اس کو نازل کرنے والے نے اس کی تعریف کی ہے : کہ

(۱) وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ، تنزیل من حکیم حمید۔ (سورۃ فصلت : آیت ۴۱-۴۲)

قرآن مجید عزت اور غلبے والی کتاب ہے۔ باطل نہ تو اس کے آگے آسکتا ہے نہ اس کے پیچھے آسکتا ہے۔ یہ حکمت اور حمد کے مالک نے اتارا ہے۔

(۲) انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطہرون۔ تنزیل من رب العالمین۔ (سورۃ واقعہ : آیت ۷۷-۸۰)

بے شک پڑھی جانے والی عزت والی (چیز) ہے۔ وہ پوشیدہ و محفوظ کتاب میں (لوح محفوظ میں) لکھی ہوئی ہے جس کو پاک فرشتوں کے سوا کوئی بھی نہیں چھوسکتا۔ یہ رب العالمین کی طرف سے اتری ہے۔

(۳) بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔ (سورۃ البروج : آیت ۲۱-۲۲) بلکہ وہ بزرگی والا قرآن ہے لوح محفوظ میں لکھا ہوا۔

(۴) ان هذا لہو القصص الحق۔ (سورۃ آل عمران : آیت ۶۲) بے شک یہ وہی بیان حق ہے۔

(۵) وهذا کتب انزلناہ مبارک فاتبعوہ و اتقوا العلبکم ترحمون۔ (سورۃ الانعام : آیت ۱۵۵)

یہ ایسی کتاب ہے کہ اس کو ہم نے اتارا ہے۔ برکت والی ہے، اس کی اتباع کرو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

(۶) انہا تذکرۃ، فمن شاء ذکرہ، فی صحف مکرمة، مرفوعة مطہرة، بایدی سفرة، کرام بررة۔ (سورۃ عمس : آیت ۱۱-۱۲)

یہ قرآن نصیحت ہے (یاد دہانی ہے) جو چاہے اس کو یاد کرے (نصیحت مان لے)۔ یہ عزت والے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے۔ وہ صحیفے بلند قدر ہیں (اُونچے مقام پر رکھے ہوئے ہیں)۔ وہ صحیفے پاکیزہ ہیں۔ وہ کتابوں اور لکھنے والے فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ وہ کتاب فرشتے بزرگی والے عظمت والے ہیں۔

(۷) قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضهم لبعض ظہیرا۔ (سورۃ الاسراء : آیت ۸۸)

(اے محمد ﷺ) فرمادیجئے کہ البتہ اگر سارے انسان اور سارے جن اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کی کوئی مثل بنا کر لے آئیں تو وہ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتے۔ اگر وہ ایک دوسرے کے ظہیر و مددگار بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں یہ امر واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو ایسی وصف پر اتارا ہے جو کلام بشر کے اوصاف کے مبالغہ ہے اور اس سے مختلف ہے۔ اس لئے یہ کلام منظوم ہے نہ نثر نہیں ہے اور نظم ہے مگر نظم رسائل، نظم خطاب، نظم اشعار کی طرح نہیں۔ اور وہ کاہنوں، ججوں کی طرح نہیں ہے۔ اور یقین جانئے کہ کسی کو یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کی مثل لے آئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے (محمد ﷺ) کو حکم فرمایا کہ آپ اس کے مخاطبین کو چیلنج کریں کہ وہ اس جیسا قرآن بنا کر لائیں۔ اگر وہ یہ دعویٰ کریں کہ وہ اس پر قادر ہیں یا ان کو اس بات کا گمان ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوا :

(۸) قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات۔ (سورۃ ہود : آیت ۱۳) فرمادیجئے کہ وہ اس جیسی دس سورتیں لے آئیں (اخترا کی ہوئی)۔

پھر ان کے لئے ایک ساتھ نو سورتیں کم کر کے فرمایا :

(۹) فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ (سورۃ البقرۃ : آیت ۲۳) لے آؤ تم ایک سورۃ اس جیسی۔

لہذا معاملہ یوں ہی فی الحقیقت رہا جیسے اللہ نے بیان فرمایا ہے (کہ مفکرین قرآن اور معترضین نبوت محمدی اس لایزال معجزہ محمدی کی ایک سورت بنا کر لانے سے عاجز رہے۔ لہذا قرآن مجید دائمی طور پر نبوت محمدی کی قطعی اور ان ٹوٹ دلیل بن گیا)۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی تھی کہ نبی کریم ﷺ موافق ہو یا مخالف سب کے نزدیک مقبول انسان تھے۔ اپنی شرافت اور متانت اور اپنی قوت عقل اور رائے کی وجہ سے۔

جو شخص اس مقام پر فائز ہو اور پھر اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کو اپنے دین کی طرف دعوت دینے کے لئے کھڑا ہو گیا ہو، کسی بھی طریقے پر درست نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں سے یوں کہے کہ تم ایک سورۃ اس جیسی لے کر آ جاؤ جو میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں قرآن میں سے۔ اور تم ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ اگر تم لوگ اس کی مثال لے کر آ جاؤ تو میں کاذب ہوں گا۔ حالانکہ وہ اپنے دل و جان سے یہ جانتا ہو کہ قرآن اس پر اترا ہے۔ جبکہ اس کو اپنی قوم کے ان لوگوں سے یہ خطرہ بھی ہو جو اس کی مخالفت اور اس سے معارضہ کریں گے۔ اگر اس کے باوجود کوئی ایسا کرے تو وہ خود اپنی دعوت کو باطل کرے گا۔

یہ سب مذکورہ تفصیل اور آئندہ تفصیل اس بات پر دلیل قاطع ہے کہ حضور ﷺ نے یہ بات عربوں سے ایسی ہی نہیں کہہ دی تھی کہ قرآن کی مثال لے آؤ اگر تم لا سکتے ہو۔ اور تم ہرگز اس کو نہیں لا سکتے۔ بلکہ اس وقت میں کہی تھی جب آپ کو پورا یقین تھا اور پورا وثوق تھا اور یہ امر پکا اور متحقق تھا کہ وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ اور یہ کسی طرح بھی یقین آپ کو حاصل نہیں ہو سکتا تھا مگر صرف اور صرف آپ کے رب کی طرف سے آپ کو یقین دلانے سے جس نے اس کتاب کی وحی آپ کی طرف بھیجی تھی (جب رب نے آپ کو یقین دلایا تو) اس کی خبر پر یقین کر کے یہ چیلنج کر دیا۔ اور دنیائے انسانیت کی تاریخ گواہ ہے کہ وہ اس چیلنج میں کامیاب رہے اور آج چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود اس کی مثال پیش نہ کی جاسکی اور اس طرح قرآن نبوت محمدی کی قطعی اور دائمی دلیل بلکہ ناقابل تردید دلیل بن گیا۔ (مترجم)

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ بہر حال اس مذکورہ تفصیل کے بعد جو مزید بات کہنی ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا تھا کہ میرے پاس اس قرآن کی مثل کوئی ایک سورت لے آؤ اگر تم سچے ہو (یہ بات کہنے میں کہ محمد ﷺ نے خود قرآن لکھ لیا ہے یا کسی سے لکھو لیا ہے) ”لمحہ فکر یہ ہے۔“ چنانچہ (کوئی ایک سورت پیش کرنے والی) مہلت طویل ہوتی رہی اور اس بارے میں انتظار لمبا ہوتا رہا۔ اور مسلسل وقائع و حوادث پے در پے پیش آتے رہے اور حضور کے اور عربوں کے مابین جنگیں ہوتی رہیں۔ جنگوں کے نتیجے میں ان کے صنایع اور سردار قتل ہوتے رہے۔ ان کی اولادیں اور ان کی عورتیں قیدی ہوتی رہیں اور ان کے مال لٹتے رہے (وہ لوگ یہ سارا نقصان برداشت کرتے رہے)۔ مگر کوئی ایک ماں کالال بھی ان میں سے قرآن کے معارضے اور مقابلہ کے لئے تیار نہ ہوا۔ اگر وہ قرآن کا معارضہ و مقابلہ کرنے پر قادر ہوتے تو وہ ضرور اس کے ساتھ اپنے نفسوں اور اپنی اولادوں اور اپنے گھر والوں اور اپنے مالوں کا اس کے ساتھ فدیہ دے کر ان سب کو بچا لیتے۔ جبکہ یہ کام کرتا یعنی قرآن کا معارضہ کر کے ایک سورۃ اس کے مقابلہ کی بنا کر پیش کر دیتے اور یہ ثابت ہو جاتا کہ قرآن اللہ کی طرف سے نہیں آیا بلکہ محمد ﷺ نے یا کسی اور انسان نے تصنیف کیا ہے۔ ان کے لئے قریب ہوتا، ان پر آسان ہوتا کیونکہ وہ اہل زبان تھے، صاحب فصاحت تھے، صاحب شعر و خطبات تھے۔ جب وہ یہ نہ لا سکے اور نہ ہی وہ اس کا دعویٰ کر سکے تو یہ بات صحیح ہوگئی کہ وہ اس سے عاجز تھے۔

خود نبی کریم ﷺ از خود بغیر وحی کے انہیں لوگوں کی طرح قرآن کی مثال بنانے سے عاجز تھے

اور ان لوگوں کے عجز کے ظاہر ہو جانے میں ہی اس بات کا بیان ہے کہ اس عاجز ہونے میں خود محمد ﷺ بھی انہیں کی مثل عاجز ہیں (قرآن کو تصنیف کرنے یا اس کی مثال از خود بنانے سے)۔ کیونکہ حضور ﷺ انہیں کی مثل بشر تھے۔ آپ کی زبان انہیں لوگوں جیسی تھی، آپ کی عادتیں انہیں

لوگوں والی تھی، آپ کی طبیعت اور مزاج انہیں لوگوں سے ملتا جلتا تھا، حضور ﷺ کا زمانہ انہیں لوگوں والا تھا۔ جب یہ سب کچھ اسی طرح تھا پھر بھی وہ قرآن جیسی معجز کتاب لے کر آگئے تو اس بات کا یقین کرنا واجب ہو گیا کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے، برتر ہے، اس کی ذات اور اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے نہیں ہے۔ تو فیتق اللہ کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔

## قرآن کے مقابلہ میں مسیلمہ کذاب کے کلام کی حقیقت

ابو عبد اللہ حسین بن حسن حلیمی نے فرمایا ..... اگر وہ لوگ مسیلمہ نامی شخص (یعنی مسیلمہ کذاب) مدعی نبوت کے مُسَجِّع کلام کا (قرآن کے مقابلے پر) ذکر کرتے تو صورت حال کچھ ایسی تھی کہ مسیلمہ جو کچھ کلام لے کر آیا تھا، وہ اس سے آگے نہیں بڑھتا تھا کہ کچھ اس میں سے محاکات تھیں (ایک دوسرے کو حکایات سنانا)۔ اور اس میں سے کچھ سرقہ (یعنی چرایا ہوا کلام) تھا۔ اس میں سے کچھ کاہنوں (غیب کی خبریں دینے والوں) کے ججوں جیسے ججے تھے اور کچھ کلام عرب کے رجز پر مبنی تھا۔

## حضور اکرم ﷺ کا اپنا فصیح کلام اور اس کی حقیقت

حالانکہ نبی کریم ﷺ خود جو کلام فرماتے تھے وہ لفظاً سب سے زیادہ خوبصورت ہوتا، معنی اور مفہوم کے اعتبار سے زیادہ سیدھا اور درست ہوتا، اور فائدے کے لحاظ سے سب سے زیادہ واضح ہوتا۔ تاہم عربوں نے (آپ کے کلام کو دیکھنے سمجھنے کے بعد) حضور ﷺ سے یہ کبھی نہ کہا کہ آپ ہمیں تو قرآن کی مثال لانے کا چیلنج کرتے رہتے ہیں اور آپ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ جن و انس سارے اگر اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس کی مثال بنا کر پیش کریں گے تو وہ سب اس پر قادر نہیں ہو سکیں گے۔ مگر آپ خود اس کی مثال لاکھتے ہیں اور اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ آپ کا اپنا کلام ہے (جبکہ قرآن کے بارے میں آپ یہ زور دے کر کہتے ہیں کہ وہ اللہ کا کلام ہے آپ کا نہیں ہے)۔ عربوں نے حضور ﷺ سے یہ نہیں کہا تھا وہ کلام جو آپ خود کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ:

## حضور ﷺ کا منظوم دعائیہ کلام

أنا النبی لا کذب      أنا ابن عبد المطلب

میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبد المطلب کا بیٹا (پوتا) ہوں

تالله لولا الله ما اهتدينا      ولا تصدقنا ولا صلينا

اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتے۔ تو ہم ہدایت نہ پا سکتے، نہ صدقہ دے سکتے

فأنزلن سکينة علينا      وثبت الاقدام ان لاقينا

لہذا (اے اللہ) تو ہی ہمارے اوپر سکینہ اور وقار نازل فرما۔ اور اگر ہم دشمن کے ساتھ ٹکرائیں تو تو ہی ہمیں مضبوطی اور ثابت قدمی عطا فرما۔

اللهم ان العيش عيش الآخرة      فارحم الانصار والمهاجرة

اے اللہ! بے شک اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ (اے اللہ) انصار و مہاجرین صحابہ پر رحم فرما۔

حضور ﷺ کا انتہائی فصیح و بلیغ اور مسجع کلام جو اہل زبان کے نزدیک قرآن کی مثل نہ قرار دیا جاسکا۔ ارشاد فرمایا:

تعس عبد الدينار والدرهم، وعبد الخميصة، ان اعطى منها رضى وان لم يعط سخط: تعس وانتكس،

وان شيك فلا انتقش۔

ہلاک ہو جائے دینار و دہم کا بندہ (پیسے کا لالچی) اور ہلاک ہو جائے چادر و کملی کا بندہ یعنی کپڑوں کا لالچی) اگر اس کو اس میں سے مل جائے تو خوش ہو جائے اور اگر نہ ملے تو ناراض ہو جائے ہلاک ہو جائے اور بد نصیب ہو جائے اور اگر اسے کاٹنا چھ جائے تو اس کو چنگلی سے نہ نکال سکے (یعنی اگر اس کو اذیت و تکلیف پہنچے تو وہ اس کو ڈور نہ کر سکے)

حضور ﷺ سے اس طرح کے فصیح کلام سننے کے باوجود کسی ایک عرب نے اس بات کا دعویٰ نہ کیا تھا کہ اس میں سے کچھ کلام قرآن کے مشابہ بھی ہے۔ یا اس میں سے کچھ ٹکڑے قرآن کے مشابہ بھی ہیں۔

یہ سب کیفیت اس بات کی دلیل ہے کہ عرب قرآن کی مثال لانے سے عاجز تھے۔ خود حضور ﷺ بھی اسی طرح عاجز تھے۔ اپنے ذاتی کلام سے۔ لہذا یہی حقیقت اس بات کی دلیل تھی اور ہے کہ حضور ﷺ اللہ کے نبی ہیں اور ان پر اترنے والا قرآن ان کا اپنا یا کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ اور یہ تمام عربوں کی طرح خود حضور ﷺ کی استطاعت سے ہی باہر ہے۔ ہاں یہ قرآن محمد ﷺ کے دعویٰ کے عین مطابق اللہ کا کلام ہے۔ جو جبرائیل امین اللہ کی طرف بطور وحی خاص وقت میں خاص کیفیت کے ساتھ ان کے اوپر اتارتے رہے ہیں۔ ان کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ (مترجم)

استاذ ابو منصور کا قول ..... استاذ ابو منصور محمد بن ابویوب نے حکایت بیان کی۔ اس تحریر میں جو انہوں نے میری طرف لکھی تھی ہمارے بعض اصحاب سے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مذکورہ نظم ان لوگوں کے مابین واقع ہوئی ہو اور وہ چیلنج کے وقت اس کے معارضے و مقابلے سے بھی عاجز ہو گئے ہوں۔ لہذا یہ نظم خود معجزہ بن گئی ہو۔ اس لئے کہ جو چیز عادت میں شمار ہوتی ہو اس کو عادت سے نکالا جائے تو یہ چیز نقص عادت یعنی خلاف عادت کہلاتی ہے۔ جیسے اس چیز کو جو عادت میں شامل نہیں ہے بالفعل عادت میں داخل کرنا نقص عادت ہے۔ یہی چیز معجزہ بن جاتی ہے۔ بہر حال دونوں میں سے جو بھی صورت پیش آئی ہو اس سے حضور ﷺ کا معجزہ ظاہر ہوتا ہے اور عربوں نے اس سے اپنے قاصر ہونے اور اس کی مثل پیش کرنے سے عاجز ہونے کا اعتراف کیا تھا۔

## حضور ﷺ کا معجزہ جس نے عربوں کو اپنی مثال لانے سے عاجز کر دیا تھا

وہ مردوں کو زندہ کرنے، اندھوں کو بینا کرنے، کوڑھیوں کو صحیح کرنے سے زیادہ واضح دلالت ہے

شیخ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی نے بعض اہل علم سے حکایت بیان کی ہے۔ وہ یہ کہ وہ کلام جس کو محمد مصطفیٰ ﷺ نے عربوں کے سامنے پیش کیا تھا جس نے ان کو اپنی مثال لانے سے عاجز کر دیا تھا وہ عجیب ترین نشانی ہے وہ دلالت کرنے میں، مردوں کو زندہ کرنے سے اور مادرزاد اندھوں کو بینا کر دینے سے اور کوڑھیوں کو تندرست کرنے سے زیادہ واضح ہے۔ اس لئے حضور ﷺ اہل بلاغت کے پاس آئے تھے، ارباب فصاحت کے پاس آئے تھے۔ یہاں کے رؤسا اور سرداروں کے پاس آئے تھے۔ جو کلام کا مفہوم و معنی سمجھنے میں پرانے (تجربے کار تھے)۔ لہذا ان کا عاجز ہو جانا زیادہ عجیب اور زیادہ حیران کن تھا ان لوگوں کے عاجز ہونے سے جنہوں نے مسیح عیسیٰ کو مردوں کو زندہ کرنے کا مشاہدہ کیا تھا۔ اس لئے کہ وہ تو اس بارے میں بالکل طاقت ہی نہیں رکھتے تھے (نہ اس بات کا دعویٰ کرتے تھے)۔ اور نہ ہی وہ مادرزاد اندھوں کو اور کوڑھیوں کو تندرست کرنے کی استطاعت رکھتے تھے اور نہ ہی وہ اس کا علم ایک دوسرے کو دیتے تھے۔ جبکہ ان کے مقابلے میں قریش تو وہ تھے جو ایک دوسرے کو کلام فصیح اور بلاغت و خطابت سکھاتے تھے۔ لہذا یہ صورت حال دلالت کرتی ہے کہ ان قریشیوں کا محمد ﷺ کے لئے ہوئے قرآن کی مثال لانے سے عاجز آ جانا اس لئے تھا کہ یہ حضور ﷺ کی رسالت و نبوت کی صحت کی نشانی بن جائے۔ لہذا یہ اس بارے میں صحت قاطعہ ہے اور برہان واضح ہے۔

## قرآن مجید کے اعجاز کی دیگر دو وجوہ - امور غیب کے بارے میں قرآن کی پیشن گوئیاں اعجاز قرآن کی وجہ اول "صداقت نبوت محمدی ﷺ کی زبردست دلیل"

- امام بیہقی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں اس کے اعجاز کی دوسری دو وجوہ بھی ہیں۔ ان میں سے وہ آیات جو غیب کے اخبار پر مشتمل ہیں۔ مثلاً
- (۱) لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ - (سورۃ توبہ : آیت ۳۳) اللہ نے اپنے رسول کو اس لئے بھیجا ہے تاکہ وہ اس کو ادیان پر غالب کر دے۔  
قرآن نے یہ خبر دی اور دنیا نے مشاہدہ کر لیا کہ واقع میں دین محمدی تمام ادیان پر غالب آ گیا۔ (مترجم)
- (۲) لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ - (سورۃ نور : آیت ۵۵) اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے وعدہ فرمایا کہ ضرور ان کو زمین پر خلافت، یعنی مستحکم حکومت عطا کرے گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ نفس الامر اور واقعہ میں مسلمانوں کو خلافت اور کامیاب حکومت عطا کی اور حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور دیگر خلفاء نے اپنے دور میں کامیاب حکومتیں کیں۔ (مترجم)

(۳) وَهُمْ مِّنْ أُمَّةٍ بَعْدَ غَلْبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ فِي بَضْعِ سِنِينَ - (سورۃ روم : آیت ۳) رومی عنقریب مغلوب ہونے کے بعد غالب آ جائیں گے۔  
تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا کہ رومی مغلوب ہو جانے کے بعد دوبارہ غالب آ گئے۔ (مترجم)

علاوہ ازیں دیگر آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو آپ کے زمانے میں اور آپ کے بعد زمانے میں فتوحات کا وعدہ دیا۔ پھر ایسے ہی ہوا جب آپ کو خبر دی گئی تھی جبکہ اس حقیقت سے کسی کو انکار کی مجال نہیں ہے کہ محمد ﷺ نہ تو نجومی تھے (جو علم نجوم رکھتے ہوں)، اور نہ کاہن تھے (جو کہانت سے خبریں دیتے ہوں)، اور نہ ہی آپ نجومیوں کے ساتھ اور نہ ہی کاہنوں کے ساتھ مجالس رکھتے تھے۔ اس کے باوجود جو بھی آپ نے خبر دی، وحی سے اطلاع پا کر دی اور وہ پوری ہوئی، یعنی قرآن نے جو بھی غیب کی خبر دی، جو بھی پیشن گوئی کی وہ پوری ہو کر رہی۔

مذکورہ بالا آیات اور ان جیسی دوسری تمام آیات ایک طرف قرآن کی صداقت کی دلیل ہیں تو دوسری طرف محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کی صداقت کے دلائل ہیں۔ (مترجم)

### صداقت نبوت محمدی کی زبردست دلیل

اعجاز قرآن کی وجہ ثانی ..... وہ آیات ہیں جو پہلے لوگوں کے قصص اور واقعات پر مشتمل ہیں جو کتب اولیٰ کے ماننے والوں کے صحیح علم کے مطابق واقع ہوئیں جو کچھ آپ نے فرمایا، اس کے خلاف کچھ بھی نہیں ہوا۔ جبکہ یہ حقیقت سب اچھی طرح جانتے ہیں حضور ﷺ خود آئی تھے، نہ ہی کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ ہی کسی کتاب سے کچھ لکھتے تھے اور نہ ہی اہل کتب سے کچھ سیکھنے کے لئے ان کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب عربوں میں سے بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ محمد ﷺ کو کوئی انسان یہ باتیں سکھاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رد فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوا :

(۴) لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ - (سورۃ النحل : آیت ۱۰۳)

جس شخص کی طرف (محمد ﷺ کے سیکھنے کی نسبت کرتے ہیں) وہ تو فصیح عربی میں کلام نہیں کر سکتا (اس لئے کہ اس کی اپنی زبان عربی نہیں ہے بلکہ عجمی ہے)۔ اور یہ قرآن واضح بیان کر دینے والی عربی زبان ہے۔

اہل تفسیر کا خیال ..... اہل تفسیر نے گمان کیا ہے کہ مذکورہ بالا آیات میں جس شخص کی طرف اشارہ ہے اس سے مراد ابن الحضرمی کے دو عیسائی غلام مراد ہیں۔ وہ اپنی کتاب کو رومی زبان میں پڑھتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بلکہ عبرانی زبان میں پڑھتے تھے۔ حضور ﷺ ان کے

پاس آتے جاتے تھے اور ان کو باتیں حضور بتاتے تھے اور ان کو حضور سکھاتے تھے۔ لہذا مشرکین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ بات پھر یوں ہی ہے کہ محمد ﷺ خود بھی ان دونوں سے سیکھتے ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرما کر اس بات کی تردید کر دی۔ (قال المترجم)

یہ ایک شبہ ہے منکرین نبوت محمدی ﷺ کے شبہات میں سے، کیونکہ وہ یہ کہتے تھے کہ محمد ﷺ یہ قصص ذکر کرتے ہیں اس لئے کہ وہ ان کو کسی دوسرے انسان سے حاصل کرتے ہیں۔ اور ان واقعات کو اس سے سیکھ کر آتے ہیں۔ اس شخص کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ بنو عامر بن لوی کا غلام تھا۔ اس کا نام یعیش تھا۔ وہ کتابیں پڑھتا رہتا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ عداس نامی شخص تھا جو عقبہ بن ربیعہ کا غلام تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ ابو میسرہ تھا، روم کا رہنے والا تھا۔ اس کے علاوہ بھی قیل وقال ہے جس کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

کیونکہ قرآن نے ان کا رد بایں طور فرمایا ہے کہ قرآن اس لئے معجزہ ہے کہ اس کے الفاظ میں جو فصاحت ہے وہ عاجز کر دینے والی ہے۔ بالفرض اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ معانی اس آدمی سے سیکھے ہیں تو اس بات سے مقصود میں فرق نہیں آتا۔ اس لئے کہ قرآن بدستور اپنی فصاحت کے اعتبار سے معجزہ ہے۔ تمہارے جھوٹے دعوے سے اس کی فصاحت میں کوئی فرق نہیں آتا، وہ تو بجائے خود قائم ہے۔ (نقل از ڈاکٹر عبدالمعطلی)

شیخ حلیمی کا قول ..... شیخ حلیمی فرماتے ہیں، جو شخص ایسا ہی ضعیف اور کمزور واقع ہوتا ہے (یہ انسانی فطرت ہے) کہ وہ اپنے اس اتہام سے خاموش نہیں رہ سکتا، (کچھ نہ کچھ کہتا ہی رہتا ہے)۔ یہ بات دلالت کرتی ہے کہ اگر وہ حضور ﷺ کو کسی دوسری ایسی چیز کا اتہام دیتے، جس کی ہم حضور ﷺ سے نفی کرتے ہیں تو وہ اس کو بھی ضرور ذکر کرتے، اس سے خاموش نہ رہتے۔

امام بیہقیؒ کا فرمان ..... ہم کہتے ہیں کہ علماء کرام نے قرآن مجید سے اس کے اعجاز پر کئی اقسام کے جو علوم اخذ کئے ہیں اور قرآن کے معانی سے ان کو استنباط کیا ہے اور ان کو کتابوں میں لکھا ہے اور کتابوں میں ان کو مدون کیا ہے جو شخص اس پر مطلع ہے (وہ جانتا ہے کہ) شاید وہ ہزار جلد سے زائد ہوں گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ بشر کا کلام اس قدر مفید اور قیمتی نہیں ہو سکتا جس قدر قرآن قیمتی فائدہ دیتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رب العزت کا کلام ہے۔ یہ امر واضح ہے اور ظاہر ہے اس شخص کے لئے جس کو صراط مستقیم کی ہدایت عطا ہوئی ہے۔

## قرآن مجید کے علاوہ بھی ہمارے نبی کریم ﷺ کی بے شمار نشانیاں

یعنی آیات باہرہ اور معجزات ظاہرہ ہیں (وہ کئی اقسام ہیں)

قسم اول ..... پھر ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کے قرآن مقدس کے ماسواء اس قدر آیات باہرہ اور معجزات ظاہرہ ہیں جو مخفی نہیں ہیں اور وہ بے شمار ہیں۔

(۱) حضور ﷺ کی نبوت کی صحت کے وہ دلائل جن سے اہل کتاب استدلال کرتے ہیں۔

آپ کی نبوت کے بعض دلائل وہ ہیں جن سے اہل کتاب آپ کی نبوت کی صحت پر استدلال کرتے ہیں، وہ تو وہ ہیں جو وہ لوگ توراہ و انجیل میں یادگیر آسمانی کتابوں میں حضور ﷺ کا ذکر اور حضور ﷺ کی تعریف پاتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ عرب کی سرزمین پر پیدا ہوں گے۔ اگرچہ ان لوگوں نے ان میں سے بھی بہت ساری چیزوں میں اپنی جگہ تحریف کر ڈالی ہے۔

(۲) حضور ﷺ کی نبوت کے وہ دلائل جو آپ کی ولادت اور بعثت کے ایام میں عجیب و غریب امور ظہور پذیر ہوئے۔

آپ کی نبوت کے دلائل میں سے وہ امور بھی ہیں جو آپ کے ایام ولادت اور ایام بعثت میں پیدا ہوئے یا ظاہر ہوئے۔ وہ عجیب و غریب امور اور حیرتناک واقعات ہیں۔ جنہوں نے کفر کے سرداروں کو لرزہ بر اندام کر دیا تھا۔ اور جنہوں نے ان کی عزت کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ جنہوں نے عربوں کی شان بلند و بالا کر دی تھی۔ جنہوں نے ان کے ذکر کو عظیم بنا دیا تھا۔ جیسے اصحاب فیل کا واقعہ جس میں ان پر اللہ تعالیٰ نے جو عبرتناک عذاب نازل کیا تھا۔

(۳) ان دلائل میں سے ہے اہل فارس کی آگ کا بجھ جانا۔ جو آگ کی پجاریوں نے ایک ہزار سال سے آگ کی بہت بڑی جہنم سلگا رکھی تھی، وہ پوجا کرتے تھے اور انسانوں کو آگ کی بھینٹ چڑھاتے ہوئے اس کی نذر کر دیتے تھے۔ کیونکہ وہ اس کو مقدس مانتے تھے۔ حضور ﷺ کی آمد پر شرک اور کفر کا یہ بڑا نشان خود بخود بجھ گیا، جس سے اہل فارس گھبرا اٹھے تھے کہ شاید آخری نبی پیدا ہو گیا ہے، اب ہماری دال نہیں مگلے گی۔ (از مترجم)

(۴) نیز ایوان کسری کے کنگورے ٹوٹ کر یکا یک گر پڑے تھے۔

(۵) بحیرہ ساوہ کا پانی یکا یک خشک ہو گیا تھا۔

(۶) اور رؤیا موبدان وغیرہ۔

(۷) نیز ہوائف غیبیہ کا چیخنا، یعنی غیب سے آواز دینے والوں کا آوازوں کا وہ شور جس کے ساتھ وہ حضور ﷺ کی تعریفات اور آپ کے اوصاف کی خبر دیتے تھے اور ان امور و اشارات جو آپ کی شان کے بیان کو متضمن ہوتے تھے۔

(۸) نیز وہ امور جو کاہنوں اور جنوں سے آپ ﷺ کی تصدیق کی بابت پائے گئے اور ان کے اشارے دینا انسانوں میں سے اپنے اولیاء پر کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ ایمان لے آئیں۔

(۹) نیز ان اصنام اور بتوں کا ایک ایک منہ کے بل اوندھے گر جانا (جن کی عبادت ہو رہی تھی)، جو معبود بنے ہوئے تھے۔ اور اوندھے ہو جانا بغیر کسی گرانے والے اور دھکا دینے والے کے۔ جس نے ان کو اپنی جگہ سے ہلایا ہو یا گرایا ہو۔ یہ اشارے دیتا ہے ان تمام امور کی طرف جو اخبار مشہور ہیں آپ کی ولادت اور آپ کی پرورش کے ایام میں عجائبات کے ظہور میں سے۔ اور ولادت و پرورش کے زمانے کے بعد نبی بن کر بھیجے جانے تک پھر اس کے بعد تک۔

### مزید معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

قسم ثانی ..... ان مذکورہ نشانیوں کے علاوہ بھی حضور ﷺ کے کئی ایک معجزات ہیں۔ مثلاً

۱۔ شق القمر (چاند کا پھटना)

۲۔ حنین جَذَع (کھجور کے سوکھے تنے کا روٹنا)

۳۔ حضور ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کا نکلنا، یہاں تک کہ لوگوں کی کثیر تعداد نے اس سے وضو کیا۔

۴۔ طعام کا تسبیح کرنا۔

۵۔ حضور کے بُلانے پر درخت کا حضور ﷺ کی بات مان کر چلے آنا۔

۶۔ بکری کی پکی ہوئی نلی جس میں حضور ﷺ کی ہلاکت کے لئے زہر ملایا گیا تھا، اس کا حضور ﷺ سے کلام کرنا۔

۷۔ بھیڑیے کا حضور ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا۔

۸۔ گوہ کا شہادت دینا۔



- ۹۔ شیر خوار بچے کا شہادت دینا۔  
 ۱۰۔ میت کا شہادت دینا۔  
 ۱۱۔ حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے کھانے اور پانی کا زیادہ ہو جانا، اس قدر کہ اس میں سے لوگوں کی کثیر تعداد نے کھایا اور پیا۔  
 ۱۲۔ حضور ﷺ کا ایسی بکری کا دودھ دوہنا جس کے ساتھ اس کے زرع یعنی بکرے نے جفتی بھی نہیں کی تھی۔ مگر حضور ﷺ کے ہاتھ کی برکت سے اس کے تھنوں میں دودھ اتر آیا۔  
 ۱۳۔ نیز حضور ﷺ کا آنے والے حوادث اور وقائع کی خبر دے دینا، پھر حضور ﷺ کے زمانے میں اور بعد کے زمانے میں اس کی تصدیق کا موجود ہونا۔

علاوہ ازیں وہ امور جو کتابوں میں مذکور اور مدون ہیں۔ ہم نے ان کو کتاب دلائل النبوت میں اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کا یہ نقطہ آغاز ہے یاد روزہ ہے اور ان میں سے ایک کا ذکر کافی ہے۔

علاوہ ازیں جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لئے دو امر جمع فرمادیئے۔

- امراؤل ..... ایک تو آپ کو جنوں اور انسانوں کی طرف بالعموم نبی بنا کر بھیجنا، یعنی جنوں اور انسانوں دونوں کا رسول بنانا۔  
 امر دوم ..... دوسرے آپ کے ساتھ نبوت کو ختم کر دینا، یعنی آپ کو خاتم النبیین بنانا۔  
 تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلائل حجج کے ساتھ مؤید کیا اور غلبہ عطا کیا کہ اگر کسی ایک انسان سے ایک نشانی یا ایک معجزہ رہ جائے اور اس کے علم میں کسی وجہ سے نہ آسکے تو دوسری نشانی اور دوسرا معجزہ ان کو پہنچ جائے۔ اور اگر مرد یا ام سے ایک فغانی مٹ جائے تو دوسری نشانی باقی رہ جائے۔  
 بہر حال حضور اکرم ﷺ کے بارے میں ہر حالت میں حجت بالغہ (دلیل کامل) موجود ہے۔ اللہ کا شکر ہے اس کے اپنی مخلوق پر نظر کرم فرمانے پر اور ان کے لئے شفقت و رحمت کرنے پر جیسے اس کا حق ہے اور جس کا وہ مستحق ہے۔

فصل

## حضور ﷺ کی خبروں کو قبول کرنے اور ماننے کی بابت

یعنی حُجَّیَّتِ حدیث کی بحث

ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ربیع بن سلیمان نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی نے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنے دین میں اور اپنے فرائض اور اپنی کتاب میں ایسے مقام کے اور ایسے منصب پر فائز فرمایا ہے کہ جو مقام یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ نے اس کو اپنے دین کا علم اور نشان بنا دیا ہے۔ بایں صورت کہ اس کی اطاعت کو فرض کر دیا ہے اور اس کی معصیت و نافرمانی کو حرام کر دیا ہے۔ اور پھر اس کی فضیلت کو اس طرح ظاہر کیا ہے کہ اس کے ساتھ ایمان لانے کو اللہ نے اپنے ساتھ ایمان لانے کے ساتھ ملا کر فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

(۱) فَامِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ - (سورة اعراف : آیت ۱۵۸)

آپ لوگ ایمان لے آؤ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ۔

(۲) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ - (سورة نور : آیت ۶۳)

یقینی بات ہے کہ مؤمن وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔

اللہ نے کمال ایمان کو اللہ کے ساتھ ایمان لانے کو قرار دیا ہے جو کہ اس کے ماسوا ایمان اس کے تابع ہوگا، اس کے بعد اپنے رسول کے ساتھ ایمان کو ذکر کیا ہے۔

امام شافعیؒ نے فرمایا ..... ہمیں خبر دی ابن پیچہ نے ابن ابونجیح سے، اس نے مجاہد سے اللہ کے اس قول کے بارے میں فرمایا :

(۳) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ - (سورة الم نشرح : آیت ۴)

ہم نے (اے محمد) آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے۔ (فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جہاں میرا ذکر ہوگا (اے محمد! وہاں آپ کا بھی ذکر ہوگا)

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

امام شافعیؒ نے فرمایا ..... اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنی وحی کی اتباع اور اپنے رسول کی سنتوں اور طریقوں کی اتباع کرنا فرض قرار دیا۔ اور اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا :

(۴) لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ - (سورة آل عمران : آیت ۱۶۴)

البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر احسان کیا ہے جب ان کے اندر انہیں میں سے رسول بھیج دیا ہے وہ ان کے اوپر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ وہ اس سے قبل کھلی گمراہی میں تھے۔ ان آیات کے ساتھ دیگر وہ آیات بھی شامل کر لی جائیں جن میں کتاب و حکمت کا ذکر ہے۔

(۵) امام شافعیؒ فرماتے ہیں ..... اللہ تعالیٰ نے الکتاب کا ذکر فرمایا ہے، وہ قرآن مجید ہے۔ اور الحکمت کا ذکر کیا ہے۔ میں نے ان لوگوں سے سنا ہے اہل علم میں سے، جن کے علم قرآن کے ساتھ میں راضی اور مطمئن ہوں۔ وہ فرماتے تھے کہ ”الحکمت“ رسول اللہ کی سنت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ -

(سورة النساء : ۵۹)

اے اہل ایمان اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور صاحب حکم (صاحب اقتدار) کی جو بھی تم سے ہو اس کی اطاعت کرو۔ اگر تم لوگ کسی چیز میں باہم اختلاف کر بیٹھو تو اس کے معاملے کو اللہ کی طرف اور اس کے رسول کے فیصلے کی طرف لوٹا دو۔

تو بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اولوا الامر سے مراد رسول اللہ ﷺ کے سرایا کے امیر مراد ہیں (یعنی جن جہادوں، سفروں میں حضور ﷺ خود نہیں جاتے تھے بلکہ جہادی دستہ روانہ کرتے تھے اور ان پر ایک آدمی کو امیر اور حکم دینے والا مقرر کر دیتے تھے، وہی امیر مراد ہیں)۔

اور بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ یہ جو فقرہ ہے :

(۶) فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ اِن سِیءِ مَرَادٍ اِخْتَلَفْتُمْ فِي شَيْءٍ مَرَادٍ یعنی جس چیز میں تم باہم اختلاف کر بیٹھو تو ان امور میں اُولُوا الْأَمْرِ ان کے مقرر کردہ امیر جن کی اطاعت کرنے کا وہ حکم دیں (ان سب کی اطاعت لازمی ہے)۔ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ یعنی جس بات میں اختلاف کر بیٹھو اس کو اس بات کی طرف لوٹا دو جو کچھ اللہ نے فرمایا ہو یا رسول نے فرمایا ہو۔

اس کے بعد امام شافعیؒ نے کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آپ یقین جانئے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت خود اللہ کی اطاعت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا :

(۷) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (سورۃ النساء : آیت ۶۵)

تیرے رب کی قسم ہے (لوگ) مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو فیصلہ نہ بنالیں اس بات میں جس میں ان کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے دل میں حرج اور تنگی نہ محسوس کریں آپ کے فیصلے سے بلکہ وہ بطیب خاطر اس فیصلے کو تسلیم کر لیں۔

نیز انہوں نے آپ ﷺ کے امر کی اتباع کے فرض ہونے کی بابت اس آیت سے بھی حجت پکڑی ہے۔

(۸) لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا، فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (سورۃ النور : آیت ۶۳)

آپ لوگ آپس میں جس طرح ایک دوسرے کو بلا تے ہو، رسول اللہ ﷺ کو اس طرح نہ بلایا کرو۔ اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو تم میں سے خفیہ طور پر نکل جاتے ہیں پناہ لینے کے لئے۔ چاہئے کہ لوگ رسول ﷺ کے امر کی مخالفت کرنے سے ڈریں کہ ان کو فتنہ یا عذر دردناک نہ پہنچ جائے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

(۹) وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ (سورۃ المحشر : آیت ۷)

اور جو کچھ تمہیں رسول دے اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کرے باز آ جاؤ۔

اس کے علاوہ دیگر آیات بھی ہیں جو حضور ﷺ کے امر کی اتباع کرنے پر اور آپ کی اطاعت کے لازم ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں :

یہ حضور ﷺ کی اطاعت کا فرض ہونا ہر شخص پر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو، معائنہ اور مشاہدہ کیا ہو۔ اور ان پر بھی جو بعد والے ہیں قیامت تک ہوں گے۔ جس شخص نے حضور ﷺ کو دیکھا نہیں اور حضور کا زمانہ پایا نہیں، مگر وہ رسول اللہ ﷺ کا حکم جانتا ہے، ظاہر ہے کہ اس کو حضور ﷺ سے خبر پہنچنے کے ساتھ یہی علم ہوا ہے اور حضور ﷺ کی طرف سے کسی بھی امتی کو خبر ملنا دو طریقوں سے ہے یا خبر دو طرح کی ہوتی ہے۔

مترجم کہتا ہے : کہ

مذکورہ تحریر کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب اطاعت اللہ کی طرح فرض ہے، جو مذکورہ قرآنی نصوص سے ثابت ہے تو ظاہر بات ہے اطاعت اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے جب انسان کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان اور آپ کے عمل کے بارے میں علم، اطلاع اور خبر ہو، ورنہ عمل اور اطاعت ناممکن ہے۔ اور خبر حاصل ہوتی ہے خبر دینے والے کے ذریعے سے۔ لہذا خبر یعنی حدیث حجت ہوئی خواہ قولی ہو یا فعلی اور عملی۔

مذکورہ بالا کی تفصیل ..... امام بیہقی فرماتے ہیں :

خبر دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک تو عام خبر جو عمومی احکام کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے ان الفاظ اور جملوں کے ساتھ جو اللہ نے بندوں پر فرض کیا ہے کہ اس کو اپنی زبانوں کے ساتھ اور افعال و اعمال کے ساتھ بجلائیں۔ اور اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ ان کو سرانجام دینے کے لئے آئیں۔ اس قدر جاننا اتنا ضروری ہے کہ اس سے جہل و ناواقفیت میں رہنے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس بارے میں اہل علم ہوں یا جاہل، سب برابر ہیں۔ اس لئے کہ سب اس کے مکلف ہیں۔ مثلاً نمازوں کی تعداد اور ان کی رکعات کی تعداد کا علم ہونا۔ ماہ رمضان کے روزہ کی فرضیت کا علم، حج بیت اللہ کی فرضیت کا علم، اور فواحش اور بے حیائیوں کی حرمت کا علم ہونا۔ اور اس بات کا علم ہونا کہ ان کے مالوں میں اللہ کا حق ہے۔ اور ہر اسی چیز کا علم جو اس مفہوم میں آتی ہے۔

دوسری خبر ہوتی ہے جو خاص لوگوں کے لئے خاص احکام میں ہو۔ جس کو اکثر لوگ نہیں جانتے، جیسے پہلی چیزوں کو جانتے ہیں۔ اور عام لوگ اس کے جاننے کے مکلف بھی نہیں ہوتے۔ مثلاً سجدہ سہو کے احکام کہ کن باتوں سے سجدہ سہو واجب ہوگا، کن باتوں سے نہیں ہوگا۔ کوئی چیز حج فاسد کرے گی، کوئی نہیں کرے گی۔ کس چیز سے فدیہ دینا واجب ہوگا اور کن باتوں سے نہیں ہوگا۔ یہ وہ امور ہیں جن کا جاننا علماء پر واجب ہے اور عام لوگوں پر سچے بندے کی خبر کو اس کے صدق پر اعتماد کر کے قبول کرنا لازم ہے۔ اللہ نے جو نبی کی اطاعت فرض کی ہے اس میں ان کو رد کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

شیخ امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ..... (اللہ ان کی قبر کو روشن کرے)

اگر خبر حدیث کے ساتھ حجت کا ثبوت نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں ان لوگوں کو جو موجود تھے ان کو ان کے دین کی تعلیم کے بعد یہ نہ فرماتے :

(۱) أَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمْ الْغَائِبَ ، فَرُبَّ مُبَلِّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ - (بخاری کتاب العلم۔ فتح الباری ۱/۱۵۷)

خبردار! جو لوگ موجود ہیں تم میں سے وہ ان لوگوں کو دین پہنچادیں (یعنی خبر دے دیں) جو موجود نہیں ہیں۔

بسا اوقات سننے والے سے زیادہ بات کو وہ یاد رکھتا ہے جس کو بات پہنچائی جاتی ہے۔

ہمیں خبر دی ابو الحسن محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان نے بغداد میں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن محمد صفار نے۔ ان کو عباس بن محمد نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے اسحاق بن منصور نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہریم بن سفیان نے عبد الملک بن عمیر سے۔ ان کو عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا :

(۲) نَصَرَ اللَّهُ أَمْرًا سَمِعَ مِنْ حَدِيثٍ فَأَدَّاهُ كَمَا سَمِعَهُ ، وَرُبَّ مُبَلِّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ -

اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی پھر اس کو آگے پہنچادیا۔ بالکل اسی طرح جیسے سنی تھی۔

رسول اللہ کی احادیث آگے پہنچانے کا حکم دینا ..... امام شافعی فرماتے ہیں :

جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات سننے اور اس کو ایسے آدمی تک پہنچانے کے لئے پکارا اور دعوت دی ہے جو اس بات کو اور حدیث کو ایسے شخص تک پہنچادے (جو اس کو محفوظ کرے)۔ اور امرء لفظ واحد ہے (یعنی خطاب فرد کو یعنی واحد کو ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ہر فرد کو ہے)۔ تو یہ بات اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ یوں ہی حکم نہیں فرما رہے تھے کہ ان کی طرف سے حدیث آگے پہنچائی جائے، مگر اسی بات کے لئے جس بات کے ساتھ حجت قائم ہوتی ہو اس شخص پر جس آدمی تک وہ بات اور حدیث پہنچائی جائے۔

نوٹ : یعنی حضور ﷺ کی طرف سے پہنچنے والی خبر (حدیث) اس پر بھی حجت ہے جس تک حدیث پہنچے، ورنہ حضور ﷺ آگے پہنچانے کا بلاوجہ حکم نہ فرماتے۔ (مترجم)

(۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے آخرین میں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابو العباس نے، ان کو رنج نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی شافعی نے۔ ان کو سفیان بن عیینہ نے۔ وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی سالم ابو النضر نے۔ اس نے سنا عبید اللہ بن ابورافع سے۔ وہ خبر دیتے ہیں اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

(۴) لَا الْفِيْنِ أَحَدَكُمْ مُتَكِنًا عَلَىٰ أُرْيُكَيْتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ ، يَقُولُ : لَا أُدْرِي ، مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّبَعْنَا .

البتہ ضرور ایک انسان تم میں سے ایسا ہوگا جو اپنے تکیے پر ٹیک لگائے بیٹھا ہوگا۔ اس کے پاس میرے حکموں میں سے کوئی حکم آئے گا جو میں نے کسی بات کا حکم دیا ہوگا یا کسی چیز سے منع کیا ہوگا۔ وہ کہے گا کہ میں تو نہیں جانتا (حضور ﷺ کے حکم کو)۔ جو کچھ کتاب اللہ میں پائیں گے بس اسی پر ہم عمل کریں گے۔ ابوداؤد، مسند احمد، صحیح ابن حبان، ترمذی، حاکم اور سفیان نے کہا کہ مجھے خبر دی ہے ابن کثیر نے بطور مرسل روایت کے نبی کریم ﷺ سے۔

شیخ نے فرمایا ..... اور ہم نے روایت کی ہے مقدم بن معدیکرب سے، یہ کہ بنی کریم نے خبر والے دن کچھ چیزیں حرام کی تھیں۔ ان میں سے ایک چیز تو گھریلو گدھوں کی حرمت وغیرہ۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا :

(۵) يُوشِكُ أَنْ يَقْعُدَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ عَلَىٰ أُرْيُكَيْتِهِ يُحَدِّثُ بِحَدِيثِي فَيَقُولُ : بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا اسْتَحْلَلْنَاهُ ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَمْنَاهُ ، وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ . (ابوداؤد کتاب السنن)

قریب ہے کہ ہم میں سے ایک آدمی اپنے تخت پر بیٹھا ہوا ہوگا۔ اس کو میری کوئی حدیث سنائی جائے گی مگر وہ یہ کہہ کر (منع کر دے گا) کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے، ہم اس میں جو کچھ حلال پائیں گے اس کو حلال سمجھیں گے اور جو کچھ حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔ اور بے شک رسول نے بھی اسے حرام فرمایا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔

یہ خبر ہے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے، اس چیز کے بارے جو حضور ﷺ کے بعد بدعتی ہوں گے۔ اور وہ آپ کی حدیث کو رد کریں گے، جس میں حضور ﷺ کے بعد تصدق پائی جائے گی۔

### حدیث رسول اللہ ﷺ پر معترض سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی بحث

(۶) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے، ان کو خبر دی ابوبکر قطان نے، ان کو حدیث بیان کی ابوالازہر نے، ان کو محمد بن عالیہ انصاری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی صدر بن ابوالمنازل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا شیبیب بن ابوفضالہ مالکی سے، وہ کہتے ہیں :

کہ جب یہ مسجد جامع تعمیر ہوئی تو اتفاق سے حضرت عمران بن حصین وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں نے ان کے ساتھ شفاعت کا مسئلہ ذکر کیا، تو وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا، اے ابونجید بے شک تم لوگ ہمیں بہت ساری حدیثیں بیان کرتے ہو جن کی کوئی اصل ہم قرآن مجید میں نہیں پاتے؟ کہتے ہیں حضرت عمران ناراض ہو گئے اور اس آدمی سے کہنے لگے :

اسلام کے ہر حکم کو قرآن میں تلاش کرنا غلط ہے

۱۔ آپ نے قرآن مجید پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جی ہاں پڑھا ہے۔ حضرت عمران نے پوچھا کہ کیا آپ نے اس میں یہ مسئلہ پڑھا ہے کہ عشاء کی نماز کی چار رکعت ہیں؟ کیا آپ نے قرآن میں یہ پایا کہ مغرب کی تین رکعات ہیں؟ اور صبح کی دو رکعات ہیں؟ اور ظہر کی چار رکعتیں ہیں؟ اور عصر کی رکعتیں چار ہیں؟ اس شخص نے کہا، نہیں پایا ہے۔ پھر حضرت عمران نے پوچھا کہ تم لوگوں نے یہ باتیں کس سے اخذ کی ہیں۔ کیا تم لوگوں نے یہ باتیں ہم یعنی اصحاب رسول سے نہیں اخذ کی ہیں اور سیکھیں ہیں؟ اور ہم لوگوں نے (یعنی اصحاب نے) یہ سب باتیں اللہ کے نبی ﷺ سے اخذ کی ہیں اور سیکھی ہیں۔

۲۔ کیا تم نے یہ مسئلہ قرآن میں پایا ہے کہ چالیس درہم میں سے ایک درہم ہے؟ (یعنی بطور زکوٰۃ دینا ہے)۔ اور یہ کہ اتنی بکریوں میں ایک بکری ہے؟ اور اتنے اتنے اونٹوں میں زکوٰۃ کا ایک اونٹ ہے؟ کیا تم نے یہ سب کچھ قرآن میں پایا ہے؟ اس نے کہا نہیں پائی یہ تفصیل۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ یہ سب باتیں تم لوگوں نے کس سے حاصل کی ہیں؟ ظاہر ہے کہ ہم نے یہ سب باتیں نبی کریم ﷺ سے سیکھی ہیں اور آپ لوگوں نے ہم سے سیکھی ہیں۔

۳۔ پھر حضرت نے اس سے پوچھا کہ قرآن مجید میں آپ نے یہ تو پڑھا ہے کہ **وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ** کہ آپ لوگوں کو پرانے گھر کا یعنی کعبے کا طواف کرنا چاہئے۔ مگر یہ بتائیے کیا تم نے یہ بھی پڑھا ہے کہ تم لوگ سات بار طواف کرو؟ اور تم لوگ اس کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نفل ادا کرو۔ کیا تم نے یہ باتیں قرآن میں پائی ہیں؟ پھر بتاؤں کہ تم نے یہ کس سے اخذ کی ہیں؟ کیا تم نے یہ ساری باتیں ہم لوگوں سے (صحابہ کرام سے) نہیں حاصل کی ہیں؟ اور ہم نے ان کو رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا تھا۔ اور کیا تم لوگ ان کو ہم سے لے رہے ہو کہ نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں ہاں، کیوں نہیں، آپ سے ہی سیکھیں گے۔

۴۔ پھر فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں یہ مسئلہ پایا ہے کہ اسلام میں **جَلَب** نہیں ہے (جانوروں کو ایک شہر سے فروخت کرنے کے لئے دوسرے شہر لے جانا)۔ اور اسلام میں **جَنَب** نہیں ہے (یعنی دُور دراز بیٹھ کر مویشیوں کو اپنے پاس منگوانا کہ اس میں سے زکوٰۃ کے جانور وصول کروں)۔ اور اسلام میں **شِغَار** نہیں ہے (اپنی بہن یا بیٹی دے کر دوسرے کی بہن یا بیٹی سے نکاح بغیر مہر کے کرنا)۔ کیا تم نے یہ مسئلہ قرآن میں پایا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو حضرت عمران نے فرمایا، بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، فرما رہے تھے **لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ**۔ کہ اسلام میں **جَلَب** نہیں، **جَنَب** نہیں اور **شِغَار** نہیں ہے۔ (تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ مترجم)

(۶) انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ کیا تم نے یہ سنا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں حکم فرمایا ہے :

**وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا**۔ (سورۃ المحشر: آیت ۷)

جو کچھ تمہیں رسول دے اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رُک جاؤ۔

حضرت عمران نے فرمایا، تحقیق ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کئی اشیاء حاصل کیں اور سیکھیں جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔

۷۔ فرمایا کہ اس کے بعد حضرت عمران نے شفاعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا، کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان سنا ہے کہ اس نے کچھ لوگوں سے یہ فرمایا :

**مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ قَالُوا: لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نَطْعُمُ الْمَسْكِينِ، وَكُنَّا نَحْوُضُ مَعَ الْخَائِضِينَ**

**وَ كُنَّا نَكْذِبُ يَوْمَ الدِّينِ حَتَّى آتَانَا الْيَقِينَ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ**۔ (سورۃ المدثر: آیت ۲۲-۲۸)

تمہیں کوئی چیز جہنم میں لے کر آئی ہے۔ جہنمی کہیں گے کہ ہم لوگ نماز نہیں پڑھتے تھے، مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، اور (دین کی مخالفت کرنے والوں کی باتوں

میں) گھستے تھے۔ قیامت کو جھٹلاتے تھے۔ یہاں تک کہ موت آگئی تھی۔ ایسے لوگوں کو سفارش کرنے والوں کی سفارش کوئی فائدہ نہیں دے گی

**الشَّفَاعَةُ نَافِعَةٌ دُونَ مَا تَسْمَعُونَ**۔ سفارش مفید اور کارآمد ہوگی۔ (ماسوا ان لوگوں کے جن کا اوپر ذکر آیا ہے جس نے تم نے سنا ہے)

## حدیث کو قرآن پر پیش کرنے والی حدیث باطل ہے

شیخ فرماتے ہیں کہ جس روایت میں حدیث کو قرآن پر پیش کرنے کے دیکھنے کا حکم (یعنی حدیث کو قرآن پر پیش کرنے والی روایت) وہ روایت باطل ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ وہ خود باطل ہونے پر روشنی منعکس کرتی ہے۔ قرآن مجید میں حدیث کے قرآن پر پیش کرنے پر کوئی دلالت نہیں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں :

ما جاءكم عنى فاعرضوه كتاب الله فما واقفه فأنا قلته وما خالفه فلم أقله۔

- (۱) دارقطنی نے اس کو افراد میں درج کیا ہے۔  
 (۲) عقیلی نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے۔  
 (۳) دارقطنی نے کہا ہے کہ اس میں اشعث بن بزار کا تفرّد ہے، وہ شدید ضعیف ہے۔  
 (۴) اور حدیث منکر جداً - عقیلی نے اس کو منکر کہا ہے اور کہا ہے کہ اس کی کوئی اسناد صحیح نہیں ہے۔  
 (۵) تذکرۃ الموضوعات میں ہے کہ اس کو زنادقہ نے وضع کیا ہے۔ عجلونی نے کہا ہے کشف الخفا میں ہے کہ ضعافی نے کہا ہے یہ موضوع ہے۔

## خبر واحد کی تثبیت کے بارے میں دلائل اور حجج کثیر

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ خبر واحد کی تثبیت کے سلسلے میں حجج کثیرہ موجود ہیں اور وہ میری مسبوٹ کتب میں مدون ہیں۔

امام شافعی نے جس بات سے خبر واحد کے ثابت رکھنے اور اس کے حجت ہونے کے بارے میں دلیل پکڑی ہے وہ سیرت رسول اور قول و فعل کے وہ مشہور واقعات ہیں جو عام ہیں اور مشہور ہیں کہ حضور ﷺ جب اپنے عمال کو بھیجتے تھے تو ایک ایک بندے کو بھیجتے تھے۔ کوئی رسول اور نمائندہ (اطلاع دینے یا پیغام دینے کے لئے) بھی جاتا تھا، تو ایک ایک شخص کو بھیجتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ اپنے عمال کو اس لئے ہی تو بھیجتے تھے کہ وہ جا کر لوگوں کو ان احکامات دینی شرعی کی خبر دیں، جن کے بارے میں خود ان کو رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہوئی تھی۔

اور اس لئے بھیجتے تھے تاکہ عمال لوگوں سے جا کر وہ مال وصول کریں جو اللہ نے ان پر واجب کر دیئے ہیں۔ اور اس لئے تاکہ لوگ ان عمال کو اپنا مال دے دیا کریں۔ اور اس لئے عمال کو بھیجتے تھے کہ وہ جا کر لوگوں پر اللہ کی حدود قائم کریں۔ اور ان پر جا کر شرعی احکامات نافذ کریں۔

بالفرض اگر لوگوں پر ان عمال کی حجت قائم نہ ہوتی، جبکہ لوگ اسلامی مملکت کے ہر طرف اور ہر کونے میں ہوتے تھے، جن کی طرف عمال روانہ کئے جاتے تھے اور وہ عمال اس خبر کے ساتھ جس خبر کو وہ لے گئے ہوتے تھے، لوگوں کے نزدیک اہل صلاۃ ہوتے تھے۔ (اگر وہ مشکوک الخبر ہوتے یا ان پر حجت قائم نہ ہوئی ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اس طرح نہ بھیجتے اور نہ ہی لوگوں پر ان کی حجت قائم ہوتی اور نہ لوگوں کے اوپر اجابت کرنا لازم ہوتا)۔ مترجم

۱۔ حضور ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کا والی اور امیر بنا کر بھیجا تھا۔

۲۔ اسی طرح حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورۃ براءت کی ابتدائی آیات دے کر مشرکین سے اعلان بیزاری کرنے کے لئے مکے بھیجا تھا۔

۳۔ نیز حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا امیر اور گورنر بنا کر بھیجا تھا۔

پھر امام شافعی نے اس بارے میں تفصیلی کلام فرماتے ہوئے کہا کہ اگر وہ شخص یہ گمان کرتا ہے یعنی جو حدیث کو رد کرتا ہے کہ حضرت معاذ جن جن لوگوں کے پاس گئے تھے اور حضور کی طرف سے، سرایا کے امیر جن جن لوگوں کے پاس گئے تھے، ان کی خبر کے ساتھ حجت پکڑی گئی تھی، تو اس نے مان لیا کہ خبر واحد کے ساتھ حجت بھی قائم ہوتی ہے۔ اور اگر اس کے باوجود بھی وہ یہ گمان کرتا ہے کہ لوگوں پر حجت قائم ہوئی تھی تو پھر وہ بہت بڑی بھیانک بات کہتا ہے۔ اور اگر وہ یہ کہے کہ یہ خبر عام آدمی کی خبر نہیں ہوئی تھی جس کا آپ نے ذکر کیا ہے تو پھر بات راجع ہوگی خبر خاص اور خبر عام کی طرف۔

فصل

## ان لوگوں کے بارے میں جن کی خبر قبول کی جائے گی

ہمیں خبر دی محمد بن عبد اللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی محمد بن یعقوب نے، ان کو خبر دی ربیع نے۔ وہ کہتے ہیں امام شافعی نے فرمایا کہ حجت اس وقت تک قائم نہیں ہوتی خبر خاصہ کے ساتھ، حتیٰ کہ وہ کئی امور کو جمع کرے۔ وہ امور مندرجہ ذیل ہیں :

☆ (۱) یہ کہ جس نے خبر خاص کو بیان کیا ہو وہ اپنے دین میں ثقہ ہو۔

(۲) اپنے حدیث (بات) میں معروف بالصدق ہو۔

(۳) جس خبر کو بیان کرے اس کو سمجھتا ہو۔

(۴) الفاظ سے حدیث کے معانی کے حاصل کرنے کا عالم ہو۔ (قالہ الشافعی فی الرسالۃ ص ۳۷)

☆ (۵) حدیث بیان کرنے والا ایسا شخص ہو کہ وہ حدیث کو ایسے پہنچائے جن حروف کے ساتھ (جن الفاظ کے ساتھ) اس نے سنی ہے۔

(۶) اور وہ حدیث کو بالمعنی بیان نہ کرے (یعنی بعینہ اصل الفاظ کو بیان کرے) صرف معنی و مطلب نہ پہنچائے۔ اس لئے کہ وہ جب

ان کے (الفاظ کا لحاظ کئے بغیر) صرف معنی اور مفہوم کو بیان کرے گا اور وہ اس بات کا عالم نہیں ہوگا کہ معنی میں اس سے کیا تبدیلی ہو جاتی ہے تو وہ یہ بھی نہیں جانے گا، شاید وہ حلال کو حرام سے بدل دے۔ اور جب وہ اس کو حدیث اور خبر کے اصل الفاظ کے ساتھ پہنچائے گا تو کوئی ایسی وجہ باقی نہیں رہے گی جس میں حدیث کے بدل جانے کا خوف کیا جاسکے۔

☆ یہ کہ وہ شخص حافظ (الحدیث) ہو۔ اگر وہ حدیث کو اپنے حافظے سے بیان کرے اور حافظ ہو اپنی کتاب و تحریر کا، اگر وہ حدیث اپنی تحریر و کتاب سے بیان کرے جب وہ اہل حفظ کے ساتھ شریک ہو جائے گا حدیث میں، تو اس کی حدیث ان کی حدیث کے موافق اور مطابق ہو جائے گی۔

☆ یہ کہ وہ حدیث بیان کرنے والا مدلس ہونے سے پاک ہو اور وہ (غیر مدلس) اس شخص سے حدیث بیان کرے جس سے وہ مل

چکا ہو، مگر وہ حدیث اس محدث سے نہ سنی گئی ہو، یا حدیث بیان کرے نبی کریم ﷺ سے۔ ان حدیثوں سے جو ثقہ لوگ اس کے خلاف حدیث

بیان کرتے ہوں اور اسی طرح ہو وہ شخص جو (حدیث بیان کرنے والے کے) اوپر ہو جنہوں نے اس کو حدیث بیان کی ہے (یعنی اوپر کے راوی

مدلس نہ ہوں) یہاں تک کہ حدیث اسی طرح موصول نبی کریم ﷺ تک پہنچائی جائے، یا حضور ﷺ کے علاوہ جس شخص تک پہنچائی گئی ہو

(موصول ہی پہنچے)۔ اس لئے ہر ایک ان میں سے مثبت ہے اس شخص کے لئے جس نے اس کو حدیث بیان کی ہے اور مثبت ہے اس پر جس

سے وہ خود حدیث بیان کرتا ہے۔

امام شافعیؒ نے فرمایا: کہ

”محدثین میں سے وہ شخص جس کی غلطیاں کثیر ہوں اور اس کے پاس کسی صحیح کتاب کی اصل بھی نہ ہو، اس کی حدیث قبول نہیں کی

جائے گی۔ جیسے اس شخص کا معاملہ ہوتا ہے جو شہادتوں میں اکثر غلط بیانی کرتا ہے کہ اس کی شہادت قبول نہیں کی جاتی۔“

شیخ حلیمیؒ کا قول ..... شیخ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جن میں یہ مذکورہ بالا شرائط پائی جاتی ہیں، اور وہ جو ان شرائط پر پورے نہیں اترتے۔

اور وہ لوگ جو کذب فی الحدیث سے متہم ہیں۔ اور جنہوں پر حدیث گھڑنے اور وضع کرنے کی تہمت ہے، سب کے نام تواریح میں درج ہیں،

اہل علم کو معلوم ہیں۔

امام شافعیؒ کا قول ..... امام شافعیؒ فرماتے ہیں، نہیں استدلال کیا جاتا اکثر صدق حدیث اور کذب حدیث پر، مگر صدق مخبر اور کذب

مخبر کے ساتھ مگر خاص قلیل حدیث میں۔

مگر ”خاص قلیل“ والے استثناء کو قول سابق میں امام شافعیؒ نے جو استثناء کیا ہے اہل حفظ میں سے حاذق و ماہرین کے سوا کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔

کبھی صدوق بھی پھسل جاتا ہے اس میں جس کو وہ لکھتا ہے اس پر۔ لہذا اس کی حدیث دوسری حدیث میں داخل ہو جاتی ہے۔ سو وہ حدیث

ایسی ہو جاتی ہے جو ضعیف اسناد کے ساتھ مروی ہو، مگر صحیح اسناد کے ساتھ بھی مرکب ہو۔



## محدثین کو صحیح اور غیر صحیح حدیث کی معرفت کیسے حاصل ہوتی ہے

(۱) اور کبھی قلمی لغزش ہو جاتی ہے، کبھی سماعت بھی خطا کرتی ہے، کبھی حافظہ بھی خیانت کر جاتا ہے۔ لہذا شاذ روایت کو حدیث میں سے روایت کرتا ہے بغیر قصد کے۔ تو اس کو اہل صنعت پہچان لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن کو رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی حفاظت پر مقرر فرمایا ہے اللہ کے بندوں کے لئے ایسے شخص کو یہ معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے کثرت سماع اور اہل علم کے ساتھ لمبی صحبت و ہم نشینی سے اور ان کے ساتھ اس کے مذاکرہ کرنے سے اس کی پہلی مثال ایسی ہے جیسے ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو.....

(۲) خبر دی دعلج بن احمد نے، ان کو حدیث بیان کی احمد بن علی الابار نے، ان کو احمد بن حسن ترمذی نے، ان کو نعیم بن حماد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن مہدی سے کہا آپ صحیح حدیث کو غلط سے کیسے پہچانتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ جیسے طبیب دیوانے اور پاگل کو پہچانتا ہے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوسعید احمد بن محمد مالینی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابواحمد بن عدی حافظ نے، ان کو محمد بن عبداللہ بن جنید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن اسماعیل بخاری نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا علی بن عبداللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی عبدالرحمن بن مہدی کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے ابوسعید آپ کہتے ہیں کسی شی کے بارے میں کہ یہ صحیح ہے، اور یہ ثابت نہیں ہے۔ آپ کس وجہ سے ایسے کہتے ہیں؟

عبدالرحمن نے کہا: کہ آپ یہ بتائیے کہ اگر آپ سکو اور رقم کے پرکھنے والے کو لے آئیں اور اس کو اپنے درہم دکھلائیں اور وہ کہے کہ یہ جید ہیں اور یہ ستوق ہیں اور یہ بھرج ہیں، تو آپ کیا اس سے یہ سوال کریں گے کہ کیوں اور کیسے؟ یا اس کی بات کو تسلیم کر لیں گے؟ اس نے کہا کہ بلکہ میں معاملے کو اس کے سپرد کر دوں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔ لمبی صحبت، یا لمبی بحث، یا علم و معرفت۔

نوٹ: عبدالرحمن بن مہدی ولادت ۱۳۵ھ۔ وفات ۱۹۸ھ۔ حافظ الحدیث تھے، علم کے امام تھے۔ امام شافعی نے فرمایا میں اس کی مثال پوری دنیا میں نہیں جانتا۔ (مترجم)

سند حدیث کی اہمیت ..... (۴) ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو یحییٰ بن منصور قاضی نے، ان کو محمد بن عمرو بن علاء جرجانی نے، آپ کو یحییٰ بن معین نے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کے جہانڈہ اور ماہرین پرکھنے والے نہ ہوتے تو ستوق اور کھولے سکتے شریعت کو روایت کرنے میں کثیر ہو جاتے۔ آپ جب پسند کریں آجائیں، جو حدیث آپ نے سن رکھی ہو لے آئیں، یہاں تک کہ میں تیرے لئے اس میں سے نقد بیت المال علیحدہ کر دوں گا۔ کیا آپ کو قاضی شریعت کا قول یاد نہیں ہے کہ اثر (یعنی حدیث) کے لئے ایسے پرکھنے والے ماہرین علوم ہیں جیسے چاندی کو پرکھنے والے نقاد ہوتے ہیں۔

## فصل

اس باب میں جس چیز کی معرفت کا ہونا واجب ہے، وہ یہ ہے کہ آپ کو

اس بات کا علم ہو کہ اخبار خاصہ مرویہ تین قسم ہیں

قسم اول وہ ہیں جن کی صحت پر اہل علم بالحدیث متفق ہیں، وہ پھر دو قسم ہیں۔

قسم اول ..... یہ کہ حدیث مروی ہو و جوہ کثیرہ سے اور مختلف طرق سے، حتیٰ کہ وہ اشتہاد میں یعنی شہرت میں داخل ہو جائے۔ اور بعید ہو کہ کوئی اس میں خطا کا توہم کر سکے، یا اس میں سب لوگ جھوٹ پر متفق ہو گئے ہوں۔ یہ حدیث کی ایسی قسم ہے کہ اس سے علم مکتسب یا علم کسی حاصل ہوتا ہے۔ اس قسم کی مثال وہ احادیث ہیں جو تقدیر کے بارے میں روایت ہوئی ہیں۔ اور روایت باری تعالیٰ اور حوض کوثر، اور عذاب قبر کے بارے میں۔ اور بعض وہ جو معجزات میں، اور فضائل، اور احکام میں مروی ہیں۔ بس تحقیق ان میں سے بعض احادیث و جوہ کثیرہ سے مروی ہیں۔

قسم دوم ..... یہ ہے کہ حدیث مروی ہو جہت احاد سے (یعنی ایک ایک راوی سے)۔ اور وہ مستعمل ہو دعاؤں میں، ترغیب و ترہیب میں اور احکام میں۔ جیسے شہادوں کی شہادت مستعمل ہوتی ہے۔ احکام میں حکام کے نزدیک۔ اگرچہ امکان ہوتا ہے اس پر اور مخبر پر (خبر دینے والا) خطا کا اور نسیان کا۔ کیونکہ قرآن میں نص آچکی ہے شاہدین کی شہادت کو قبول کرنے کے بارے میں، جبکہ وہ دونوں عادل ہوں۔ سنت وارد ہو چکی ہے خبر واحد کو قبول کرنے کے بارے میں، جب وہ عادل ہو اور شرائط قبولیت کا جامع ہو اس امر میں جو عمل کو واجب کرے۔ بہر حال معجزات میں اور صحابہ میں سے کسی ایک کے فضائل میں۔

تحقیق ان دونوں امور میں اخبار احاد مروی ہیں۔ ان کے اسباب ذکر کرنے میں۔ ہاں مگر وہ تمام مرویات مجتمع میں متفق ہیں اثبات معنی واحد میں۔ وہ ہے معجزات کا ظہور ایک شخص سے اور اثبات فضیلت شخص واحد۔ لہذا ان کے مجموعے سے علم مکتسب حاصل ہو جاتا ہے، بلکہ ایسی مرویات کو اور اخبار مستفیض کو جو معجزات اور ان نشانیوں کی بابت ہیں جو سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ سے ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ ان کو جمع کیا جائے تو پھر وہ حد تو اتر میں داخل ہو جاتی ہیں جو علم قطعی اور علم ضروری کو واجب کرتی ہیں۔

چنانچہ ان سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک آدمی عرب سے اٹھا ہے اسے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کہتے ہیں۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ رب العالمین کا رسول اور نمائندہ ہے۔ اور اس پر نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں، اور وہ لوگوں کے سامنے معجزات لائے، جنہوں نے اس کو دیگر لوگوں سے منفرد اور ممتاز کر دیا ہے۔ ان امور کے ساتھ جن پر ایمان لایا ہے ہر وہ شخص جس پر اللہ نے انعام فرمایا ہے ہدایت کا، جبکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی امت میں قرآن زندہ تابندہ معجزہ کا بانی اور دائی ہے۔ یہ معاملہ ایسے ہے جیسے ان اسباب مشہورہ کا جو حاتم طائی کی سخاوت کی بات میں شہرت پکڑ چکے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ سب اخبار احاد سے معلوم ہوئے ہیں۔ لیکن اس بات سے انکار ہی نہیں کیا جاسکتا کہ جب وہ سب جمع ہو جاتی ہیں تو ایک معنی اور ایک مفہوم کو ثابت کر دیتی ہیں، وہ ہے حاتم کی سخاوت۔ تو سخاوت والی روایات حد تو اتر میں داخل ہو جاتی ہیں اثبات سخاوت میں۔ وباللہ التوفیق

قسم ثانی ..... بہر حال نوع ثانی اخبار احاد میں سے وہ احادیث ہیں اہل علم بالحدیث جن کے ضعف، عجز پر متفق ہیں۔ یہ نوع پھر دو قسم پر ہے۔ قسم اول وہ ہے جس کو وہ شخص روایت کرے جو حدیث وضع کرے، اور حدیث میں جھوٹ بولنے میں معروف ہو۔ یہ قسم ایسی ہے کہ جو امور دین میں کسی حد تک بھی مستعمل نہیں۔ مگر بصورت تلمیذ تحقیق ہمیں خبر دی ہے ابوعلیٰ حسین بن محمد روزباری نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابو بکر محمد بن احمد بن محمود عسکری نے، ان کو جعفر بن محمد فلانی نے ان کو آدم بن ابویاس نے، ان کو شعبہ نے، ان کو حکم نے، ان کو عبدالرحمن بن ابویعلیٰ نے سمرہ بن جندب سے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص مجھ سے کوئی حدیث بیان کرے حالانکہ وہ دیکھے کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی شعبہ نے، حبیب بن ابوثابت سے اس نے میمون بن ابوشیبہ سے، اس نے مغیرہ بن شعبہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا پھر انہوں نے بھی مذکورہ حدیث کی مثل ذکر کی ہے اس نوع میں سے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ اس کا راوی حدیث وضع کرنے کی تہمت زدہ نہ ہو، مگر حافظے کی خرابی، اور کثرت غلط میں معروف ہو اپنی روایات میں۔ یا راوی مجہول ہو جس کی عدالت ثابت نہ ہو، اور اس کی خبر کی قبول کرنے کی شرائط، جو قبول کرنے کا موجب ہوتی ہیں (وہ بھی ثابت نہ ہو)۔

احادیث کی یہ قسم بھی احکام شرعیہ میں مستعمل نہیں ہوتی۔ جیسے اس شخص کی شہادت حکام کے نزدیک قبول نہیں ہوتی جس کی یہی صفت ہو۔ کبھی ایسی روایت دعاؤں میں اور ترغیب و ترہیب میں تفسیر و تشریح میں مغازی میں استعمال کی جاتی ہے، یعنی ان امور میں جن کے ساتھ کسی شرعی حکم کا تعلق نہ ہو۔

امام بیہقی<sup>۱</sup> فرماتے ہیں ..... میں نے سنا ابو عبد اللہ حافظ سے، وہ کہتے ہیں میں نے سنا ابوزکریا یحییٰ بن محمد عنبری سے، وہ کہتے ہیں، میں نے سنا ابوالحسن محمد بن اسحاق بن ابراہیم حنظلی سے، وہ کہتے ہیں کہ ان کے والد بیان کرتے تھے عبد الرحمن بن مہدی سے کہ انہوں نے کہا تھا: کہ

”ہم جب روایت کریں ثواب، عقاب، فضائل اعمال کے بارے میں تو ہم لوگ اسانید میں نرمی اور آسانی کرتے ہیں (تساہل کرتے ہیں)۔ اور مردوں میں (راویوں میں) چشم پوشی کرتے ہیں۔ اور جس وقت ہم حلال اور حرام اور احکام کے بارے میں روایت کریں تو ہم لوگ اسانید میں خوب سختی کرتے ہیں، اور راویوں پر خوب تنقید اور جانچ پڑتال کرتے ہیں۔“

ہمیں خبر دی محمد بن عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن احمد محبوبی نے۔ مقام مرو میں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے احمد بن سیار نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ابوقدامہ سے وہ کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید قطان نے فرمایا تھا: کہ

تَسَاهَلُوا فِي التَّفْسِيرِ عَنْ قَوْمٍ لَا يُوثِقُونَهُمْ فِي الْحَدِيثِ -

تفسیر کے معاملے میں آسانی اور نرمی اختیار کر لی ہے اہل علم نے، اور تساہل سے کام لیا ہے ایسے لوگوں سے بھی جو حدیث میں ثقہ نہیں قرار دیئے گئے۔

اس کے بعد میں نے (راویوں میں سے) لیث بن ابوسلمہ<sup>۲</sup>، جویر بن سعید<sup>۳</sup>، ضحاک<sup>۴</sup>، محمد بن سائب کلبی<sup>۵</sup> کا ان کے سامنے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں کی حدیث کی تعریف کی جاتی ہے اور ان سے تفسیر بھی لکھی جاتی ہے۔

۱۔ لیث بن سلیم کے بارے میں ڈاکٹر عبدالمعطلی قلجی اپنی تعلیمات میں لکھتے ہیں:

- ۱۔ لیث بن ابوسلمہ بن زینم قرشی صدوق ہے آخری عمر میں گدگد اور اختلاط کر بیٹھے تھے اپنی حدیث میں تمیز نہیں کر سکتے تھے۔ لہذا متروک کر دیئے گئے سادہ میں سے۔
- ۲۔ بخاری نے تاریخ کبیر میں انکا ذکر کیا ہے، مگر انہوں نے اس کے بارے میں جرح کا ذکر کیا ہے نہ ہی تعدیل کا۔
- ۳۔ ابن عدی نے کہا کہ اس کی احادیث صالحہ ہیں ان سے شعبہ اور ثوری نے روایت کی ہے، باوجود اس ضعف کے جو اس میں ہے اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔
- ۴۔ یحییٰ بن معین نے کہا کہ اس کی یہ حدیث ضعیف نہیں ہے۔
- ۵۔ ابوحاتم اور ابوزرعہ نے کہا ہے کہ وہ مضطرب الحدیث ہے۔
- ۶۔ امام احمد نے بھی ان کے بارے میں یہی بات کہی ہے۔
- ۷۔ علامہ عقیلی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن حبان نے اس کے اختلاط کے بعد اس پر جرح کی ہے۔

(۱)	بحوالہ طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۳۴۹	(۲)	تاریخ کبیر ج ۱: ۴ ص ۲۴۶
(۳)	الجرح والتعدیل ۱۷۷: ۳: ۳	(۴)	المجربین ج ۲ ص ۲۳۱
(۵)	المیزان ج ۳ ص ۴۲۰	(۶)	المغنی فی الضعفاء ج ۲ ص ۵۳۶
(۷)	التبذیب ج ۸ ص ۴۶۵	(۸)	التقریب ج ۲ ص ۱۳۸

۲۔ جویر بن سعید زدی۔ ابوالقاسم بلخی، ان کے بارے میں

۱۔ ابن معین نے کہا کہ وہ کوئی شی نہیں ہے۔

۲۔ زدی نے کہا کہ وہ ضعیف ہے۔

(بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

شیخ حلیمی کا تبصرہ ..... شیخ فرماتے ہیں کہ (محدثین نے مذکورہ راویوں سے) تفسیر اخذ کرنے میں تساہل سے اس لئے کام لیا ہے کہ یہ راوی جن الفاظ کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں لغات عرب ان کے الفاظ کی شہادت دیتی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں ان کا عمل دخل فقط جمع اور تقریب میں ہے۔

ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، اور ابو عبد الرحمن سلمی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا عباس بن محمد سے، وہ کہتے ہیں میں نے سنا احمد بن حنبل سے۔ ان سے سوال کیا گیا جب وہ ابو النضر کے دروازے پر کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ ان سے کہا گیا، اے ابو عبد اللہ آپ موسیٰ بن عبیدہ راوی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں اور محمد بن اسحاق کے بارے میں؟ انہوں نے فرمایا کہ بہر حال موسیٰ بن عبیدہ اس کے ساتھ تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن وہ منکر احادیث بیان کرتا ہے۔ عبد اللہ بن دینار سے، وہ ابن عمر سے، وہ نبی کریم ﷺ سے، اور ہاشم بن اسحاق، وہ ایسا آدمی ہے کہ اس سے احادیث لکھی جاتی ہیں یعنی مغازی اور اس کی مثل (فقط)۔

بہر حال جب تیرے سامنے معاملہ آجائے حلال اور حرام کا تو پھر ہم سوچتے ہیں (ویسے لوگوں کو) یہ کہہ کر ابو الفضل یعنی عباس نے اپنے ہاتھ کی چار انگلیاں دونوں ہاتھوں کی بند کر لیں اور انگوٹھے کو شامل نہ کیا۔ مراد یہ تھی کہ حرام و حلال کا معاملہ ہو تو پھر ہم ان راویوں سے یوں اپنے آپ کو روک لیتے ہیں اور بند کر لیتے ہیں۔

نوع ثالث ..... بہر حال نوع ثالث احادیث میں سے وہ حدیث ہے، جس کے بارے میں اہل علم بالحدیث مختلف ہو گئے ہیں اس کے ثبوت کے بارے میں (کہ آیا وہ حدیث ثابت ہوئی بھی ہے یا نہیں) بعض اہل علم تو ایسی احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک اس کے بعض راویوں میں جرح ظاہر ہو چکی ہے۔ اور بعض سے جرح پوشیدہ رہی، یا اس کے حال پر واقف نہیں ہو سکے جو اس کی خبر کو قبول کرنے کا موجب ہو۔ جبکہ اس کے سوا دوسرے اس سے واقف ہو چکے ہوتے ہیں، یا وہ معنی اور مفہوم جس کے ساتھ وہ جرح کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے آگے)

۳۔ علی بن مدینی نے کہا جو بیرون نے ضحاک پر اعتماد کیا اور ان سے منکر اشیاء روایت کیں۔

۴۔ نسائی اور دارقطنی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے۔

۵۔ ابن عدی نے کہا کہ ضعف اس کی حدیث پر ہے اور روایت پر ظاہر و باہر ہے۔

۶۔ یحییٰ بن سعید قطان نے کہا کہ اہل علم نے ایسے لوگوں سے جو حدیث میں قابل توثیق نہیں ان سے تفسیر اخذ کرنے میں تساہل سے کام لیا ہے۔ اس کے بعد

انہوں نے ضحاک اور جو بیرون اور محمد بن سائب کلبی کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی حدیث نہیں اٹھائی جاتی۔ بحوالہ تاریخ ابن معین ج ۲ ص ۸۹، تاریخ کبیر ج ۱ ص ۲۵۶، الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۲۴۰، تہذیب التہذیب ۲: ۱۲۳، ۱۲۴، المیزان ۱: ۳۲۷۔

۳۔ ضحاک بن مزاحم ہلالی لُحَی خراسانی۔ تمام مصادر و تمام مراجع اس بات پر متفق ہیں کہ انہوں نے صحابہ کرام سے روایت نہیں کی ہے اور العجلی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور ابن حبان اور دارقطنی نے بھی۔ بحوالہ تاریخ ابن معین ج ۲ ص ۲۷۲، تاریخ کبیر ج ۲ ص ۳۳۳، الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۴۵۸، المیزان ج ۲ ص ۳۲۵، التہذیب ج ۳ ص ۴۵۳۔

۴۔ محمد بن السائب کلبی۔ ان مفسرین میں سے ایک تھے، جن کی تفسیر کی نسبت تفسیر ابن عباس کی طرف کی جاتی ہے اور وہ بحیثیت مؤرخ اور بحیثیت نساب مشہور ہیں اور وہ شیعیت کی طرف مائل تھے۔ اور ان کی روایات کثرت کے ساتھ اس بات سے موصوف کی جاتی ہیں کہ وہ ضعیف ہیں۔

۱۔ ابن معین نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ کبیس ہشویٰ ہیں۔ ۲۔ عقیلی نے ان کو ضعفاء الکبیر میں لکھا ہے۔

۳۔ ابن حبان نے اپنی جرح میں اضافہ کیا ہے، اور کہا ہے وہ سبائی شیعہ تھے۔ عبد اللہ بن سبأ کے اصحاب میں سے سبائی وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی فوت نہیں ہوئے اور وہ دنیا میں واپس آئیں گے قیامت سے پہلے پہلے۔ اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے، جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی، اور اگر وہ لوگ بادلوں کو دیکھتے تو کہتے، ان میں امیر المؤمنین ہیں۔

۴۔ ابن حبان نے اس کا قول نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ جبرائیل وحی حضور ﷺ پر لکھواتے تھے۔ حضور ﷺ جب بیت الخلاء میں چلے جاتے تھے تو وہ حضرت علی کے لئے لکھواتے تھے۔ اور وہ کہتے تھے کہ میں نے قرآن سات دن میں حفظ کیا تھا۔ ۵۔ حماد بن سلمہ نے کہا کہ اللہ کی قسم وہ غیر ثقہ تھے۔

۶۔ ابن حبان نے کہا کہ کلبی کا یہ مذہب ہے دین میں۔ اور اس میں جھوٹ کا واضح ہونا اس سے زیادہ ظاہر ہے کہ اس کی وصف میں بحث کی جائے۔

دوسرے اس کو جرح نہیں سمجھتے، یا وہ اس حدیث کے انقطاع (منقطع) ہونے پر یا اس کے بعض الفاظ کے انقطاع پر واقف ہو چکے ہوتے ہیں، یا وہ اس بات سے واقف ہو جاتے ہیں۔ بعض راویوں نے اس کے متن میں اس کے بعض راویوں کے قول کو بھی شامل کر دیا ہوتا ہے، یا وہ اس بات سے واقف ہو چکے ہوتے ہیں کہ اسناد حدیث حدیث میں داخل ہو گئی ہے جبکہ یہ حالت دوسروں پر مخفی رہتی ہے۔

یہ وہ نوع ہے کہ ان اہل علم بالحدیث پر جو بعد میں آئیں، لازم ہے کہ وہ محدثین اور اہل علم بالحدیث کے اختلاف پر نظر رکھیں اور اس کے قبول کرنے یا اس کو رد کرنے کے بارے میں ان کے معانی کی معرفت حاصل کرنے میں اجتہاد کریں (خوب سعی کریں)۔ اس کے بعد ان کے اقوال میں سے صحیح ترین قول کو اختیار کریں اور صحیح ترین قول کو منتخب کریں۔

## فصل

### مُرْسَلُ رَوَايَاتِ اَوْرَانِ كَا حَكْمُ

ہر وہ حدیث جس کو ایک تابعی یا متعدد تابعی روایت کرتے ہوئے اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کر دیں اور یہ ذکر نہ کریں کہ اس کو نبی کریم ﷺ سے کس نے اٹھایا ہے (یعنی صحابی کا واسطہ ذکر نہ کریں یہ مرسل روایت ہوتی ہے)۔ یہ روایت دو قسم کی ہوتی ہے۔

**مرسل کی قسم اول** ..... وہ روایت جس کو بڑے بڑے تابعین نے مرسل ذکر کیا ہو، وہ کبار تابعین جو عادتاً جب ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوں جن جن سے انہوں نے سنا ہوتا ہے تو وہ عادل لوگوں کا ذکر کرتے رہتے ہوں جن کی خبر کے ساتھ یقین کیا جاتا ہے، ایسا کوئی تابعی اگر حدیث کو مرسل ذکر کرے تو اس کی مرسل پر نظر کی جائے گی۔ اگر اس کے ساتھ کسی دوسرے کی مرسل مل جاتی ہے جو اس کی تاکید کر دیتی ہے، یا کسی ایک صحابی کا قول اس کی تاکید میں مل جاتا ہے، یا عوام اہل علم اس کی طرف گئے ہیں تو ان صورتوں میں ہم اس تابعی کی مرسل روایت احکام میں قبول کر لیں گے۔

**مرسل کی دوسری قسم** ..... جس نے روایت کو مرسل ذکر کیا ہے وہ متاخرین تابعیوں میں سے ہو جو ہر ایک سے روایت اخذ کرنے میں معروف ہو۔ اور اہل علم بالحدیث کے لئے ان روایات کے مخارج کا ضعف ظاہر ہو چکا ہو جن روایات کو وہ مرسل کرے۔ مرسل روایات کی یہ نوع یہ قسم ایسی ہے جو احکام کے سلسلے میں قبول نہیں کی جائے گی اور ان امور میں قبول کی جائے گی جو احکام سے متعلق نہ ہو۔ مثلاً دعاؤں میں اور فضائل اعمال میں اور مغازی میں اور ان کے مشابہات میں۔

## فصل

### اِخْتِلَافُ اَحَادِيْثِ اَوْرَانِ كَا حَكْمُ، مَجْهُوْلُ حَدِيْثِ كَا حَكْمُ

ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی ابو العباس نے، ان کو راجع نے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا جب بھی دو حدیثیں اٹھائی جائیں بائیں صورت کہ دونوں اکٹھے استعمال کی جائیں گی تو وہ اکٹھے ہی استعمال ہوں گی۔ اور ان میں سے ایک دوسری کو معطل نہیں کرے گی۔ جس وقت نہ احتمال رکھیں دو حدیثیں مگر اختلاف کا، تو اختلاف ان میں دو صورتوں میں ہو گا یا دو جوہ میں۔

وجہ اول : یہ کہ ان دونوں میں سے ایک ناسخ ہوگی۔ اور

وجہ دوم : یہ دوسری منسوخ۔ لہذا ناسخ پر عمل کیا جائے گا اور منسوخ کو چھوڑ دیا جائے گا۔

وجہ ثانی : یہ کہ دو حدیثیں مختلف ہوں مگر اس بات پر کوئی دلالت نہ ہو کہ ان دو میں سے کوئی ناسخ ہے اور کوئی منسوخ ہے۔ دونوں میں سے کسی ایک کی طرف نہیں جایا جائے گا۔ مگر ایسے سبب کے ساتھ جو اس بات پر دلالت کرے کہ ہم جس کی طرف گئے ہیں وہ اس سے زیادہ قوی ہے جس کو ہم نے ترک کر دیا ہے۔ اور سبب یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں سے ایک حدیث دوسری سے اثبت ہو تو زیادہ ثابت ہو۔

لہذا ہم اثبت کی طرف جائیں مگر ایک حدیث کتاب اللہ کے زیادہ مشابہ ہو یا سنت رسول کے۔ اس میں جو منسوخ ہیں اس کے جس میں دو حدیثیں مختلف ہیں حضور ﷺ کی سنت میں سے، یا وہ حدیث اولیٰ ہو اس اعتبار سے جس کو اہل علم پہچانتے ہیں یا زیادہ صحیح ہو قیاس میں یا وہ ایسی ہو جس پر اکثر صحابہ کی عمل ہو۔ اور جس وقت کوئی حدیث مجہول ہو، یا مرغوب ہو اس سے جس نے اس کو اٹھایا ہے۔ وہ ایسے ہوئی جیسے وہ آئی ہی نہیں ہے (گویا کہ وہ ہے ہی نہیں)۔ اس لئے کہ وہ ثابت ہی نہیں ہے۔

## فصل

### رسول اللہ ﷺ کی بعثت، نزول قرآن، حفاظت خداوندی

اس باب میں جس بات کی معرفت کا ہونا انتہائی اہم ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اپنی باعزت کتاب اتاری اور پھر اس کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے لی ہے۔

یہ فرما کر : کہ

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ - (سورة الحجر : آیت ۹)

بے شک اس ذکر خاص کو (قرآن کو) ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنے دین، اپنی کتاب کے حوالے سے ان کی وضاحت اور تشریح کے منصب پر فائز فرمایا۔

چنانچہ ارشاد ہوا :

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ - (سورة النحل : آیت ۴۴)

اور ہم ہی نے آپ کی طرف قرآن مجید کو اس لئے اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے اس کی وضاحت کریں جو پیغام ان کی طرف بھیجا گیا تاکہ وہ غور و فکر کریں۔ (سوچیں سمجھیں)

پھر اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس کی امت میں بٹھائے رکھا، یہاں تک کہ انہوں نے اپنی امت کے لئے ان تمام امور کی وضاحت کر دی جن کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت کی طرف قبض کر لیا، یعنی آپ کو وفات دے دی، اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو واضح راستے پر چھوڑ دیا تھا۔ مسلمانوں پر کوئی بھی مشکل یا پریشانی آنے والی جب بھی آئی تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں اس کا بیان صراحتاً یا دلالتاً موجود پایا۔

## دین اور شریعت محمدی ﷺ کی حفاظت کا قدرتی نظام

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام ادوار میں سے ہر دور میں ایسے آئمہ دین مقرر کر دیئے جو آپ کی شریعت کو بیان کرنے اور آپ کی امت پر اس کی حفاظت کے لئے شریعت سے بدعت کو رد کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔

جیسے ہمیں خبر دی ہے ابو سعید احمد بن محمد صوفی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو احمد بن عدی حافظ نے ان کو حدیث بیان کی عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو الرزق زہرانی نے، ان کو حماد بن زید نے، ان کو بقیہ بن ولید نے، ان کو معان بن رفاعہ نے، ابراہیم بن عبد الرحمن عذری سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اس علم دین کا ہر پیچھے آنے والا عادل انسان وارث بن جائے گا۔ وہ لوگ اس علم دین سے غلو کرنے والوں کی تحریف کی نفی کریں گے (غلو دین میں مبالغہ کرنا)۔ اور باطل پرستوں کے رد خال و ادراج کی نفی کریں گے اور جاہل لوگوں کی تاویل کرنے اور مطلب بگاڑنے کو ختم کریں گے۔“

اس کو ولید بن مسلم نے روایت کیا ہے۔ ابراہیم بن عبد الرحمن سے، اس نے اپنے پکے اور ثقہ شیوخ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔ اس مذکورہ حدیث کی عملی اور واقعاتی تصدیق صحابہ کرام کے دور میں بھی موجود رہی۔ اس کے بعد تمام ادوار میں سے ہر دور کے اندر ہمارے آج کے دن تک۔

سنت رسول کے تحفظ کا قدرتی انتظام ..... سنت رسول کے راویوں اور ناقلین کی معرفت رکھنے کے لئے تمام ادوار میں سے ہر دور میں ایک جماعت کھڑی ہو گئی تھی۔ جنہوں نے (حدیث رسول و سنت رسول کو بیان کرنے والوں) احوال کی معرفت حاصل کی اور ان کے بارے میں واقف ہو گئے، ان کے بارے میں جرح اور تعدیل میں۔ (یعنی راوی کی کمزوری ظاہر کرنا، راوی کی سچائی بیان کرنا) پھر اس جماعت نے ان راویوں کی معرفت رسول بیان کی اور کتابوں میں اس کو محفوظ اور مدون کیا، یہاں تک کہ جو شخص راویوں کی معرفت کا ارادہ کرے آسانی سے اس کی طرف راستہ پاسکے۔

## راویوں پر محدثین کی جرح و تعدیل کی بابت فقہاء امت کا کردار

تحقیق فقہاء امصار نے بھی جرح و تعدیل میں کلام کیا ہے۔ علماء حدیث کے علاوہ۔ ہمیں خبر دی ہے ابو عبد الرحمن محمد بن حسین سلمی نے، ان کو ابو سعید خلال نے، ان کو ابو القاسم بغوی نے کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمود بن غیلان ترمذی نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی ہے حمانی نے (امام اعظم) ابو حنیفہ سے، کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے جابرؓ جعفی سے بڑا جھوٹا کسی ایک شخص کو نہیں دیکھا۔ اور عطاء بن ابورباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔

(۱) کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبد الحمید حمانی نے، وہ کہتے ہیں کہ میں سنا ابو سعید صغانی سے کہ وہ (امام اعظم) ابو حنیفہ کے سامنے سوال کرنے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے ابو حنیفہ آپ سفیان ثوری سے حدیث اخذ کرنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

۱۔ جابر بن یزید بن حارث جعفی کوئی اصحاب عبد اللہ بن سہام سے تھے (یعنی سبائی شیعہ تھے)۔ وہ کہتے ہیں علی علیہ السلام دنیا میں واپس لوٹ آئیں گے۔ اور وہ دعویٰ کرتے تھے ان کے پاس اتنے ہزار احادیث ہیں رسول اللہ ﷺ کی جو حضور نے بولی بھی نہیں ہیں۔ امام احمد نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کو محدث بجٹی بن معین نے ترک کر دیا ہے۔ اور محدث عبد الرحمن بن مہدی نے بھی۔ اور نسائی نے کہا کہ وہ متروک ہے۔ علامہ عقیلی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ محدث بن حبان اور عجلی نے اس پر جرح کی ہے۔ یہ کتب دیکھیں: الحجر و جین ۱/۲۰۸۔ المیزان ۱/۳۷۹۔ التہذیب ۲/۳۶۔

۲۔ عطاء بن ابورباح۔ متفقہ طور پر ثقہ راوی ہے۔ محدثین کی جماعت نے ان کی روایات لی ہیں۔ تہذیب التہذیب میں اس کا عنوان موجود ہے۔ جلد ۲ ص ۱۹۹۔ ترمذی کتاب العطل ۵/۷۷۔

انہوں نے جواب دیا کہ آپ ان سے حدیث لکھئے، وہ ثقہ راوی ہیں ماسواء احادیث ابواسحاق کے جو حارث سے ہوں اور جابر جعفی کی روایت کردہ حدیث۔ (یعنی یہ احادیث نہ لکھنا اور نہ لینا)

(۲) اور ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل قطان نے، بغداد میں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں میں نے سنا حرمہ سے، وہ کہتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا کہ حرام بن عثمان سے روایت کرنا حرام ہے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حسین بن حسن غصاری نے بغداد میں، ان کو حدیث بیان کی احمد بن ابوسلمان نے، ان کو جعفر بن محمد صالح نے، ان کو عفان نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی یحییٰ بن سعید قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ، سفیان ثوری، مالک بن انس اور سفیان بن عیینہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو حدیث بیان کرنے میں تہمت زدہ ہو اور حدیث کو حفظ بھی نہ کر سکتا ہو، ان سب مذکورہ اماموں نے فرمایا کہ ایسے شخص کا معاملہ لوگوں سے بیان کرو۔ (یعنی اس لئے کہ لوگ اس کے بارے میں دھوکہ نہ کھائیں)

(۴) اور ہمیں خبر دی ابو علی حسین بن محمد روذباری نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابو بکر احمد بن کامل بن خلف قاضی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوسعید ہروی نے ابو بکر بن خالد سے، وہ کہتے ہیں محدث حضرت یحییٰ بن سعید سے کہا گیا کہ کیا آپ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ آپ نے جن جن لوگوں کی روایت لینا چھوڑ دی ہے وہ کل قیامت کے دن آپ کے خلاف دشمن بن کر اللہ کے نزدیک جھگڑا کریں یا دعویٰ کریں؟

انہوں نے فرمایا کہ وہ لوگ اللہ کے ہاں میرے خلاف مدعی بن جائیں یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں میرے خلاف مدعی بن کر جھگڑا کریں۔ اور وہ فرمائیں کہ تم نے مجھ سے ایسی حدیث کیوں بیان کی تھی جس کو تو جانتا تھا کہ وہ جھوٹ ہے؟

(۵) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو الولید فقیہ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حسن بن سفیان نے، ان کو حزمہ بن یحییٰ نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے سنا تھا، فرماتے تھے اگر شعبہ جیسا محدث نہ ہوتا تو عراق میں حدیث نہ پہچانی جاتی۔ وہ ایک آدمی کے پاس آ کر کہتے تھے حدیث بیان نہ کرو ورنہ میں تیرے خلاف شاہی عدالت میں دعویٰ کروں گا۔

خلاصہ مطلب : یہ ہے کہ لوگ اس طرح سنت رسول ﷺ کی عزت و حرمت کا دفاع اور تحفظ کرتے تھے۔ چنانچہ اس کے شواہد کثیر ہیں۔ اور ہم نے جو کچھ ذکر کر دیا ہے اس میں طوالت سے استغناء ہے۔

## کتاب ہذا میں نقل احادیث کے بارے میں مصنف کی وضاحت

یہ (مذکورہ مکتوب) کتاب دلائل نبوت اور بیان احوال صاحب شریعت صلوات اللہ علیہ کا مقدمہ تھا۔ جس کے پیش کرنے کا مجھے شیخ ابوالحسن حمزہ بن محمد بہیقی نے حکم دیا تھا جس کو میں نے انتہائی حسن عقیدت کے ساتھ اور جمیل و خوبصورت نیت کے ساتھ معجزات نبی رسول مرتضیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت میں اور آپ ﷺ پر جو حالات جاری ہوئے ان کے بارے میں ترتیب دیا ہے تاکہ اس مقدمہ کے ذریعہ ان احادیث کی صحیح حقیقت تک رسائی حاصل کی جائے، جن احادیث کو میں اس کتاب میں لایا ہوں تراجم و عنوانات کے ذکر کے ساتھ آنے والی جز یا جلد میں۔

اور یہ بات بھی جان لی جائے کہ ہر ایک حدیث جس کو میں نے کتاب میں درج کیا ہے اس کے پیچھے میں نے ایسی حدیث بھی ذکر کی ہے جو مذکورہ حدیث کی صحت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اگر کہیں کسی حدیث کو میں نے مبہم چھوڑ دیا ہے تو وہ اس لئے کہ وہ حدیث بھی مقبول ہے

حرام بن عثمان انصاری مدنی ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے۔ امام شافعی اور دیگر نے کہا کہ حرام راوی سے روایت کرنا حرام ہے۔ محدث ابن حبان نے کہا کہ وہ تشیع میں غلو کرنے والا شیعہ تھا۔ روایتوں کی اسناد کو الٹ پلٹ کر مرسل روایات کو مرفوع بنا دیتا تھا۔



اس روایت کی مثل جس کا میں نے استخراج کیا ہے، اور نہیں قریب ہے کہ میں کسی روایت کو اس کی ایسی استاد کے ساتھ لایا ہوں جس میں ضعف ہو اور میں نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہو مگر اعتماد اس کے علاوہ کسی دوسری حدیث پر ہی کیا ہو۔

معجزات پر دیگر مصنفین کی کتب کی حالت ..... جبکہ صورت حال اس طرح ہے کہ متاخرین میں سے ایک جماعت نے معجزات وغیرہ میں کتب تصنیف کی ہیں اور وہ لوگ ان کتابوں میں اخبار کثیرہ لے آئے ہیں، نہ انہوں نے ان میں صحیح کی تمیز کی ہے نہ بیمار روایت کی، نہ مشہور کی نہ خریب کی، نہ موضوع کی نہ من گھڑت کی۔ یہاں تک کہ جس شخص کی نیت احادیث کو قبول کرنے میں اچھی اور نیک ہے اس کو بھی ایک مقام پر لاکھڑا کیا ہے اور اس کو بھی جس کا سرے سے عقیدہ ہی خراب ہے روایات کو قبول کرنے کے بارے میں یارد کرنے میں، ان مصنفین نے کوئی فرق نہیں کیا۔ بس کثرت کے ساتھ روایات و اخبار درج کر دی ہیں۔

مصنف کی کتاب ہذا کی طرز ..... میری عادت ان تمام کتب میں جو اصول و فروع میں تصنیف ہوئی ہیں، یہ ان ہی سے میں نے ان اخبار پر اکتفاء کیا ہے جو ان میں سے صحیح ہیں۔ ان روایات کو ترک کر دیا ہے جو صحیح نہیں ہیں۔ اور یہ عادت رہی ہے کہ صحیح اور غیر صحیح میں تمیز اور فرق کیا جائے تاکہ ان اخبار و احادیث میں نظر کرنے والا ناظر جو اہل سنت میں سے ہے وہ ان پر علی وجہ البصیرت اعتماد کر سکے۔ اور اہل بدعت میں سے جس کا دل کج ہو چکا ہو اخبار کو قبول کرنے سے، وہ آثار کے بارے میں جن پر اہل سنت نے اعتماد کیا ہے وہ ان کو حقیر سمجھنے کی راہ نہ پاسکے۔

محدثین کی انتہائی درجے کی کوشش ..... جس شخص نے ارباب حدیث کی حفاظت حدیث کی بابت ان کی انتہائی کوشش کو بنظر غائر دیکھا ہے، جو انہوں نے راویوں کے احوال کی معرفت کے بارے میں کی ہے اور جو احادیث قبول کی جاتی ہیں یارد کی جاتی ہیں، وہ اس حقیقت کو اچھی طرح سے جانتا ہے کہ ان حضرات نے اس بارے میں اپنی انتہائی کوشش صرف کر ڈالی ہے اس میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ یہاں تک کہ اگر بیٹا تھا تو اس نے اپنے باپ کے بارے میں عیب نکالا ہے اور اعتراض کیا ہے۔ جب باپ سے کوئی ایسی لغزش سرزد ہوئی ہے جو اس کی خبر کو رد کرنے کا موجب ہے۔ اور اگر باپ تھا تو اس نے اپنے بیٹے کے بارے میں، اور اگر بھائی تھا اس نے اپنے بھائی کے بارے میں (اعتراض کرنے سے گریز نہیں کیا اگر اس سے ایسی لغزش ہوئی ہو جو اس کی حدیث کو رد کرنے کا موجب ہو)۔ ان کو اس بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا ڈر نہیں ہوا۔ نہ ہی کوئی رشتہ داری ان کے راستے کی رکاوٹ بنی، نہ ہی کوئی مالی مفاد ان کو روک سکا۔ اس بارے میں ان کی حکایات و واقعات کثیر ہیں اور وہ میری تصنیف شدہ کتب میں مکتوب ہیں۔

جو شخص میری کتابوں میں صحیح اخبار اور سقیم میں میرے فرق کرنے پر واقف ہو چکا ہے اور توفیق ایزدی نے بھی اس کی یاوری کی ہے وہ میری سچائی کو جان چکا ہے اس بات سے جو میں نے ذکر کی ہے۔

اور جس شخص نے اس بارے میں گہری نظر سے نہیں دیکھا اور توفیق ایزدی نے بھی اس کی مدد نہیں کی، میری وضاحت بھی اس بارے میں اس کو کوئی فائدہ نہیں دے گی، اگرچہ میں کتنا ہی زیادہ وضاحت کر لوں۔ اور میری وضاحت کرنا درحقیقت اس کے لئے ہے ہی نہیں، اگرچہ یہ وضاحت اس کے پاس پہنچ بھی جائے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ - (سورۃ یونس : ۱۰۱)

جس قوم کے اندر سے تسلیم و رضاء کا بادہ ختم ہو جائے، ان کو قرآن مقدس کی آیات بھی اور انبیاء جیسے ڈرانے والے بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔

## کتاب دلائل النبوة معرفة احوال صاحب شریعت

حضرت محمد بن عبد اللہ، خیر البریہ، رسول رب العزۃ صلی اللہ علیہ وسلم جن ابواب و عنوانات پر مشتمل ہے

ان کا اجمالی تذکرہ و خلاصہ

(جلد اول)

- ۱- ابواب بسلسلہ ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۲- تاریخ ولادت اور اس سے منطبق ابواب۔
- ۳- نذر عبدالمطلب (دادائے رسول اللہ)۔
- ۴- آثار اور نشانیاں۔ جو آپ کی ولادت کے وقت یا اس کے قبل یا بعد ظہور پذیر ہوئیں۔
- ۵- تیرے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حشر کیا۔ اسی سال جس سال آپ کی ولادت ہوئی۔
- ۶- امر تبّع جو اس سے قبل وقوع پذیر ہوا۔
- ۷- ایوان کسریٰ میں زلزلہ۔
- ۸- کسریٰ کے محل کے کنگورے گر گئے۔
- ۹- خواب موبذان۔
- ۱۰- اہل فارس کی آگ کا آلاؤیکا ایک کچھ جانا۔ شب ولادت رسول۔
- ۱۱- رضائے رسول اللہ (دودھ پینا) مَرْضَعَةُ رسول (دودھ پلانے والی) حاضنہ رسول (دائی پرورش کرنے والی)۔ اور اس کے پاس رسول اللہ پر جن نشانیوں کا ظہور ہوا۔
- ۱۲- اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۱۳- کنیت رسول اللہ ﷺ۔
- ۱۴- شرافت اصلی و نسبی برائے رسول اللہ ﷺ۔
- ۱۵- رسول اللہ ﷺ کے والد، والدہ اور دادا کی وفاتیں۔
- ۱۶- سر کی چوٹی سے لے کر پیر کی چھنگلی تک صفات رسول اللہ ﷺ۔
- ۱۷- خاتم نبوت کی صفت۔
- ۱۸- صفات رسول کا جامع باب۔
- ۱۹- اخلاق رسول و عادات رسول۔
- ۲۰- رسول اللہ ﷺ کی دنیا سے بے رغبتی۔ رسول اللہ ﷺ کا فقر کو غنی پر ترجیح دینا۔
- ۲۱- رسول اللہ ﷺ کا فقراء کے ساتھ ہم نشینی کرنا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ سے لوگوں کو سب سے زیادہ جزاء دیتے تھے۔
- ۲۲- رسول اللہ ﷺ کا اپنے رب کی فرمانبرداری میں انتہائی کوشش صرف کرنا۔
- ۲۳- رسول اللہ ﷺ کی مثال۔ اور سابق انبیاء کی مثال۔ بے شک وہ خاتم النبیین ہیں۔

- ۲۴۔ رسول اللہ ﷺ کی مثال۔ اور آپ کی امت کی مثال۔ اور اس ہدایت کی مثال جس کو وہ لائے ہیں۔  
 ۲۵۔ رسول اللہ ﷺ کی صفت تورات، انجیل اور زبور میں۔  
 ۲۶۔ رسول اللہ ﷺ کی اور سابق انبیاء کی تصویریں یا مورتیاں ملک شام کے عیسائی گرجے میں۔

### (جلد دوم)

- ۲۷۔ رسول اللہ ﷺ پر قبل از ولادت۔ بعد از بعثت جو نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ اور ان پر جو حالات نبی بن کر مبعوث ہونے تک جاری ہوئے۔  
 ۲۸۔ شق بطن رسول ﷺ (یعنی صدر رسول)۔  
 ۲۹۔ اخبار سیف بن ذی یزن۔  
 ۳۰۔ عبدالمطلب کا بارش مانگنا۔ رسول اللہ ﷺ پر اس کا شفقت کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ان کا وصیت کرنا۔ اور ان کا آپ کے معاملے کو محسوس کر لینا۔  
 ۳۱۔ ابوطالب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا سفر میں نکلنا۔ بحیرا راہب کا حضور ﷺ کی صفت دیکھ کر حضور ﷺ کی نبوت پر استدلال کرنا کہ یہ وہی نبی ہے ان کی کتابوں میں جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔  
 ۳۲۔ رسول اللہ ﷺ کی۔ اللہ کی طرف سے حفاظت جاہلیت کی گندگیوں سے۔  
 ۳۳۔ تعمیر کعبہ اور اس میں حضور ﷺ پر نشانیوں کا ظہور۔  
 ۳۴۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی سے قبل حضور ﷺ کا کاروبار کرنا۔ پھر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرنا۔ اس بارے میں آپ کے اوپر نشانیوں کا ظہور۔  
 ۳۵۔ اخبار ورہبان (یہودی و عیسائی علماء اور پیروں) کی خبریں حضور ﷺ کی آمد اور آپ کی سچائی۔ آپ کی رسالت کے بارے میں جو ان کی کتابوں میں ان کو ملیں۔  
 ۳۶۔ ان اخبار میں سے حضرت سلمان فارسی کے اسلام لانے کی خبر بھی تھی۔  
 ۳۷۔ حدیث قس بن ساعدہ ایادی۔ حدیث زید بن عمرو بن نفیل۔ حدیث ورقہ بن نوفل۔  
 ۳۸۔ ابواب مبعث۔ وہ وقت جس میں آپ نبی لکھے گئے۔ وہ سنہ جس میں نبی بنا کر بھیجے گئے۔  
 ۳۹۔ وہ دن۔ وہ مہینہ جس میں وحی نازل ہوئی۔ ابتداء بعثت۔ وابتداء نزیل کے وقت جو نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ پتھروں، درختوں کا آپ کو سلام کرنا۔ پہلی سورۃ کے نزول کے وقت نشانی کا ظہور۔ صحابہ میں سے مقدم الاسلام۔ بعض صحابہ کے لئے آیات عجیبہ کا ظہور۔  
 ۴۰۔ حضور ﷺ پر ابتداء فریضیت اور لوگوں پر ابتداء فریضیت میں آپ کو تبلیغ رسالت کے امر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی عصمت اور تحفظ کرنے میں یہاں تک کہ آپ نے پیغام رسالت پہنچایا اور اس میں جن نشانیوں کا ظہور ہوا۔ مشرکین کا کتاب اللہ کے اعجاز کا اعتراف کرنا۔  
 ۴۱۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا۔ اور اس میں نشانیاں۔  
 ۴۲۔ حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کا اسلام لانا۔ اور اس میں نشانیاں۔  
 ۴۳۔ عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کا اسلام لانا۔ اور اس میں نشانیاں۔  
 ۴۴۔ ضامد کا اسلام لانا۔ اور اس میں نشانیاں۔  
 ۴۵۔ جنوں کا مسلمان ہونا۔ اور اس میں نشانیاں۔  
 ۴۶۔ اس بات کا بیان کہ کاہنوں کا قول کیسے سچا نکلتا تھا۔

- ۴۷۔ اس بات کا بیان کہ حضور ﷺ کے ظہور کے بعد کابھوں کی خبروں کا سلسلہ اکثر منقطع ہو گیا۔
- ۴۸۔ ایک جن کا اپنے ساتھی کو نبی کریم ﷺ کے ظہور کی اطلاع دینا۔
- ۴۹۔ حضور ﷺ کے ظہور سے پچھڑے کا ذبح ہو جانا۔ سواد بن قارب کی حدیث۔
- ۵۰۔ مازن طائی کے مسلمان ہونے کا سبب۔ اور حفاف بن نسلہ وغیرہ۔
- ۵۱۔ مشرکین مکہ کا رسول اللہ ﷺ سے نشانی دیکھانے کا مطالبہ۔ اور حضور کا شق القمر دکھانا۔
- ۵۲۔ مکہ میں حضور ﷺ سے اہل مکہ کے دیگر سوالات۔
- ۵۳۔ رسول اللہ ﷺ کو اور صحابہ کرام کو مشرکین سے جو اذیت پہنچی اس کا ذکر۔ ان کا ہجرت پر مجبور کر دینا۔ اس میں حضور ﷺ کا اتمام امر کرنا۔ اس میں حضور کا صدق اور نشانیوں کا ظہور۔
- ۵۴۔ ہجرت اولیٰ حبشہ۔ پھر ہجرت ثانیہ۔ اس میں نشانیوں کا ظہور۔
- ۵۵۔ نجاشی کا تصدیق کرنا اور اس کا اتباع کرنا۔
- ۵۶۔ حضور ﷺ کا شعب ابی طالب میں دخول اور اس پر جو نشانیاں ظاہر ہوئیں۔
- ۵۷۔ استہزاء کرنے والوں کا ذکر جن کو اللہ نے سزا دی اور اس میں نشانیوں کا ظہور۔
- ۵۸۔ قریش میں سے جنہوں نے نافرمانی کی۔ ان کے حضور ﷺ کی طرف سے قحط سالی کی بددعا کرنا اور اللہ کا قبول کرنا۔
- ۵۹۔ سورۃ روم کی آیت کا نزول اور اس میں حضور ﷺ کی تصدیق ظاہر ہوئی۔
- ۶۰۔ قریش کے ساٹھ افراد کے لئے حضور ﷺ کی بددعا، ان میں ابولہب بھی تھے۔ اور اللہ کا قبول کرنا۔
- ۶۱۔ وفات ابوطالب۔
- ۶۲۔ وفات خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد۔
- ۶۳۔ واقعہ اسراء رسول اللہ ﷺ مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک۔
- ۶۴۔ اس کے بعد آسمانوں کی طرف عروج اور اس میں جو نشانیاں ظاہر ہوئیں معراج میں۔
- ۶۵۔ حضور ﷺ کا خبر دینا جو انہوں نے معراج میں دیکھا۔ اور صلوات خمس کی فرضیت۔
- ۶۶۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بنت لمعہ سے آپ کی شادی۔
- ۶۷۔ نبی کریم ﷺ کا اپنی ذات کو قبائل عرب پر پیش کرنا۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ کے ساتھ مدینہ میں سے انصار کو عزت بخشی۔
- ۶۸۔ حدیث سوید بن صامت۔ ایاس بن معاذ۔ ابان بن عبد اللہ بکلی، سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ اور مکہ میں ہاتف غیبی کی آواز سنائی دینا۔
- ۶۹۔ ذکر عقبہ اولیٰ۔ موسم حج میں جو لوگ انصار میں سے آئے اسلام پر، ان کی بیعت۔
- ۷۰۔ ذکر عقبہ ثانیہ۔ اور انصار میں سے جو لوگ حاضر ہوئے ان کی بیعت۔ ہجرت مدینہ بعض اصحاب کی طرف سے کی۔
- ۷۱۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین کا مکر کرنا اور اللہ تعالیٰ کا آپ کی حفاظت کرنا۔
- ۷۲۔ حضور ﷺ کا اپنے ساتھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکے میں غار حرا کی طرف نکلنا اور نشانیوں کا ظہور۔
- ۷۳۔ سراقہ بن مالک بن عجم کے پیچھا کرنا اور اس میں جو دلائل نبوت ظاہر ہوئے۔
- ۷۴۔ حضور ﷺ کا ام معبد کے خیمے کے پاس سے گزرنا اور اس میں جو دلائل ظاہر ہوئے۔ علاوہ ازیں مدینہ کی طرف ہجرت کرنے میں جو نشانیاں ظاہر ہوئیں۔
- ۷۵۔ اس کے بعد حضور ﷺ کے استقبال میں جن اصحاب نے آپ کا استقبال کیا۔

- ۷۶۔ اس کے بعد وہ نشانیاں جو ظاہر ہوئیں۔ انصار میں، دخول مدینہ میں، نزول مدینہ میں۔ آپ کی آمد پر مسلمانوں کا خوش ہونا۔ صحیب رومی کا پیچھے روانہ ہونا۔ اور اس کی حالت کے بارے میں قرآن کا خبر دینے کا اعجاز۔
- ۷۷۔ حضور ﷺ کا مدینہ میں خطبہ دینا اور اس میں تذکرہ کرنا۔
- ۷۸۔ عبداللہ بن سلام کا آنا اور اسلام قبول کرنا۔ اور اس کے اصحاب کا اسلام قبول کرنا۔ اور ان سب کا شہادت دینا کہ حضور ﷺ وہی نبی ہیں جس کے بارے میں وہ توراہ میں لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔
- ۷۹۔ حضور ﷺ کا مدینہ میں مسجد تعمیر کرنا۔ اس مسجد کا ذکر جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ تعمیر مسجد کے وقت حضور ﷺ کا خبر دینا، جس کی تصدیق حضور ﷺ کے بعد ہوئی۔ عمار بن یاسر کا قتل اور آخری مشروب۔
- ۸۰۔ منبر بنوانا۔ اور منبر رکھنے اور اس پر بیٹھنے میں جو دلائل نبوت ظاہر ہوئے۔ سوکھے تنے کا رونا۔ جس کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔
- ۸۱۔ صحابہ کرام کا مدینہ میں وبا سے دوچار ہونا اور اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو اس سے محفوظ رکھنا۔
- ۸۲۔ حضور ﷺ کا وباء کو مدینہ سے ہٹانے کی دعا کرنا۔ حضور ﷺ کا مدینہ کی حرمت قائم کرنا۔
- ۸۳۔ قبلہ کا کعبہ کی طرف پھیر دیا جانا۔ (تحویل قبلہ)
- ۸۴۔ جہاد و قتال کی اجازت ملنا۔

### (جلد سوئم)

- ۸۵۔ رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور سرایا۔ (وہ جنگیں جن میں آپ بذات خود شریک ہوئے اور وہ جن میں دستہ روانہ کیا۔
- ۸۶۔ پہلا سریہ (یا فوجی مہم) وہ تھی جس میں آپ کے چچا حمزہ بھیجے گئے اور عبید بن حارث اور سعد بن ابوقاص۔
- ۸۷۔ غزوہ ابواء۔ غزوہ رضوی اور عثیرہ۔ بدر اولیٰ اور سریہ عبداللہ بن جحش۔
- ۸۸۔ باب غزوہ بدر کبریٰ۔ یا عظمیٰ۔ اس میں کئی باب ہیں۔
- ۸۹۔ غزوہ بدر عظمیٰ میں جن دلائل نبوت کا ظہور ہوا۔ مثلاً نصرت کے لئے فرشتوں کا نازل ہونا وغیرہ نشانیاں۔
- ۹۰۔ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کا قصہ اور اس کی ہجرت۔
- ۹۱۔ رسول اللہ ﷺ کا سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنا۔
- ۹۲۔ پھر زینب بنت خزیمہ سے نکاح کرنا۔
- ۹۳۔ پھر حضور ﷺ کا اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کرنا۔ آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد۔
- ۹۴۔ رسول اللہ ﷺ کا اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے۔
- ۹۵۔ حضور ﷺ کا بدر سے واپسی پر بنی سلیم کی طرف نکلنا۔
- ۹۶۔ غزوہ ذات السویق۔
- ۹۷۔ غزوہ غطفان اور اس میں جو آثار نبوت ظاہر ہوئے۔
- ۹۸۔ غزوہ ذی قرد۔
- ۹۹۔ غزوہ قریش و بنی سلیم۔
- ۱۰۰۔ غزوہ بنی قینقاع۔
- ۱۰۱۔ غزوہ بنی نضیر۔ اس کے قول کے مطابق جس کا خیال ہے کہ وہ غزوہ احد سے پہلے ہوا تھا اور اس میں جو آثار نبوت ظاہر ہوئے۔

- ۱۰۲۔ کعب بن اشرف کا قتل ہونا اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ کو نجات دینا۔
- ۱۰۳۔ غزوة أحد۔ یہ باب کئی ابواب پر مشتمل ہے۔
- ۱۰۴۔ شہداء أحد کے بارے میں جو دلائل نبوت ظاہر ہوئے۔
- ۱۰۵۔ رسول اللہ ﷺ کا حمراء الاسد کی طرف نکلنا۔
- ۱۰۶۔ سریہ ابوسلمہ۔
- ۱۰۷۔ غزوة الرجع۔ اور اس میں جن دلائل نبوت کا ظہور ہوا۔
- ۱۰۸۔ سریہ عمرو بن أمیہ،
- ۱۰۹۔ غزوة بئر معونہ۔
- ۱۱۰۔ غزوة بنو نضیر میں جو دلائل ظاہر ہوئے۔
- ۱۱۱۔ عمرو بن سعدی یہودی کو اسلام کی دعوت دینا اور اس کا اور اس کے ساتھی یہودیوں کا اعتراف کرنا۔ کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کی صفت موجود ہے۔
- ۱۱۲۔ غزوة بنو لحيان۔
- ۱۱۳۔ غزوة ذات الرقاع۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی رسول اللہ ﷺ کو مشرکوں کے ناپاک عزائم سے بچانا۔ اور جابر بن عبد اللہ کے اونٹ کو حضور ﷺ کی برکت لاحق ہونا۔
- ۱۱۴۔ غزوة بدر اخری۔
- ۱۱۵۔ غزوة دومة الجندل اولی۔
- ۱۱۶۔ غزوة خندق۔ یہ باب کئی ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں جن دلائل نبوت کا ظہور ہوا۔
- ۱۱۷۔ رسول اللہ ﷺ کا أم حبیبہ بنت ابوسفیان ؓ، أم سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابوامیہ اور زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش سے نکاح کرنا۔
- ۱۱۸۔ حضور ﷺ کا بنو قریظہ کی طرف نکلنا اور اس میں دلائل نبوت کا ظہور۔
- ۱۱۹۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا۔ سعد بن معاذ کے لئے دعا۔ اور سغیہ کے دو بیٹوں کا اسلام لانا۔
- ۱۲۰۔ ابن ابوالحقیق کا قتل۔
- ۱۲۱۔ ابن نیج بدلی کا قتل۔ اور اس قصہ میں دلائل نبوت۔
- (جلد چہارم)
- ۱۲۲۔ غزوة بنو مصطلق۔
- ۱۲۳۔ غزوة مرسیع۔ اور اس میں دلائل نبوت کا ظہور۔
- ۱۲۴۔ ذکر حدیث افک۔
- ۱۲۵۔ سریہ نجد۔
- ۱۲۶۔ ان سرایا کا ذکر جو اسی سال میں ہوئے۔
- ۱۲۷۔ باب عمرہ حدیبیہ۔ یہ باب کئی ابواب پر مشتمل ہے۔
- ۱۲۸۔ بئر حدیبیہ کے بارے میں جن دلائل نبوت کا ظہور ہوا۔
- ۱۲۹۔ حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا نکلنا۔

- ۱۳۰۔ درخت تلے بیعت رسول اور کیفیت صلح۔ نزول سورہ فتح۔ اور اس میں اللہ کا فتح، غنیمتوں اور دخول مسجد الحرام کا وعدہ وغیرہ۔ اور ان عام امور کا سچا واقع ہو جانا۔
- ۱۳۱۔ اسلام اُم کلثوم۔ اس کے بعد ابوبصیر ثقفی اور اس کے ساتھیوں کا معاملہ۔
- ۱۳۲۔ غزوة قرد۔
- ۱۳۳۔ باب غزوة خیبر۔ یہ کئی ابواب پر مشتمل ہے۔ اور اس میں جو دلائل نبوت ظاہر ہوئے۔
- ۱۳۴۔ حضور ﷺ کا دعا کرنا اور اللہ تعالیٰ کا قبول کرنا اور حضور ﷺ کو بکری کی نلی کا خبر دینا کہ مسموم ہے۔
- ۱۳۵۔ جعفر بن ابوطالب، ان کے ساتھیوں اور اشعریوں کی حضور ﷺ کے پاس آمد۔
- ۱۳۶۔ سرزمین حبشہ سے خیبر میں۔
- ۱۳۷۔ حضور ﷺ کا خیبر سے واپس آنا اور وادی قری کی طرف متوجہ ہونا۔
- ۱۳۸۔ نماز سے سو جانا اور اس راستے میں آثار کا ظہور۔
- ۱۳۹۔ حدیث ابوقنادہ میضاة کے بارے میں۔
- ۱۴۰۔ اُن سرایا کا ذکر جو فتح خیبر کے بعد اور عمرہ القضاء سے پہلے وقوع پذیر ہوئے۔
- ۱۴۱۔ عمرہ القضاء کے لئے تشریف آوری۔
- ۱۴۲۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث سے نکاح کرنا۔ اس کے بعد حمزہ کی صاحبزادی کا مکہ سے خروج۔
- ۱۴۳۔ ذکر سریہ ابن ابوالعوجا۔
- ۱۴۴۔ ذکر اسلام عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔
- ۱۴۵۔ اسلام خالد بن ولید رضی اللہ عنہ۔
- ۱۴۶۔ غزوة موت اور حضور ﷺ کا ان کی خبر آنے سے پہلے ان کے واقعہ کی خبر دینا۔
- ۱۴۷۔ جبار اور سرکش لوگوں کی دعوت الی اللہ کے لئے حضور ﷺ کے خطوط۔
- ۱۴۸۔ قیصر روم کی خطا اور اس کے قصے میں دلائل نبوت۔
- ۱۴۹۔ کسری فارس کی طرف حضور ﷺ کا خط۔ حضور ﷺ کا اس کے لئے بددعا کرنا۔
- ۱۵۰۔ حضور ﷺ کا اس کی ہلاکت کی خبر دینا اور اس کے خزانوں کے فتح ہونے کی خبر دینا۔
- ۱۵۱۔ حضور ﷺ کا خط شاہ مقوقس کی طرف۔
- ۱۵۲۔ غزوة ذات السلاسل۔
- ۱۵۳۔ سریہ ابو عبیدہ بن جراح۔
- ۱۵۴۔ حضور ﷺ کا نجاشی کی موت کی خبر لوگوں کو دینا۔

## (جلد پنجم)

- ۱۵۵۔ باب فتح مکہ۔ یہ باب کئی ابواب پر مشتمل ہے۔
- ۱۵۶۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول کی تصدیق کرنا۔
- ۱۵۷۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا ذکر۔
- ۱۵۸۔ صفوان بن اُمیہ کا قصہ۔ اور عکرمہ بن ابوجہل کا قصہ۔ فتحین کا اسلام۔

- ۱۵۹۔ خالد بن ولید کی بنو جذیمہ کی طرف روانگی۔
- ۱۶۰۔ باب غزوة حنین۔ اور اس میں جو آثار نبوت اور دلائل صدق ظاہر ہوئے۔
- ۱۶۱۔ حضور ﷺ کی طائف کی طرف روانگی۔
- ۱۶۲۔ حضور ﷺ کا مقام جعرانہ کی طرف لوٹنا اور وہاں پر غنیمت کا تقسیم کرنا۔
- ۱۶۳۔ حضور ﷺ کے پاس وفود کی آمد خصوصاً وفد ہوازن اور اس کا ماجری۔
- ۱۶۴۔ پھر حضور ﷺ کا مقام جعرانہ سے عمرے کا احرام باندھنا۔
- ۱۶۵۔ کعب بن زبیر کا مدینہ میں لوٹ کر حضور ﷺ کے پاس آنا۔
- ۱۶۶۔ باب غزوة تبوک۔ یہ باب کئی ابواب پر مشتمل ہے۔
- ۱۶۷۔ غزوة تبوک کے موقع پر جو آثار نبوت ظاہر ہوئے۔
- ۱۶۸۔ حضور ﷺ کا خالد بن ولید کو دو ماہ کی طرف روانہ کرنا۔
- ۱۶۹۔ حضور ﷺ کی تبوک سے واپسی اور منافقین کی بُری تدبیر۔ اللہ کا ان کی حفاظت کرنا۔
- ۱۷۰۔ لوگوں کا حضور ﷺ سے ملنا اور مسجد ضرار میں کیا کچھ ہوا؟ اس غزوة سے پیچھے رہ جانے والوں کے بارے میں کیا فرمایا؟
- ۱۷۱۔ حدیث کعب بن مالک اور ان کے دو ساتھی۔ اور اللہ کا ان کی توبہ قبول کرنا۔
- ۱۷۲۔ عبد اللہ بن ابی منافق کی بیماری۔ قصہ ثعلبہ بن حاطب۔
- ۱۷۳۔ ابو بکر صدیق کا حج کروانا اور اس حج میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سورۃ براءت پڑھ کر سنانا۔
- ۱۷۴۔ بنو ثقیف کے وفد کی آمد اور وہ اہل طائف ہیں۔
- ۱۷۵۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس عرب کے وفد کی آمد۔ اور لوگوں کا اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونا۔
- ۱۷۶۔ حضور ﷺ کا اطراف و نواحی میں اپنے امیر روانہ کرنا۔
- ۱۷۷۔ ہامہ بن بکیم بن لاقیس بن ابلیس کی حضور ﷺ کے پاس آمد اور اسلام قبول کرنا۔
- ۱۷۸۔ آثار نبوت۔ اس میں جو الیاس اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے وصی کے بارے میں روایت ہے۔
- ۱۷۹۔ ابراہیم ابن رسول اللہ ﷺ کی وفات۔
- ۱۸۰۔ باب حجۃ الوداع۔
- ۱۸۱۔ آپ ﷺ کے حج، غزوات و سرایہ کے بارے میں ابواب۔
- ۱۸۲۔ وہ امور جن میں اللہ نے اپنے نبی کو خاص کیا۔ اور حضور ﷺ کا اپنے رب کی نعمت کو بیان کرنا۔
- ۱۸۳۔ انبیاء علیہم السلام کے مابین اختیار ملنے کے بارے میں جو کچھ آیا ہے۔
- ۱۸۴۔ مجموعہ ابواب۔ دلائل نبوت سے متعلق جو کچھ گزرا اس کے علاوہ خصوصی اوقات میں جن دلائل کا ظہور ہوا۔

### (جلد ششم)

- ۱۸۵۔ ان سب امور میں دلائل نبوت۔
- ۱۸۶۔ ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کے لئے درخت کا فرمانبرداری کرنا۔ اور حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونا۔
- ۱۸۷۔ کھجور کے خوشے کا حضور ﷺ کی طرف چل کر آنا جس کو حضور ﷺ نے بلایا تھا۔ وہ آ کر حضور ﷺ کے سامنے رُک گیا۔ ان میں دلائل نبوت۔ اس کے بعد آپ کی اجازت کے ساتھ اپنی جگہ واپس جانا۔



- ۱۸۸۔ اونٹ کا حضور ﷺ کو سجدہ کرنا۔ اور دیگر وحشی جانوروں کا حضور ﷺ کے ساتھ تواضع کرنا۔
- ۱۸۹۔ حمزہ کا حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے حال کی شکایت کرنا۔
- ۱۹۰۔ ہرنی کا حضور ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا اور گوہ اور بھیڑیے کا آپ کی رسالت کی گواہی دینا۔
- ۱۹۱۔ شیر کا حضور ﷺ کے غلام سفینہ کا احترام کرنا۔
- ۱۹۲۔ مجاہد کا ذکر۔ جس کا گدھا زندہ کر دیا گیا تھا چل بسنے کے بعد۔
- ۱۹۳۔ اس مہاجر کا ذکر جس کی دعا کے ساتھ اللہ نے اس کا بیٹا زندہ کر دیا تھا۔
- ۱۹۴۔ اور اس میں جو خبر ہے۔ قصہ علاء بن حضرمی کا۔
- ۱۹۵۔ بھیڑیے کا رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا۔
- ۱۹۶۔ شیر خوار اور گونگے کا رسالت کی شہادت دینا۔
- ۱۹۷۔ طعام کا تسبیح کرنا۔ جس کو صحابہ حضور ﷺ کے ساتھ کھا رہے تھے۔
- ۱۹۸۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں اور بعض صحابہ کے ہاتھ میں کنکریوں کا تسبیح کرنا۔
- ۱۹۹۔ کھجور کے تنے کے رونے میں دلائل نبوت۔
- ۲۰۰۔ حضور ﷺ جس راستے پورے چلتے پورے راستے پر خوشبو مہکتی تھی۔
- ۲۰۱۔ شجر اور حجر کا حضور ﷺ کے آگے سجدہ کرنا۔
- ۲۰۲۔ حضور ﷺ کی دعا پر گھر کی دیواروں۔ دروازے کی چوکھٹ کا آمین کہنا۔
- ۲۰۳۔ حضور ﷺ کے اپنے صحابہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھنے میں دلائل نبوت۔
- ۲۰۴۔ حضور ﷺ کی صاحبزادی کے دہیوں کے لئے چمک اور روشنی پیدا ہونے میں دلائل نبوت۔
- ۲۰۵۔ دو آدمیوں کی لائین کا روشن ہو جانا۔ ایک آدمی آپ کے صحابہ میں سے تھا۔
- ۲۰۶۔ اندھیری رات میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی انگلی کا روشن ہو جانا وغیرہ آثار۔
- ۲۰۷۔ حضور ﷺ کی مستجاب دعاؤں میں۔ کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں۔
- ۲۰۸۔ شفاء کے بارے میں حضور ﷺ کی تمام دعاؤں کی اجابت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔
- ۲۰۹۔ آپ ﷺ کی دعاؤں کی برکات کے ظہور میں۔
- ۲۱۰۔ حضور ﷺ کا دعائیں کرنا کفار کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کا قبول کرنا ان دعاؤں کو۔
- ۲۱۱۔ یہودیوں کے سوالوں وغیرہ کے بارے میں ابواب۔
- ۲۱۲۔ پھر ان کا حضور ﷺ کے احوال و صاحت سے لاطعلق ظاہر کرنا اور کچھ کا ان میں سے مسلمان ہو جانا۔
- ۲۱۳۔ نبی کریم ﷺ کا خبر دینا آدمیوں کی طرف سے وصول خبر سے پہلے پہلے۔ اس میں دلیل نبوت ہے۔
- ۲۱۴۔ نبی کریم ﷺ کا ہونے والے واقعات کے بارے میں خبر دینا جو حضور ﷺ کے بعد ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ان تمام چیزوں میں اپنے نبی ﷺ کو سچا قرار دینا، ان میں کچھ واقعات ایسے تھے جن کی تصدیق آپ کے زمانے میں ہو گئی تھی۔ بعض وہ تھے جن کی تصدیق آپ کے خلفاء کے زمانوں میں ہوئی۔ بعض وہ تھے جن کی تصدیق ان کے بعد ہوئی۔ ان تمام امور میں آپ کی نبوت کے دلائل ہیں۔

## (جلد ہفتم)

- ۲۱۵۔ ابواب۔ اس شخص کے بارے میں جس نے بعض آثار نبوت محمد ﷺ خواب میں دیکھے۔ یا ان کو قبر سے سنا۔ یا کہیں اور سے۔ اس میں دلیل نبوت ہے۔

- ۲۱۶۔ ابواب کیفیت نزول وحی رسول اللہ ﷺ پر۔ اور وحی کے آثار آپ کے چہرے مبارک پر ظاہر ہونے میں دلیل نبوت ہے۔
- ۲۱۷۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا یا دیگر فرشتوں کو دیکھنے میں دلیل نبوت ہے۔
- ۲۱۸۔ کتاب اللہ کے ساتھ منتر پڑھنا (یعنی بیمار پر دم، پھونک کرنے اور اس کے ذکر کے ساتھ حفاظت کرنے میں دلیل ہے۔
- ۲۱۹۔ بعض صحابہ نے شیطان کو دیکھا اور اس بارے میں اس سے بچنے کا جو ذکر ہے اس میں نبوت کی دلیل ہے۔
- ۲۲۰۔ جو شخص اسلام سے پھر گیا اور مرتد ہو گیا اسی وقت اس پر عذاب ظاہر ہو جانے میں دلیل نبوت ہے۔
- ۲۲۱۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کو آیت کبریٰ یعنی بڑی نشانی عطا کی گئی۔ پوری قوم جس سے عاجز تھی۔
- ۲۲۲۔ ابواب نزول قرآن کے بارے میں اور اس کی ترکیب و ترتیب میں۔
- ۲۲۳۔ مجموعہ ابواب۔ مرض و وفات رسول اللہ ﷺ۔ اور ان کے مابین جو آثار نبوت اور دلالت صدق کا ظہور ہوا۔
- ۲۲۴۔ حضور ﷺ کو غسل و کفن دینا۔ آپ کے اوپر جنازہ پڑھنا۔ آپ کو دفن کرنا و وفات رسول ﷺ سے مسلمانوں پر عظیم مصیبت کا ٹوٹ پڑنا۔ اس مصیبت پر مسلمانوں سے فرشتوں کا تعزیت کرنا۔ ان سب امور میں دلائل نبوت ہیں۔
- ۲۲۵۔ اہل کتاب کے پاس وفات رسول کی خبر پہنچنے سے قبل ان کا حضور ﷺ کی وفات کی معرفت ہونا بسبب اس کے کہ وہ اپنے پاس توراہ و انجیل میں اس بارے میں لکھا ہوا پاتے تھے۔ اس میں دلیل نبوت ہے۔
- ۲۲۶۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے ترکہ کے بارے میں جو فرمان آیا ہے اس میں نبوت کی دلیل ہے۔ پھر ازواج رسول اور اولاد رسول کا ذکر۔ صلوات اللہ علیہ و علیہم جب بھی ان کو یاد کرنے والے یاد کریں یا غافل ہونے والے ان سے غافل ہوں (اللہ رحمتیں نازل کرے) اس سبب میں دلائل نبوت ہیں۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ میرا آخری عہد ہے۔ جس میں شیخ الرئیس نے حکم دیا تھا، کتاب دلائل النبوت کے مدخل اور مقدمہ کے بارے میں اگر یہ ان کی مرضی اور پسند کے مطابق واقع ہوا ہے تو یہ اللہ جل شانہ کی محض توفیق ارزانی سے ممکن ہوا ہے۔ اس کے بعد میری صاف اور جمیل نیت کے ساتھ اور میرے حسن اعتقاد و یقین کے ساتھ ممکن ہوا ہے۔ اور اگر شیخ اس میں کوئی خلل، خرابی یا کوتاہی دیکھیں تو یہ میری جسمانی کمزوری اور میری کوتاہ بینی سے ہے، جو میری اولاد میں غموں کی کثرت کی وجہ سے ہے۔

اللہ کے فضل کے بعد میرا بھروسہ اس کے کرم پر ہے جو موجود و موجود ہے۔ اس کے احسان میں سے جو بندوں کی طرف ہے، اور اس کی پیشگی عنایت اور رعایت پر جو ان تمام حالات میں بندوں کی دستگیری کرتی ہے۔ میری دعا ہے ان سب کے لئے اور حضور ﷺ کے عزیزوں کے لئے دائمی چیز کی اور میری ثناء ان کے لئے ہے خوبصورت طریقے پر جو لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس میں قبولیت فرمائے گا اور تمام نیک دعائیں کرنے والوں میں اور اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے گا مصنف کی اور تمام مسلمانوں کی تمام آفات و بلیات سے محض اپنی ذات کے فضل سے۔ سلام ہوں رسول پاک پر اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔

تمام خوبیاں اللہ وحدہ لا شریک کے لئے ہیں اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اس کی ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔ اور ان کی آل طیبین طاہرین پر اور سلام کثیر نازل فرمائے قیامت تک اور رحمتیں نازل ہوں ہمارے سردار محمد ﷺ پر اور سلام۔ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کام بنانے والا ہے۔

## دلائل نبوت، معرفتِ حالات، صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی سَیْدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِیْنَ

امام حافظ ابوبکر: احمد بن حسین بن علی البیهقی "مصنف کتاب بذارحمہ اللہ نے فرمایا:

### خطبہ کتاب

الحمد لله الذي خلق السموات والارض، وجعل الظلمات والنور، وأبتدع الجواهر والاعراض، وركب الصور والاجساد، وقضى الموت والحياة، وقدر المعاش والمعاد، واعطى من شاء من السمع والبصر والفؤاد، ومن شاء منهم المعرفة والعقل والنظر والاستدلال، ومن شاء منهم الهداية والرشاد، وبعث الرسل بما شاء امره ونهيه، مبشرين بالجنة من اطاعه، ومنذرين بالنار من عصاه، وأيدهم بدلائل النبوة وعلامات الصدق، لتلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل، وخصنا بالنبي المكين، والرسول الامين، سيد المرسلين، وخاتم النبيين، ابي القاسم: محمد بن عبد الله بن عبد المطلب، افضل خلقه نفساً، وجمعهم لكل خلق رضى فى دين ودنيا، وخيرهم سبباً، واشرفهم داراً، ارسله بالهدى ودين الحق، الى كافة المكلفين من الخلق - فتح به رحمته، وختم به نبوته، واصطفاه لرسالته، واجتسأه لبيان شريعته ورفع ذكره مع ذكره - وانزل معه كتاباً عزيزاً قرآناً كريماً مباركاً مجيداً دليلاً مبيناً وحبلاً متيناً وعلماً زاهراً، ومعجزاً باهراً، اقترن بدعوته ايام حياته، ودام فى امته بعد وفاته - وامره فيه بان يدعو مخالفيه الى ان ياتوا بمثله - والعربية طبيعتهم، والفصاحة جبلتهم، ونظم الكلام صنعتهم - فعجزوا عن المعارضة، وعدلوا عنها الى المسايفة التى هى اصعب مما دعاهم اليه، وتحداهم به، كما قال، - عز وجل - :

﴿ قُلْ لئن اجتمعت الانس والجن على ان ياتوا بمثل هذا القران لا يأتون بمثله، ولو كان بعضهم لبعض ظهيراً ﴾

مع سائر ما اتاه الله وحباه من المعجزات الظاهرات، والبيانات الباهرات

﴿ ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون ﴾

فبلغ الرسالة، وادى النصيحة، واوضح السبيل، واناظر الطريق، وبين الصراط المستقيم، وعبد الله حتى اتاه اليقين فصلوات الله عليه، وعلى اله الطيبين، كلما ذكره الذاكرون، وغفل عن ذكره الغافلون، افضل صلاة وازكاها، واطيبها وانماها -

اما بعد !

بہر حال میں جب اللہ کی مدد کے ساتھ اور اس کی حسن توفیق کے ساتھ ان اخبار کی تخریج سے فارغ ہوا جو اسماء اور صفات کے بارے میں وارد ہیں اور رویت، ایمان، تقدیر، عذاب قبر، اشراط قیامت، مکرر اٹھنے کے بارے میں، میزان، حساب، صراط، حوض کوثر، شفاعت کے بارے میں جنت اور جہنم وغیرہ امور کے بارے میں جو اصول کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور ان کی تمیز کے بارے میں۔ تاکہ اس شخص کے لئے معاون ثابت ہوں

جو ان میں کلام کرے۔ اور استشہاد کرے اس میں جو اس کو پہنچے مگر اس کے حال کو نہیں جانتا۔ اور ان میں سے کون سی قبول کی جائے گی اور کون سی رد کی جائے گی؟ اس سب کچھ کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ میں بعض وہ چیزیں جمع کروں جو ہمیں ہمارے نبی محمد ﷺ کے معجزات میں سے پہنچی ہیں اور آپ کی نبوت کے دلائل بھی تاکہ ان کے لئے حضور ﷺ کی نبوت کے اثبات میں معاون ثابت ہوں۔

لہذا میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا۔ آغاز میں اس چیز کے بارے میں جس کا ارادہ کر چکا تھا۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ استعانت پکڑی۔ اس چیز کے اتمام اور پورا کرنے میں جس کا قصد کر چکا ہوں۔ اس کے ساتھ وہ چیز بھی جو آپ کی شرافت اصل جو ہماری طرف نقل ہو کر آئی ہے اور آپ کی ولادت کی طہارت اور اس کے اسماء اور صفات کا بیان۔ اور آپ کی زندگی کا انداز، اور آپ کی وفات کی وقت اور دیگر امور جن کا تعلق آپ کی معرفت سے ہے، اس نہج پر جس کی میں نے تصانیف میں شرط مقرر کی ہے یعنی صحیح پر اکتفاء کرنا، سقیم کے مقابلے میں۔ اور اکتفاء کرنا معروف پر غریب کے مقابلے میں۔ مگر اس امر میں جس میں صحیح اور معروف کے ساتھ مراد واضح نہ ہو غریب کے بغیر۔ تو پھر میں اس کو بھی لے آؤں گا۔ تاہم اعتماد اس مجموعی ذخیرے پر ہوگا جو ہم صحیح اور معروف پیش کریں گے۔ اہل مغازی اور اہل تواریخ کے نزدیک۔ اور توفیق اللہ تعالیٰ سے عطا ہوتی ہے۔ وہی میرے لئے کافی ہے میرے امور میں اور وہ بہترین کار ساز ہے۔

و باللہ التوفیق ، وهو حسبی فی اموری ، ونعم الوکیل

باب ۱

## ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اس دن کا بیان جس میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی

(۱) ہمیں خبر دی استاذ ابو بکر محمد بن حسن بن فورک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبد اللہ بن جعفر بن احمد بن فارس نے، ان کو ابو محمد اصفہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوداؤد طیالسی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مہدی بن میمون نے، ان کو غیلان بن جریر نے، ان کو عبد اللہ بن معبد زمانی نے ابوقادہ سے کہ ایک اعرابی نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ آپ پیر کے دن کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس دن میری ولادت ہوئی تھی اور اسی پیر کے دن ہی مجھ پر قرآن مجید نازل ہوا۔

(۲) اور ہمیں خبر دی ابو الحسن محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو محمد عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ نجوی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو یوسف یعقوب بن سفیان فسوی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مسلم بن ابراہیم نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابان بن یزید نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابن جریر نے۔ وہ غیلان ہے (ح)۔ اور ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عمرو بن سماک نے بغداد میں، اور حسن بن یعقوب عدل نے نیشاپور میں، ان دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن ابوطالب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد الوہاب بن عطاء نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی سعید نے قتادہ سے، اس نے غیلان بن جریر سے، اس نے عبد اللہ بن معبد کرمانی سے، اس نے ابوقادہ انصاری سے۔ کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ سے سوال کیا، پیر کے دن کے روزے کے بارے میں، تو حضور ﷺ نے فرمایا، یہ وہ دن ہے جس میں، میں پیدا ہوا۔ اور اسی میں مجھ پر قرآن اُتر۔ اس کو ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری نے نقل کیا ہے۔ صحیح مسلم میں مہدی بن میمون کی روایت اور ابان بن یزید عطار سے۔

(۳) اور ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبد اللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر مخزومی مصری نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی ہے ابن ابی نعیم نے خالد بن ابوعمران سے، اس نے خلف سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، وہ فرماتے ہیں کہ تمہارے نبی پیر کے دن پیدا ہوئے تھے۔

## باب ۲

## ولادتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مہینہ

ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عمار ابن حسن نسائی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی سلمہ بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے تھے عام الفیل میں (جس سال ابرہہ بادشاہ نے ہاتھیوں کے ساتھ کعبے پر حملہ کیا تھا)، جب ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۷۱، مسند احمد ۴/۲۱۵)

## باب ۳

وہ سال جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس نے محمد بن یعقوب سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسحاق صفحانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حجاج بن محمد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن ابواسحاق نے اپنے والد سے، اس نے سعید بن جبیر سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے تھے (یعنی جس سال ابرہہ نے ہاتھیوں کے ساتھ کعبہ پر حملہ کیا تھا اور چڑھائی کی تھی)۔

(۲) ہمیں خبر دی ابو نصر عمر بن العزیز بن قتادہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو الحسن محمد بن احمد بن حاد عطار نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی احمد بن حسن بن عبد الجبار صوفی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن معین نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حجاج بن محمد نے، اس نے اسی مذکورہ حدیث کو ذکر کیا ہے اپنی اسناد کے ساتھ۔ مگر انہوں نے یوں کہا یَوْمَ الْفِيلِ۔ عام الفیل نہیں کہا۔

## آپ علیہ السلام عام الفیل میں پیدا ہوئے

(۳) فرماتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الجبار عطار دی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی مطلب بن عبد اللہ بن قیس بن مخرمہ نے، ان کو ان کے والد نے اپنے دادا سے، اس نے قیس بن مخرمہ سے، یعنی ابن عبد المطلب بن عبد مناف سے، وہ کہتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے اور ہم دونوں ایک ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ (ترمذی ۵: ۵۸۹)

ابن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ جنگ عکاظ والے دن بیس سال کے تھے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابو عبد الرحمن محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ سلمیٰ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو الحسن محمد بن محمود مروزی فقیہ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ محمد بن علی حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو موسیٰ محمد بن ثنیٰ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی وہب بن جریر بن حازم نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہمارے والد نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا محمد بن اسحاق سے، وہ حدیث بیان کرتے ہیں عبد المطلب بن عبد اللہ بن قیس بن مخرمہ سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے اپنے دادا سے، وہ کہتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے (جس سال ابرہہ نے ہاتھیوں کے ساتھ چڑھائی کی تھی)۔ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ابن عفان نے قباث بن اشیم سے پوچھا جو بنی یسر بن لیث کے بھائی تھے، کیا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ بڑے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں، جبکہ میں پیدائش میں ان سے پہلے ہوں۔ میں نے کعبہ پر چڑھائی کے لئے آنے والے ہاتھیوں کی لید خوب پڑی دیکھی تھی (خَذَقُ کا معنی روٹ یعنی گوبر ہے)۔ اس کو محمد بن بشار نے وہب بن جریر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خَذَقُ الطَّيْرِ اخضر مُجِيلًا پرندے کی بیٹ تڑبڑ ہے۔ (یہ محاورہ ہے)

(۵) ہمیں اس کی خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن علی مقری نے، ان کو ابو عیسیٰ ترمذی نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو محمد بن بشار نے، انہوں نے مذکورہ حدیث ذکر کی ہے۔

عبد الملک بن مروان کا قول ..... (۶) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، اور ابو بکر احمد بن حسن قاضی نے، دونوں نے کہا کہ ان کو حدیث بیان کی ہے ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر صغانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن منذر جزامی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد العزیز بن ابی ثابت مدینی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی زبیر بن موسیٰ نے، اس نے ابو الحویرث سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا عبد الملک بن مروان سے، وہ کہتے ہیں قباث بن اشیم کنانی سے پھر لیشی سے۔ اے قباث! کیا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں۔ اور میں ان سے زیادہ عمر کا ہوں۔ حضور ﷺ پیدا ہوئے تھے عام الفیل میں جبکہ میری امی نے مجھے ہاتھی کے گوبر پر کھڑا کر دیا تھا۔ میں اس کو سمجھتا تھا۔ اور حضور ﷺ نبی بنائے گئے چالیسویں سال کے آغاز پر۔

جبیر بن مطعم کا قول ..... (۷) ہمیں حدیث بیان کی ابو الحسن بن فضل قطان نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن منذر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد العزیز بن ابی ثابت نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی عبد اللہ بن عثمان بن ابی سلیمان نوفلی نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو محمد بن جبیر بن مطعم نے، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے تھے۔ اور عکاظ کا واقعہ ہاتھی والے سال کے پندرہ سال بعد ہوا تھا۔ اور کعبہ کی تعمیر عام الفیل سے پچیسویں سال کے آغاز پر ہوئی تھی۔ اور حضور ﷺ نبی بنائے گئے تھے ہاتھی والے سال سے چالیسویں سال کے آغاز پر۔ (البدلیۃ والنہایۃ ۲/۲۶۲)

ابن شہاب کا قول ..... (۸) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ میں حدیث بیان کی عبد اللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن منذر بن عبد اللہ بن منذر بن مغیرہ بن عبد اللہ بن خالد بن حزام بن خویلد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن فلیح بن سلیمان نے موسیٰ بن عقبہ سے، اس نے ابن شہاب سے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تعمیر کعبہ سے پندرہویں سال کے آغاز پر محمد ﷺ کی بعثت فرمائی تھی۔ اور نبی کریم کی بعثت اور اصحاب فیل کے درمیان ستر سال کا فاصلہ تھا۔

ابو اسحاق کا قول (جو کہ تمام علماء کا قول ہے) ..... ابو اسحاق نے کہا کہ ابراہیم بن منذر نے کہا ہے کہ یہ (مذکورہ قول) وہم ہے۔ اور وہ قول جس میں ہمارے علماء میں سے کسی نے شک نہیں کیا۔ وہ یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے تھے۔ اور آپ کی بعثت چالیسویں سال کے آغاز پر ہوئی تھی۔

(۹) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن بشران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو عمرو بن سماک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حنبل بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو الرزق زہرانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب قتی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی جعفر بن ابو مغیرہ نے ابن ابزی سے، وہ کہتے ہیں کہ ہاتھی والے سال اور ولادت رسول اللہ ﷺ کے درمیان دس سال کا فاصلہ ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۲/۲۶۲)

(۱۰) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی احمد بن خلیل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن محمد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب قتی نے جعفر سے، اس نے ابن ابزی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ عام الفیل اور رسول اللہ ﷺ کے نبی بننے میں دس سال کا فاصلہ ہے۔

یعقوب نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی نعیم بن میسرہ نے اپنے بعض احباب سے، اس نے سوید بن غفلہ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پیدا ہوا تھا۔ یعنی میں عام الفیل میں پیدا ہوا تھا۔  
شیخ فرماتے ہیں کہ تحقیق مروی ہے سوید بن غفلہ سے کہ اس نے کہا، میں نبی کریم ﷺ سے دو سال چھوٹا ہوں۔ (البدایۃ والنہایۃ ۲/۲۶۲)

## باب ۴

### ذکر ولادتِ مصطفیٰ ﷺ اور وہ نشانیوں جو ولادت باسعادت کے وقت

#### یا اس سے قبل یا اس کے بعد ظہور پذیر ہوئیں

ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوصالح نے، اور خبر دی ابو الحسین علی بن محمد بن عبد اللہ بن بشران عدل نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو علی احمد بن فضل بن عباس بن خزیمہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوسامیٰ ترمذی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوصالح نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی معاویہ بن صالح نے سعید بن سوید سے، اس نے عبد الاعلیٰ بن ہلال سلمی سے، اس نے عرباض بن ساریہ صاحب رسول اللہ ﷺ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سنا، فرماتے تھے:

”میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین تھا، حالانکہ آدم علیہ السلام اس وقت اپنے خمیر کی حالت میں تھے۔ میں عنقریب تمہیں اس بارے میں خبر دوں گا اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور بشارت عیسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ تھی۔ اور اپنی امی کا خواب جو اس نے دیکھا تھا۔ اور اسی طرح انبیاء کی مائیں خواب دیکھتی رہیں اور بے شک رسول اللہ ﷺ کی امی نے بھی خواب دیکھا تھا، جس وقت ان کو جنم دیا تھا۔ نور اور روشنی کو جس نے شام کے محلات روشن کر دیئے تھے۔“ (مسند احمد: ۱۷۴/۴)

اور یعقوب کی ایک روایت میں ہے اضاءت منہ قصور الشام کہ اس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ عبد الرحمن بن مہدی نے اس کی متابع روایت بیان کی ہے۔ معاویہ بن صالح سے اور اس کو ابو بکر بن ابومریم غسانی نے بھی روایت کیا ہے سعید بن سوید سے۔ حضور ﷺ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ”میں اس وقت خاتم النبیین تھا، جب آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔“

توضیح : نیز حضور ﷺ کا یہ قول فرمانا کہ انی عبد اللہ و خاتم النبیین ، وان ادم لمنجدل فی طینتہ ۔

اس سے حضور ﷺ کی مراد یہ ہے کہ وہ مذکورہ حالت و کیفیت میں آدم کے ابو البشر بننے اور پہلے نبی بننے سے قبل اللہ کی تقدیر میں اور اس کی قضا میں اس طرح تھے۔ (امام بیہقی نے اس حدیث کا بہت اچھا مفہوم لکھا ہے اور بہت ہی اچھی تشریح فرمائی ہے۔ واقعی یہی مطلب ہے۔ وہ مطلب ہرگز نہیں ہے جو اس دور حاضر کے بعض باطل پرست مطلب نکالتے ہیں کہ حضور ﷺ انسان اور بشر نہیں تھے کیونکہ وہ آدم کی تخلیق سے پہلے نبی تھے۔ یا وہ نعوذ باللہ قدیم تھے۔ یا خدائی صفات کے حامل تھے۔ یا خدا کا حصہ تھے وغیرہ۔) (از مترجم)

توضیح : نیز حضور ﷺ کا یہ قول : و سا خبر کم عن ذلك : دعوة ابی ابراہیم علیہ السلام

اس سے حضور ﷺ کی مراد یہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام جب بیت اللہ کی تعمیر کرنے لگے تو حضور کے دادا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اس شہر مکہ کو امن والا شہر بنا اور لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف جھکا دے۔ اور ان لوگوں کو پاکیزہ پھلوں کا رزق عطا فرما۔ اس کے بعد یہ دعا کی :

ربنا و ابعث فیہم رسولا منهم یتلو علیہم آیاتک و یعلمہم الکتاب و الحکمۃ و یرزقہم انک انت العزیز الحکیم ۔ (سورۃ البقرۃ : آیت ۱۲۹)

اے ہمارے پروردگار! اس شہر کے لوگوں میں انہیں کی نسل میں سے ایک ایسا رسول بھیج جو ان کے سامنے تیری آیات تلاوت کرے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے۔ بے شک تو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

لہذا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی یہی دعا ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجنے کی صورت میں قبول فرمائی۔ اور ان کو وہی رسول بنا کر مبعوث فرما دیا جو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے مانگا تھا۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے یہی دعا کی تھی کہ اللہ اس کو اہل مکہ میں بھیج دے۔ لہذا نبی کریم ﷺ اس لئے فرماتے تھے کہ ”میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔“

حضور ﷺ کے فرمان ”میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں“ کی تشریح

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب و معنی یہ ہے کہ اللہ نے جب فیصلہ فرمایا کہ وہ محمد ﷺ کو خاتم النبیین بنا میں گے اور اس فیصلے کو اُم الکتاب لوح محفوظ میں ثبت کر دیا۔ تو پھر اس فیصلے کو اس طرح پورا کیا اور جاری و نافذ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس دعا کے لئے مقرر فرما دیا، جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ تاکہ خصوصیت کے ساتھ حضور کا بھیجا جانا ان کی دعا کے سبب سے ہو۔ جیسے اس کا منتقل ہونا انہیں کی پشت سے ہوگا۔ ان کی اولاد کی پشتوں کی طرف۔

حضور ﷺ کے فرمان ”میں عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں“ کا مطلب

بہر حال آپ کا یہ فرمان کہ بَشَارَةٌ عِيسَىٰ بِی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت میرے بارے میں تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا۔ انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اپنی قوم کو بشارت دی تھی۔ اس لئے بنی اسرائیل حضور ﷺ کی پیدائش سے قبل حضور ﷺ کو پہچانتے تھے۔

حضور ﷺ کے فرمان ”میں اپنی امی کا خواب ہوں“ کا مطلب

بہر حال آپ ﷺ کا یہ قول کرنا کہ وَرُؤِیَا اُمِّیَ الَّتِی رَأَتْ کہ میں اپنی امی کا خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا تھا۔ اس سے حضور ﷺ کی مراد یہ تھی، جو ذیل میں درج ہے۔ جس کی ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے،



وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ آمنہ بنت وہب رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ بات بیان کرتی تھیں کہ وہ جب حضور کو اپنے پیٹ میں لئے ہوئے تھیں تو کسی آنے والے نے آکر خواب میں بتایا کہ بے شک آپ اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہیں۔ جب وہ پیدا ہو کر زمین پر آجائے تو یوں کہنا :

اعِيْذُهُ بِالْوَاٰحِدِ      مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ  
مِنْ كُلِّ بَسْرٍ عَاٰهِدٍ      وَكُلِّ عَبْدٍ رَاٰئِدٍ  
يُرُوْدُ غَيْرَ رَاٰئِدٍ

میں اس کو واحد کی پناہ میں دیتی ہوں ، ہر حاسد کے شر سے  
ہر نیک نصیحت کرنے والے ملاقات کرنے والے سے ، اور آمد و رفتار کرنے والے بندے سے

فَاِنَّهُ عَبْدُ الْحَمِيْدِ الْمَاجِدِ      حَتّٰى اَرَاهُ قَدْ اَتَى الْمَشْتَاٰهِدِ

بے شک یہ تعریفوں اور بزرگیوں والا اللہ کا بندہ ہے ۔ یہاں تک کہ میں اس کو دیکھتا ہوں تمام جنگوں میں موجود ہوتا ہے قیادت کرنے کے لئے ۔

حضور ﷺ کا نام انجیل میں احمد ہے ..... (۱) کہنے والے نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ ”اس کے آنے کی نشانی یہ ہوگی کہ ان کی آمد کے ساتھ روشنی نمودار ہوگی جو ارض شام میں واقع مقام بصری کے محلات کو بھر دے گی۔ جب یہ پیدا ہو جائے تو اس کا نام محمد ﷺ رکھنا بے شک اس کا نام توراہ میں احمد ہے۔ اس لئے کہ اہل آسمان اور اہل زمین اس کی تعریف کریں گے۔ اور یہ اس کا نام انجیل میں بھی احمد ہے۔ اہل آسمان اور اہل زمین اس کی تعریف کریں گے۔ اور اس کا نام قرآن میں محمد ﷺ ہے۔ لہذا میں نے یہی اس کا نام رکھا ہے۔

لوح محفوظ میں خاتم النبیین ..... (۲) ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ حافظ نے، بطور املاء کے اور بطور قراءت کے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو الحسن احمد بن محمد بن عبدوس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عثمان بن سعید دارمی نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو الیمان سے کہا، کیا آپ کو ابو بکر بن ابو مریم غسانی نے حدیث بیان کی ہے سعید بن سوید سے، اس نے عرباض بن ساریہ سلمی سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنان بن کریم ﷺ سے، فرماتے تھے :

”میں اللہ کے نزدیک ام الکتاب میں خاتم النبیین تھا۔ حالانکہ آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے۔ میں آپ کو ابھی اس کی تعبیر بتاتا ہوں۔ اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کی دعاء۔ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت جو انہوں نے اپنی قوم کو دی۔ اور اپنی امی کا خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا تھا کہ ان سے نور نکلا ہے۔ جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔“

ابو بکر اور ابو مریم نے اس کی اسناد کو مختصر کیا ہے۔ اس نے اس میں عبد الاعلیٰ بن ہلال کا ذکر نہیں کیا۔ اور انہوں نے اس کے متن کو بھی مختصر کیا ہے۔ انہوں نے خواب کو خروج نور کے ساتھ اکیلا ذکر کیا ہے۔ اور خالد بن معدان نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح کہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ..... (۳) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو عبد اللہ حافظ نے بطور املاء اور قراءت کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبد الجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یونس بن بکیر نے، اس نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی ہے ثور بن یزید نے خالد بن معدان سے، اس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے کہ انہوں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ! ہمیں اپنے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ”اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور میری امی نے خواب دیکھا تھا جب وہ حمل سے تھیں کہ اس سے روشنی خارج ہوئی ہے جس سے ارض شام میں بصری روشن ہو گیا ہے۔ اور اس بارے میں ابو امامہ سے نبی کریم ﷺ سے بھی روایت کی ہے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابو بکر محمد بن حسن بن فورک سے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو داؤد نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی فرج بن فضالہ نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید صفار نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی محمد بن فضل بن جابر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن بکار نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی فرج بن فضالہ نے لقمان بن عامر سے، اس نے ابو امامہ سے، وہ کہتے ہیں کہ کہا گیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ کے معاملے کی ابتداء کیسے ہوئی تھی؟ فرمایا (میرے معاملے کی ابتداء) میرے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت سے اور میری والدہ نے خواب دیکھا تھا کہ اس سے روشنی خارج ہوئی ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے ہیں۔ اور ابو داؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ مجھ سے روشنی خارج ہوئی ہے۔

(۵) اور ہمیں خبر دی ابو الحسین بن بشران نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو جعفر محمد بن عمرو زاز نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی احمد بن اسحاق بن صالح نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن سنان عوقی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابراہیم بن طہمان نے بدیل بن میسرہ سے، اس نے عبد اللہ بن شقیق سے، اس نے میسرہ النجر سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ کب سے نبی لکھے گئے تھے (یا نبی بنائے گئے تھے)۔ فرمایا جب آدم علیہ السلام رُوح اور جسم کے مابین تھے۔ (حاکم فی المستدرک : ۶۰۸/۲)

عبدالمطلب کا حرم میں پناہ لینا ..... (۶) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ محمد بن احمد اصفہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی حسن بن جہم تمیمی اور عبد اللہ بن بندار نے، دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے موسیٰ بن لمسار ضعی نے جو ثقہ مامون ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن معاذ صنعانی نے، معمر بن راشد سے، اس نے زہری سے، وہ کہتے ہیں کہ

”بے شک پہلی چیز جو رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب سے مذکور ہے۔ وہ یہ ہے کہ قریش اصحاب فیل سے بھاگ کر حرم سے نکل گئے تھے۔ اور قریش عبدالمطلب کو چھوڑ کر الگ ہو گئے تھے۔ اور وہ اس وقت نوجوان تھے۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں اللہ کے حرم سے نکل کر کہیں اور عزت تلاش نہیں کروں گا۔“

چنانچہ وہ بیت اللہ کے پاس بیٹھے رہ گئے تھے۔ اور یوں گویا ہوئے تھے :

لَا هُمْ إِلَّا الْمَرْءُ يَمْنَعُ رَحْلَهُ فَا مَنَعُ حَالَكَ

اے اللہ بے شک مرد اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے، تو بھی اپنے حرم کی حفاظت فرما۔

کہتے ہیں کہ وہ مستقل حرم میں جم کر بیٹھے رہے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے ہاتھیوں اور ہاتھی والوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اور اس کے بعد قریش واپس آ گئے۔ اور حضور ﷺ کے دادا ان میں عظیم قرار پائے اپنے صبر کی وجہ سے اور اللہ کے حرم کی تعظیم کی وجہ سے۔ چنانچہ وہ اسی حالت پر ہی تھے اور ان کے پاس ان کے بڑے بیٹے حارث بن عبدالمطلب بھی تھے۔ عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ ان سے کہا جا رہا ہے، زم زم کو کھودیں جو مخفی کیا ہوا ہے، اے شیخ اعظم۔ وہ خواب سے بیدار ہو گئے اور اللہ سے دعا کی۔ اے اللہ! میرے لئے واضح فرما۔ لہذا دوسری بار خواب دکھائے گئے کہ کھودیں، درمیان گوبر اور خون کے، کوئے کے کریدنے کی جگہ پر۔ چیونٹیوں کی بستی میں۔ سُرخ نشانوں کے سامنے۔

لہذا عبدالمطلب کھڑے ہوئے اور پاؤں پاؤں چل کر مسجد الحرام میں بیٹھ کر سوچنے لگے ان نشانوں کو جو ان کے لئے مقرر کی گئی تھیں۔ اتفاق سے قریب حزورہ میں ایک گائے ذبح کی جانے لگی اور وہ کسی طرح چھوٹ کر ذبح کرنے والے سے زخمی حالت میں بھاگی اور اس کو اس کی موت گھیر کر اس طرف لے آئی مسجد الحرام کے صحن میں زم زم کے مقام پر گر گئی۔ چنانچہ وہ گائے اسی جگہ پر (نہ چاہتے ہوئے بھی) ذبح کرنا پڑی۔ وہاں سے اس کا گوشت اٹھایا گیا۔ پھر ایک کوآ آیا اور اوپر منڈلانے لگا۔ پھر وہ اسی خون اور گوبر والی جگہ چیونٹیوں کے بلوں والی جگہ پر کریدنے لگا۔ عبدالمطلب

چونکہ خواب میں یہ اشارہ دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے اٹھ کر اس جگہ کو کھودنا شروع کر دیا۔ چنانچہ قریش اکٹھے ہو کر آگے اور عبدالمطلب سے پوچھنے لگے کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ہم تو آپ کو جہالت سے متہم نہیں کرتے تھے۔ مگر آپ ہماری مسجد میں گڑھا کیوں کھود رہے ہیں؟

عبدالمطلب نے ان کو بتایا کہ میں یہ کنواں کھود رہا ہوں اور جو شخص مجھے اس سے روکے گا میں اس کے ساتھ جہاد کروں گا۔ لہذا وہ اور ان کے بڑے بیٹے حارث نے پھر کھدائی شروع کر دی۔ اس وقت ان کے ساتھ حارث کے علاوہ کوئی اور بیٹا نہیں تھا۔ چنانچہ قریش نے ان دونوں کے ساتھ بدتمیزی کی۔ اور دونوں کے ساتھ جھگڑا کیا، لڑائی کی، تلواریں نکال لیں۔ مگر کچھ لوگ قریش میں سے آگے بڑھے۔ انہوں نے ان کی نسبی آزادی کا لحاظ کرتے ہوئے اور ان کی سچائی اور دین میں ان کی انتہائی محنت اور کوشش کے پیش نظر لوگوں کو ان سے روک دیا۔ یہاں تک کہ جب کنواں کھودنا ممکن نہ رہا اور ان پر ایذا رسانی زیادہ ہو گئی تو عبدالمطلب نے منت مان لی کہ اگر میرے دس بیٹے ہو گئے تو ان میں سے ایک بیٹے کو کعبہ میں نصب عزی وغیرہ بت کے لئے ذبح کر دوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے کھدائی شروع کی۔ یہاں تک کہ ان کو اس کے اندر سے وہ تلواریں مل گئیں جو اس کنویں میں یعنی زم زم میں دفن کی گئی تھیں۔

قریش نے جب دیکھا کہ ان کو اس میں سے تلواریں ملی ہیں تو پھر وہ جمع ہو گئے اور کہنے لگے، عبدالمطلب اس میں سے ہمیں بھی دیتے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ یہ تلواریں بیت اللہ کے لئے وقف ہیں۔ پھر وہ کھودتے رہے، حتیٰ کہ اس میں سے پانی پھوٹ پڑا۔ انہوں نے مزید کھودا اور انتہائی گہرا کیا کہ اس کا پانی کھینچ کر ختم نہ کیا جاسکے۔ اس کے بعد اس کے قریب میں ایک حوض بنا دیا۔ یہ دونوں باپ بیٹے کنویں میں سے پانی کھینچ کھینچ کر اس حوض کو بھرتے رہے۔ لہذا حجاج اس میں سے زم زم پینے لگے۔ مگر قریش کے بعض ناہنجار حسد کی وجہ سے رات کو حوض کو توڑ دیتے تھے۔ عبدالمطلب صبح کو اس کو ٹھیک کر دیتے (وہ پھر توڑ دیتے)۔ جب یہ خراب کرنا بار بار ہونے لگا تو عبدالمطلب نے تنگ آ کر اپنے رب کو پکارا اور دعا کی۔

چنانچہ خواب میں ان کو دکھایا گیا اور ان کو بتایا گیا کہ یوں کہو: اے اللہ! بے شک میں اس پانی کو نہیں حلال کرتا نہانے والے کے لئے، بلکہ صرف پینے والے کے لئے حلال ہے اور تازگی ہے۔ پھر میں ان کو تمہاری طرف سے کافی ہو جاؤں گا۔ چنانچہ عبدالمطلب کھڑے ہوئے جب قریش مسجد میں آنے جانے لگے۔ انہوں نے اپنے خواب کا اعلان کر دیا پھر ہٹ گئے۔ اس کے بعد قریش میں سے جو بھی حوض کو خراب کرتا، اس کے جسم میں بیماری لگ جاتی۔ یہاں تک کہ انہوں نے عبدالمطلب کے حوض کو اور پینے کی جگہ کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔

اس کے بعد عبدالمطلب نے کئی عورتوں سے شادی کی۔ چنانچہ ان کے دس بیٹے پیدا ہو کر ایک جماعت بن گئے۔ اب انہوں نے دعا کی :

اللھم انھی کنت نذرت لک نحر احدھم

اے اللہ بے شک میں نے تیرے لئے ان بیٹوں میں سے ایک کو ذبح کرنے کی منت مانی تھی اور میں ان میں قرعہ ڈالتا ہوں، لہذا تو جس کو چاہے اس کو یہ قرعہ پہنچا دے۔

(یعنی اس کا قرعہ نکل آئے)

لہذا انہوں نے ان کے لئے قرعہ اندازی کی۔ قرعہ عبد اللہ بن عبدالمطلب کا نکلا۔ حالانکہ عبد اللہ ان کو سب بیٹوں سے زیادہ پیارا تھا۔ عبدالمطلب نے کہا، کہ اے اللہ کیا عبد اللہ! تجھے پسند ہے ذبح کے لئے یا ایک سو اونٹ اس کے بدلے۔ اس طرح عبد اللہ کے اور سو اونٹ کے مابین قرعہ اندازی کی گئی۔ اب قرعہ سو اونٹ پر نکلا۔ چنانچہ عبدالمطلب نے عبد اللہ کی جگہ سو اونٹ ذبح کر دیئے۔ عبد اللہ قریش میں سب سے زیادہ حسین تھے۔ ایک دن ایسی جگہ سامنے آئے جہاں قریش کی بہت ساری عورتیں جمع تھیں۔ ایک عورت نے ان سے کہا :

”اے قریش کی عورتو! تم میں سے جو عورت اس جوان سے شادی کرے گی، وہ اس نور کو شکار کر لے گی جو اس کی آنکھوں کے مابین ہے۔

بے شک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور ہے۔“

کہتے ہیں کہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ نے ان سے شادی کر لی۔ اس نے صحبت کی ان کے ساتھ تو وہ رسول اللہ کے ساتھ حاملہ ہو گئیں۔ اس کے بعد عبدالمطلب نے عبد اللہ بن عبدالمطلب کو یعنی حضور کے والد کو یثرب (مستقبل کا مدینہ منورہ) روانہ کیا کہ اپنے والد عبدالمطلب کے لئے یثرب سے کھجوریں لے آئیں، مگر وہاں جا کر ان کا انتقال ہو گیا۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش

اس کے بعد آمنہ بنت وہب نے رسول اللہ ﷺ کو جنم دیا، (وہ باپ کے انتقال کی وجہ سے) اپنے دادا عبدالمطلب کی گود میں رہے۔ بنو سعد بن بکر کی ایک عورت نے حضور ﷺ کو دودھ پلانے کے لئے طلب کیا اور حضور کی رضاعی اماں بننے والی خاتون (حلیمہ سعدیہ) بازار عکاظ میں اُتری۔ وہاں پر وہ محمد ﷺ کو دودھ پلا رہی تھی۔ وہاں پر ایک کاہن نے حضور ﷺ کو دیکھ لیا اور کہنے لگا :

اے عکاظ والو! اس لڑکے کو قتل کر دو۔ بے شک یہ حکومت کرے گا۔ یہ سن کر آپ کی رضاعی امی نے آپ کی حفاظت کی، اس طرح اللہ نے آپ کو نجات بخشی۔ اس کے بعد حضور ﷺ اس خاتون کے پاس رہتے ہوئے بڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب حضور ﷺ دوڑنے لگے، آپ کی رضاعی بہن آپ کے ساتھ کھیلتی تھی، اور پرورش کرتی تھی۔ ایک دن دوڑی دوڑی آئی اور کہنے لگی۔ امی امی! میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کی ایک ٹولی آئی ہے اور انہوں نے میرے قریشی بھائی کو پکڑ لیا ہے ابھی ابھی۔ اور انہوں نے اس کا پیٹ چاک کر دیا ہے۔ یہ سن کر آپ کی رضاعی امی فوراً گھبرا کر بھاگی اور حضور ﷺ کے پاس آئی تو دیکھا کہ وہاں تو کوئی بھی نہیں ہے، حضور ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کا رنگ صاف نظر آ رہا ہے اور چمک رہا ہے، (بظاہر کچھ بھی نظر نہیں آ رہا)۔

چنانچہ وہ حضور ﷺ کو ان کی والدہ کے پاس مکے لے آئی، اور آ کر ان سے کہا کہ آپ مجھ سے اپنا بیٹا لے لیجئے۔ مجھے اس پر ڈر لگ رہا ہے۔ حضور ﷺ کی والدہ نے کہا کہ نہیں، اللہ کی قسم میرے بیٹے کو ایسی کوئی پریشانی نہیں ہے جس کا آپ خوف کر رہی ہیں۔ جب یہ میرے پیٹ میں تھے تو میں نے خواب دیکھا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کا سہارا لگاتے ہوئے خود بخود باہر آ گیا اور اپنے سر کو بھی اوپر آسمان کی طرف کئے ہوئے ہے۔

اس کے بعد آپ کی والدہ اور دادا عبدالمطلب نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔ اس کے بعد آپ کی والدہ کی بھی وفات ہو گئی۔ اور آپ عبدالمطلب کی گود میں یتیم ہو گئے۔ آپ لڑکے تھے تو آپ عبدالمطلب کی تکیہ یا گدی اٹھا کر لاتے اور اس پر بیٹھ جاتے تھے اور دادا باہر جاتے تو چونکہ وہ بوڑھے ہو چکے تھے، لونڈی جو ان کو پکڑ کر چلاتی تھی وہ حضور ﷺ سے کہتی اُتر، یہ دادا کی گدی ہے۔ عبدالمطلب کہتے کہ چھوڑو رہنے دو میرے بیٹے کو۔ میں اس میں بڑی خیر محسوس کرتا ہوں (کہ بڑا ہو کر یہ انتہائی اچھا انسان بنے گا)۔

ابوطالب کی کفالت ..... پھر آپ کے دادا کا انتقال ہو گیا (ابھی رسول اللہ ﷺ لڑکے ہی تھے)۔ پھر ابوطالب نے آپ کی کفالت کی۔ اس لئے کہ وہ آپ کے والد عبد اللہ کے سگے بھائی تھے (ماں کی طرف سے بھی اور باپ کی طرف سے بھی)۔ جب حضور ﷺ بلوغت کے قریب ہوئے تو ابوطالب نے ان کو ساتھ لے کر شام کی طرف تجارت کی غرض سے سفر کیا۔ آپ جب مقام تیماء پر پہنچے تو مقام تیماء کے ایک یہودی عالم نے حضور ﷺ کو دیکھا اور ابوطالب سے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا آپ کو اس سے محبت ہے؟ انہوں نے بتایا کیوں نہیں؟ اس یہودی عالم نے بتایا کہ اللہ کی قسم اگر آپ اس کو لے کر شام جائیں گے تو آپ اس کو اپنے گھر کبھی بھی نہیں لے جا سکیں گے، کیونکہ اس کو یہودی ضرور قتل کر دیں گے، یہ ان کا دشمن ہے۔ لہذا ابوطالب اس کو تیماء سے واپس مکہ لے کر آ گئے۔

حضور ﷺ جب بلوغت کو پہنچ گئے اس وقت ایک عورت نے قریش میں سے کعبے کو خوشبو کی دھونی دی۔ اتفاقاً دھونی کے برتن سے کوئی چنگاری اُڑ کر کعبے کے غلاف پر پڑ گئی جس سے نلاف جل گیا۔ چنانچہ کعبہ جل جانے کی وجہ سے کمزور ہو گیا تھا تو اس کے بعد قریش نے کعبے کو گرا دینے کا مشورہ کیا۔ مگر وہ اس کے گرانے سے ڈرتے تھے۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ نے ان سے کہا کہ تم لوگ اسے گرا کر اس کو ٹھیک کرنے کا ارادہ رکھتے ہو یا خراب کرنے کا اور بُرائی کا ارادہ رکھتے ہو؟ سب نے کہا کہ ہم تو اس کو اصلاح کرنے اور ٹھیک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مصلح کو ہلاک نہیں کرتا۔ قریش نے کہا کہ پھر کعبہ کو گرانے اس کے اوپر کون چڑھے گا؟ ولید بن مغیرہ نے کہا میں اوپر چڑھوں گا اور میں ہی گراؤں گا۔ لہذا ولید ہی بیت اللہ کی چھت پر چڑھ گیا اور اس کے پاس کلہاڑا یا کدال تھا۔ اس نے پہلے دعا کی :

اللهم لا ترید الا الاصلاح - اے اللہ! ہم اس کو ٹھیک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اس کے بعد اس نے توڑنا شروع کیا۔ قریش نے جب دیکھا کہ اس نے کعبہ کا کچھ حصہ گرا دیا ہے مگر اس پر کوئی عذاب نہیں آیا، وہ جس سے ڈر رہے تھے۔ پھر سب نے مل کر اس کے ساتھ اس کو گرا دیا۔ حتیٰ کہ جب انہوں نے پھر کعبے کو بنایا اور بناتے ہوئے مقام رکن تک یعنی حجر اسود کی جگہ تک پہنچے تو قریش کے قبائل نے حجر اسود کو نصب کرنے کے بارے میں خوب جھگڑا کیا۔ حتیٰ کہ قریب تھا کہ ان میں شدید لڑائی ہو جاتی۔ انہوں نے کہا کہ آ جاؤ ہم فیصلہ کروائیں اس شخص سے جو پہلے حرم کے اندر نظر آئے اس گلی سے۔ لہذا انہوں نے اسی بات پر صلح کر لی۔

آپ علیہ السلام کا فیصلہ مقرر ہونا ..... اگلے دن رسول اللہ ﷺ نمودار ہوئے۔ حالانکہ وہ نو جوان تھے۔ آپ کے اوپر منقش چادر تھی۔ لوگوں نے آپ کو فیصلہ مقرر کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ حجر اسود کو اٹھا کر کپڑے میں رکھ دیا جائے، اس کے بعد آپ نے ہر قبیلے کے سردار سے کہا لیجئے کپڑے، ہر سردار کے ہاتھ میں کپڑے کا کوندہ دے دیا۔ آپ دیوار پر چڑھ گئے اور ان سے کہا کہ یہ اٹھا کر مجھے دے دو۔ سب نے اس کو اٹھایا اور حضور ﷺ کی طرف لے گئے۔ حضور نے خود اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

اس کے بعد جوں جوں آپ کی عمر بڑھتی گئی آپ کی پسندیدگی بڑھتی گئی۔ ایک وقت آیا کہ لوگوں نے آپ کا نام الامین رکھ دیا۔ یہ وحی کے نزول سے پہلے ہوا۔ کہتے ہیں وہ لوگ جب بھی تجارت کی غرض سے کوئی جانور ذبح کرتے تو حضور کو بلا کر آپ سے دعا کرواتے۔

جب آپ جوان ہو گئے اور مضبوط ہو گئے (آپ کے پاس زیادہ مال نہیں تھا)۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تجارت کرنے کے لئے اجرت پر بلا لیا سوق حباشہ میں تھا جو تہامہ میں ہے اور حضور ﷺ کے ساتھ ایک اور آدمی کو بھی قریش میں سے اجرت پر رکھ لیا۔ حضور ﷺ نے اپنے بارے میں بات بناتے ہوئے فرمایا، کہ میں نے خیر کی طرف اتنی زیادہ آگے بڑھی ہوئی کوئی خاتون نہیں دیکھی۔ میں اور میرا ساتھی جب بھی کام سے آتے تو ہم دیکھتے کہ اس کے ہاں ہمارے لئے کھانے وغیرہ کی چیز کا کوئی تحفہ ضرور ہمارے لئے چھپا کر رکھا ہوتا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ بازار حباشہ سے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ساتھی سے کہا، چلیں ہم لوگ وہاں خدیجہ کے ہاں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ ہم اس کے پاس آ گئے۔ اچانک ہم لوگوں پر منشیہ قریش کی مولدات عورت آ گئی (ایک روایت میں مستثنیہ ہے)۔ اس کا مطلب کاہن عورت آ گئی۔ اس نے پوچھا کہ کیا یہ شخص محمد ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم اٹھائی جاتی ہے۔ یہ شخص نکاح کا پیغام لے کر آیا ہے۔ میں نے کہا کہ ہرگز نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ اس کے بعد میں اور میرا دوست باہر چلے گئے۔ تو میرے دوست نے مجھ سے کہا، کیا آپ خدیجہ کو پیغام نکاح دینے سے شرم کرتے ہو؟ اللہ کی قسم ہم لوگ ہر قریشی عورت کے لئے آپ کے رشتہ کو کفو اور ہمسری سمجھتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھی دوسری بار پھر گئے۔ جیسے ہی ہم داخل ہوئے تو پھر وہی کاہن عورت آ گئی۔ بولی کیا محمد یہی ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم اٹھائی جاتی ہے، کیا یہ نکاح کا پیغام لے کر آیا ہے؟ میں نے ازراہ شرم یوں کہہ دیا کہ جی ہاں۔ فرماتے ہیں، لہذا نہ خطا کی محمد سے خدیجہ نے نہ اس کی بہن نے۔ وہ ان کے والد کے پاس چلی گئی، وہ شراب کے نشے میں تھے۔ ان سے جا کر کہا یہ تیرے بھتیجے ہیں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب۔ یہ خدیجہ کے نکاح کا پیغام دیتے ہیں اور خدیجہ بھی راضی ہے۔ خدیجہ کے والد نے ان کو بلا کر اس بارے میں پوچھا۔ انہوں نے اس سے رشتہ مانگا (نکاح کا پیغام دیا)۔ خدیجہ کے والد نے محمد ﷺ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ خدیجہ نے بھی اس پر رضامندی ظاہر کر دی اور انہوں نے اپنے والد کو خلوق یعنی خوشبو لگا دی اور ان کو پوشاک پہنادی، یا یہ کہ انہوں نے ان کو سنوار دیا۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ سیدہ خدیجہ کو ساتھ لے کر ان کے پاس چلے گئے۔

## خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

بوڑھے والد جب نشے کی کیفیت سے ٹھیک ہوئے تو پوچھا کہ یہ کیسی خوشبو ہے اور یہ کیسے کپڑے ہیں؟ خدیجہ کی بہن نے کہا، یہ وہ پوشاک ہے جو آپ کے بھتیجے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب نے آپ کو پہنائی ہے، آج خدیجہ کا نکاح تھا۔ انہوں نے ان کے ساتھ حق زوجیت پورا کیا ہے۔ یہ سن کر

شیخ نے انکار کیا (یعنی مجھے یاد نہیں ہے)۔ پھر بات یہاں تک ہوئی کہ انہوں نے بھی اس کو تسلیم کر لیا اور خود شرمندہ بھی ہوئے۔ لہذا پھر قریش کی رجز پڑھنے والیاں شروع ہو گئیں۔ کہنے لگیں:

لا تزهدی خدیج فی محمد جلد یضییٰ کاضاء الفرقد

اے خدیج محمد کے معاملے میں بے رغبتی نہ کرنا۔ (وہ ایسے خوبصورت ہیں) ان کی جلد روشن ہے جیسے فرقہ ستارہ روشن ہے۔

یا جلد اس طرح روشنی پھیلاتی ہے جیسے فرقہ روشنی پھیلاتا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ خدیجہ کے پاس ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کی بعض بیٹیاں پیدا ہو گئیں اور حضرت قاسم بھی پیدا ہو گئے۔

بعض علماء نے خیال ظاہر کیا ہے کہ سیدہ خدیجہ کا اور بیٹا بھی پیدا ہوا تھا جس کا نام ”المطاهر“ رکھا گیا تھا۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ سیدہ خدیجہ نے حضور ﷺ سے قاسم کے علاوہ کوئی بیٹا پیدا کیا ہو۔

ہاں سیدہ خدیجہ کی حضور ﷺ سے چار بیٹیاں پیدا ہوئی تھیں۔

(۱) زینب۔ (۲) فاطمہ۔ (۳) رقیہ۔ (۴) اُم کلثوم۔

حضور ﷺ کی جب بیٹیاں پیدا ہو گئیں تو اس کے بعد حضور ﷺ کو علیحدہ رہنا زیادہ پسند ہو گیا تھا۔ میں کہتا ہوں یہ حدیث مروی ہے کہ زہری سے (اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر رحم کرے اور اس پر بھی) جو تمام احوال کو جمع کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے احوال میں سے۔ ہاں مگر وہ بات جو اس کے پاس تھی عام الفیل کے ولادت رسول سے تقدم کے بارے میں۔

تحقیق ہم نے زہری کے ماسواء سے روایت کی ہے کہ ولادت نبی کریم ﷺ عام الفیل میں ہوئی تھی۔ ہماری سبیل یہ ہے کہ ہم آغاز کریں ان مشہور دور کا جو ہم نے زہری سے روایت کئے ہیں حدیث زم زم کے ساتھ۔

## باب ۵

### زم زم کی کھدائی کی بابت وہ روایت جو بطریق اختصار آئی ہے

ہمیں خبر دی محمد بن عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبد الجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے یزید بن ابو حبیب مصری نے، ان کو مرشد بن عبد اللہ یزنی نے، ان کو عبد اللہ بن زری غافقی نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا علی ابن ابوطالب سے، وہ کہتے ہیں وہ حدیث زم زم بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب حجر میں سو رہے تھے۔

خواب میں اس نے دیکھا کہ کوئی آنے والا آیا ہے۔ اس نے کہا کہ برہ کو کھودو۔ اس نے پوچھا کہ برہ کیا ہے؟ اس کے بعد وہ آدمی چلا گیا۔ جب اگلی صبح ہوئی تو وہ پھر اسی جگہ پر سو گئے۔ پھر آنے والا خواب میں آیا اور اس نے کہا مَضْنُونَةٌ کو کھودو۔ انہوں نے پوچھا کہ مَضْنُونَةٌ کیا ہے؟ اس کے بعد وہ پھر غائب ہو گیا۔ جب تیسری صبح ہوئی تو وہ پھر اسی جگہ سوئے۔ پھر آنے والا خواب میں آیا اور اس نے کہا کہ طیبہ کو کھودو۔ اس نے پوچھا طیبہ کیا ہے؟ پھر وہ غائب ہو گیا۔ جب چوتھا دن ہوا تو وہ پھر اسی جگہ سو گئے پھر خواب میں آنے والا آیا اور اس نے کہا زم زم کھودو۔ انہوں نے پوچھا زم زم کیا ہے؟ اس نے کہا جس کا پانی نہ تو کھینچ کھینچ کر ختم کیا جاسکے اور نہ کم کیا جاسکے۔

اس کے بعد اس کے لئے زم زم کی جگہ کی صفت بیان کی گئی اس کے سامنے۔ جب وہ کھودنے لگے تو قریش نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے اے عبدالمطلب؟ انہوں نے بتایا مجھے زم زم کھودنے کا حکم ہوا ہے۔ کھودتے کھودتے جب کنویں کی حدود ظاہر ہو گئیں اور انہوں نے کنویں کا

تَلَوْنِكَ (وہ لکڑی وغیرہ جس پر کنویں کی دیوار کی بنیاد رکھ کر چٹائی کرتے اور دیوار بناتے ہیں) دیکھ لی، تو کہنے لگے اے عبدالمطلب ہمارا بھی اس میں حق ہے تیرے ساتھ۔ اس لئے کہ یہ کنواں ہمارے باپ اسماعیل علیہ السلام کا ہے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ نہیں یہ آپ لوگوں کا نہیں ہے۔ میں اس کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہوں تمہارے سوا۔ انہوں نے کہا پھر ہم لوگ کسی کو ثالث اور فیصل مقرر کر لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ قریش نے کہا کہ ہمارے اور اس کے درمیان بنو سعد بن ہذیم کی کاہنہ عورت فیصلہ کرے گی اور وہ شام کی حدود پر رہتی تھی۔

چنانچہ عبدالمطلب اپنے بھائیوں کے ساتھ سوار ہوئے اور قریش کے ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی روانہ ہوا۔ راستے کی زمین جنگل اور بیابان تھی حجاز کے اور شام کے درمیان۔ جب یہ لوگ ان شہروں کے جنگلوں اور بیابانوں سے گذر رہے تھے تو عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کا پانی ختم ہو گیا یہاں تک کہ ان کو بلاکت کا خوف ہونے لگا بلکہ مرنے کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے اپنے حریف طبقے کے لوگوں سے پینے کا پانی مانگا تو انہوں نے کہا ہم آپ کو پانی نہیں دے سکتے ہمیں بھی اسی کیفیت کا ڈر ہے جو تمہارے ساتھ درپیش ہے۔ عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا ہماری رائے آپ کی رائے کے تابع ہے آپ جیسے کہیں گے ویسے کریں گے۔ عبدالمطلب نے کہا اب موت سامنے آگئی ہے مرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے لہذا ایسا کریں کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے لئے خود گڑھا کھودے اپنی بقایا قوت کے ساتھ۔ لہذا جیسے ہی ہم میں سے کوئی مر جائے اس کے ساتھی اس کو اس کے گڑھے میں ڈال کر مٹی ڈال دیں۔ یہاں تک کہ جب ایک ایک کر کے ساتھی ختم ہو جائیں تو ایک آدمی باقی رہے گا جو ضائع ہو جائے، سب کے ضائع ہونے سے ایک کا ضائع ہونا اچھا ہے۔

چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا۔ پھر عبدالمطلب نے کہا کہ اللہ کی قسم اس طرح ہمارا اپنے آپ کو موت کے ہاتھوں میں دے دینا اور دھرتی پر اپنے بقا کی کوشش نہ کرنا عجز ہے یہ بھی ٹھیک نہیں۔ ہم تلاش کریں شاید اللہ تعالیٰ ہمیں پانی پلا دے۔ پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا چلو یہاں سے کوچ کرو۔ سب نے کوچ کرنے کی تیاری کی، عبدالمطلب نے بھی کوچ کرنے کی تیاری کی۔ وہ جب اپنی اونٹنی پر بیٹھے تو اس کو جیسے ہی اٹھایا اس کے پیر کے نیچے سے بیٹھے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ انہوں نے سواری بٹھادی سب نے سواریاں بیٹھا دیں۔ انہوں نے پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور پانی بھر لیا۔ پھر انہوں نے اپنے حریفوں کو بلایا کہ تم لوگ بھی آ جاؤ اللہ نے ہمیں پانی پلایا ہے۔ وہ لوگ بھی آگئے انہوں نے بھی پانی بھرا، پیا، مویشیوں کو پلایا۔ اس کے بعد وہ لوگ کہنے لگے۔

اے عبدالمطلب اللہ کی قسم اللہ نے آپ کے بارے میں فیصلہ کر دیا ہے بے شک وہ ذات جس نے آپ کو اس جنگل میں پانی پلایا ہے وہی ہے جس نے آپ کو زم زم پلایا ہے۔ واپس چلئے بس زم زم آپ کا ہے (ہمارا آپ سے کوئی جھگڑا نہیں ہے) چنانچہ سب لوگ وہیں سے واپس آگئے تھے۔

(سیرت نگار) ابن اسحاق فرماتے ہیں جب یہ لوگ واپس لوٹے اور عبدالمطلب بھی واپس آگئے اور انہوں نے زم زم کی کھدائی کی اور کھدائی لمبی ہو گئی تو انہیں اس کے اندر سونے کی دوہرنیاں ملیں۔ یہ وہ دوہرنیاں تھیں جن کو قبیلہ جُرْهُم نے اس میں دفن کیا تھا جب وہ مکے سے نکالے گئے تھے۔ اور یہ اسماعیل علیہ السلام کا کنواں تھا جس سے اللہ نے ان کو پلایا تھا جب وہ چھوٹے تھے اور پیا سے پڑے تھے۔

(مؤرخ ابن اسحاق نے) کہا کہ عبدالمطلب کو دو سونے کی ہرنیوں کے ساتھ کئی ایک تلواریں بھی زم زم میں سے ملی تھیں۔ قریش نے کہا کہ اے عبدالمطلب! ان تمام چیزوں میں ہمارا بھی حصہ ہے اور حق ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں، لیکن تم لوگ میرے اور تمہارے درمیان انصاف کے معاملہ پر آ جاؤ۔ ہم لوگ ان پرتیروں سے فال نکالتے ہیں۔ قریش نے کہا کہ ہم کیسے کریں؟ عبدالمطلب نے کہا کہ دو تیر کعبے کے لئے مقرر کر دو

۱۔ تلواریں اور سونے کی ہرنیاں۔ ساسان ملک فرس نے کعبے کے لئے ہدیہ کی تھیں یا ساہور بادشاہ نے۔ روض الانف۔ ج ۱۔ ص ۹۷۔

۲۔ عمرو بن حارث بن مضاہ نے وہ کعبہ کی ہرنیاں اور حجر اسود زم زم کے کنویں میں دفن کر دی تھیں اس پر زمانے گزرتے رہے۔ حتیٰ کہ اس کی نشانی مٹ گئی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کو اس پر مطلع فرمایا اور زم زم کو آباد کرایا تھا حضور ﷺ کی آمد سے قبل۔

۳۔ مکے کے رہنے والے قبیلہ جربم کے لوگوں نے جب حرم میں بغاوت کی تھی، انہوں نے حرم کو حلال کر لیا اور جو حرم میں داخل ہوتا اس پر ظلم کرتے۔ اور کعبہ کے ہدایا کا مال کھا جاتے تو اللہ نے ان پر بنو بکر بن عبدمناف کو مسلط کر دیا، انہوں نے ان کے ساتھ جنگ کر کے ان کو مکے سے نکال دیا تھا۔

اور دو تمہارے لئے اور دو میرے لئے۔ جس کے لئے جس چیز کا تیر یا پیالہ یعنی قرعہ نکلے وہ چیز اسی کی ہوگی۔ قریش نے کہا کہ آپ نے انصاف کی بات کی ہے ہم اس پر راضی ہیں۔ لہذا انہوں نے دو پیلے پیالے کعبے کے لئے دو کالے عبدالمطلب کے لئے اور دو سفید قریش کے لئے مقرر کئے تھے۔ اس کے بعد وہ نکالنے والے کو دیئے گئے اور عبدالمطلب اللہ سے دعا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

### عبدالمطلب کی اللہ سے دعا

لَا هُمْ أَنْتَ الْمَلِكُ الْمَحْمُودُ رَبِّي أَنْتَ الْمَبْدِيُّ الْمُعِيدُ  
وَمَمْسِكُ الرَّاسِيَةِ الْجَلْمُودُ مِنْ عِنْدِكَ الطَّارِفُ وَالتَّلِيدُ  
إِنْ شِئْتَ الْهَمْتُ لِمَا تَرِيدُ لِمَوْضِعِ الْحَلِيَّةِ وَ الْحَدِيدِ  
فَبَيْنَ الْيَوْمِ لِمَا تَرِيدُ إني نذرت عاهد العهود  
اجعله رب لي ولا اعود

اے اللہ تو ہی حقیقی بادشاہ محمود ہے، تو ہی میرا رب ہے۔ تو ہی ابتدا کرنے والا تو ہی انتہا کرنے والا ہے۔ تو ہی مضبوط پہاڑوں اور بڑی بڑی چٹانوں کو تھامنے والا ہے۔ تیری طرف سے ہی ہے برائی اور ہر پرانی چیز۔ اگر تو چاہے تو الہام کر دے اس چیز کو جس کا تو ارادہ کرتا ہے کہ زیور کہاں کیا جائے اور لوہا کہاں۔ آج کے دن بیان کر دے، واضح کر دے اس کو جو تو ارادہ کرتا ہے۔ میں نے نذر مانی ہے اسی طرح جیسے کوئی عہدوں کو پکا کرتا ہے۔ اے میرے رب ان کو میرے لئے کر دے اور میں اعادہ نہیں کروں گا۔

قرعہ ڈالنے والے نے ڈالا۔ لہذا پہلے قدام جو ہر نبیوں کے لئے مقرر تھے وہ کعبے کے لئے نکلے۔ لہذا عبدالمطلب نے ان کو تو کعبے کے دروازے پر سجایا۔ یہ پہلا زیور تھا سونے کا جو کعبے پر آراستہ کیا گیا اور دو کالے قرعے تلواروں زرہوں کے لئے تھے وہ عبدالمطلب کے لئے نکلے وہ انہوں نے رکھ لیں۔ اور قریش اور ان کے ماسوا دیگر عرب جاہلیت میں دعا کرنے میں انتہائی کوشش کرتے تو کلام کو مُسَبَّح کرتے اور کلام کو مرکب کرتے۔ اور ان کے خیال میں یہ بات تھی کہ جب ایسے کلام کے ساتھ کوئی دعا مانگنے والا دعا مانگتا ہے تو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ دعا رد ہوتی ہے۔ (البدلیۃ والنہیۃ : ۲۳۶/۲)

ابن اسحاق نے کہا کہ جب عبدالمطلب نے زم زم کو کھودا اور اللہ نے اس کو اس کی جگہ بتائی تھی اور اللہ نے ہی اس کو اس کام کے لئے مختص کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شرف اضافی عطا کیا اور اپنی قوم میں ان کو بڑائی بخشی۔ اور جب زم زم ظاہر ہو گیا اور عبدالمطلب کا ستقیا جاری ہوا تو لوگ برکت کی تلاش میں اسی کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کی فضیلت کی پہچان ہو جانے کی وجہ سے۔ اس لئے کہ وہ بیت اللہ کے ساتھ ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اللہ کا ستقیا ہے جس کے ساتھ اس نے اسماعیل علیہ السلام کو بھی پلایا تھا۔

### باب ۶

### عبدالمطلب کا نذر ماننا

”کہ ایک بیٹے کو اللہ کے نام پر ذبح کریں گے“

ہمیں خبر دی محمد بن عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق بن یسار سے۔

(سیرۃ ابن ہشام : ۱۶۴/۱۔ راجع طبقات ابن سعد ۸۸/۱ البدلیۃ والنہیۃ ۲/۲۳۸)۔



وہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب بن ہاشم نے (اس کے مطابق جو تاریخ میں ذکر کرتے ہیں) منت مانی تھی جب ان کو زم زم کی کھدائی کرتے وقت قریش کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ اگر ان کے پورے دس بیٹے ہو گئے پھر وہ اس کے سامنے جو ان ہو گئے یہاں تک کہ ان کی طرف سے دفاع کے قابل ہو گئے تو میں ان میں سے ایک بیٹے کو ضرور اللہ کے لئے ذبح کر دیں گے کعبے کے پاس۔ جب ان کے دس بیٹے ہو گئے۔

(۱) حارث (۲) زبیر (۳) حبل (۴) ضرار (۵) مقوم  
(۶) ابولہب (۷) عباس (۸) حمزہ (۹) ابوطالب (۱۰) عبداللہ

اور عبدالمطلب نے سمجھ لیا کہ وہ اس کا دفاع کر سکیں گے انہوں نے سب بیٹوں کو جمع کیا اور ان کو اپنی نذر کی خبر دی جو اس نے نذر مانی تھی ان کو اللہ کے لئے اس نذر کو پورا کرنے کی دعوت دی۔ بیٹوں نے اس بات میں باپ کی اطاعت کی اور انہوں نے کہا کہ ہم کیسے کریں؟ عبدالمطلب نے کہا تم میں سے ہر شخص قرعہ اندازی کا تیر یا پیا لہ اپنے ہاتھ میں لے کر اس پر اپنا نام خود لکھے اور میرے پاس آئے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد وہ لکھ کر ان کے پاس لے آئے۔ (محمد بن اسحاق نے اس بات کو باوجود اپنے طویل ہونے کے پورا ذکر کیا ہے اپنے سب سے بڑے بت حبل میں داخل کرنے تک)۔

### حضور ﷺ کے والد کے ذبح کے لئے قرعہ نکلا والد ذبح کرنے لگے تو لوگوں نے نہ کرنے دیا

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عبد اللہ بن عبدالمطلب رسول اللہ ﷺ کے والد اپنے باپ کے چھوٹے بیٹے تھے اور عبد اللہ اور زبیر اور ابوطالب تینوں فاطمہ بن عمرو بن عائد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم کے بیٹے تھے۔ اور اہل سیر کے خیال کے مطابق عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے زیادہ پیارے تھے۔ جب قرعہ اندازی کے تیر یا پیا لے کھینچنے والا کھینچنے لگا تو ان کو پھینکنے کے لئے عبدالمطلب ہبل کے پاس جا کھڑے ہوئے اور دعا کر رہے تھے کہ عبد اللہ کا قرعہ نہ نکلے ذبح ہونے کے لئے، مگر قرعہ عبد اللہ کا ہی نکل آیا۔ چنانچہ عبدالمطلب نے ایک ہاتھ میں عبد اللہ کو لیا دوسرے میں چھری لی اور سیدھے اساف و نائلہ کے بت کے پاس لے گئے ذبح کرنے کے خیال سے، جہاں قریش اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔ چنانچہ قریش اپنی محفلوں سے اٹھ کر ان کے پاس آگئے کہ کیا کر رہے ہو عبدالمطلب؟ انہوں نے کہا میں اس کو ذبح کر رہا ہوں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ راویوں نے ذکر کیا ہے کہ عباس بن عبدالمطلب نے عبد اللہ کو اپنے والد کے پیروں کے نیچے سے گھسیٹ لیا تھا جس کی وجہ سے گر کر عبد اللہ کے چہرے پر خراش آگئی تھی جس کے نشان مرنے تک عبد اللہ کے چہرے پر نمایاں رہے۔ قریش نے اور خود عبدالمطلب کے بیٹوں نے کہا اللہ کی قسم آپ اس کو ذبح نہیں کر سکتے اس طرح کہ ہم بھی زندہ ہوں، یہاں تک کہ ہم اس کے دفاع سے معذور ہو جائیں۔ اور آپ نے اگر یہ کام کر لیا تو پھر ہمیشہ یہی ہوتا رہے گا ہم لوگوں میں، اس طرح کوئی بھی اپنے بیٹے کو پکڑے اور اس کو ذبح کر دے گا۔ اس صورت میں پھر لوگوں کی بقاء کی کیا صورت باقی رہ جائے گی۔

مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم نے کہا اللہ کی قسم آپ اس کو ذبح نہیں کر سکیں گے حتیٰ کہ ہم معذور ہو جائیں۔ اس بارے میں (یہ عبد اللہ بن عبدالمطلب ان لوگوں کی بہن کے بیٹے تھے) ہاں اگر کوئی اس کا فدیہ ہو سکتا ہے تو ہم لوگ اپنے مالوں کے ساتھ اس کا فدیہ دے دیں گے۔ اور ابن اسحاق نے اس بارے میں ان کے اشعار بھی ذکر کئے ہیں۔

ایک عرفہ نے مالی فدیے کا فیصلہ دیا ..... چنانچہ عبدالمطلب کے بیٹوں نے اور سب قریش نے ان سے کہا کہ آپ ذبح نہ کریں بلکہ اب حجاز جائیں وہاں ایک عرفہ ہے کاہنہ، اس کو ساج کہتے ہیں۔ کوئی جن اس کے تابع ہے آپ جا کر اس سے پوچھیں اس کے بعد آپ کو اپنے معاملے کا اختیار ہے جیسے چاہیں کر لیں۔ عبدالمطلب نے بات مان لی۔ چنانچہ اس کاہنہ عورت کے پاس گئے تو اس نے کہا جب کہ وہ خیبر میں تھی آج تم لوگ واپس چلے جاؤ تا کہ میرا تابع میرے پاس آجائے میں اس سے پوچھ لوں۔ عبدالمطلب دعا کرتے ہوئے وہاں سے نکل آئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ پھر صبح کو اس کے پاس گئے اس نے بتایا کہ میرا تابع میرے پاس خبر لے کر آ گیا ہے۔ یہ بتاؤ کہ میں آپ لوگوں میں ایک انسان کی خون کی دیت کتنی ہے؟ ان لوگوں نے بتایا کہ دس اونٹ (دیت کا مطلب ہے خون بہا ادا کرنا)۔ اس کا ہنہ عورت نے بتایا کہ آپ لوگ واپس اپنے شہر چلے جاؤ اور جا کر اپنے جوان کو اور دس اونٹ ساتھ کھڑے کر کے قرعہ ڈالو۔ اگر قرعہ نہ نکل آئے تمہارے جوان کا تو پھر دس اونٹ کا اضافہ کر دو۔ پھر قرعہ ڈالو اگر پھر بھی اسی کا قرعہ نکلے تو دس اونٹ مزید اضافہ کر دو۔ اسی طرح اضافہ کرتے جاؤ یہاں تک کہ تمہارا رب راضی ہو جائے۔ جب قرعہ اونٹوں کا نکل آئے سمجھ لو کہ تمہارا رب اس قدر اونٹوں کا فدیہ قبول کرنے پر راضی ہے۔ بس پھر اتنے اونٹ ذبح کر دو، اس طرح تمہارا جوان بچ جائے گا۔ چنانچہ وہ وہاں سے نکل آئے اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔

ابن اسحاق نے اس بات کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ عبدالمطلب کا مجمع کلام کرنا اور اللہ سے دعائیں کرنا اور بار بار تیر کا عبد اللہ پر نکلنا، پھر دس اونٹوں کا اضافہ کرنا جب بھی عبد اللہ پر قرعہ نکلے۔ یہاں تک کہ دس دس کا اضافہ کرتے کرتے اونٹوں کی تعداد ایک سو تک پہنچ گئی، کہ سو اونٹوں کا قرعہ نکل آیا۔ عبدالمطلب اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی جب اونٹوں کا قرعہ نکلا تو تمام قریش نے اور حاضرین نے کہا، بس بس تمہارے رب کی رضا پوری ہو گئی ہے اور تیرا بیٹا تیرے لئے بچ گیا ہے۔

عبدالمطلب نے کہا، نہیں اللہ کی قسم میں تا حال مطمئن نہیں ہوں۔ میں مزید تین بار قرعہ ڈالواؤں گا۔ چنانچہ تین بار مزید قرعہ ڈالا گیا اور ہر بار قرعہ اونٹوں کا ہی نکلا۔ اور اس طرح سو اونٹ ذبح کر دیئے گئے۔ اور ذبح کر کے چھوڑ دیئے گئے، کوئی ایک بھی درپے نہ ہوا (یعنی کسی نے ان کو استعمال نہ کیا)۔

باب ۷

## رسول اللہ ﷺ کے والد عبد اللہ بن عبدالمطلب کی آمنہ بنت وہب سے شادی

### اور رسول اللہ ﷺ بحالت حمل اور وضع حمل

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے۔ محمد بن اسحاق سے وہ کہتے ہیں کہ:

”اس کے بعد عبدالمطلب عبد اللہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے واپس لوٹے (مورخین کے خیال کے مطابق)۔ ان کا گزر قبیلہ بنو اسد بن عبد العزیٰ بن قضیٰ کی ایک عورت کے پاس ہوا، وہ کعبہ کے پاس تھی۔ اس عورت نے جب عبد اللہ پر نظر ڈالی تو پوچھنے لگی کہ آپ کہاں جا رہے ہیں اے عبد اللہ؟ انہوں نے بتایا کہ اپنے والد کے ساتھ جا رہا ہوں۔ اس عورت نے کہا، آپ کے لئے میرے پاس ایک سو اونٹ ہیں ان کی مثل جو آپ کی طرف سے ذبح کر دیئے گئے تھے (یعنی میں آپ کو سو اونٹ دیتی ہوں)۔ آپ میرے ساتھ رشتہ اور شادی کرنے کا ابھی وعدہ کر لیں۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت میرے والد میرے ساتھ ہیں، میں ان سے الگ بھی نہیں ہو سکتا اور ان سے دُور بھی نہیں ہو سکتا، اور میں ان کو کسی چیز میں ناراض بھی نہیں کر سکتا۔“

چنانچہ عبدالمطلب ان کو لے کر چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان کو وہب بن مناف بن زہرہ کے پاس لے آئے۔ اور وہب اس وقت نسب کے اعتبار سے اور شرف و عزت کے اعتبار سے بنو زہرہ کے سردار تھے۔ عبدالمطلب نے عبد اللہ کے ساتھ بی بی آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ سے شادی کرادی۔ اس وقت سیدہ آمنہ قریش کے اندر نسب کے لحاظ سے اور مرتبہ کے لحاظ سے افضل عورت تھیں۔

## حضور ﷺ کی نانی، پر نانی، تر نانی، صاحبات

- (۱) آمنہ بڑہ کی بیٹی تھی اور وہ بڑہ عبدالعزیز بن عثمان بن عبدالدار بن قصی کی بیٹی تھی۔  
 (۲) اور بڑہ کی ماں اُم حبیب بنت اسد بن عبدالعزیز بن قصی تھی۔ جبکہ اُم حبیب بنت اسد کی ماں تھی۔  
 (۳) بڑہ بنت عوف بن عبید یعنی ابن عوتج بن عدی بن کعب بن لؤی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ حضور والا نے سیدہ آمنہ سے عقد کرنے کے بعد صحبت کی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاملہ ہو گئی۔ اس کے بعد ایک دن وہ اس عورت کے پاس آئے جس نے پہلے ان سے تعلق قائم کرنے کی یا شادی کرنے پر اصرار کیا تھا۔ وہ ورقہ بن نوفل میں اسد بن عبدالعزیز کی بہن تھی۔ وہ ایک مجلس میں بیٹھی تھی، یہ بھی بیٹھے رہے اور انہوں نے اس عورت سے پوچھا کہ کیا بات ہے آج آپ میرے ساتھ بات کرنے میں دلچسپی نہیں لے رہی اس دن کی طرح۔

اس عورت نے بتایا کہ آپ کے اندر ایک نور تھا، ایک روشنی تھی، وہ آپ سے چلی گئی ہے وہ جدا ہو گئی ہے۔ اب مجھے آپ کی حاجت نہیں ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے اپنے بھائی ورقہ بن نوفل سے اس بارے میں کچھ سُن رکھا تھا۔ وہ نصرانی بن گیا تھا اور توراہ کی اتباع کرتا تھا۔ اس نے سُن رکھا تھا۔ اس وقت میں بنو اسماعیل میں ایک نبی آنے والا ہے۔ اس عورت کا نام اُم قتال بن نوفل بن اسد تھا۔ اس نے آپ کے بارے میں شعر کہے تھے۔

الآن وقد ضيعت ما كنت قادرا  
 عليه وفارقك الذي كان جاءكا  
 غدت علي حافلا قد بذلته  
 هناك لغيري فالحقن بشانكا  
 ولا تحسنى اليوم خلوا وليتنى  
 اصبت جنينا منك يا عبد داركا  
 ولكن ذاكم صار في ال زهرة  
 به يدعم الله البرية ناسكا

اس وقت تو آپ اس چیز کو ضائع کر چکے ہیں جس پر آپ کو قدرت تھی۔ اور آپ سے وہ نعمت جدا ہو گئی ہے جو تیرے پاس آئی تھی۔ صبح کو جب آپ میرے پاس آئے تھے تو آپ بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے اس چیز کو میرے سوا کہیں اور خرچ کر دیا ہے۔ لہذا آپ اپنی حالت پر رہو۔ مجھ سے توقع نہ کرنا کہ اب میں آپ کے اندر دلچسپی لوں گی۔ افسوس کہ میں تم سے اے عبداللہ اس بچے کو پالیتی جس کو آپ پانے والے ہیں۔ مگر وہ آل بنو زہرہ میں چلا گیا۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ مخلوق کو سہارا دیں گے وہ عبادت گزار ہوگا۔

اور اس نے یہ بھی کہا تھا :

عليك بال زهره حيث كانوا  
 وامنه التي حملت غلاما  
 تری المهدى حين تری عليه  
 ونورا قد تقدمه اماما

آپ آل زہرہ کے ساتھ رہیں وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ اور آمنہ کے ساتھ رہیں جو ایک لڑکا حمل میں لئے ہوئے ہے۔ جو ہدایت یافتہ نظر آئے گا، جب اس پر نظر ڈالی جائے گی۔ اور وہ نور ہوگا جو ہمارے سامنے آئے گا۔

اور اس عورت نے مزید چند شعر کہے تھے۔ ان میں یوں کہہ رہی تھی۔

مترجم کہتا ہے کہ اس روایت کے یہ الفاظ وَقَعَ عَلَيَّ الْآنَ کے ظاہری مفہوم سے میری رُوح کا نپ گئی۔ لہذا میں نے بُرائی کی دعوت کے مفہوم کے بجائے ترجمہ میں تاویل کی ہے، یعنی شادی یا نکاح کا تقاضا کرنا۔ جس کے لئے میں اپنے رب کے آگے اور اہل علم کے آگے معذرت خواہ ہوں۔ اس کا تفصیل روایت کے آخر میں حاشیہ پر ملاحظہ کریں۔

اس نے کئی مزید شعر ذکر کئے۔ ان میں اس نے کہا :

فکل الخلق يرجوه جميعا  
يسود الناس مهتديا اماما  
براه الله من نور صفاء  
فاذهب نوره عنا الظلاما  
وذلك صنع ربك اذ جباه  
اذما سار يوما او اقاما  
فيهدي اهل مكة بعد كفر  
ويفرض بعد ذلك الصياما

سارے لوگ مل کر اسی کی آرزو کر رہے ہیں۔ وہ سب لوگوں کی سرداری کریں گے۔ مصلح اور پیشوا کی حیثیت سے اللہ نے ان کو خالص نور سے پیدا کیا ہے۔ اس کے نور سے ہمارے اندھیروں کو ڈور کر دیا ہے۔ یہ تیرے رب کی خاص کارگیری ہے کہ ان کو لے آئے ہیں۔ جب کسی دن چلیں یا قیام کریں۔ وہ اہل مکہ کو کفر کے بعد ہدایت دیں گے اور وہ ہم لوگوں پر روزے فرض کریں گے۔

(احمد کہتے ہیں) کہ میں کہتا ہوں یہ ایسی چیز ہے جس کو میں نے اس عورت کے بھائی سے سنا تھا رسول اللہ ﷺ کی صفت کے بارے میں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عورت بھی خود عبد اللہ کی بیوی ہو آمنہ بنت وہب کے ساتھ ساتھ۔<sup>۱</sup>

(۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس احمد عبد الجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق نے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد اسحاق بن یسار نے، انہوں نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی گئی تھی کہ عبد اللہ بن عبد المطلب کی ایک اور عورت بھی بیوی تھی آمنہ بنت وہب بن عبد مناف کے ساتھ۔

چنانچہ وہ اپنی اس بیوی کے پاس گئے، مگر اس وقت عبد اللہ کے جسم پر کچھز وغیرہ لگی ہوئی تھی۔ کیونکہ انہوں نے مٹی میں کام وغیرہ کیا تھا۔ انہوں نے اسی حالت میں اس عورت کو صحبت کرنے کے لئے بلایا مگر اس عورت نے منع کر دیا یا دیر کر دی۔ کیونکہ وہ ان کے اوپر کچھز وغیرہ دیکھ رہی تھی۔ لہذا وہ اندر گئے اور کچھز وغیرہ دھو ڈالی۔ اس کے بعد وہ قصد آمنہ کے پاس چلے گئے۔ اس کے بعد آپ کو اس بیوی نے بھی اپنے پاس بلا لیا، جس کے پاس جانا چاہتے تھے مگر اس نے منع کر دیا تھا۔ لہذا وہ آمنہ کے پاس چلے گئے اور ان کے ساتھ حق زوجیت ادا کیا اور اس کے بعد انہوں نے اس بیوی کو اپنی طرف بلایا مگر اب اس نے کہا کہ مجھے اس وقت آپ کی حاجت نہیں ہے۔ آپ پہلے میرے پاس آئے تھے تو آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک چمک تھی، میں یہ امید کر رہی تھی کہ وہ روشنی آپ سے میں حاصل کر لوں۔ مگر آپ آمنہ کے پاس چلے گئے۔ لہذا انہوں نے وہ روشنی آپ سے لے لی ہے۔

۱ ڈاکٹر عبد المعطی اس واقعہ پر تحقیق لکھتے ہیں :

(۱) یہ روایت غریب ہے، موضوع ہے، اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ اور کوئی بات اس کی تائید میں نہیں ملتی۔ بلکہ صحیح احادیث کے خلاف ہے جن کو کتب سیرت نے دست بدست نقل کیا ہے۔ بلکہ ان میں سے ہے جس کو اعداء اسلام یہود نے اور سبائیوں اور بعض بازوں اور منافقین نے لکھ کر اہل اسلام کے خلاف دسیسہ کاری کی ہے۔

(۲) اس خبر کی کوئی سند نہیں، نہ اصل نہ فروع میں۔ ہاں طبری نے اس کو فیما یزعمون کہہ کر نقل کیا ہے۔ نیز یہ حکایت جس میں اس عورت نے عبد اللہ پر اپنے آپ کو پیش کرنے کی کوشش کی تھی اور ان کو بدکاری کی دعوت دی تھی، یہ حدیث صحیح کے خلاف ہے۔ جس میں حضور ﷺ کے نسب کی طہارت اور انبیاء کرام علیہم السلام کی نسب کی شرافت و عظمت کی بات بیان ہوتی ہے جو کہ انبیاء علیہم السلام کی نبوت کی دلیل ہے۔ جن کی وضاحت ہم باب ذکر شرف اصل رسول اللہ و نسب رسول اللہ میں بیان کریں گے۔ جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بنو اسماعیل میں سے چن لیا تھا۔ بنو کنانہ کو پھر کنانہ میں سے چن لیا قریش کو پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو اور پھر مجھے (محمد ﷺ) کو چن لیا ہے بنو ہاشم سے۔

(۳) حضور ﷺ کے انتخاب والی مذکورہ روایت ترمذی اور مسند احمد میں ہے۔ نیز اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے عہد کی غلاظتوں سے اور گندگیوں سے جس طرح حضور ﷺ کو پاک بتایا ہے اس طرح ان کے والد عبد اللہ کو بھی (اور دادا پردادا کو بھی) جاہلیت کی گندگیوں سے پاک بتایا تھا) تحقیق اصل کے مطابق تھی عبد المطلب سے۔ اگر زمانہ ان کو مہلت دیتا تو عبد اللہ شرف و مرتبے کے ان منصوبوں پر فائز ہو جاتے جن پر عبد المطلب تھے۔

(بقایا اگلے صفحہ پر)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عبد اللہ کی وہ بیوی کہتی تھی کہ عبد اللہ میرے پاس سے گزرے تھے تو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور تھا، جیسے روشنی و چمک ہوتی ہے۔ اور میں نے ان کو اپنی طرف اس امید پر بلایا تھا کہ شاید وہ نور میرے لئے ہو مگر وہ آمنہ کے پاس چلے گئے اور ان سے صحبت کر لی۔ لہذا وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاملہ ہو گئی۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو الحسن محمد بن حسین بن داؤد علوی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو الاحرز محمد بن عمر بن جمیل از دی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن یونس قرشی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن محمد زہری نے۔

یہودی عالم کی گواہی ..... (ح) اور ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ حافظ نے بطور املاء کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو جعفر محمد بن محمد بن عبد اللہ بغدادی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہاشم بن مرشد طبرانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن محمد زہری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد العزیز بن عمران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو ابن عون نے، ان کو مسور بن مخرمہ نے، ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سے، وہ کہتے ہیں کہ عبد المطلب نے کہا کہ میں سردی کے موسم میں سفر کر کے یمن پہنچا اور میں ایک یہودی عالم کے پاس اُترا۔ چنانچہ کتاب زبور کے ماننے والے ایک آدمی نے مجھ سے کہا، اے عبد المطلب کیا اب مجھے اس بات کی اجازت دیں گے کہ میں آپ کے جسم کو دیکھوں۔ میں نے کہا کہ آپ دیکھ لیجئے سوائے شرم گاہ کے حصہ کے۔

کہتے ہیں کہ اس نے میری ناک کے ایک نتھنے کو کھول کر دیکھا، پھر دوسرے کو دیکھا۔ پھر اس نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اس کے ایک میں بادشاہت ہے اور دوسرے میں نبوت ہے اور میں یہ چیزیں نتھنوں میں دیکھ رہا ہوں۔ تو یہ کیسے ہوگا؟ میں نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا۔ پھر اس نے پوچھا کہ تیری شامت ہے (تا بعد از، فرمانبردار) یعنی بیوی ہے؟ میں نے اس سے پوچھا کہ شامت سے کیا مراد ہے، اس نے بتایا کہ زوجہ۔ میں نے جواب دیا کہ آج کل تو نہیں ہے۔ اس نے کہا جس وقت آپ واپس وہاں جائیں تو ہنوز ہرہ میں شادی کر لینا۔ چنانچہ عبد المطلب مکہ واپس لوٹ گئے اور انہوں نے ہالہ بنت وہب بن عبد مناف سے شادی کر لی اور اس سے دو بچے پیدا ہوئے، حمزہ اور صفیہ۔ اور عبد اللہ بن عبد المطلب نے شادی کی آمنہ بنت وہب سے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو جنم دیا اور جب عبد اللہ بن عبد المطلب نے آمنہ بنت وہب سے شادی کی تو قریش نے کہا، کہ عبد اللہ اپنے والد پر گئے ہیں (یعنی جو مطلب کرتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں۔ اور تحقیق کہا گیا کہ یہ عورت قبیلہ بنو نضیم سے تھی۔

(۴) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبد الباقی بن قانع نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد الوارث بن ابراہیم عسکری نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مسدود نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مسلمہ بن علقمہ نے، ان کو داؤد بن ابو ہند نے نکر مہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، وہ کہتے ہیں قبیلہ بنو نضیم کی ایک عورت حج کے موسم میں اپنے نفس کو پیش کرتی تھی

جس آدمی کا یہ مقام ہو کیا ہم اس کے بارے میں ایسی من گھڑت روایت سے اس کے بارے میں مطمئن ہو سکتے ہیں، خاص کر جبکہ اس میں یہ بات بھی ہے کہ جب انہوں نے اپنی بیوی آمنہ کے ساتھ صحبت کر لی تو اس کے بعد وہ اس عورت کے پاس آئے، جس نے اپنے آپ کو ان کے اوپر پیش کیا تھا اور آ کر اس سے یہ کہا کہ مملکت لا تعرضین علی الیوم ما کنت عرضت علی بالامس کیا ہوا آپ کو کہ آپ مجھے اس بات کی آج پیش کش نہیں کر رہے ہیں جس بات کی پیش کش کل کی تھی۔

(۴) علاوہ ازیں اس روایت کی حالت یہ ہے کہ اس کی روایت کرنے والے نے خط کھائے ہیں۔ ان میں بہت سے جھول ہیں۔ کبھی تو راوی یہ کہتے ہیں کہ وہ قبیلہ بن نضیم کی عورت تھی، کبھی کہتے ہیں کہ وہ ام قتال ورقہ بن نوفل کی بہن ہے۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ وہ لیلیٰ عدویہ تھی۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ وہ اہل تبالہ کی کاہن عورت تھی۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ عبد اللہ آمنہ کے علاوہ کسی اور عورت سے شادی کرنے والے تھے۔ یہ انداز دلالت کرتا ہے کہ یہ سارا جھوٹ ہے۔ نیز یہ کہ راویوں نے ورقہ بن نوفل کی بہن کا نام کیوں لیا یا اس عورت کا جو کتب پڑھ چکی تھی۔

(۵) نیز ہم جب ان اشعار پر غور کرتے ہیں جو اس روایت میں وارد ہوئے ہیں۔ اس عورت کی زبان سے تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اشعار رکیک اور ناقص ہیں۔ جن کے قافیے مجوز طرب ہیں۔ کلمات فخور ہیں۔ تلفیق کے ساتھ غیر واضح دلالت ہیں۔ ان تمام خرابیوں کے باوصف یہ نئی اور خبر و اہی ساقط ہے۔ اور خود ابن اسحاق اور طبری کا یہ قول بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ جن سے نقل کرتے ہیں ان کے بارے میں یوں کہتے ہیں، فیما یزعمون۔ ان لوگوں کے گمان اور خیال میں (یہ بات ہے)۔ حالانکہ یہ سب کچھ کہنا باطل ہے۔

اور وہ انتہائی خوبصورت تھی۔ اس کے ساتھ ایک بچھونا تھا۔ گویا وہ اسے فروخت کرنے چلی ہے۔ وہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے پاس آئی (میرا یہ گمان ہے کہ وہ اس عورت کو اچھے لگے ہوں گے)۔ وہ کہنے لگی کہ اللہ کی قسم میں اس بچھونے کی وجہ سے نہیں گھوم رہی ہوں اور نہ ہی مجھے اس کی رقم کی ضرورت ہے، بلکہ میں تو کچھ علامات دیکھ کر آدمی پہچانتی ہوں کہ کیا کسی کو اپنا ہمسر اور اپنے لائق سمجھتی ہوں۔ اگر تمہیں میرے ساتھ دلچسپی ہو تو اٹھئے میں تیار ہوں۔ مگر جناب عبداللہ نے اس عورت سے کہا کہ آپ یہاں ٹھہرائے میں جا کر واپس آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے سامان کے پاس یا اپنی منزل پر چلے گئے۔ اور انہوں نے پہلا کام یہی کیا کہ اہلیہ سے صحبت کی جس سے وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حاملہ ہو گئیں۔ اس کے بعد وہ لوٹ کر اس عورت کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے کہ آپ کو میں نے دیکھا کہ آپ اس جگہ پر نہیں ہیں (یعنی آپ مجھ میں وہ دلچسپی نہیں لے رہے ہیں)۔ اس عورت نے پوچھا کہ آپ کون تھے؟ عبداللہ نے کہا وہی تو ہوں جو میں آپ کو واپس آنے کا وعدہ دے کر گیا تھا۔ اس عورت نے کہا کہ نہیں آپ وہ تو نہیں ہیں اور اگر آپ وہی ہیں تو میں نے اس وقت دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور تھا جو مجھے اب نظر نہیں آ رہا۔

(۵) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو محمد عبداللہ بن جعفر فارسی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو غسان ابن یحییٰ کنانی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے، ان کو ابن اسحاق نے وہ کہتے ہیں کہ ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے تھے اور وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ مکے میں ایک یہودی عالم تاجر رہتا تھا۔ جس رات حضور ﷺ کی ولادت ہوئی اس نے قریش کی ایک مجلس میں کہا۔ اے قریش کیا تمہارے یہاں آج رات کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ قریش نے کہا، اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے۔ یہودی نے کہا اللہ اکبر، بہر حال جب تمہیں معلوم نہیں ہے تو کوئی بات نہیں ہے۔

دیکھو میں جو بات کہوں اس کو یاد رکھو۔ تم لوگوں کے اندر آج رات وہ بچہ پیدا ہو گیا ہے جو اس امت کا نبی ہوگا۔ اور یہ آخری امت ہوگی۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک خاص علامت ہے۔ اس میں لمبے بال ہیں جیسے گھوڑے کی ابال کے بال ہوتے ہیں۔ وہ دو راتیں دودھ نہیں پئے گا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ جنوں میں سے ایک عنقریب نے اس کے منہ میں اپنی آنکھیں داخل کر دی تھی اور اس نے اس کو دودھ پینے سے روک دیا ہے۔ یہ سن کر قریش اپنی مجلس سے حیران ہو کر اٹھے۔ جو اس یہودی کی بات پر حیران پریشان تھے۔

جب وہ اپنی منزل پر پہنچے اور انہوں نے اپنے گھر والوں کو یہ خبر بتائی تو انہوں نے بتایا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کی ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام انہوں نے محمد رکھا ہے۔ پھر لوگ جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے پوچھا کہ تم نے فلاں یہودی کی بات سنی ہے۔ جس نے تمہیں اس لڑکے کی پیدائش کی خبر دی ہے؟ لہذا یہ لوگ اس یہودی کے پاس گئے اور اس کو جا کر انہوں نے بتایا کہ واقعہ یہ ہے کہ عبداللہ کے گھر میں رات کو بیٹا پیدا ہوا ہے، انہوں نے اس کا نام محمد رکھا ہے۔ اس یہودی نے کہا کہ تمہارے ساتھ چلتا ہوں مجھے وہ بچہ دکھاؤ۔ وہ اس کو لے کر بی بی آمنہ کے پاس پہنچے اور اس کو جا کر کہا اپنا بیٹا لے کر آئیے۔ وہ لے آئیں۔ انہوں نے بچے کی پیٹھ سے کپڑا اٹھایا جو نبی اس یہودی نے اس بچے کے کندھوں کے مابین اس تل کو اور اس چاند نما دھبے کو دیکھا تو وہ گر کر بے ہوش ہو گیا۔

جب وہ ہوش میں آیا تو قریشیوں نے پوچھا اے تیری ہلاکت ہو کیا ہوا تجھے؟ کہنے لگا اللہ کی قسم آج سے نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی، اور رخصت ہو گئی ہے۔ اے قریش کی جماعت کیا تم مجھ پر ترس کھاؤ گے؟ اور رحم کرو گے؟ آگاہ ہو جاؤ۔ البتہ تمہیں ایک غلبہ ہونے والا ہے جس کی خبر مشرق سے مغرب تک چلی جائے گی۔ اس محفل میں جس میں اس نے قریش سے یہ باتیں کی تھیں یہ لوگ موجود تھے۔ ہشام اور ولید، مغیرہ کے بیٹے اور مسافر بن ابو عمرو اور عبیدہ بن حارث۔ اور عقبہ بن ربیعہ جو کہ نوجوان تھے۔ ان کے ساتھ بنو عبدمناف کی ایک جماعت تھی۔ اور چند دیگر لوگ تھے قریش میں سے (خریجہ الحاکم فی المسند رک : ۶۰۱/۲)۔ اور اس طرح اس کو روایت کیا ہے محمد بن یحییٰ ذہلی نے، ابو غسان محمد بن یحییٰ بن عبدالحمید کنانی سے۔

(۶) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الجبار نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی

صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف نے، اور ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یوسف بن حماد المعنی بصری نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبدالاعلیٰ نے (ح)۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یعقوب نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عمار نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی سلمہ نے (سب کے سب نے) محمد بن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی جن کو میں چاہتا نہیں ہوں اپنی قوم کے مردوں میں سے جن کو میں جھوٹ کی تہمت نہیں لگا سکتا۔ وہ روایت کرتے ہیں حسان بن ثابت سے کہ انہوں نے کہا کہ میں ایک صحت مند سات آٹھ سال کا لڑکا تھا میں باتوں کو سمجھتا تھا جو کچھ میں دیکھتا تھا یا سنتا تھا۔

ایک دن صبح ہی صبح ایک یہودی چیخ چیخ کر شور کر رہا تھا، اے یہود میرے پاس جمع ہو جاؤ۔ انہوں نے جمع ہو کر کہا تجھے کیا مصیبت ہے؟ اس نے کہا کہ احمد کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس کے طلوع کے ساتھ وہ پیدا ہوگا آج رات طلوع ہو گیا۔

اور یونس بن بکیر کی ایک روایت میں یوں ہے۔ وہ جو اس میں مبعوث ہوگا مگر یہ غلط ہے۔ قطان نے اپنی روایت میں اضافہ کیا ہے کہ محمد بن اسحاق نے کہا کہ میں نے سعید بن عبدالرحمن بن حسان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد پر تمہاری عمر کتنی سال تھی؟ اس نے بتایا کہ میں چھ سال کا تھا۔ اور محمد نے کہا کہ حضور ﷺ مدینے میں آئے تو تیرہ سال کے تھے۔ حسان نے سنا جو اس نے سنا تو وہ سات سال کے تھے۔

(۷) ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی محمد بن اسماعیل نے وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو بشر مبشر بن حسن نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن محمد زہری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالعزیز بن عمران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن عثمان بن ابوسلیمان بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے، اس نے ابوسید ثقفی سے، اس نے عثمان بن ابوالعاص سے، وہ کہتے ہیں مجھے میری ماں نے حدیث بیان کی وہ حضور کی ولادت کے موقع پر بی بی آمنہ بنت وہب کے پاس موجود تھی۔ جس رات کو انہوں نے حضور کو جنم دیا تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں جس چیز کو گھر میں دیکھتی تھی ہر چیز نور ہی نور تھی۔ اور میں نے ستاروں پر نظر ماری تو لگتا تھا کہ وہ قریب آگئے ہیں حتیٰ کی میں یہ سوچتی تھی کہ وہ مجھ پر گر جائیں گے۔

(۸) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے، ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ آمنہ بنت وہب رسول اللہ ﷺ کی ماں بیان کرتی تھیں کہ ان کے پاس کوئی آنے والا آیا جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاملہ تھیں اور ان سے کہا گیا کہ آپ اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہیں۔ جب وہ زمین پر آجائے تو یوں کہنا :

أَعِيذُ بِالْوَاحِدِ - مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ - میں اس کو رب واحد کی پناہ میں دیتی ہوں۔ ہر حاسد کے شر سے

اور اس روایت میں اس نے مذکورہ اشعار بھی ذکر کئے ہیں اور کہا ہے کہ اس کی نشانی یہ ہوگی کہ اس کے ساتھ ایک روشنی نکلے گی جو ارض شام کے محلات کو بھر دے گی۔ جب وہ پیدا ہو جائے تو اس کا نام محمد رکھنا۔ بے شک توراہ و انجیل میں اس کا نام احمد ہے۔ اہل آسمان اور اہل زمین اس کی تعریف کریں گے۔ اور قرآن میں اس کا نام محمد ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان کا نام یہی رکھا۔ ان کی والدہ نے ان کا یہی نام رکھا۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کو جنم دیا تو اپنی لونڈی کو حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے پاس بھیجا، جبکہ ان کے والد جناب عبداللہ فوت ہو چکے تھے۔ اس وقت سے جب آپ ﷺ کی والدہ ان کے ساتھ حاملہ تھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بے شک عبداللہ اس وقت فوت ہوئے تھے جب حضور ﷺ اٹھائیس مہینے کے ہو چکے تھے۔ واللہ اعلم (کوئی بات دونوں میں سے واقع ہوئی تھی)۔

اور آمنہ نے حضور ﷺ کے دادا سے کہلایا کہ آج رات آپ کا لڑکا پیدا ہوا ہے آپ اس کو دیکھیں۔ جب وہ دیکھنے آئے تو سیدہ آمنہ نے ان کو حضور ﷺ کے بارے میں مذکورہ خبر دی اور ان کو وہ ساری باتیں بتائیں جو انہوں نے دوران حمل دیکھی تھیں اور وہ بھی جو ان کو اس بارے میں

کہا گیا تھا۔ اور وہ بات بھی بتائی جو حضور ﷺ کا نام رکھنے کے بارے میں ان کو بتائی گئی تھی۔ عبدالمطلب نے حضور ﷺ کو اٹھالیا اور ان کو کعبے کے اندر رکھے ہوئے بڑے بت بہل کے پاس لے گئے اور کھڑے ہو کر اللہ سے دعا کی اور اللہ کا شکر ادا کیا اس احسان پر جو اللہ نے ان کو محمد ﷺ عطا کئے تھے۔ چنانچہ عبدالمطلب نے کہا :

الحمد لله الذي اعطاني  
قد ساد في المهد على الغلمان  
حتى يكون بلغة الفتیان  
اعیذہ من کل ذی شأن  
ذی ہمة لیست له عینان  
انت الذی سمیت فی الفرقان  
هذا الغلام الطیب الا ردان  
اعیذہ بالبت ذی الارکان  
حتى اراه بالغ البنیان  
من حاسد مضطرب العنان  
حتى اراه رافع اللسان  
فی کتب ثابتة المبانی

احمد مکتوب علی اللسان

(البدایة والنہایة : ۲/۲۶۳۔ طبقات ابن سعد : ۱/۱۰۳)

اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پاکیزہ لڑکا عطا کیا جو پاکیزہ اندام ہے۔ جو گود میں ہی تمام بچوں کی سرداری کر رہا ہے۔ میں ان کو ارکان والے بیت اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس وقت تک کہ وہ بالغ ہو کر کڑیل جوان ہو جائے، یہاں تک کہ میں اس کو مضبوط اعضاء کا مالک دیکھ لوں۔ میں اس کو دشمن سے اور ہر مضطرب القلب حاسد سے حفاظت میں اور پناہ میں دیتا ہوں جو صاحب نظر بد ہو خدا کرے اس کی آنکھیں (نظر مارنے والی) باقی نہ رہیں یہاں تک کہ میں اس کو خطابت کرتا دیکھ لوں۔ (اے صاحبزادے) آپ وہی ہیں جن کا نام قرآن میں ہے اور مضبوط کلمات والی کتابوں میں ہے اور زبانوں پر احمد لکھا ہوا ہے،

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ

(۹) اور ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی احمد بن کامل قاضی نے زبانی طور پر کہ احمد بن اسماعیل سلمی نے ان کو حدیث بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو صالح عبد اللہ بن صالح نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی معاویہ بن صالح نے ابو الحکم تنوخی سے، وہ کہتے ہیں کہ قریش میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا تو وہ اس کو قریش کی عورتوں کے حوالے کر دیتے تھے۔ صبح تک وہ اس پر ہنڈیا نصب کر دیتی تھیں۔

جب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو عبدالمطلب نے ان کو قریش کی عورتوں کے حوالے کر دیا اسی طرح کا ٹونہ ٹونکا کرنے کے لئے۔ عورتوں نے جب جسم کو دیکھا تو وہ ہنڈیا دو ٹکڑے ہو چکی تھی اور حضور ﷺ کو دیکھا کہ وہ آنکھیں کھولے ہوئے اوپر آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لہذا وہ عورتیں عبدالمطلب کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ ہم نے ایسا بچہ نہیں دیکھا جو ہنڈیا اس پر پھیری تھی وہ بھی ٹوٹ چکی ہے اور اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور نگاہیں آسمان کی طرف تھیں۔ عبدالمطلب نے کہا تم لوگ اس کی حفاظت کرو میں امید کرتا ہوں کہ شاید وہ جنت کو پہنچے گا۔ جب ساتواں دن ہوا تو عبدالمطلب نے حضور ﷺ کی طرف سے جانور ذبح کیا اور قریش کی دعوت کی۔ جب دعوت کھا چکے تو انہوں نے پوچھا ارے عبدالمطلب! جس بچے کی وجہ سے آپ نے ہماری ضیافت کی آپ نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ عبدالمطلب نے بتایا کہ محمد نام رکھا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ نام اس کے گھر والوں کے ناموں سے بالکل مختلف رکھا ہے۔ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر اس کی تعریف کرے اور اللہ کی مخلوق دھرتی پر اس کی تعریف کرے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر محمد بن احمد بن حاتم دار بجدی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ بن شجنی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو ایوب سلیمان بن سلمہ خباری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث



بیان کی یونس بن عطاء عثمان بن ربیعہ بن زیاد بن حارث صدائی نے مصر میں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حکم بن آبان نے عکرمہ سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس نے اپنے والد عباس بن عبدالمطلب سے، وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ شدہ خوش خرم پیدا ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کے دادا عبدالمطلب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت اچھے لگتے تھے اور ان کے نزدیک ان کا ایک مقام و مرتبہ قائم ہو گیا تھا اور انہوں نے کہا تھا البتہ میرے اس بیٹے کی ایک شان اور خاص مرتبہ و مقام قائم ہوگا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعاً ایک خاص مقام تھا۔

## باب ۸

# ولادت کے سال اصحاب الفیل اور اس سے قبل تبع کے ساتھ پیش آنے والے واقعات

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الجبار عطار دی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق بن یسار نے، وہ کہتے ہیں کہ پھر تبع آگے بڑھا حتیٰ کہ مدینہ کی سرزمین پر اُترا۔ وادی قباء میں اس نے وہاں ایک کنواں کھودا، آج کل جس کو بیر ملک کہتے ہیں۔ اور اُس وقت مدینہ میں یہودی تھے اور اوس و خزرج تھے۔ وہ لوگ اس کے مقابلے میں اُٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے اس سے لڑائی کی۔ دن بھر اس سے لڑائی کرتے رہتے اور شام ہوتی تو اس کے پاس ضیافت بھیج دیتے اور اس کے لشکر یوں کے لئے بھی۔

جب ان لوگوں نے کئی راتیں ایسا کیا تو اس کو شرم آگئی۔ اس نے ان لوگوں کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ لہذا قبیلہ اوس کا ایک آدمی ان کے پاس گیا اس کا نام اُحْبَحَةُ بن جُلَاح تھا اور اس سے بات کرنے کے لئے یہودیوں میں سے بنیامین قرظی گیا۔ اُحْبَحَةُ نے جا کر کہا اے بادشاہ ہم لوگ آپ کی قوم ہیں اور بنیامین نے کہا اے بادشاہ یہ ایسا شہر ہے جس میں فاتحانہ داخلے کی آپ کو قدرت نہیں ہو سکتی اگرچہ آپ اپنی پوری پوری کوشش صرف کر ڈالیں۔ اس نے کہا ایسا کیوں ہے؟ انہوں نے اس کو بتایا کہ یہ انبیاء میں سے، ایک نبی کی منزل ہے اللہ تعالیٰ اس کو قریش میں سے بھیجیں گے۔ اور اس وقت تبع کے پاس یمن سے ایک خبر دینے والا آیا اس نے اس کو آ کر بتایا کہ یمن میں ایک آگ لگی ہے اس نے سب کچھ جلا کر ختم کر دیا ہے۔ لہذا تبع جلدی سے وہاں سے نکلا اور اس کے ساتھ یہودی کی ایک جماعت بھی تھی ان میں بنیامین وغیرہ تھے۔ اس نے وہاں شعر کہا۔

عن قریہ منحجوزة بمحمد

القسی الی نصیحة کی ازدجر

اس ہستی سے جو محفوظ کر دی گئی ہے محمد کی وجہ سے

میرے پاس نصیحت آگئی ہے تاکہ میں رُک جاؤں

کہتے ہیں کہ وہ وہاں سے روانہ ہوا۔ جب وہ مقام دف پر پہنچا، جمدان سے مکہ کے قریب دورات کی مسافت پر تو ان کے پاس قبیلہ ہذیل بن مدرکہ سے کچھ لوگ آئے، وہاں ان کے گھر تھے۔ انہوں نے کہا اے بادشاہ! ہم آپ کو ایک ایسا گھر بتاتے ہیں جو سونے، چاندی، یا قوت اور زمرد سے (ہیرے جوہرات سے) اٹا پڑا ہے آپ اس کو لوٹیں گے؟ آپ خود بھی لینا ہمیں بھی دینا۔ اس نے حامی بھری۔ ان قبائل نے اس کو بتایا کہ وہ گھر مکہ میں ہے۔ لہذا تبع مکہ کی طرف روانہ ہوا وہ کعبہ کو گرانے کا پکا عزم کر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک تیز اور ٹھنڈی ہوا چلا دی جس نے اس کے ہاتھ پیر مفلوج کر دیئے اور پورا جسم اکڑا دیا۔ چنانچہ اس نے یہودیوں کو بلایا جو اس کے ساتھ تھے اور ان سے پوچھا کہ تمہارا بُرا ہو یہ کیا مصیبت ہے جو مجھ پر پڑ گئی ہے؟ انہوں نے کہا آپ کے دل کے اندر کوئی نئی بات پیدا ہو گئی ہے۔ اس نے کہا میں نے کیا نئی چیز پیدا کر لی ہے؟ انہوں نے کہا آپ نے اپنے دل میں کسی نئی بات کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس نے کہا جی ہاں کیا ہے۔

پھر اس نے کعبۃ اللہ کو گرا دینے کے عزم کا تذکرہ کیا اور اس میں جو ہیرے جو ہرات ہیں ان کو لوٹ کر لے جانے کا۔ ان لوگوں نے بتایا کہ بیت اللہ کا عزت والا گھر ہے جس نے اس کو گرانے کا ارادہ کیا وہ ہلاک ہو گیا۔ اس نے پوچھا ہلاک ہو جاؤ آخر اس مصیبت سے چھٹکارے کا کیا طریقہ ہے جس میں پھنس گیا ہوں۔ انہوں نے اس کو بتایا کہ آپ بیت اللہ کے گرد طواف کرنے اور اس کو غلاف پہنانے اور اس کے لئے قربانی کرنے کا ارادہ پکا کر لیں۔ اس نے اپنے دل کو اس بات پر آمادہ کر لیا لہذا اللہ نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ چل کر مکے میں داخل ہوا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کے درمیان دوڑیں لگائیں پھر اس کو خواب دکھایا گیا کہ وہ بیت اللہ کو کپڑے پہنائے۔ چنانچہ اس نے بیت اللہ پر غلاف ڈالا اور مکے میں اس قربانی کرنے کی بات بھی بیان ہوئی ہے اور یہ کہ اس نے لوگوں کو کھانا بھی کھلایا۔ اس کے بعد وہ یمن واپس لوٹ گیا اور قتل ہو گیا اور اس کا بیٹا دوس قیصر کی طرف گیا اس نے جا کر اس سے اپنی قوم کے خلاف استغاثہ کیا اس پر جو انہوں نے اس کے باپ کے ساتھ کیا تھا۔ اور قیصر نے ملک حبشہ نجاشی کی طرف لکھا پھر نجاشی نے اس کے ساتھ ساٹھ ہزار بھیجے اور ان پر روز بہ نامی شخص کو عامل مقرر کیا یہاں تک کہ انہوں نے حمیر کو قتل کر دیا جس نے اس کے باپ کو مارا تھا۔ پھر صنعاء میں داخل ہوئے اور اس کے مالک بن گئے اور یمن کے بھی مالک بن گئے۔

یمن میں کعبہ نامی مکان ..... اور روز بہ کے اصحاب میں ایک آدمی تھا اس کو ابرہہ بن اشرم کہتے تھے وہ ابو یکسوم تھا اس نے روز بہ سے کہا کہ میں اس معاملہ کے لئے تم سے زیادہ بہتر ہوں اور اس نے اسے مکر کے ساتھ قتل کر دیا اور نجاشی کو اس نے راضی کر لیا۔ پھر اس نے یمن میں ایک کعبہ بنایا اور اس میں سونے کے قبة بنائے اور اپنی مملکت والوں سے کہا کہ وہ اس کا حج کریں اور اس نے اس کو بیت اللہ سے تشبیہ کی۔ چنانچہ ایک آدمی بنو مکان کنانہ میں سے تھا اور وہ حمس میں سے تھا وہ یمن جا پہنچا اور اس نے جا کر اس گھر میں پاخانہ کر دیا۔ ابرہہ جب داخل ہوا اور اس نے اس میں یہ گندگی دیکھی تو پوچھا کہ کس نے میرے خلاف یہ جسارت کی ہے۔ اس کے اصحاب نے اس کو بتایا کہ بیت اللہ کے قریب رہنے والے لوگوں میں سے، جہاں عرب حج کرتے ہیں ایک آدمی آیا تھا۔ اس نے پوچھا کہ کیا اس نے میرے خلاف یہ جسارت کی ہے؟ میری مدد کے لئے تیار ہو جاؤ میں عربوں کے اس کعبے کو گرا دوں گا اور اس کو برباد کر دوں گا اور میں عربوں کو بتا دوں گا۔ چنانچہ کبھی بھی اس گھر کا حج کوئی نہیں کرے گا۔ اس نے ہاتھی منگوائے اور اپنی قوم کے اندر اس نے اعلان کر دیا کہ میرے ساتھ نکلو۔ لہذا اس نے خود بھی وہاں سے روانگی اختیار کی اور ہر اس شخص نے جس نے اہل یمن میں سے اس کی اتباع کی۔ اکثر لوگ جنہوں نے اس کی اتباع کی تھی وہ عک تھے اور اشعری تھے اور حمم۔ چنانچہ وہ رجز گاتے ہوئے وہاں سے چلے۔

تأكله عك والاشعريون والنفر

اس کو عک اور اشعری اور ہاتھی کھا جائیں گے

ان البلد لبلاد ما كول

بیشک یہ شہر کھایا ہوا ہے (ہلاک شدہ)

کعبہ شریف پر حملہ کے لئے روانگی ..... کہتے ہیں اس کے بعد وہ روانہ ہوئے۔ جب کچھ راستہ طے کر لیا تو انہوں نے بنو سلیم میں سے ایک آدمی کو بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو اس گھر کے حج کی دعوت دے جو اس نے بنایا تھا۔ چنانچہ اس کو ایک آدمی ملا قبیلہ حمس کا بنو کنانہ میں سے، اس نے اس کو قتل کر دیا۔ جب ابرہہ کو اس کی موت کی اور اس شخص کی جسارت کی خبر پہنچی تو اس کا غصہ اور زیادہ ہو گیا۔ لہذا اس نے روانگی اور کوچ کرنے کے لئے لوگوں کو ابھارا۔ اور طائف پہنچ کر اہل طائف سے اس نے راستے کی رہنمائی کرنے والا آدمی مانگا۔ اہل طائف نے ابرہہ کے ساتھ قبیلہ ہذیل کا ایک آدمی روانہ کیا اس کا نام نفیل تھا وہ ان لوگوں کو لے کر چلا۔ یہاں تک کہ وہ جب مقام مغمس میں پہنچے مغمس میں مکہ کی بالائی سمت چھ میل کے فاصلے پر اترے اور انہوں نے اپنے لشکر کے مقدمات آگے مکے میں روانہ کر دیئے۔ قریش متفرق ہو کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے اور کہنے لگے ہمیں ان کے ساتھ لڑائی کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ مکے میں سوائے عبدالمطلب بن ہاشم کے اور کوئی بھی نہیں رہ گیا تھا۔ لہذا عبدالمطلب نے بیت اللہ کے دروازے کی چوکھٹوں سے پکڑا اور کھڑے ہو کر کہنے لگے۔

رحله قامن جلالك

ومحالههم غدوا محالك

لا لهم ان العبد يمنع

لا يغلبوا بصلبيهم

ان كنت تاركهم وكع بنا فأمر ما بدالك

اے اللہ بے شک انسان اپنے سامان کی حفاظت کیا کرتا ہے۔ آپ بھی اپنی قوم و جماعت کی حفاظت کریں یا اپنے سامان کی حفاظت کریں یعنی اپنے گھر کی حفاظت کریں۔ یہ لوگ اپنی صلیب کو غالب نہ کر دیں اور اپنی قوت و طاقت کو غالب نہ کر دیں۔ کل صبح آپ کی طاقت و قوت کے اوپر اگر آپ ان کو اور ہمارے کعبے کو (بے یار و مددگار) چھوڑ دیں تو پھر جو آپ بہتر سمجھیں (کہنا یہ چاہتے تھے کہ جو چیز آپ کے سامنے واضح ہے آپ ہمارے ساتھ وہ نہ کریں)

قریش کے اُونٹ پکڑنا ..... اس کے بعد ابرہہ کے لشکریوں نے قریش کے مویشی پکڑ لئے تھے۔ ان میں دو سو اُونٹ عبدالمطلب کے بھی تھے۔ جب عبدالمطلب کو اس کی خبر پہنچی تو وہ ان لوگوں کے پاس گئے اور ابرہہ کا ترجمان بنو اشعر یوں میں سے ایک آدمی تھا اور وہ پہلے سے عبدالمطلب کو جانتا تھا۔ عبدالمطلب جب پہنچے تو اس اشعری نے پوچھا کہ آپ کس کام سے آئے ہیں؟ انہوں نے کہا آپ مجھے بادشاہ سے ملنے کی اجازت دلوادیں۔ وہ اندر گئے اور جا کر کہا، کہ اے بادشاہ! قریش کا سردار آپ کو ملنے کے لئے آیا ہے۔ جو خوشحالی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں لوگوں کو کھلاتا ہے آپ اس کو ملنے کی اجازت دے دیں۔

عبدالمطلب جسیم اور جمیل آدمی تھے۔ اجازت ملی تو وہ اندر داخل ہوئے جب ابویکسوم نے اس کو دیکھا تو ان کو نیچے بٹھانا مناسب نہ سمجھا اور اپنے تخت پر ساتھ بٹھانا بھی مناسب نہ سمجھا۔ لہذا وہ خود نیچے اتر کر بیٹھ گئے زمین پر اور عبدالمطلب کو ساتھ بٹھا لیا۔ اور ان سے آنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا میرے آنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے لشکریوں نے میرے دو سو اُونٹ قبضے میں لے لئے ہیں وہ چھوڑ دیں۔ ابویکسوم نے کہا اللہ کی قسم میں نے آپ کی شکل و صورت دیکھ کر آپ کو پسند کیا تھا آپ مجھے اچھے لگے تھے مگر آپ سے میں نے جب بات کی تو مجھے آپ سے بے رغبتی ہو گئی ہے۔ عبدالمطلب نے پوچھا کیوں بادشاہ؟ اس نے کہا اس لئے کہ میں تمہارے کعبے کو گرانے آیا ہوں وہ تمہارے سارے عرب کی عزت ہے اور وہ لوگوں میں تمہاری فضیلت ہے اور تمہارا لوگوں میں شرف ہے اور تمہارا دین و دھرم ہے جس کی تم عبادت کرتے ہو میں اس کو توڑنے آیا ہوں۔ ادھر آپ کے دو سو اُونٹ پکڑے گئے ہیں میں نے آپ سے آپ کی حاجت پوچھی ہے تو آپ نے اپنے اُونٹوں کی بات کی ہے اور آپ نے مجھ سے اپنے کعبے کی بات ہی نہیں کی۔ چنانچہ عبدالمطلب نے اس سے کہا۔ اے بادشاہ میں تو اپنے حال کے بارے میں آپ سے بات کروں گا۔ رہا یہ کعبہ اور یہ گھر، اس کا مالک موجود ہے، وہ خود اس کی حفاظت کرے گا مجھے اس کے بارے میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ ابویکسوم نے ان کا خیال کیا اور حکم دے دیا کہ عبدالمطلب کے اُونٹ اس کو واپس کر دیئے جائیں۔

رہبروں کا توبہ کرنا اور واپس لوٹنا ..... اس کے بعد واپس آئے، اور وہ رات انہوں نے تارے گن گن کر گزاری، جیسے وہ ان سے ہم کلام ہیں۔ چنانچہ ان کے دلوں نے عذاب کو محسوس کر لیا تھا۔ اور ان کا راستہ دکھانے والا رہبر ان کو چھوڑ کر حرم میں چلا آیا تھا۔ اور اشعریوں اور خشعیوں نے عذاب کو محسوس کرتے ہوئے بادشاہ سے بے وفائی کر لی۔ انہوں نے اپنی تلواریں اور ترکش توڑ ڈالے اور اللہ کی بارگاہ میں انہوں نے اظہارِ براءت کر لیا، اس بات سے کہ وہ کعبے کے گرانے میں ان کی مدد کریں۔ انہوں نے خوف کے عالم میں یہ بدترین رات گزاری۔ پھر وہ رات کے پچھلے حصہ میں منہ اندھیرے اٹھے جملے کے لئے روانگی کرنے کے لئے۔ انہوں نے اپنے ہاتھیوں کو اٹھایا، سوچ رہے تھے کہ صبح ہی صبح مکے میں داخل ہو جائیں گے۔ انہوں نے بڑے ہاتھی کو مکے کی طرف متوجہ کیا تو وہ بیٹھ گیا۔ پھر انہوں نے اس کو مار مار کر اٹھانے کی کوشش کی تو وہ لیٹ گیا۔ برابر اس کی یہی حالت رہی، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

اس کے بعد لوگ اپنے ہاتھی کے پیچھے پڑ گئے، اس کو کہنے لگے تجھے اللہ کی قسم ہے کیا تو مکے نہیں جائے گا۔ اور اس کو قسمیں دینے لگے، وہ اپنے کان ہلا دیتا تھا (گویا وہ منع کر رہا تھا) اور ہاتھی ان پر برہم ہو گیا تھا۔ جب انہوں نے اس کو زیادہ تنگ کیا تو انہوں نے اس کو یمن واپسی کی راہ پر اٹھا کر کھڑا کیا تو وہ واپسی کے لئے بھاگنے لگا۔ جب انہوں نے ان کو چلتے پھرتے دیکھا تو پھر اس کو کعبے کی طرف متوجہ کیا تو وہ دوبارہ بیٹھ گیا اور پھر زمین پر لیٹ گیا۔ یہ منظر دیکھ کر انہوں نے اس کو قسمیں دیں وہ اپنے کانوں کو ہلانے لگا۔ جب انہوں نے اس کو زیادہ تنگ کیا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا

اور انہوں نے اس کو یمن کی طرف متوجہ کیا تو وہ بھاگنے لگا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اس کو پھر مکے کی راہ پر ڈالا، جب وہ پہلی جگہ پر آیا تو وہ پھر بیٹھ گیا۔ انہوں نے اس کو مارا تو وہ لیٹ گیا۔

وہ اسی اُدھیڑ بن میں لگے ہوئے تھے کہ سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ ساتھ اُن پر پرندے اُبھر کر آگئے۔ سمندر کی طرف سے دھوئیں کے سیاہ بالوں کی مانند پرندے نمودار ہوئے، دیکھتے ہی دیکھتے فضا میں چھا گئے۔ وہ ان کو کنکریاں مارنے لگے۔ ہر پرندے کی چونچ میں ایک پتھر تھا اور پنجوں میں ایک ایک پتھر۔ ایک پتھر مار کر گزرتا تو دوسرا آجاتا۔ جہاں وہ پتھر گرتا سو راح کر جاتا، پیٹ پر گرتا تو اس کو پھاڑ دیتا، ہڈیوں پر لگتا تو اس کے پار ہو جاتا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر ابو یسوم بادشاہ بدحواس ہو کر بھاگنے اور فرار ہونے لگا۔ اس کو بھی پتھر لگتے رہے۔ وہ جس سرزمین سے گزرتا تھا وہاں سے اس کی امید منقطع ہو جاتی تھی اس حالت میں بھاگتے بھاگتے وہ یمن پہنچا، مگر اس کے جسم کا کوئی حصہ سلامت نہیں رہا تھا۔ جب وہاں پہنچا تو اس کا سینہ پھٹ گیا اور پیٹ چاک ہو گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اور قبیلہ شعم اور اشعریوں نے جو براءت کا اظہار کر لیا تھا ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ اس بارے میں جو انہوں نے شعر کہے، اس کو بھی لوگوں نے نقل کیا ہے۔ عبدالمطلب نے رجز پڑھتے ہوئے کہا اور وہ اہل حبشہ کے خلاف بددعا کر رہے تھے۔

یا رب لا ارجو لهم سوا کا

انهم لن يقهروا في قوا کا

اے پروردگار! میں ان کے بارے میں تیرے سوا کسی سے امید قائم نہیں کرتا۔ اے میرے رب تو ہی ان سے اپنے متاع کی حفاظت فرما۔

بے شک بیت اللہ کا دشمن تیرا بھی دشمن ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ بے شک وہ لوگ تیری طاقتوں پر غالب نہیں آسکتے۔

نوٹ : حضور کے دادا عبدالمطلب کا ایمان اور اس پر یقین اور عقیدہ ملاحظہ فرمائیں باوجودیکہ وہ اسلام اور اس کی تعلیمات سے بے خبر تھے۔ (احمد نے فرمایا) میں کہتا ہوں کہ ایسے ہی کہا ہے محمد بن اسحاق بن یسار نے عبدالمطلب اور ابرہہ کے بارے میں۔

اور ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن عبد اللہ حافظ نے بطور املاء کے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو زکریا عنبری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبد السلام نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے اسحاق بن ابراہیم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے جریر نے قابوس بن ابوظبایان سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہاشمی والے آئے۔ جب وہ مکہ کے قریب ہوئے تو عبدالمطلب آگے جا کر ان کو ملے اور ان کے بادشاہ سے کہا، آپ ہمارے پاس کیوں آئے ہیں؟ آپ اگر ہمارے پاس اپنا نمائندہ بھیج دیتے تو ہم خود آپ کے پاس آجاتے اور آپ جو کچھ ہم سے چاہتے ہم وہ بھی آپ کے پاس لے آتے۔ اس نے کہا کہ مجھے اس گھر کے بارے میں خبر ملی ہے کہ جو بھی اس میں داخل ہوتا ہے اس کو امان مل جاتی ہے۔ میں اس کے ساتھ بسنے والوں کو دہشت زدہ کرنے آیا ہوں اور اس کے امن تباہ کرنے آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے کہا کہ ہم آپ کو ہر وہ چیز دیں گے جو آپ کو چاہئے بس آپ واپس چلے جائیے۔ اس نے کہا کہ نہیں میں تو اس کے اندر داخل ہو کر دکھاؤں گا۔ وہ کعبہ کی طرف بڑھتا چلا گیا اور عبدالمطلب پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ وہ پہاڑ کے اوپر جا کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں نہ تو اس گھر کی ہلاکت کے وقت یہاں موجود رہوں گا نہ ہی یہاں کی آبادی کی تباہی کو دیکھوں گا۔

اس کے بعد انہوں نے دعائیہ اشعار کہے تھے۔

حلا لا فامنع حلالك

ابدا محالك

فامر ما بدالك

اللهم ان لكل اله

لا يغلبن محالهم

اللهم فان فعلت

اے اللہ بے شک ہر الہ کا ایک متاع ہوتا ہے۔ آپ بھی اپنے سامان کی حفاظت کیجئے۔

ان کی طاقت آپ کی طاقت پر ہرگز غالب نہیں آئے گی کبھی

اے اللہ! اگر آپ اپنے گھر کی حفاظت نہ کریں گے تو پھر یہ ایسا امر ہے جو چاہیں آپ سو کریں۔

یہ دعا کرتے ہی سمندر سے بادلوں کی مانند پرندوں کا طوفان اٹھا اور دیکھتے دیکھتے ابابیل پرندے ان پر چھا گئے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :  
تَرْمِيهِمْ بِحِجَاةٍ مِنْ سَجِيلٍ کہ پرندے ان پر سخت مٹی کے پتھر مار رہے تھے۔ فرمایا کہ پرندے ان پر لپکنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے  
کنکریوں کی بمبار منٹ سے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیا۔

پرندوں کا لشکر پر حملہ ..... مصنف فرماتے ہیں کہ میرے پاس اس بارے میں ایک اور طویل قصہ ہے جس کی اسناد منقطع ہے۔ مگر ہم نے  
جو کچھ ذکر کیا ہے وہ کافی ہے۔ ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو العباس محمد بن یعقوب نے وہ کہتے ہیں کہ  
ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یونس بن بکر نے، عبد اللہ بن عون سے، وہ محمد بن سیرین سے، وہ عبد اللہ  
بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس قول باری تعالیٰ کے بارے میں۔

وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ تَرْمِيهِمْ

فرماتے ہیں کہ وہ ایسے پرندے تھے کہ ان کی سونڈھ تو پرندوں کی سونڈھ جیسی تھی مگر ان کے پنجے کتوں کے پنجوں جیسے تھے۔

اور ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو زکریا بن ابواسحاق مزکی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو الحسن طرائفی نے، وہ کہتے ہیں کہ  
ہمیں حدیث بیان کی ہے عثمان بن سعید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبد اللہ بن صالح نے ابو معاویہ بن صالح سے، وہ علی بن ابی طلحہ سے،  
وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، اس قول باری تعالیٰ طیراً ابابیل کے بارے میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک کے پیچھے ایک آ رہے تھے تسلسل کے ساتھ۔  
كَعَصْفٍ مَّاكُولٍ کہتے ہیں کہ اس سے مراد بھوسہ ہے۔

اور ہمیں خبر دی ہے علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے  
محمد بن عباس ادیب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عفان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حماد بن سلمہ نے عاصم سے،  
اس نے زر سے، اس نے ابن مسعود سے، اس قول باری کے بارے میں طیراً ابابیل فرمایا گروپ اور غول تھے۔

ہمیں خبر دی ہے ابو نصر عمر بن عبد العزیز بن محمد بن قتادہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عمر بن عبد العزیز بن محمد بن قتادہ نے، وہ  
کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو منصور عباس بن فضل نضروی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے خالد بن عبد اللہ نے، ان کو  
حصین عکرمہ نے اس قول الہی طیراً ابابیل کے بارے میں۔ کہتے ہیں کہ وہ پرندے تھے جو سمندر کی طرف سے اُٹھے تھے۔ درندوں کی مانند  
ان کے سر تھے۔ وہ نہ کبھی اس سے قبل دیکھے گئے نہ بعد میں دیکھے گئے (گویا وہ عذاب والے پرندے تھے جو صرف اسی مہم کے لئے سامنے لائے  
گئے تھے)۔ انہوں نے ان لوگوں کی چمڑیوں پر چیکنگ کی مثل نشان چھوڑے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا جب چیکنگ دیکھی گئی تھی۔

فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی سعید بن منصور نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو معاویہ نے اعمش سے، اس نے ابوسفیان سے،  
اس نے عبید بن عمیر لیشی سے، وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اصحاب قیل کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تھا تو ان پر پرندے بھیجے تھے، جو سمندر سے  
اُٹھے تھے۔ گویا کہ وہ کالے ابابیل میں ابلق تھے، جن کے ہاتھ بھی سفید تھے۔ ان میں سے ہر پرندے کے پاس تین پتھر تھے تراشے ہوئے۔ ایک پتھر  
چونچ میں تھا اور دو ان کے پنجوں میں تھے۔ وہ اس طرح آئے تھے کہ آ کر انہوں نے ان کے سروں پر صف باندھ لی تھی، پھر انہوں نے چیخ ماری اور جو  
کچھ ان کے چونچوں میں اور پنجوں میں تھا اسے گرا دیا تھا۔ جو بھی پتھر جس پر گرا اس کی دوسری طرف سے نکل گیا۔ اگر سر پر پڑا تو پاخانے کی جگہ  
سے نکل گیا اور اگر جسم کے دیگر کسی حصے سے گرا تو دوسری جانب سے نکل گیا۔

کہتے ہیں کہ اللہ نے سخت ہوا بھیجی تھی اس سے ان کے پیر مفلوج کر دیئے تھے۔ پھر وہ اور شدید ہو گئی تھی۔ لہذا وہ سب ہلاک ہو گئے۔ اور ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوستری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن معاویہ جعفی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی بلال بن خباب نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، وہ کہتے ہیں کہ اصحاب فیل آئے اور مقام صفاح پر انہوں نے پڑاؤ کیا۔ لہذا عبدالمطلب (حضور کے دادا) ان کے پاس گئے۔ انہوں نے ان کو جا کر بتایا کہ یہ اللہ کا گھر ہے (جس کے لئے تم برا ارادہ کر کے آئے ہو)۔ مگر وہ نہ مانے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو اس کو گرا کر جائیں گے۔

وہ جو نبی اپنے ہاتھی کو آگے لگاتے وہ پیچھے آجاتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ابابیل پرندوں کو بلایا، ان کو سیاہ پتھر دیئے، ان پر کیچڑ لگی ہوئی تھی۔ جب وہ ان کے اوپر برابر آگئے تو انہوں نے ان کو پتھر مار دیئے۔ چنانچہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہا، سب کو خارش نے آگھیرا۔ ان میں جو بھی جسم کو جہاں سے کھجاتا اپنی جلد کو وہاں اس کا گوشت گر جاتا۔

کعبہ کا نام بیت العتیق ..... ہمیں خبر دی ابوالحسن بن بشران عدل نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسن علی بن حسن بصری نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل سلمی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوصالح نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی لیث نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی عبدالرحمن بن خالد بن مسافر نے ابن شہاب سے، اس نے محمد بن عروہ سے، اس نے عبداللہ بن زبیر سے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، حقیقت یہ ہے اللہ تعالیٰ نے بیت العتیق نام رکھا ہے (کعبہ کا) عتیق عتیق سے بنا ہے اور عتیق کا مطلب آزاد ہونا ہے)۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو ظالموں اور جاہلوں سے آزاد کر دیا ہے۔ اس پر کوئی سرکش ظالم کبھی غاصب نہیں آئے گا۔

ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبد الجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق سے، ان کو حدیث بیان کی ابوبکر بن حزم نے عمرہ بنت عبدالرحمن بن سعد بن زارہ سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول سے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اصحاب الفیل کے ہاتھی بان (یعنی ہاتھی کو چلانے والے سوار کو) اور ہاتھی کو سیدھا اور سکھانے والے دونوں شخصوں کو اپنی زندگی میں مکے میں دیکھا تھا، دونوں اندھے ہو گئے تھے اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ مکہ کی گلیوں میں وہ لوگوں سے کھانا مانگتے پھرتے تھے۔ (سیرۃ ابن ہشام : ۵۹/۱ - البدایہ والنہایہ : ۱۷۴/۲)۔

اگر یہ خبر صحیح ہو تو یہ توجیح کریں گے کہ اللہ نے ان کو لوگوں کی عبرت کے لئے زندہ رکھ چھوڑا ہوگا۔ مترجم

باب ۹

## ایوان کسریٰ میں زلزلہ واقع ہونا اور اس کے کنگورے گر جانا

اور موبدان کا خواب، فارس کی آگ کا دم بخود ہو جانا وغیرہ

دیگر نشانیاں جو شب ولادت رسول ظہور پذیر ہوئیں

(۱) ہمیں خبر دی ابوسعید عبدالملک بن ابوعثمان زاہد نے، ان کو خبر دی ابواحمد حسین بن علی تمیمی نے، اور ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد الرحمن محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ سلمی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسین بن علی بن محمد بن یحییٰ نے، اور محمد بن محمد بن داؤد نے اور ابراہیم بن محمد نصر آبادی نے، اور یہ الفاظ حسین کی روایت کے ہیں۔ ان سب نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالرحمن بن محمد بن ادریس نے۔ وہ کہتے ہیں

ہمیں حدیث بیان کی ہے علی بن حرب موصلی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو ایوب یعلیٰ بن عمران نے جو عبد اللہ بن علی کی اولاد میں سے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے مخزوم بن ہانی مخزومی نے، اس نے اپنے والد سے اور وہ ایک سو پچاس سال کے تھے۔

انہوں نے کہا کہ جب وہ رات آئی جس میں حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تھی تو کسریٰ کا محل گر گیا تھا، اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے تھے۔ اور فارس والوں کی آگ کا آلاؤ بچھ گیا تھا، اور یہ آلاؤ اس سے قبل ایک ہزار سال سے کبھی نہیں بجھا تھا۔ اور یکا یک بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا تھا۔ اور موبدان نے سخت اونٹ دیکھے جو خالص عربی گھوڑوں کو کھینچ کر لے جا رہے ہیں، اور وہ دریائے دجلہ کر اس کر کے اس کے شہروں میں پھیل گئے ہیں۔

جب صبح ہوئی تو کسریٰ کو اس خواب نے پریشان کر دیا۔ وہ گھبرا گئے، مگر اس پر اس نے بہادری جتانے کے لئے اس پر صبر کیا۔ پھر اس نے سوچا کہ وہ اس بات کو اپنے وزیروں اور ارکان دولت سے نہیں چھپا سکے گا۔ جس وقت اس کا صبر جواب دے جائے گا۔ چنانچہ اس نے ان کو جمع کیا اور تاج پہن کر اپنے تخت پر بیٹھ گیا۔ جب وہ سب لوگ جمع ہو گئے تو اس نے ان سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟ وہ بولے نہیں، ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں، بلکہ بادشاہ ہمیں خود بتائے گا۔ وہ اس سلسلے کی بات کر رہے تھے کہ اچانک اس کے پاس فارس کی آگ کے بچھ جانے کا خط بھی آ گیا، جس نے اس کے غم کو اور زیادہ کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اس خواب کی تفصیل ان کو بتائی جس نے اس کو خوف زدہ کر دیا تھا۔ پھر موبدان نے کسریٰ کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ کی خیر رکھے آج رات میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے۔ اس کے بعد اس نے اونٹوں والا خواب اس کو بتایا۔ کسریٰ نے پوچھا کہ اب کیا ہوگا، اے موبدان؟

وہ ان لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والا بھی تھا۔ اس نے بتایا کہ سرزمین عرب کے کونے میں کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ اسی وقت کسریٰ نے ایک خط لکھا، جس کا عنوان تھا کہ

یہ خط بادشاہوں کے بادشاہ کسریٰ کی طرف سے نعمان بن منذر کی طرف۔

اما بعد..... آپ میرے پاس ایک عالم بھیجیں جس سے میں جو چاہوں پوچھ سکوں۔ انہوں نے عبد المسیح بن عمرو بن حیان بن بقلیلہ غسانی کو بھیج دیا۔ وہ جب پہنچے تو کسریٰ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس ایسا علم ہے کہ میں جو چاہوں تم سے پوچھ لیا کروں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بادشاہ مجھ سے کوئی سوال کرے یا مجھے خبر دے، اگر میرے پاس اس کا علم ہوگا تو میں ان کو اس کا جواب دوں گا۔ اگر میرے پاس علم نہیں ہوگا تو میں کسی ایسے آدمی کی طرف رہنمائی کروں گا جو اس کو جانتا ہوگا۔

لہذا کسریٰ نے ان کو وہ خواب ذکر کیا۔ اس نے بتایا کہ اس خواب کی تعبیر کا علم میرے ماموں کے پاس ہے جو شام کے بالائی حصے میں رہتا ہے۔ اس کا نام سطح ہے۔ کسریٰ نے کہا کہ ٹھیک ہے، آپ اس کے پاس جائیں اور جا کر پوچھیں پھر اس کی وہ تعبیر میرے پاس لائیں، جو وہ آپ کو بتائے۔ لہذا عبد المسیح اٹھ کر چلے گیا اور سطح کے پاس پہنچے تو وہ موت کی کشمکش میں تھا، اس نے جا کر ان کو سلام کیا۔ مگر وہ جواب نہ دے سکا۔ لہذا عبد المسیح نے شعر کہے:

ام فاد فازلّم به شاو العنن  
و كاشف الكربة عن وجه غضن  
وامه من ال ذئب بن حجن  
ابيض فضفاض الرداء والبدن  
لا يرهب الرعد ولا ريب الزمن  
ترفعنى وجنا وتهوى بى وجن

اصم ام يسمع غطريف اليمن  
يا فاصل الخطة اعيت من ومن  
اتاك شيخ الحى من ال سنن  
ازرق بهم الناب صوار الاذن  
رسول قيل العجم يسرى بالرسن  
تجوب بى الارض علنداة شزن

حتى اتى عارى الحاجى والقطن تلفه فى الريح بوغاء الد من

كانما حثت من حصى ثكن

کیا یمن کا سردار بہرہ ہے یا سن رہا ہے یا دل کا دورہ پڑ گیا ہے اس کو۔ لہذا جلدی کی ہے اس کے ساتھ بالآخر موت کی سبقت نے۔ اے اس خاص سرزمین کے مالک جس نے نہ جانے کس کس کو تھکا کر کمزور کر دیا ہے۔ اور اے نجیف اور پرشکن چہرے سے پریشانی دور کرنے والے۔ آپ کے پاس قبیلے کا بزرگ آیا ہے جو کہ آل سنن سے ہے۔ جس کی ماں آل ذنب بن جن سے ہے۔ نیلی آنکھوں والا سیاہ دانتوں والا۔ کانوں کو پھاڑنے والا۔ سفید پرانی تارتار چادر والا، چور بدن والا۔ عجم کے سردار کا قاصد جو خاص حاجت کے ساتھ چلا آ رہا ہے۔ نہ بادلوں کی گرج سے ڈرتا ہے اور نہ ہی زمانے کے حوادث سے۔ مجھے زمین گھماتی جاتی ہے۔ مضبوط اونٹنی جو کہ سخت ہے۔ وہ مجھے اوپر اٹھاتی ہے پتھریلی زمین پر اور دُور دراز پہنچاتی ہے مجھے دوسری پتھریلی زمین پر یہاں تک کہ آیا سینے کا برہنہ اور ظاہر ہڈیوں والا اور جھکی ہوئی کمر والا۔ لپٹتی ہے اس کو ہوا میں نرم مٹی اور غبار (روڑی) کچرے کے ڈھیر کا۔ گویا کہ (اسی مٹی کا غبار) کا سرمہ لگایا گیا تھا مجھے۔ میری پرورش کرنے والی دونوں (ماؤں) کی طرف سے اکٹھے۔

سطح کے کلمات ..... کہتے ہیں کہ یہ اشعار سن کر سطح نے اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں اور پھر کہا کہ اے عبدالمسیح! جو تیز رفتار اونٹ پر سوار ہو کر آیا ہے سطح کی طرف، میں صاف صاف اور پوری بات تمہیں بتاتا ہوں۔ تجھے ساسانی بادشاہ نے بھیجا ہے۔ ایوان کسریٰ کے زلزلے، فارس کی آگ کے بجھنے، موبدان کے خواب کا پوچھنے کے لئے۔ جو خواب اس نے دیکھا ہے کہ مضبوط اونٹ خالص عربی گھوڑوں کو آگے آگے کھینچ کر چل رہا ہے، جنہوں نے دریائے دجلہ پار کر لیا ہے۔ اور وہ اس کے شہروں میں پھیل گئے ہیں۔ سنو اے عبدالمسیح!

(۱) جس وقت (قرآن کی) تلاوت کثرت سے شروع ہو جائے گی۔ (۲) اور موٹی لٹھی والا شخص ظاہر ہو جائے۔

(۳) اور وادی ساوہ بہہ چلے۔ (۴) اور دریائے ساوہ خشک ہو جائے۔

(۵) اور اہل فارس کی آگ کا آلاؤ بجھ جائے۔ تو شام کی سرزمین سطح کا مسکن نہیں رہے گی۔ ہاں شامیوں میں سے بعض بادشاہ اور ملکہ بادشاہت کریں گے مگر کسریٰ محل کے (گرنے والے) کنگروں کی تعداد کے مطابق، اور ہر وہ چیز جو آنے والی ہے وہ آئے گی۔ سطح نے اپنی بات پوری کر لی، تو عبدالمسیح اپنے سامان سفر پر واپس اٹھ کر چلا آیا۔ اور وہ یہ شعر کہہ رہا تھا:

شمرفانك ماضى الهم شمير  
ان يمس ملك بنى ساسان افرطهم  
فر بما ر بما اضحوا بمنزلة  
منهم اخو الصرح بهرام واخوته  
والناس اولاد علات فمن علموا  
وهم بنو الام، اما ان ر و نشبا  
والخير والشر مقرونان فى قرن  
لا يفزعنك تفریق و تغیر  
فان ذلك اطوار دھاریر  
یہاب صولتها الاسد المھاصیر  
والھر مزان و سابور و سابور  
ان وقد اقل فمحقور و محجور  
فذاك بالغیب محفوظ و منصور  
والسخیر متبع والشر مخذور

(عبدالمسیح اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں) کہ ہمت کر بے شک آپ تو مسلسل پریشانیوں میں ہمت کرتے ہیں۔ آپ کو حالات کی تفریق اور تغیر ہرگز غمگین نہ کرے۔ اگر بنو ساسان کی حکومت شام میں ہو بھی گئی تو جلدی ہی کوئی اور حکومت قائم ہو جائے گی۔ بے شک یہی زمانوں کا دستور ہے۔ کبھی کبھی وہ بادشاہ شوکت و دبدبہ کسایے مقام پر ہوتے ہیں کہ ان کے غلبے اور خوف سے بہادر شیر بھی ہیبت زدہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے (چند نام یہ ہیں) صاحب محل، بہرام او اس کے بھائی ہرمزان، اور سابور اور سابور واقعی سابور تھا۔ اور لوگ تو علاقائی باپوں کی اولاد ہیں (یعنی کہ باپ ایک اور مائیں مختلف) جس کے بارے میں جان لیتے ہیں کہ وہ اس سے کتر ہے۔ سو وہ ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔ علیحدہ اکیلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور وہ ماں کی اولادیں، اگر وہ مالدار ہو جائیں (مال مولیٰ کے ساتھ) تو یہ اس کی غیبی حفاظت ہوتی ہے اور مدد ہوتی ہے۔ ہر حال خیر و شر دونوں زمانے میں ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ خیر کی تو پیروی کی جانی ہے اور شر سے محفوظ رہا جاتا ہے۔



کہتے ہیں کہ جب عبدالمسیح کسریٰ کے پاس واپس آیا اور آکر اس کو سطح کے قول کے بارے میں بتایا تو وہ کہنے لگا، ارے ابھی تو بہت وقت پڑا ہے (اس نبی کے آنے اور ہماری حکومتوں کو ختم ہونے میں)۔ ہم میں سے ابھی تو چودہ بادشاہ آنے ہیں، اس دوران نہ جانے کیا کیا امور واقع ہوں گے۔ چنانچہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ان میں سے صرف چار سال کی مدت میں دس بادشاہ گزر گئے۔ اور باقی چار بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک پورے ہو گئے۔ (دلائل النبوة لابن نعیم ص ۹۶۔ الوفاء ۱/۹۷)

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ سطح کی طرف منسوب ایک اور قصہ بھی ہے، جس میں اس نے اس وقت بھی کچھ ایسی ہی خبر دی تو جب وہ مکہ میں آیا تھا۔ اس نے ان لوگوں کو بتایا تھا کہ قریش میں سے جو ان سے ملے ہوئے تھے، ان میں سے ایک عبدمناف بن قصی بھی تھے۔ ان کو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کے بارے میں اور ان کے بعد خلفاء کے بارے میں خبر دی تھی۔ اور سطح سے منسوب اور قصہ بھی ہے۔ ہاں البتہ ربیعہ بن نصر لخمی کے خواب کی تاویل کی بابت بہت تکلف کیا گیا ہے۔

## باب ۱۰

### ذکر رضاع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دودھ پلانے والی اور پرورش کرنے والی مائیں

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ابو العباس محمد بن یعقوب نے ہمیں حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے، اس نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی والدہ کے حوالے کئے گئے اور ان کے دودھ پلانے والیاں تلاش کی گئیں (ان کے دودھ پلانے کے لئے)۔  
حلیمہ بنت ابو ذویب سے دودھ پلانے کی درخواست کی گئی۔

ابو ذویب کا نام عبد اللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان بن مضر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رضاعی والد ..... آپ کے رضاعی والد کا نام حارث بن عبد العزیٰ بن رفاعہ بن ملان بن ناصرہ بن سعد بن بکر بن ہوازن۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بہن بھائی ..... ۱۔ عبد اللہ بن حارث ۲۔ اُنیسہ بنت حارث ۳۔ حذافہ بنت حارث (اس کا نام شیماء ہے)۔ یہی نام ان کا مشہور ہو گیا تھا۔ وہ اپنی قوم میں اسی نام سے معروف تھیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حلیمہ بنت ابو ذویب کی بیٹی تھیں۔ مؤرخین نے ذکر کیا کہ شیماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرتی تھی اپنی والدہ کے ساتھ، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابن اسحاق نے، ان کو حدیث بیان کی جہم بن ابی جہم نے۔ وہ بنو تمیم کی ایک عورت کے غلام ہیں جو کہ حارث بن حاطب کی بیوی تھی۔ اس غلام کو حارث بن حاطب کا غلام کہا جاتا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے اس نے، جس نے سنا عبد اللہ بن جعفر بن ابوطالب سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے حلیمہ بنت حارث سے، جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔

وہ کہتی ہیں کہ میں بنو سعد بن بکر کی دیگر عورتوں کے ساتھ میں مکہ آئی۔ ہم لوگ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں نکلے تھے (جو ہمیں دودھ پلانے کے لئے دیئے جائیں)۔ اور یہ سال قحط سالی کا سال تھا۔ میں اپنی گدھی پر سوار ہو کر آئی تھی۔ سفید رنگ کی تھی اور وہ سواری اٹھانے سے تھکی ہوئی تھی

اور ہمارے ساتھ ہمارا چھوٹا بچہ بھی تھا اور ہماری ایک اُونٹنی بھی تھی، جس سے ایک دودھ کا قطرہ بھی نہ آتا تھا۔ ہم رات بھر سوئے بھی نہیں تھے اپنے بچے کے ساتھ۔ میرے سینے میں اتنا دودھ ہی نہیں تھا جس سے وہ شکم سیر ہو کر پی لے۔ اور ہماری اُونٹنی کے پاس بھی دودھ نہیں تھا۔ جس سے ہم اس کو غذا مہیا کرتے۔ لہذا ہم لوگ مکہ میں آئے۔

اللہ کی قسم ہم عورتوں میں سے ہر عورت کے لئے حضور ﷺ پیش کئے گئے، مگر سب نے انکار کر دیا۔ جب یہ کہا جاتا کہ یہ بچہ یتیم ہے تو ہم اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ ہم یہ کہتے تھے کہ اس کی ماں ہمیں کیا دے گی؟ کیونکہ ہم بچوں کے باپ سے معاونت کی امید کرتے تھے۔ ماں تو ہمارے ساتھ کوئی تعاون نہیں کر سکتی تھی۔ اللہ کی قسم میرے علاوہ جتنی عورتیں تھیں سب نے (میری سہیلیوں نے) کوئی نہ کوئی بچہ اٹھالیا تھا۔ مجھے تو محمد ﷺ کے سوا کوئی بچہ ہی نہ ملا دودھ پلانے والا۔

حلیمہ سعدیہ کی قسمت جاگنا ..... میں نے اپنے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ سے کہا اللہ کی قسم میں یہ بات بالکل ناپسند کرتی ہوں کہ میں اپنی سہیلیوں میں اکیلی اور خالی ہاتھ جاؤں، میرے پاس کوئی دودھ پینے والا بچہ ساتھ نہ ہو۔ میں اس یتیم کے پاس جاتی ہوں اور اسے لے آتی ہوں۔ اس نے کہا کہ مرضی ہے تمہاری، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ چنانچہ میں جا کر حضور ﷺ کو لے آئی۔ اللہ کی قسم میں نے انہیں اس لئے لیا تھا کہ مجھے اس کے سوا اور کوئی دوسرا بچہ ملا نہیں تھا۔ چنانچہ میں اسے لے کر اپنی منزل پر پہنچی۔

میں نے اپنا پستان اس کے آگے کیا تو اس نے خوب سیر ہو کر دودھ پی لیا۔ اور اس کے رضاعی بھائی نے پیا، وہ بھی شکم سیر ہو گیا۔ اور میرے شوہر اٹھ کر اُونٹنی کے پاس گئے تو اس کے تھن بھی دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کا دودھ نکالا۔ انہوں نے بھی پیا اور میں نے بھی پیا۔ ہم خوب سیر ہو گئے۔ ہم نے یہ رات خیر خوشی کی گزاری۔ صبح میرے شوہر نے مجھ سے کہا :

اے حلیمہ اللہ کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ آپ کوئی مبارک رُوح لے کر آئی ہو۔ کیا آپ دیکھتی نہیں ہو کہ اس کو لے آنے کے بعد ہم نے آج رات کیسی خوشی اور سکون سے گزاری ہے؟ اور خیر و برکت سے گزاری ہے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہماری خیر و برکت میں اضافہ کرتا رہے۔ جو نبی ہم اپنے شہروں کی طرف روانہ ہوئے اور ہماری گدھی نے اتنی مسافت طے کی جتنا کہ گدھے بھی طے نہیں کر سکتے۔ یہاں تک میری سہیلیاں کہنے لگیں :

حاشیہ از مترجم وحشی : جن عورتوں کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا وہ دس ہیں۔

(۱) آپ کی والدہ محترمہ آمنہ بنت وہب نے حضور ﷺ کو سات دن دودھ پلایا۔

(۲) ثویبہ لونڈی ابولہب۔ ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ اس نے حضور ﷺ کو اپنے بیٹے مسروح کے ساتھ دودھ پلایا تھا۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ اور سیدہ خدیجہ اس آزاد شدہ لونڈی ثویبہ کا احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ ان کے لئے مدینہ سے کپڑے اور دیگر عطایا بھیجتے تھے۔ اور فسخ خیبر کے بعد ان کا انتقال ہو گیا تھا، اس کے بعد حضور ﷺ نے اس کے بیٹے مسروح کا دریافت کیا تو پتہ چلا کہ اس کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ پھر اس کے قرابت داروں کا پوچھا تو معلوم ہوا کہ کوئی بھی ان میں سے باقی نہیں ہے۔

(۳) قبیلہ بنو سعد کی خاتون حلیمہ سعدیہ۔

(۴) خولہ بنت منذر ام بردہ انصاریہ۔ بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بھی حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ مگر ابن سعد مؤرخ کے بقول اس نے حضور ﷺ کے بیٹے ابراہیم کو دودھ پلایا تھا۔ یہی صحیح ہے۔

(۵) ام ایمن برکہ۔ اس کو مؤرخ قرطبی نے ذکر کیا ہے۔ اور مشہور یہ ہے کہ وہ پرورش کرنے والیوں میں سے ہے۔ دودھ پلانے والیوں میں نہیں۔

(۸، ۷، ۶) مؤرخ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ بنو سلیم کی تین عورتوں کے پاس حضور ﷺ گزارے گئے اور آپ نے ان کا دودھ پیا تھا۔

(۹) ام فروہ۔ اس کو مستغفری نے ذکر کیا ہے۔

(۱۰) حلیمہ بنت ابو ذویب بن عبداللہ بن جند بن رزام بن ناصرہ۔

ارے حلیمہ! کیا یہ وہی گدھی نہیں ہے جس پر آپ ہمارے ساتھ آئی تھی؟ میں نے کہا، ہاں یہ وہی ہے۔ وہ کہتیں اللہ کی قسم اس کی تو حالت ہی بدل گئی ہے۔ اسی حال میں ہم لوگ بنو سعد کی زمینوں پر پہنچے۔

میں نے خدا کی زمینوں میں بنو سعد کی زمین سے زیادہ قحط زدہ خشک اور بنجر زمین نہیں دیکھی تھی۔ مگر حضور ﷺ کے آجانے کے بعد میری بکریاں صبح کو جاتی تھیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتی تھیں اور دودھ سے تھن بھرے ہوتے تھے۔ ہم جس قدر چاہتے تھے دودھ دوتے تھے۔ جبکہ ہمارے ارد گرد کوئی ایک انسان بھی ایسا نہیں تھا جس کی بکریاں ایک قطرہ دودھ کا بھس رستی ہوں۔ شام کو ان کی بکریاں خالی پیٹ بھوکی واپس آتی تھیں۔ لہذا بکریوں کے مالک اپنے اپنے چرواہوں سے کہتے تھے تم بھی ان کے ساتھ چروایا کرو۔ لہذا وہ اپنی بکریاں میری بکریوں کے ساتھ چراتے، جہاں وہ چرتی تھیں، مگر پھر بھی وہ اپنی بکریاں شام کو بھوکی واپس لاتے تھے۔ دودھ کا ایک قطرہ نہیں ہوتا تھا۔ اور میری بکریاں جب شام کو آتیں تو پیٹ بھرے ہوتے، دودھ ٹپک رہا ہوتا تھا۔ ہم جتنا چاہتے تھے دودھ نکالتے تھے۔ ہمیشہ اللہ ہمیں برکتیں دکھاتا رہا اور ہم ان کو سمجھتے رہے یہاں تک کہ حضور ﷺ دو سال کے ہو گئے۔ اور حضور تیزی کے ساتھ جوان ہوتے گئے۔ عام لڑکوں کی طرح نہیں تھے۔ جب دو سال کو پہنچے تو ایک سخت جان لڑکے تھے۔ ہم ان کو ان کی ماں کے پاس لے آئے۔ مگر ہم دینے میں بہت بخیل تھے۔ اس لئے ہم نے ان کی برکتیں دیکھ لی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ واپس بنی سعد میں ..... جب حضور ﷺ کو ان کی والدہ نے دیکھ لیا تو ہم نے ان سے کہا، اے دودھ پلوانے والی محترمہ ہمیں رخصت دیجئے۔ ہم اپنے بیٹے کو ایک سال اور واپس لے جا کر اپنے پاس رکھ لیں، ہمیں اس پر مکہ کی وباء کا خطرہ ہے۔ اللہ کی قسم ہم برابر اس بات پر اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی والدہ نے کہا، اچھا ٹھیک ہے لے جائیے۔ اس طرح انہوں نے حضور ﷺ کو ہمارے ساتھ چھوڑ دیا۔ ہم نے ان کو دو یا تین ماہ اپنے بیچ میں ٹھہرایا تھا کہ ایک دن وہ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ ہمارے گھروں کے عقب میں بکری کے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ ان کا بھائی گھبرایا ہوا ہمارے پاس آیا اور بتانے لگا کہ دو آدمی آئے، انہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہمارے قریشی بھائی کو لٹا دیا ہے اور انہوں نے اس کے پیٹ کو چاک کر دیا ہے۔

یہ سنتے ہی میں اور اس کے ابو گھبرا کر اس کی طرف بھاگے مگر ہم نے انہیں وہاں کھڑے ہوئے پایا۔ ان کا چہرہ دمک رہا تھا۔ اس کے ابو نے جا کر اس کو سینے سے لگا لیا اور پوچھنے لگے، اے بیٹا آپ کو کیا ہوا ہے؟ حضور ﷺ نے بتایا کہ میرے پاس دو آدمی آئے تھے، انہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے پکڑ کر لٹا دیا، پھر میرے پیٹ کو انہوں نے چاک کر دیا پھر انہوں نے اس میں سے کوئی چیز ڈھونڈ کر نکالی اور اسے پھینک دیا پھر میرے پیٹ کو انہوں نے دوبارہ ایسے کر دیا جیسے پہلے تھا۔ لہذا ہم حضور ﷺ کو اپنے ساتھ اندر لے آئے۔ ان کے ابو کہنے لگے اے حلیمہ مجھے خطرہ ہو رہا ہے کہ کہیں اس کو کوئی مصیبت نہ پہنچ جائے۔ میرے ساتھ چلو، ہم اس کو اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا کر آتے ہیں، اس سے پہلے کہ اس پر کچھ ظاہر ہو جائے۔

حلیمہ کہتی ہے کہ ہم لوگوں نے یوں حضور ﷺ کو اٹھایا اور ان کی امی کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے ہمیں ان کے ساتھ دیکھا تو دیکھ کر پریشان ہو گئیں کہ خیریت تو ہے کیسے لے آئے ہو؟ تم تو اس کے رکھنے پر حریص تھے؟ ہم نے کہا کہ نہیں قسم ہے اللہ کی اسے دودھ پلوانے والی ماں۔ اللہ تعالیٰ نے خیریت کے ساتھ ہم سے اس کو واپس اپنے گھر والوں کے ہاں پہنچا دیا۔ ہم نے وہ اچھی ذمہ داری پوری کر دی ہے جو ہمارے ذمہ تھی۔ ہم نے کہا کہ ہمیں اس کے ضائع ہونے اور اس کے ساتھ کچھ ہو جانے کا ڈر لگا تو ہم نے چاہا کہ ہم اس کو اس کے گھر والوں کے حوالے کر دیں۔

وہ کہنے لگیں کہ کیا ہوا اس کو بیچ بیچ بتا دو اپنا معاملہ۔ انہوں نے ہمیں نہیں چھوڑا حتیٰ کہ ہم نے ان کو پوری پوری خبر بتادی۔ ان کی والدہ نے پوچھا کہ کیا تم اس پر شیطان کا خطرہ یعنی کسی جن کا خطرہ محسوس کرتی ہو کہنے لگی اللہ قسم ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا، کسی جن کے لئے اس پر کوئی چارہ نہیں ہے۔ میرے اس بیٹے کی ایک خاص شان ہوگی۔ کیا میں تمہیں نہ بتا دوں جیسے اس کی خبر ہے؟ ہم نے کہا کہ ضرور بتائیے۔

فرمایا کہ میں جب ان کے ساتھ حاملہ تھی تو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ گویا کہ مجھ سے ایک روشنی نمودار ہوئی ہے۔ جس کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔ پھر جب پیدا ہو چکے تھے تو تمام بچوں کی طرح نہیں ہوئے تھے بلکہ دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر سر کو اٹھائے ہوئے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ٹھیک ہے آپ لوگ اس کو چھوڑ جائیے۔

میں کہتا ہوں تحقیق روایت کیا ہے۔ محمد بن زکریا غلابی نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس سے اس وجہ سے اس قصے کو بہت اضافات کے ساتھ۔ اور وہ سارے میں نے سن رکھے ہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ محمد بن زکریا تہمت زدہ ہے حدیثیں وضع کرنے کی تہمت کے ساتھ۔ لہذا اسی پر اقتصار کرنا جو اہل مغازی کے نزدیک معروف ہے وہ زیادہ بہتر و اعلیٰ ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا ان روایات کو درج کرنے کے بارے میں۔ لہذا اس کے الحاق کرنے کی بات اختیار واقع ہو۔ اس کے ساتھ جسے ہم نے اہل مغازی سے پہلے نقل کیا ہے بوجہ اس کی شہرت کے مذکورین میں۔

رسول اللہ ﷺ کا سب سے پہلا کلام ..... ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن یوسف عمانی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی محمد زکریا غلابی نے ان کو حدیث بیان کی یعقوب بن جعفر بن سلیمان بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے، ان کو ان کے والد نے، سلیمان بن علی سے، اس نے اپنے والد علی بن عباس سے، اس نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ حلیمہ بنت ابو ذؤیب جس نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ وہ بیان کرتی تھی کہ انہوں نے جب رسول اللہ ﷺ کا دودھ چھڑا دیا تو انہوں نے اس وقت کلام کیا تھا۔ میں نے سنا کہ وہ عجیب کلام کر رہے تھے۔ میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے :

اللہ اکبر کبیرا، والحمد لله كثيرا، وسبحان الله بكرة واصيلا

جب وہ ذرا بڑے ہو گئے تو وہ جب لڑکوں کو کھیلتے دیکھتے تو ان سے علیحدہ ہو جاتے تھے۔ ایک دن وہ مجھ سے کہنے لگے، ”اے امی کیا ہوا میرے بھائی دن بھر گھر میں نظر نہیں آتے؟“ میں نے ان کو بتایا کہ میری روح آپ کے اوپر قربان جائے وہ تو جو ہماری بکریاں ہیں نا ان کو چرانے چلے جاتے ہیں۔ وہ صبح سے رات تک باہر رہتے ہیں رات کو واپس آتے ہیں۔ یہ سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو اُمٹا آئے اور وہ رو دیئے۔ پھر وہ کہنے لگے، ”امی میں پھر اکیلا یہاں پر کیا کروں گا؟ مجھے بھی اب ان کے ساتھ بھیج دیا کیجئے۔“ میں نے کہا کہ کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں؟ ”بولے جی ہاں۔“ کہتی ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں نے ان کو تیل لگایا، سر مہ لگا، اچھی نمیض پہنائی اور میں نے پھر سلیمانی منکے یا گھونگے یا یمنی کوڑیاں اٹھا کر نظر بد سے حفاظت کے لئے ان کے گلے میں لٹکا دیئے۔ انہوں نے ایک لٹھی اٹھائی اور اپنے بھائیوں کے ساتھ گھر سے باہر نکل گئے۔

چنانچہ وہ خوشی خوشی روزانہ جانے لگے۔ اسی دوران وہ ایک دن بکری کے بچوں کے ساتھ ہمارے گھروں کے پیچھے چلے گئے۔ جب دو پہر کا وقت ہوا تو ریکا یک میں کیا دیکھتی ہوں کہ میرا بیٹا ضمیر گھبر لیا، ہوا دوڑا آ رہا ہے۔ اس کی پیشانی سے پسینہ گر رہا ہے۔ اس پر حیرانی و پریشانی سوار ہے اور وہ چیخ رہا ہے۔ اے ابا، اے اماں میرے بھائی محمد ﷺ کے پاس آ جاؤ۔ تم نہیں ملو گے اس سے مگر وہ مرچکا ہوگا۔ میں نے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ بولا کہ ہم لوگ کھڑے ہوئے تھے، پھر پھینک رہے تھے اور کھیل رہے تھے۔ اچانک اس کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے اس کو اچک لیا۔ ہمارے بیچ میں سے اور اس کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا۔ ہم اس کی طرف دیکھتے رہ گئے۔ اس نے اوپر جا کر اس کا سینے سے لے کر زیناف کے بالوں کی حد تک چیر دیا۔ باقی مجھے نہیں پتہ کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ لوگ اس کو مل سکو گے، ہاں وہ مر چکا ہوگا۔

شق صدر کا واقعہ ..... کہتی ہیں کہ ان کے والد اور میں دوڑے دوڑے ان کے پاس گئے۔ جب ہم ان کے پاس پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے تو وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی نگاہ اوپر کو اٹھی ہوئی تھی مگر وہ مسکرا رہے تھے۔ میں جا کر منہ کے بل ان پر گر پڑی اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور میں نے کہا میری روح تم پر قربان جائے کس نے آپ کو ڈرایا ہے؟ وہ کہنے لگے :

”خبر ہے اے امی! میں ابھی ابھی کھڑا ہوا تھا اپنے بھائیوں کے ساتھ۔ میرے پاس اچانک تین آدمی آئے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا کوزہ تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرہ کا ایک تھال تھا، وہ برف سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے پکڑ لیا اور وہ مجھے پہاڑ کی چوٹی پر لے آئے۔ انہوں نے نہایت ہی نرمی کے ساتھ مجھے پہاڑ پر لٹا دیا۔ پھر انہوں نے میرے سینے سے ناف کے نیچے تک چاک کر دیا میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا، مجھے نہ تو اس کا کوئی احساس ہوا اور نہ ہی کوئی درد ہوا پھر اس شخص نے میرے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر اس میں سے آنتیں وغیرہ نکال لیں، پھر اس نے ان کو اس برف کے ساتھ دھو دیا۔ مگر اس نے بڑی نرمی کے ساتھ دھویا ہے۔ پھر اس نے ان کو واپس اپنی جگہ رکھ دیا ہے۔ اب دوسرا اٹھا، اس نے پہلے والے سے کہا کہ آپ اس سے ہٹ جائیے۔ اللہ نے جو آپ کو اس کے بارے میں حکم دیا تھا آپ نے وہ کام پورا کر لیا ہے۔ وہ میرے قریب آیا، اس نے میرے پیٹ میں ہاتھ داخل کیا اور اس نے میرے دل کو باہر نکال کر چیرا اور اس میں سے ایک سیاہ نکتہ نکالا جو کہ خون سے بھرا ہوا تھا، اسے پھینک دیا اور کہنے لگا کہ تم میں یہ شیطان کا حصہ تھا اے اللہ کے حبیب! پھر اس نے دل کو ایک چیز کے ساتھ بھر دیا جو اس کے پاس تھی۔ پھر اس نے اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیا ہے۔ پھر اس نے اس پر ایک نور کی مہر لگا دی ہے۔

میں ابھی بھی اپنی رگوں میں دُکھ لیتے جوڑوں میں اس کی ٹھنڈک محسوس کر رہا ہوں۔ پھر تیسرا آدمی اٹھا اس نے ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں نے وہ کام پورا کر لیا ہے جو اللہ نے تمہیں حکم دیا تھا۔ پھر وہ میرے قریب آیا، اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے سے نیچے تک پھیرا جہاں تک چیرا گیا تھا، چنانچہ وہ درست ہو گیا۔ پھر فرشتے نے کہا اس کو تو لو اس کی اُمت کے ساتھ دس افراد کے ساتھ۔ انہوں نے مجھے تولا تو میں دس افراد کے زیادہ بھاری ہو گیا۔ پھر اس نے کہا کہ اس کو اسکے حال پر چھوڑ دو۔ اگر تم اس کی پوری اُمت کے ساتھ تولو گے تو بھی یہ ان سب سے وزنی ہوگا۔ پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔

پھر وہ مجھ پر اوندھے گر گئے، انہوں نے میرے سر پر بوسہ دیا اور میری آنکھوں کے درمیان بھی اور کہنے لگے، اے اللہ کے حبیب آپ ہرگز نہیں ڈرائے جائیں گے۔ اگر آپ جان لیں کہ آپ کے ساتھ کس قدر خیر ہے تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ پھر وہ مجھے کھڑا ہوا اسی جگہ چھوڑ کر اوپر کو اڑنا شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ آسمان کے پردوں میں داخل ہو گئے۔ اور میں ان کی طرف دیکھتا رہا اور دیکھتا رہوں گا۔ اگر میں چاہوں تو میں آپ کو ان کے داخل ہونے کی جگہ دکھا سکتا ہوں۔“

واقعہ شق صدر کے بعد کاہن کے پاس لے جانا ..... حلیمہ کہتی ہیں کہ میں نے محمد ﷺ کو اٹھالیا اور میں بنی سعد بن بکر کی منازل میں سے ایک منزل پر لے آئی۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اس کو کسی کاہن کے پاس لے جائیے تاکہ وہ اس کو دیکھے اور اس کا علاج کرے۔ حضور ﷺ فرمانے لگے کہ مجھے کچھ بھی نہیں ہے جو تم لوگ ذکر کر رہے ہو۔ میں اپنے نفس کو صحیح سالم سمجھتا ہوں۔ الحمد للہ میرا دل بھی صحیح ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس کو جھپٹ ہو گئی ہے یا کوئی جن اس پر آ گیا ہے۔ حلیمہ کہتی ہے کہ لوگ میری رائے پر غالب آ گئے۔ لہذا میں ان کو ایک کاہن کے پاس لے گئی۔ اور میں نے کاہن کو اس کا سارا واقعہ سنا دیا۔ اس نے کہا آپ مجھے چھوڑیے، میں اس سے پوچھنا اور سُنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ لڑکا اپنے معاملہ کو تم سے بہتر جانتا ہے۔ اے لڑکے آپ بولئے۔ سیدہ حلیمہ کہتی ہے کہ میرے بیٹے محمد ﷺ نے اس کو اول سے آخر تک اپنا پورا قصہ بتا دیا۔ چنانچہ سب کچھ سُن کر ایک دم اُچھل کر کاہن کھڑا ہو گیا اپنے پیروں پر اور اس کو اپنے سینے سے لگا کر بلند آواز کے ساتھ چیخا۔

اے آل عرب، اے آل عرب تم لوگ خطرے سے آگاہ ہو جاؤ۔ تم لوگ اس لڑکے کو قتل کر دو اور مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر دو، کیونکہ اگر تم ان کو زندہ چھوڑو گے اور وہ جوان ہو جائے گا تو یہ تمہارے عقل مندوں کو بے قوف قرار دے گا اور تمہارے دین کو جھوٹا قرار دے گا۔ اور وہ ضرور بالضرور تمہیں رب کی دعوت دے گا جس کو تم نہیں جانو گے۔ اور ایسے دین کی دعوت دے گا جس کو تم پسند نہیں کرو گے۔

حلیمہ کہتی ہے کہ جب میں نے اس کاہن کی بات سنی تو میں نے محمد ﷺ کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور اس نے کہا تم ان سے زیادہ تنگ اور خوفزدہ ہو اور دیوانہ ہو۔ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تم ایسی بات بکو گے تو میں تمہارے پاس لے کر ہی نہ آتی۔ تم خود ہی کوئی ایسا بندہ ڈھونڈو جو تمہیں قتل کر دے۔ ہم تو محمد ﷺ کو قتل نہیں کریں گے۔ میں نے اسے اٹھایا اور اپنے گھر لے آئی۔

ہر گھر میں خوشبو کا مہکنا ..... اللہ بہتر جانتا ہے کہ میں جس جس گھر میں ان کو لے کر گئی وہیں وہیں کستوری کی تیز خوشبو اس سے ہم نے محسوس کی۔ اور ہر دن ان پر دو سفید کپڑوں والے آدمی اترتے تھے اور ان کے کپڑوں میں غائب ہو جاتے تھے اور ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ اس کو اے حلیمہ اس کے دادا عبدالمطلب کے پاس واپس کر آؤ اور اپنی امان سے اس کو خارج کر دو۔ کہتی ہیں کہ میں نے بھی اس بات کا پکا عزم کر لیا۔ پھر میں نے ایک منادی کرنے والے کی منادی سنی جو آواز لگا رہا تھا کہ مبارکباد ہو تیرے لئے اے بطحاء مکہ آج کے دن تیرے اوپر نور واپس کیا جائے گا اور دین اور حسن و خوبصورتی اور کمال۔ تم امن میں رہو اس بات سے کہ تم رسوا کی جاؤ یا غمگین کی جاؤ ابد الابد تک اور زمانوں کے زمانوں تک۔

رسول اللہ ﷺ کا اچانک غائب ہو جانا ..... وہ کہتی ہیں کہ پھر میں سوار ہوئی اپنی گدھی پر اور میں نے حضور ﷺ کو اپنے آگے بٹھالیا۔ میں سفر کرتی ہوئی مکہ کے بڑے دروازے پر پہنچ گئی۔ وہاں لوگوں کی جماعت موجود تھی۔ میں نے حضور ﷺ کو وہاں اتار دیا تاکہ میں اپنی ضرورت وہاں پوری کر لوں اور اپنا حلیہ درست کر لوں۔ میں نے دیوار گرنے جیسی ایک شدید ہیبت ناک آواز سنی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا، حضور غائب ہو چکے تھے۔ میں نے چیخنا شروع کر دیا لوگو میرا بچہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ کونسا بچہ؟ میں نے بتایا محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب۔ اللہ نے جس کے ذریعہ میرے چہرے کو رونق عطا کی، جس کے ذریعہ اللہ نے میرے خاندان کو غنی کر دیا، جس کے ذریعہ اللہ نے میری بھوک کو شکم سیری سے بدل دیا، میں اس کو پالتی رہی جب میں نے اپنی خوشی اس کے ساتھ پالی اور اپنی آرزو پوری ہونے کا وقت آیا تو میں اس کو واپس کرنے لے آئی تھی اور اپنی امان سے خارج کرنے آئی تھی میرے ہاتھ سے میرا بچہ اچک لیا گیا ہے، اس طرح کہ اس کے قدم ہی زمین پر نہیں لگنے دیئے گئے لات اور عزی کی قسم ہے اگر مجھے وہ نظر نہ آیا تو میں اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا کر پاش پاش کر دوں گی۔ لوگوں نے کہا ہم نے دیکھا کہ آپ قافلے سے غائب تھیں آپ کے ساتھ محمد ﷺ نہیں تھے۔

کہتی ہیں کہ میں نے کہا ابھی تو وہ تم لوگوں کے سامنے موجود تھے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ جب انہوں نے مجھے مایوس کر دیا تو میں افسوس کے مارے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر بیٹھ گئی اور بین کرنے لگی وَأُمِّحَمْدَاهُ وَأَوْلَادَاهُ۔ چنانچہ میں نے رورور کر ارد گرد والوں کو صیغ زلادیا خود رورور کر۔ لوگ بھی میرے ساتھ زور زور سے رونے لگے میرے غم کی وجہ سے۔ اچانک میرے پاس ایک بوڑھے ضعیف آدمی نے آکر کہا جو کہ اپنی لاٹھی کا سہارا لے کر چل رہے تھے۔ اس نے مجھ سے پوچھا، اے حلیمہ سعدیہ تم کیوں رورہی ہو اور لوگوں کو بھی رلا رہی ہو؟ میں نے کہا کہ میرا بیٹا محمد ﷺ مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ اس نے کہا کہ مت رو میں تمہیں وہ شخص بتاتا ہوں جو اس کے بارے میں جانتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تیرے پاس واپس بھی لوٹا سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے ضرور بتائیے۔ اس نے بتایا سب سے بڑا بت۔

کہتی ہے کہ میں نے کہا تیری ماں تجھے گم پائے شاید تجھے نہیں پتہ کہ جس رات کو محمد ﷺ پیدا ہوئے اس رات لات و عزی کا کیا حشر ہوا تھا۔ بوڑھے نے کہا کہ شاید آپ اول فول بک رہی ہو اور تمہیں معلوم ہی نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ چلو میں چلا جاتا ہوں بت کے پاس جا کر تیری طرف سے دعا کرتا ہوں اور سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کا بیٹا واپس کرادے۔

حلیمہ کہتی ہے کہ پھر وہ بوڑھا اندر داخل ہوا، میں اس کو دیکھ رہی تھی اس نے ہبل کے گرد سات چکر لگائے اور اس کے سر پر بوسہ دیا اور اس نے اس کو پکارا۔ اے میرے سردار تو ہمیشہ سے قریش پر انعام کی نوازش کرتا رہتا ہے۔ یہ سعدیہ عورت ہے، یہ کہتی ہے کہ اس کا بیٹا بھٹک گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہبل منہ کے بل گر گیا۔ اور سارے کے سارے بت ایک دوسرے پر گر گئے۔ اور ان سے آواز آئی، ہم سے ہٹ جا اے شیخ۔ ہماری ہلاکت محمد ﷺ کے ہاتھ پر ہے۔

کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بوڑھے کے دانت بچ رہے تھے اور اس کے گھٹنے کانپ رہے تھے۔ اس نے اپنی لاٹھی پھینکی اور وہ رونے لگے اور کہہ رہے تھے، اے حلیمہ نہ رو تیرے بیٹے کا ایسا بت ہے جو اس کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔ تم آرام سے اس کو تلاش کر لو۔

کہتی ہیں کہ مجھے ڈر لگنے لگا کہ کہیں یہ خبر مجھ سے پہلے عبدالمطلب کو نہ پہنچ جائے۔ لہذا میں نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا۔ جب میں ان کے پاس پہنچی تو انہوں نے مجھے پریشان دیکھتے ہوئے پوچھا کیا تیرے ساتھ سعادت اتری یا نحوست؟ کہتی ہیں کہ میں نے کہا بلکہ بہت بڑی نحوست ہے۔ وہ مجھ سے سمجھ گئے اور کہنے لگے لگتا ہے کہ تیرا بیٹا تجھ سے بھٹک گیا ہے۔ کہتی ہیں کہ میں نے کہا جی ہاں کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔ بعض قریش نے اس کو دھوکے سے پکڑ کر قتل کر دیا ہے۔

لہذا عبدالمطلب نے فوراً تلوار سونت لی اور غصے سے آگ بگولہ ہو گئے اور وہ جب غصے میں آتے تو ان کے غصے کی وجہ سے کوئی بھی ان کے آگے نہیں ٹھہرتا تھا۔ انہوں نے انتہائی اونچی آواز کے ساتھ پکارا يَا سَيْبِل۔ یہی جاہلیت میں ان کی پکار ہوتی تھی۔ چنانچہ تمام قریش ان کی ایک آواز پر جمع ہو گئے۔ انہوں نے پوچھا، اے ابوالحارث کیا بات ہے کیوں بلایا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میرا بیٹا محمد گم ہو گیا ہے۔ قریش نے کہا، آپ سوار ہو جائیے ہم بھی آپ کے ساتھ سواریاں لے کر چلتے ہیں تلاش کرنے کے لئے۔ آپ اگر گھوڑے دوڑائیں گے، ہم بھی آپ کے ساتھ دوڑائیں گے۔ آپ اگر سمندر میں گھسین گے، ہم بھی آپ کے ساتھ گھسین گے۔ چنانچہ وہ سب سوار ہو کر تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے بالائی مکہ اور زریں مکہ چھان مارا۔ جب کچھ بھی نظر نہ آیا تو انہوں نے گلے میں دوسری قمیص بدلی اور سر پر چادر بھی اور بیت اللہ کے ساتھ مرتبہ انہوں نے طواف کیا۔ اور یہ شعر کہا:

ينارب ان محمدًا لم يوجد  
فجميع قومي كلهم متردد

اے میرے رب! بے شک محمد نہیں مل رہا۔ لہذا میری پوری قوم پریشان ہے

اس کے بعد ہم لوگوں نے ایک منادی کرنے والے کی منادی کو سنا جو فضاء کی ہوا میں کہہ رہا تھا، اے قوم قریش کی جماعت مت چیخو، بے شک محمد ﷺ کا ایسا رب ہے جو اسی کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا اور نہ ہی اس پر ظلم ہونے دے گا۔ عبدالمطلب نے جو رب سے کہا اے ہاتف ہمیں کون اس کے بارے میں بتائے گا۔ کہتے ہیں کہ ہاتفوں نے کہا کہ وہ وادی تہامہ میں برکت والے درخت کے پاس بیٹھا ہے۔ چنانچہ عبدالمطلب ادھر ہی متوجہ ہو گئے جب کچھ راستہ طے کیا تو ان کو ورقہ بن نوفل ملے۔ لہذا اب وہ دونوں ساتھ ساتھ تلاش کرنے لگے۔ وہ اسی طرح گھوم رہے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک درخت تلے کھڑے ان کی ٹہنیاں کھینچ کر اس کے پتوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا تم کون ہو اے لڑکے؟ جواب ملا میں محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ عبدالمطلب نے کہا میری جان آپ پر قربان، میں آپ کا دادا عبدالمطلب ہوں۔ آپ نے انہیں اٹھایا اور سینے سے لگایا اور ان کو بوسہ دیا اور ان کو سینے سے لگایا۔ اور اگلے لمحے وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور رونے لگے۔ پھر انہوں نے حضور کو اپنے گھوڑے کی زین پر سوار کیا اور مکے میں لے آئے۔ سب لوگ بھی مطمئن ہو گئے اور قریش بھی مطمئن ہو گئے۔ اس خوشی میں عبدالمطلب نے بیس اونٹ ذبح کئے اور بکریاں اور گائے ذبح کر کے لوگوں کو کھلایا اور تمام اہل مکہ کو کھانا کھلایا۔

حلیمہ سعدیہ کے انعام ..... حلیمہ کہتی ہیں کہ پھر عبدالمطلب نے میرا سامان تیار کروایا اور احسن طریقے سے مجھے دیا اور احسن طریقہ پر روانہ کیا۔ میں اپنے گھر لوٹ آئی تو دنیا کی ہر خیر میرے پاس تھی (مجھے انہوں نے اس قدر دیا کہ) میں اس عطیے کی حقیقت بیان نہیں کر سکتی۔ اس طرز محمد ادا ان کے پاس رہنے لگے۔

حلیمہ کہتی ہے کہ میں نے عبدالمطلب کو ایک ایک کر کے ساری باتیں بتادیں پھر انہوں نے ان کو سینے سے لگالیا اور رونے لگے اور فرمایا، اے حلیمہ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی میں یہی پسند کرتا ہوں کہ میں بھی اس زمانے کو پالوں۔

ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے ثور بن یزید نے خالد بن معدان سے، اس نے اصحاب رسول سے۔ انہوں نے ان سے کہا تھا کہ آپ اپنی ذات کے بارے میں کچھ خبر دیجئے۔ لہذا انہوں نے بات ذکر فرمائی۔ فرمایا:

”میں سعد بن بکر دودھ پلویا گیا۔ ایک دن میں اپنے بھائی کے ساتھ اپنی بکریوں کے بچوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا کہ اچانک دو آدمی نمودار ہوئے۔ ان دونوں نے سفید کپڑے زیب تن کر رکھے تھے۔ ان کے پاس ایک برف سے بھرا ہوا سونے کا تھاں تھا۔ ان دونوں نے مجھے لٹا دیا اور دونوں نے مل کر میرا پیٹ چاک کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے میرا دل نکالا اور اس سے ایک خون کا ٹوٹھرا جو کہ سیاہ نکالا اور اس کو انہوں نے پھینک دیا پھر انہوں نے میرے دل اور پیٹ کو اس برف کے ساتھ دھو دیا۔ جب انہوں نے اس کو صاف کر لیا تو اس کے بعد اپنی جگہ پر اس کو لگا دیا۔ اس کے بعد ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس کو تولو، اس کی اُمت کے دس افراد کے ساتھ۔ اس نے تولا تو میں بھاری ہو گیا۔ ان سے، پھر اس نے کہا کہ اب اس کو اس کی اُمت کے سوا افراد کے ساتھ تو لو پھر اس نے مجھے ایک سوا فرد کے ساتھ تولا تو میں ان سے بھی بھاری ہو گیا۔ پھر اس نے کہا کہ اس کو ایک ہزار کے ساتھ تولو، اس نے مجھے ایک ہزار افراد کے ساتھ وزن کیا تو میں ان سے بھی بھاری ہو گیا۔ پھر اس نے کہا کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو، اگر تم اس کو اس کی پوری اُمت کے ساتھ وزن کرو گے تو بھی یہ ان سے بھاری ہو جائے گا۔“ (متدرک ۲/۶۰۰ - سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۷۱ - البدلیۃ والنہیۃ ۲/۲۷۵)

اور ہمیں اس کی خبر دی ہے ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد نے، ان کو حدیث بیان کی ہے یونس نے ابوسفیان شیبانی سے، اس نے حبیب بن ابوثابت سے، اس نے یحییٰ بن جعدہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میرے پاس دو فرشتے دو سارس اور دو بگلوں کی شکل میں آئے۔ ان کے پاس برف تھی اور اولے اور ٹھنڈا پانی تھا دونوں میں سے ایک نے میرا سینہ کھولا اور دوسرے نے اپنی چونچ کے ساتھ پانی بھر کر اس میں ڈالا اور اس کو دھویا۔“ (یہ روایت مرسل ہے)

تحقیق حدیث شق صدر اپنی صحیح موصول اسناد کے ساتھ روایت کی جا چکی ہے۔

ہمیں خبر دی محمد بن عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے محمد بن صالح بن ہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے محمد بن نصر بن عبد الوہاب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے شیبان بن فروخ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حماد بن سلمہ نے، ان کو ثابت ہانی نے، اس نے انس بن مالک سے، یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے، جبکہ حضور ﷺ کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو پکڑ کر اٹھایا اور ان کے دل کو چیرا اور دل کو نکالا اور اس سے خون بستہ نکالا اور کہا کہ تم میں یہ شیطان کا حصہ ہے۔ اس کے بعد انہوں نے سونے کی تھاں میں دل کو زمزم سے دھویا پھر صاف کر کے اپنی جگہ پر نصب کر دیا۔ لڑکے بھاگے ہوئے اپنی ماں کے پاس گئے یعنی دودھ پلانے والی کے پاس اوز کہنے لگے محمد مل کر دیئے گئے۔ وہ سامنے آئے تو وہ صاف رنگ ہشاش بشاش کھڑے تھے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں اس سلائی کے نشانات حضور ﷺ کے سینے پر دیکھتا تھا۔

مسلم نے اس کو شیبان بن فروخ سے روایت کیا ہے اہل مغازی کے نزدیک جو معروف ہے یہی اس کے موافق ہے۔

تحقیق ہمیں خبر دی ہے ابو الحسن علی احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبید صغار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی تھام نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی موسیٰ یعنی اسماعیل نے، ان کو حدیث بیان کی ہے سلمان بن مغیرہ سے، اس نے ثابت سے، اس نے انس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میرے پاس لوگ آئے اور میں اپنے گھر میں تھا۔ مجھے زمزم کے پاس لے جایا گیا، پھر میرا سینہ کھولا گیا، زمزم کے پانی سے دھویا گیا۔ اس کے بعد سونے کا ایک تھاں لایا گیا، وہ ایمان سے اور حکمت سے بھرا ہوا تھا اسے میرے سینے میں بھر دیا گیا۔ انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اس چیز نے کا نشان دکھاتے تھے اس کے بعد فرشتے مجھے آسمان دنیا کی طرف لے گئے، اس نے دروازہ کھولا۔ پھر حضور ﷺ نے معراج کی بات ذکر کی۔ مسلم نے اس کو صحیح میں نقل کیا ہے۔ بہز بن اسد کی حدیث سے، اس نے سلمان بن مغیرہ سے، اور اسی مفہوم کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے شریک بن عبد اللہ بن ابونمر نے انس بن مالک سے، اس نے نبی کریم ﷺ سے، اور زہری روایت کرتے ہیں انس بن مالک سے، وہ ابو ذر سے، وہ نبی کریم ﷺ سے، اور قتادہ روایت کرتے ہیں انس بن مالک سے، وہ مالک بن صعصعہ سے، وہ نبی کریم ﷺ سے۔



اور احتمال ہے کہ یہ واقعہ دو مرتبہ ہوا ہو۔ ایک تو اس وقت جب حضور ﷺ ابھی رضاعی ماں کے پاس تھے سیدہ حلیمہ کے پاس۔ اور دوسری مرتبہ اس وقت جب وہ مکے میں تھے بعثت کے بعد شب معراج میں۔ واللہ اعلم

ثویبہ ابولہب کی لونڈی کا رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلانا ..... ثویبہ ابولہب بن عبدالمطلب کی لونڈی نے بھی رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کے ساتھ۔

ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے اور ابو سعید بن ابوعمر نے، دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابو محمد احمد بن عبد اللہ مزنی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی علی بن محمد بن عیسیٰ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو الیمان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی شعیب نے، زہری سے، وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی ہے عروہ بن زبیر نے، کہ زینب بن ابوسلمہ اور اس کی والدہ ام سلمہ نے اس کو خبر دی کہ ام حبیبہ ابوسفیان کی بیٹی نے، اس کو خبر دی ہے کہ اس نے کہا تھا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ میری بہن یعنی ابوسفیان کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو؟ وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، جی ہاں یا رسول اللہ! آپ کے معاملہ میں فکر سے آزاد نہیں ہوں۔ اور میں اس کو پسند کرتی ہوں جو مجھ کو خبر میں شریک کرے (یعنی میری بہن کے معاملے میں)۔ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ نکاح میرے لئے حلال نہیں ہے۔ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم یا رسول اللہ! بے شک ہم لوگ باتیں کرتے ہیں کہ آپ ارادہ رکھتے ہیں کہ آپ ذرّۃ بنت ابوسلمہ سے نکاح کریں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ ام سلمہ کی بیٹی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ حضور ﷺ فرمایا اللہ کی قسم یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ جب ہو سکتا ہے تھا کہ یہ بات نہ ہوتی یعنی وہ میرا بیہ میری زیر پرورش ہے میری گود میں ہے، میرے لئے حلال نہیں ہے۔ بے شک وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔ آپ اپنی بیٹیاں اور بہنیں مجھ پر (نکاح کے لئے) پیش نہ کریں۔

عروہ کہتے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی، اور ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ چنانچہ جب ابولہب مر گیا تو اس کے گھر والوں نے خواب میں اس کو بُری حالت میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ آپ نے کیا پایا۔ ابولہب نے بتایا میں نے تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد کبھی کوئی نرمی نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں نے ثویبہ کو آزاد کرنے کے بدلے میں پانی پلایا گیا ہوں اور اس نے اس چھوٹے سے برتن کی طرف اشارہ کیا جو انگوٹھے اور اس کے متصل انگلیوں میں تھا، یا انگلیوں اور انگوٹھے کے درمیانی مختصر فاصلے کا اشارہ کیا۔ بخاری نے صحیح میں اس کو نقل کیا ہے۔

## بی بی ام ایمن حضور ﷺ کے بڑے ہونے تک پرورش کنندہ تھی

ہمیں خبر دی ابو بکر احمد بن حسن قاضی نے، وہ کہتے ہیں انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو بکر محمد بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبد اللہ بن یوسف نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابن وہب نے، اور ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی ابو عبد اللہ بن یعقوب نے، ان کو حدیث بیان کی حسین بن حسن اور محمد بن اسماعیل نے، ان دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابو الطاہر نے، وہ کہے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابن وہب نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی یونس بن یزید نے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے یونس بن مالک سے کہ انہوں نے کہا جب مہاجر مکہ سے مدینہ آئے۔ اس نے اس بات میں حدیث ذکر کی اور اس میں بی بی ام سلیم نے حضور ﷺ کو خوشبو پیش کی تھی۔ حضور ﷺ نے ام ایمن کو عطا فرمائی جو حضور کی مولات تھی۔ یہ ام اسامہ بن زید تھی۔

ابن شہاب نے کہا: ام ایمن ام اسامہ بن زید کی خاص بات یہ تھی کہ وہ عبد اللہ بن عبدالمطلب کی لونڈی تھی اور وہ حبشہ سے تھی۔ جب سیدہ آمنہ نے رسول اللہ ﷺ کو جنم دیا آپ کے والد کی وفات کے بعد تو یہی ام ایمن حضور ﷺ کی پرورش کرتی رہی تھی۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ بڑے ہو گئے۔ تو آپ نے ان کو آزاد کر دیا۔ پھر ان کا نکاح زید بن حارثہ کے ساتھ کر دیا تھا۔ ان کی وفات حضور ﷺ کی وفات کے پانچ ماہ بعد ہوئی تھی۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابو طاہر سے۔ (اخرجہ مسلم ص/۲۲ کتاب الجہاد)

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی کا ذکر

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

۱- محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم - (سورۃ الفتح : آیت ۲۹)  
محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کفار پر انتہائی سخت ہیں اور آپس میں شفیق ہیں۔

۲- و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد - (سورۃ القف : آیت ۶)  
اور میں بشارت دینے والا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ﷺ ہے۔

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ حافظ نے بطور املاء کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو جعفر بغدادی نے زبانی طور پر، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی علی بن عبد العزیز نے، ان کو عمرو بن واسطی نے، ان کو حدیث بیان کی خالد بن عبد اللہ نے، ان کو داؤد بن ابو ہند نے عباس بن عبد الرحمن سے، اس نے کنذیر بن سعید سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے دور جاہلیت میں حج کیا۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو طواف کر رہا تھا اور وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا :

یا رب رد را کبسی محمدا یا رب رُدِّہ و اصطنع عندی یدا

اے میرے رب اب میرے سوا محمد کو واپس کیجئے - اے رب اس کو میرے پاس واپس بھیجئے اور محمد پر احسان کیجئے

اور اس کے علاوہ دیگر نے یوں کہا ہے : رُدِّہ - میں نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ جناب عبد المطلب بن ہاشم نے اپنے پوتے محمد ﷺ کو اپنے اُونٹوں کی تلاش میں بھیجا تھا اور اس سے قبل جب بھی ان کو ضرورت سے بھیجتے تھے تو اس میں وہ کامیاب جلدی واپس آجاتے تھے۔ اس مرتبہ وہ کافی لیٹ ہو گئے تھے۔ پھر حضور ﷺ اُونٹوں کو لے کر ہی پہنچے تو انہوں نے محمد ﷺ کو گلے سے لگایا اور کہنے لگے، اے بیٹے میں آپ کے غائب ہونے پر اتنی بار گھبراتا ہوں جس قدر کسی اور چیز پر ہرگز پریشان نہیں ہوتا۔ اللہ کی قسم میں آپ کو آئندہ کسی حاجت کے لئے نہیں بھیجوں گا اور نہ ہی آج کے بعد آپ مجھ سے جدا ہو گے کبھی۔

قریش کی گالیوں سے بچنا ..... (۲) ہمیں خبردی ابو الحسن محمد بن حسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں ہمیں خبردی عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر حمیدی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی اسفیان نے، ان کو ابو الزناد نے، اعرج سے، اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ لوگ حیرت نہیں کرتے اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ قریش سے گالی کو اور لعنت کو کیسے پھیر دیتے ہیں؟ (میرے مخالف) مُذَمَّم کو گالیاں دیتے ہیں اور مُذَمَّمًا کو لعنت کرتے ہیں اور جبکہ میں وہ نہیں ہوں بلکہ میں تو محمد ہوں۔

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں علی بن عبد اللہ سے، اس نے سفیان سے۔ (فتح الباری ۶/۵۵۴-۵۵۴/۲)

(۳) اور ہمیں خبردی ہے ابو الحسن بن فضل سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو الیمان نے، ان کو شعیب نے، ان کو زہری نے، ان کو محمد بن حسب بن مظعم نے اپنے والد سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، وہ فرماتا تھا کہ بے شک میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماجی ہوں، میں وہ ہوں کہ اللہ نے میرے ساتھ کفر کو مٹا دیا ہے۔ اور میں حاشر ہوں یعنی قیامت میں لوگ جس کے قدموں میں جمع کئے جائیں گے۔ اور میں عاقب ہوں (آخری نبی، جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو)۔

بخاری نے اس کو صحیح میں نقل کیا ابن یمان سے، مسلم نے اس کو روایت کیا ابن حمید سے، اس نے ابو الیمان سے۔ اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے ابن عیینہ سے اور عقیل سے، انس زہری سے اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے حدیث مالک بن انس سے، اس نے زہری سے۔ (بخاری کتاب المناقب ۶۱)

(۴) مجھے خبر دی ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن بشران عدل نے بغداد میں، ان کو اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو احمد بن منصور نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو معمر نے زہری سے، ان کو محمد بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، فرماتے ہیں کہ بے شک میرے متعدد نام ہیں۔ میں احمد ہوں، میں محمد ہوں، میں ماجی ہوں، میں وہ ہوں کہ اللہ نے میرے ذریعے کفر کو مٹا دیا ہے۔ اور میں حاشر ہوں، لوگ میرے قدموں میں جمع کئے جائیں گے اور میں عاقب ہوں۔ کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے کہا کہ عاقب کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں۔ عبد بن حمید سے، اس نے عبدالرزاق سے، اور اس کو انہوں نے نقل کیا ہے یونس بن یزید کی روایت سے، اس نے زہری سے اور انہوں نے حدیث میں فرمایا کہ میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام رؤف اور رحیم بھی رکھا ہے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو عبد اللہ بن یعقوب نے، ان کو حسن بن سفیان نے ان کو حرمہ بن یحییٰ نے، ان کو ابن وہب نے، ان کو ابن شہاب سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الخ اور مسلم نے روایت کیا ہے حرمہ سے۔

احتمال ہے کہ لفظ عاقب کی تفسیر زہری کے قول سے ایسے ہو جیسے اس کو معمر نے بیان کیا ہے اور ان کا قول کہ اللہ نے حضور کا نام رؤف رحیم رکھا ہے یہ زہری کے قول میں سے ہے۔ واللہ اعلم

(۶) ہمیں حدیث بیان کی ابو الحسن محمد بن حسین بن داؤد علوی نے، ان کو ابو بکر محمد بن احمد بن دلو یہ دقاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن حفص بن عبد اللہ نے، ان کو حدیث بیان کی ان کے والد نے، ان کو ابراہیم بن طہمان نے، ان کو محمد بن میسرہ نے زہری سے، اس نے محمد بن جبیر بن مطعم سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میرے پانچ نام ہیں :

میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماجی ہوں، وہ ہوں کہ اللہ نے میرے ساتھ کفر کو مٹا دیا ہے۔ اور میں حاشر ہوں وہ کہ جس کے قدموں پر اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو جمع کریں گے اور میں عاقب ہوں، یعنی ختم کرنے والا۔

اس کو روایت کیا ہے نافع بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے، اس نے ان ناموں کو خاتم کے ساتھ چھ شمار کئے ہیں۔

(۷) ہمیں خبر دی محمد بن حسین قطان نے بغداد میں۔ ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حجاج نے، ان کو حماد نے، ان کو جعفر بن ابو وحشیہ نے، ان کو نافع بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں میں نے سنا نبی کریم ﷺ فرماتے تھے میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں حاشر ہوں ماجی ہوں اور خاتم ہوں اور عاقب ہوں۔

(۸) ہمیں خبر دی ابو الحسن علی بن احمد بن عبد ان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر محمد بن محویہ عسکری نے، ان کو جعفر بن محمد قلانی نے، ان کو آدم بن ابویاس نے، ان کو لیث بن سعد نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوصالح نے، ان کو لیث نے، ان کو خالد بن یزید نے، ان کو سعید بن ابوبلال نے، ان کو عقبہ بن مسلم نے، ثابت بن جبیر بن مطعم سے کہ وہ عبد الملک بن مروان کے پاس پہنچے تو عبد الملک نے ان سے کہا کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے نام یاد رکھتے ہیں جو جبیر بن مطعم شمار کرتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں وہ تجھے ہیں۔ محمد، احمد، حاتم، حاشر، عاقب، ماجی۔

بہر حال حاشرا اس لئے ہیں کہ قیامت کے ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں تمہارے لئے ڈرانے والے عذاب شدید سے پہلے پہلے۔ بہر حال عاقب اس لئے ہیں کہ وہ انبیاء کے عقب میں آئے ہیں۔ روہما جی اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اتباع کی وجہ سے ہر اس شخص کے گناہ مٹا دیتے ہیں جو ان کی اتباع کرتا ہے۔

(۹) ہمیں خبر دی ابو بکر بن فورک نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر اصفہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابو داؤد طیالسی نے، ان کو مسعودی نے، عمرو بن مرہ سے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو خبر دی محمد بن ابراہیم ہاشمی نے، ان کو احمد بن سلمہ نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو جریر نے، ان کو اعمش نے، ان کو عمرو بن مرہ نے ابو عبیدہ سے، اس نے ابو موسیٰ نے، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں اپنے نام رکھے ہوئے بتائے تھے۔ فرمایا کہ میں محمد ہوں، احمد، حاشر، مقفی، نبی التوبہ، نبی الملاحمہ یہ الفاظ ہیں حدیث اعمش کے اور مسعودی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنے نام بتائے تھے، ان میں سے کچھ نام ہم نے یاد کئے پھر ان کو ذکر کیا مسلم نے، اس کو روایت کیا صحیح میں اسحاق بن ابراہیم سے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابو القاسم زید بن ابو ہاشم علوی نے کوفے میں، اس نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابو جعفر محمد بن علی بن دحیم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن عبد اللہ نے، ان کو کعب نے اعمش سے، اس نے ابو صالح سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا لوگو! حقیقت یہ ہے کہ میں تھک دی ہوئی رحمت ہوں۔ یہ روایت منقطع ہے اور بطور موصول بھی مروی ہے۔

(۱۱) ہمیں ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو الفضل محمد بن ابراہیم نے، ان کو حسین بن محمد بن زیاد اور ابراہیم بن ابوطالب نے دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی زیاد بن یحییٰ حسانی نے (ح) اور ہمیں خبر دی ابو بکر محمد بن سعید بن سختویہ اسفرائنی مجاور نے مکہ میں اور انہوں نے یہ حدیث اپنی تحریر میں مرے لئے لکھ کر دی۔ ان کو حدیث بیان کی ابو بکر محمد بن محمد بن احمد طرازی بغدادی نے نیشاپور میں اور ابو علی محمد بن علی بن حسن حافظ اور ابو نصر شافع بن محمد بن ابو عوانہ نے، ان کو ابوروق احمد بن محمد بن بکر ہزانی نے بصرہ میں، ان کو ابو الخطاب زیاد بن یحییٰ حسانی نے، ان کو مالک بن سعیر بن خمس نے اعمش سے، اس نے ابو صالح سے، اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَةٌ، سوائے اس کے نہیں کہ میں عطا کی ہوئی رحمت ہوں۔ یہ الفاظ حدیث اسفرائنی کے ہیں اور ابو عبد اللہ کی روایت میں ہے کہ

(۱۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے اور ابو سعید بن ابو عمرو نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبد الجبار نے، ان کو کعب نے اسماعیل ازرق سے، اس نے ابن عمر سے، اس نے محمد بن حنفیہ سے کہ اس نے کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ اور ابو بکر قاضی نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبد الجبار نے، ان کو ابن فضیل نے کلبی سے، اسے ابو صالح نے، اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں طہ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی، کہ اس سے مراد ہے اے فلاں آدمی (محمد رسول اللہ ﷺ) ہم نے آپ کے اوپر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا تا کہ آپ مشکل میں پڑ جائیں۔ کیونکہ حضور ﷺ رات رات بھر پیروں پر کھڑے ہو کر گزار دیتے تھے عبادت کرتے کرتے۔ یہ لغت ہے عک کی لغت ہے۔ آپ اگر کسی عیگی سے کہیں یَا رَجُلُ تو وہ آپ کی طرف توجہ نہیں کرے گا اور آپ جس وقت اس کو یوں کہیں طہ تو وہ آپ کی طرف توجہ کرے گا۔

### دوناموں والے پانچ انبیاء

(۱۴) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، اس نے سنا ابو زکریا یحییٰ بن محمد عنبری سے، وہ کہتے ہیں کہ خلیل بن احمد نے کہا پانچ انبیاء دو دو ناموں والے ملے ہیں :

- ۱۔ محمد اور احمد ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲۔ عیسیٰ اور مسیح علیہ السلام
- ۳۔ اسرائیل اور یعقوب علیہ السلام
- ۴۔ یونس اور ذوالنون علیہ السلام
- ۵۔ الیاس و ذوالکفل علیہ السلام

ابوزکریانے کہا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے قرآن کے پانچ نام ہیں : (۱) محمد (۲) احمد (۳) عبداللہ (۴) ظہ (۵) یسین۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

۱۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ ۲۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

۳۔ اور اللہ تعالیٰ نے عبداللہ کے ذکر میں فرمایا: وانہ لما قام عبداً لله يدعوہ، مراد نبی کریم ﷺ جب عبادت کرنے کے لئے لیلۃ الجحش میں کھڑے ہوئے۔ کاذواً یکنونون علیہ لیلداً، قریب ہے کہ وہ لوگ اس پر نمدہ اور ناٹ بن جاتے۔

کہ وہ بعض بعض پر واقع ہوئے تھے جیسے نمدہ ہوتا ہے، اُون سے تیار کیا جاتا ہے اور بعض بعض کے اوپر رکھی جاتی ہے لہذا وہ لبد اور ناٹ ہو جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ظہ ما انزلنا علیک القرآن لتشتقی، اور قرآن مجید ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا تھا کسی اور پر نہیں (تو پھر ظہ سے مراد بھی حضور ﷺ ہیں گویا ظہ ان کا نام ہے)۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یسین۔ یعنی اے انسان! اور انسان سے مراد یہاں عاقل (یعنی انسان کامل ہے) اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یسین کہہ کر فرمایا: اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ کہ آپ رسول ہیں۔

میں نے کہا کہ اس کے علاوہ بعض اہل علم نے اضافہ کیا ہے۔ اور یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور ﷺ کے نام یہ رکھے ہیں : رسول، نبی، امی، شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، سراج المنیر، رؤف، رحیم، نذیر، مبین، مُذْکِر، رحمتہ، نعمتہ، ہادی، عبد صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما کثیراً۔

(۱۵) ہمیں خبر دی حسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی ان کو، یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو عثمان نے، ان کو عبداللہ بن مبارک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابراہیم بن اسحاق نے، ان کو مسیب بن رافع نے، وہ کہتے ہیں کہ کعب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ سے فرمایا: اے میرے بندے! میں نے آپ ﷺ کا نام پسندیدہ اور منتخب شدہ توکل کرنے والا نام رکھا ہے۔

(۱۶) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو خلف بن محمد بخاری نے، ان کو حدیث بیان کی صالح بن محمد بن حبیب حافظ نے، ان کو محمد بن میمون مکی نے، ان کو سفیان بن عیینہ نے علی بن زید سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے سنا کہتے تھے جمع ہو جاؤ اور باہم مذاکرہ کرو کہ عرب جو شعر کہتے ہیں کہ ان میں سب سے زیادہ خوبصورت شعر کون سا ہے؟ لوگوں نے جمع ہو کر اجتماعی طور پر کہا کہ وہ شعر سب سے زیادہ خوبصورت ہے جو ابوطالب نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہا تھا۔

وَسَقَّ لَهُ مِنْ اسْمِهِ كَى يُجِلَّهُ  
فَذُوا الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ

یہ بات انتہائی مشکل تھی کہ آپ ﷺ کے نام کی بابت کوئی ایسی فیصلہ کن بات کہی جائے جو آپ ﷺ کی ذات اور نام کے شایان شان جلاء اور وضاحت کا کام دے سکے۔ تو یہ بات معقول لگتی ہے کہ عرش بریں کا مالک محمود ہے اور یہ صاحب رسالت محمد ہے۔

اور اس کو روایت کیا ہے مسیب بن واضح نے سفیان سے، اور انہوں نے کہا لِيَجْلَّهُ، تاکہ وہ اس کو جلا بخشنے (یا اس کو جلالت عطا کرے)۔

## باب ۱۲

## کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ اور ابو بکر احمد بن حسن قاضی نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ بن اسد نے، ان کو سفیان بن عیینہ نے، ان کو ایوب نے، ان کو محمد بن سیرین نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ابو ہریرہ سے وہ فرماتے ہیں کہ فرمایا ابو القاسم نے کہ آپ لوگ میرے نام کے ساتھ نام رکھا کرو مگر میری کنیت استعمال نہ کیا کرو، یعنی ابو القاسم اپنی کنیت نہ رکھا کرو۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں علی بن عبد اللہ سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے ابو بکر بن ابوشیبہ وغیرہ سے، اس نے سفیان سے۔

(بخاری کتاب المناقب ص ۴۱۔ فتح الباری ۶/۵۶۰)

(۲) ہمیں خبر دی ابو احسین بن فضل قطان نے اور ہمیں خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، اس نے یعقوب بن سفیان سے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو عاصم سے، اس نے ابن عجلان سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا نام اور کنیت (اپنے ناموں میں) جمع نہ کیا کرو یہ حقیقت ہے کہ میں ابو القاسم ہوں اللہ تعالیٰ رزق دیتے ہیں اور میں اس کو تقسیم کرتا ہوں۔

(۳) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو سعید عبد الملک بن ابوعثمان زاہد نے، ان کو خبر دی ابو عمرو و اسماعیل بن نجید سلمی نے، ان کو ابو مسلم ابراہیم بن عبد اللہ نے، ان کو ابو عاصم نے، اس نے اس کو مذکور کی مثل ذکر کیا ہے۔ مگر یہ کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ (متدرک ۲/۶۰۴)

(۴) ہمیں خبر دی ابو طاہر فقیہ نے، ان کو ابو الحسن احمد بن محمد بن عبدوس طرائفی نے، ان کو عثمان بن سعید دارمی نے، ان کو عمرو بن خالد حرانی نے (ح)۔ اور ہمیں حدیث بیان کی ابو محمد عبد اللہ بن یوسف اصفہانی اور ابو بکر احمد بن حسن قاضی نے، ان دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحاق صغانی نے، ان کو عثمان بن صالح نے، ان کو ابن لہیعہ نے یزید بن ابو حبیب سے اور عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس بن مالک سے کہ جب نبی کریم ﷺ کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے ماریہ سے جو آپ کی باندی بھی تھیں، حضور ﷺ کے دل میں ان کے نام کے ساتھ کنیت استعمال کرنے کے بارے میں بات آئی تھی۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا، السلام علیکم یا ابا ابراہیم۔ اور فقیہ کی ایک روایت میں ہے اے ابو ابراہیم۔ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۲/۴۰۶)

## باب ۱۳

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل و نسب کی شرافت کا ذکر

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ اور ابو عبد اللہ اسحاق بن محمد بن یوسف سوسی نے، ان دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ربیع بن سلیمان نے اور سعید بن عثمان نے، ان کو بشر بن بکر اوزاعی نے، ان کو ابو عمار شداد نے وائلہ بن اسقع سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے بنو کنانہ کو چن لیا بنو اسماعیل میں سے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے چن لیا قریش کو بنو کنانہ میں سے پھر قریش میں سے چن لیا بنو ہاشم کو اور پھر بنو ہاشم میں سے مجھے چن لیا۔ یہ الفاظ حدیث سعید کے ہیں۔

(ترمذی کتاب المناقب ۵/۱۰۷)

(۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ نے۔ وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی علی بن عباس اسکندرانی نے مکہ میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے سعید بن ہاشم نے، ان کو وحیم نے، ان کو ولید بن مسلم نے، ان کو اوزاعی نے، ان کو ابو عمار شداد نے کہ اس نے سنا وائل بن اسقع سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ فرماتے تھے بے شک اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے بنو کنانہ کو چن لیا تھا پھر کنانہ میں سے قریش کو پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو پھر بنو ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا۔

اس کو مسلم نے صحیح میں روایت کیا ہے محمد بن مہران سے اور اس کے ماسوائے ولید بن مسلم سے۔ اور اس حدیث کی ایک مرسل روایت شاہد بھی ہے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، ان کو عبد اللہ بن جعفر بن دارستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو سلیمان بن حرب اور حجاج بن منہال نے، دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی حماد بن زید نے عمرو بن دینار سے، اس نے محمد بن علی سے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انتخاب فرمایا۔ پس عرب کو منتخب کیا پھر عرب میں سے بنو کنانہ کو، یا کہا تھا کہ نصر بن کنانہ کو منتخب کیا پھر ان میں سے قریش کو پھر ان میں سے بنو ہاشم کو پھر ان میں سے مجھ کو منتخب کیا۔ اور ایک اور طریق سے اسی مفہوم میں مروی ہے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابو الحسین فضل قطان نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبید اللہ نے، ان کو اسماعیل بن ابو خالد نے، ان کو یزید بن ابو زیاد نے، ان کو عبد اللہ بن حارث بن نوفل نے عباس ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کہ بے شک قریش جب باہم ملتے ہیں تو وہ ایک دوسرے سے محبت اور ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ ملتے مگر جب وہ ہم لوگوں سے ملتے ہیں وہ ایسے رُخ سے ملتے ہیں جو معروف نہیں ہوتا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ سخت ناراض ہوئے پھر فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ تمہیں محبوب رکھے اور اللہ اور رسول کو بھی محبوب رکھے۔ میں نے کہا بے شک۔ قریش بیٹھے باہم اپنے حسب و نسب کا مذاکرہ کر رہے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی مثال بیان کی مثل اس کھجور کے درخت کی جو کوڑے کرکٹ والی زمین پر کھڑا ہو۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ عزوجل نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تھا تو مجھے ان میں سے بہتر مخلوق میں سے بنایا۔ پھر جب اللہ نے ان کو تقسیم کیا تو مجھے ان کے خیر الفریقین میں سے بنایا۔ پھر جب ان کو قبیلوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان کے بہترین قبیلے میں سے بنایا۔ پھر اللہ نے جب لوگوں کو گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہترین گھر میں پیدا کیا۔ میں لوگوں میں سے نسب کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں اور گھرانے کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں۔

(۵) ہمیں حدیث بیان کی محمد بن عبد اللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی علی بن حماد نے وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی موسیٰ بن اسحاق قاضی نے، ان کو ابو بکر بن ابوشیبہ نے، ان کو ابن فضیل نے یزید بن ابی زیاد سے، اس نے عبد اللہ بن حارث سے، اس نے ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگ ان سے ناراض ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ محمد کی مثال اس کھجور جیسی ہے جو کوڑے اور پکڑے پر کھڑا ہو۔ حضور ﷺ ناراض ہو گئے اور فرمایا: اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پیدا کی تھی پھر اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں سے بہترین حصے میں پیدا کیا۔ پھر اللہ نے قبیلے بنائے اور مجھے بہترین قبیلے میں پیدا کیا۔ پھر ان کے گھرانے بنائے اور مجھے ان کے بہترین گھرانوں میں بنایا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: میں تم سے بہتر ہوں قبیلے کے اعتبار سے اور گھرانے کے اعتبار سے بھی۔

اسی طرح کہا ہے کہ مروی ہے ربیعہ بن حارث سے اور دیگر نے کہا کہ مروی ہے عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث سے اور ابن ربیعہ سے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ عبد المطلب بن ربیعہ کو حضور ﷺ کی صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبد المطلب بن ابووداعہ سے مروی ہے۔

(۶) ہمیں خبر دی ابو منصور محمد بن محمد بن عبد اللہ بن نوح اولاد ابراہیم نخعی میں سے کوفہ میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو جعفر محمد بن علی بن وحیم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن حازم بن ابو عزرہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے

فضل بن دکین نے، ان کو سفیان نے یزید بن ابوزیاد سے، اس نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے، اس نے مطلب بن ابوداعہ سے، وہ کہتے ہیں کہ کہا عباس نے اس کو خبر پہنچی ہے اس بات کی جو بعض لوگ کہتے ہیں اس سے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ہے ابوالحسین بن فضل نے اور ہمیں خبر دی ہے عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو نعیم یعنی مثل بن دکین نے، ان کو سفیان نے یزید بن ابوزیاد سے، اس نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے، اس نے مطلب بن ابوداعہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، حالانکہ آپ کو وہ بات پہنچ چکی تھی جو بعض لوگ کہتے ہیں۔ لہذا حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر اللہ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: کہ بتاؤ میں کون ہوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی اور مجھے اپنی مخلوق میں سے بنایا اور ان کو دو حصے کیا پھر مجھے دو میں سے بہتر حصے میں سے بنایا پھر مخلوق کے قبائل بنائے مجھے ان میں سے بہتر قبیلے میں سے بنایا۔ پھر ان کے گھرانے بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین گھرانے میں سے بنایا۔ میں تم سب میں سے بہتر گھرانے سے ہوں اور تم سب سے نفس کے اعتبار سے بہتر ہوں۔

(۷) اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو یحییٰ بن عبد الحمید نے، ان کو قیس نے اعمش سے، ان کو عبایہ بن ربیع نے، ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو دو حصوں میں تقسیم کیا مجھے ان میں سے بہتر قسم میں پیدا کیا۔ یہی بات اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے :

۱- وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ - (سورۃ واقعہ : آیت ۲۷)

مراد ہیں دائیں ہاتھ والے (جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا)

۲- وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ - (سورۃ واقعہ : آیت ۴۱)

بائیں ہاتھ والے (جن کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا)

بہر حال میں اصحاب الیمین میں سے ہوں اور اصحاب الیمین میں سے بھی بہتر ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دو قسموں کو تین تین حصوں میں کیا، پھر اللہ نے مجھے ان میں سے بہتر ثلث میں سے بنایا۔ چنانچہ یہ بات اس ارشاد الہی میں ہے :

فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ - (سورۃ واقعہ : آیت ۸) - وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ - (سورۃ واقعہ : آیت ۱۰)

بہر حال میں سابقین میں سے ہوں اور سابقین میں سے بہتر ہوں۔ پھر اللہ نے تین ثلث کا قبائل بنایا اور مجھے اس میں سے بہتر قبیلے میں بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ - (سورۃ الحجرات : آیت ۱۳)

ہم نے تمہیں بہت ساری شاخیں اور قبیلوں سے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک تم سب میں زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ علم والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

فرمایا میں اولاد آدم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہوں اور اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں اور کوئی فخر نہیں ہے۔ پھر اللہ نے قبائل میں سے گھرانے بنائے پھر مجھے ان میں سے بہتر گھرانے میں بنایا۔ یہ بات اس قول جیسی ہے :

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا - (سورۃ احزاب : ۳۳)

یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہے کہ تم سے شرک و کفر کی گندگی دور کر دے اے رسول اللہ کے گھرانے والے اور تاکہ تمہیں خوب پاک کر دے۔ چنانچہ میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک کئے ہوئے ہیں۔ (ابن کثیر نے البدلیۃ والنہایۃ میں نقل کر کے ضعیف قرار دیا ہے)



میں منتخب نسب والا ہوں ..... (۸) اور ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ اور ابو سعید بن ابوعمر نے، دونوں نے کہا ان کو حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحاق صفانی نے، ان کو عبد اللہ بن بکر سہمی نے، ان کو یزید بن عوانہ نے، ان کو محمد بن ذکوان نے جو کہ ماموں ہیں حماد بن یزید کے بیٹے کے، ابو وہب نے کہا میرا خیال ہے کہ محمد نے مجھے یہ حدیث بیان کی تھی عمرو بن دینار سے، اس نے ابن عمر سے۔ وہ کہتے ہیں میں بنی کریم ﷺ کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک وہاں ایک عورت کا گزر ہوا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ کی بیٹی ہے۔ پھر ابوسفیان نے کہا کہ محمد ﷺ کی مثال بنو ہاشم میں مثل ریحانہ (خوشبودار پودے کی سی) ہے جو بدبودار جگہ پر کھڑا ہو۔ وہ عورت چلی گئی تو میں نے حضور ﷺ کو یہ بات بتادی۔ پھر حضور ﷺ تشریف لائے مگر آپ کے چہرے پر غصہ نمایاں تھا۔ آپ نے فرمایا کیا حال ہے ان باتوں کا جو مجھ کو کچھ لوگوں سے پہنچی ہیں؟ بے شک اللہ عزوجل نے سات آسمان بنائے مگر ان میں سے اوپر والے کو چن لیا۔ اس پر اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہا ٹھہرایا، اس کے بعد اپنی مخلوق بنائی۔ مگر ساری مخلوقات میں سے اولاد آدم کو چن لیا پھر اولاد آدم میں سے عرب کو پسند فرمایا، پھر عرب میں سے مضر کو پھر مضر میں سے قریش کو، اور قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے پسند فرمایا۔ بس میں پسندیدہ میں سے پسندیدہ، چنیدہ میں سے چنیدہ ہوں۔ جس نے عرب کو پسند کیا اس نے مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے محبت رکھی۔ جس نے عرب سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ یہ الفاظ ابو عبد اللہ کی روایت کے ہیں۔ (متدرک ۴/۷۳)

(۹) اور ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ان کو ابو علی حسین بن علی حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی احمد بن یحییٰ بن زہیر تستری نے، ان کو احمد بن مقدم نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی حماد بن واقد نے، ان کو محمد بن ذکوان نے جو ماموں ہیں حماد بن یزید کے بیٹے کے، انہوں نے اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ مذکور کی مثل ذکر کیا ہے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابو زکریا یحییٰ بن ابراہیم بن محمد بن یحییٰ مزکی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابو محمد یحییٰ بن منصور نے، ان کو ابو المثنیٰ معاذ بن شنی نے، ان کو غسان بن مالک نے ان کو عبد الواحد بن زیاد نے، ان کو کلیب بن وائل نے، ان کو ربیعہ رسول نے حدیث بیان کی اور میں نہیں جانتا اس کو مگر زینب فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، کدو کے بنائے ہوئے برتن کے استعمال سے اور تیل زدہ گھڑے سے جو شراب میں استعمال ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے فقیر کا ذکر بھی کیا تھا (لکڑی کو گود کر تیار کیا ہوا پیالہ جو شراب کے لئے استعمال کرتے تھے)۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا مجھے آپ خبر دیجئے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہ وہ کس میں سے تھے، کیا مضر میں سے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں مضر میں سے ہی تو تھے۔ آپ بنو نضر بن کنانہ میں سے تھے۔ بخاری نے اس کو صحیح میں روایت کیا ہے۔ موسیٰ بن اسماعیل سے، اس نے عبد الواحد سے۔

(۱۱) ہمیں خبر دی ابو بکر بن نورک نے، اور ہمیں خبر دی ہے عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان ابو داؤد نے، ان کو حماد بن سلمہ نے، ان کو عقیل بن طلحہ سلمی نے، مسلم بن ہیضم سے، اس نے اشعث قیس سے، میں نے کہا، یا رسول اللہ ہم یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم لوگ آپ لوگوں میں سے ہیں یا آپ لوگ ہم لوگوں میں سے ہیں۔ تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہم بنو نضر بن کنانہ ہیں۔ نہ تو ہم اپنے باپ دادوں سے لا تعلقی کرتے ہیں اور نہ ہم اپنی ماؤں کو کوئی عیب لگاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اشعث نے کہا میں نے کسی ایک کو نہیں پایا، یا یوں کہا تھا کہ ہمیں ایسا کوئی نہیں ملا جو قریش کی کنانہ سے نفی کرے۔ مگر میں اس کو ڈرے ماروں گا جیسے اس پر حد جاری ہو رہی ہو۔

### رسول اللہ ﷺ کے ماں باپ دونوں پاک دامن تھے

(۱۲) ہمیں خبر دی ابو الحسن علی بن احمد بن محمد بن حفص مقبری نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو عیسیٰ بکار بن احمد بن بکار نے، ان کو ابو جعفر بن موسیٰ بن سعید نے بطور املاء کے ۲۹۶ھ میں، ان کو ابو جعفر محمد بن ابان قلاسی نے، ان کو ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن ربیعہ قدامی نے،

ان کو مالک بن انس نے، ان دونوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی کہ بنو کنندہ کے کچھ آدمی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ان میں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات کہتے ہیں عباس اور ابوسفیان بن حرب۔ جب وہ مدینہ میں آئے تھے تاکہ وہ اس بات سے امان پائیں۔ بے شک ہم اپنے آباؤ اجداد سے ہرگز دست بردار نہیں ہوں گے۔ ہم لوگ بنو نضر بن کنانہ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا، محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن کنانہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں۔ اللہ نے جب بھی لوگوں کو کسی اکائی سے دوئی میں تقسیم کیا، اللہ نے مجھے ان میں سے بہتر میں سے بنایا اور مجھے ایسے ماں باپ سے بنایا جن کی طرف سے مجھے کوئی جاہلیت کی بُرائی، بدکاری اور عیب نہیں پہنچا۔ میں نکاح کے نتیجے میں پیدا ہوا ہوں۔ بدکاری کے نتیجے میں نہیں۔ یہ حلالی ہونے اور پاکدامنی کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے لے کر میرے ماں باپ تک۔ میں تم سے بہتر ہوں ماں کے اعتبار سے اور تم سے بہتر ہوں باپ کے اعتبار سے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابو علی حسین بن علی حافظ نے، ان کو خبر دی محمد بن سعید بن بکر رازی نے عسقلان میں، ان کو صالح بن نوفلی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن محمد بن ربیعہ نے، اس نے اس کو ذکر کیا ہے اپنی اسناد کے ساتھ اس کی مثل مگر ہمیں انہوں نے یہ قول ذکر نہیں کیا فَأَخْرَجْتُ مِنْ حَتَّى خَرَجْتُ تَحْتِ اس روایت کے ساتھ ابو محمد عبد اللہ محمد بن ربیعہ قد امی منفرد ہے یہ اور مالک وغیرہ سے یہ سب منفرد ہیں جن کا کوئی متابع نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(۱۴) ہمیں خبر دی ابو سعید الخلیل بن احمد بن محمد البستی قاضی نے، ان کو ابو العباس احمد بن مظفر بکری نے، ان کو ابو بکر بن ابو خصیمہ نے، ان کو منصور بن ابو مزام نے، ان کو اسماعیل بن جعفر عمرو ابن عمرو سے، اس نے سعید بن ابو سعید مقبری سے، اس نے ابو ہریرہ ؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں اولاد آدم کے بہترین خاندانوں میں بھیجا گیا ہوں۔ یہاں تک کہ اس خاندان میں میری بعثت ہو جس میں میں ہوں۔ دوسری تعبیر یہ ہے کہ میں اولاد آدم کے بہترین زمانوں میں سے پیدا کیا گیا ہوں۔ ایک زمانے کے بعد دوسرا زمانہ۔ یہاں تک کہ میں اس زمانہ میں بھیجا گیا ہوں جس میں میں ہوں۔ بخاری نے اس کو نقل کیا تیبہ سے، اس نے یعقوب سے، اس نے عمرو سے۔

(۱۵) ہمیں خبر دی ابو القاسم عبد الخالق بن علی بن عبد الخالق مؤذن نیشاپوری نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر بن حنب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو قلابہ نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی عبد اللہ حافظ نے ان کو ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن عتاب عیدی نے، بغداد میں، ان کو محمد بن احمد بن ابو العوام ریاحی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی بہلول بن مروق نے، ان کو حدیث بیان کی موسیٰ بن عبید نے، ان کو عمرو بن عبد اللہ بن نوفل نے زہری سے، اس نے ابو سلمہ سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے زمین کی تمام مشرقیں اور تمام مغربیں چھان ماریں مگر مجھے محمد ﷺ سے افضل کوئی آدمی نہیں ملا۔ اور میں نے زمین کی مشرق و مغرب چھان ماریں مگر بنو ہاشم سے افضل کوئی خاندان نہیں پایا۔

امام احمد نے فرمایا کہ یہ احادیث اگرچہ ان کی روایت کرنے میں وہ راوی بھی ہیں جن کی وجہ سے روایت صحیح نہیں قرار دی جاسکتی تاہم ان میں سے بعض روایات بعض کو پکا کرتی ہیں اور ان تمام روایات کا معنی و مفہوم اس روایت کی طرف راجع ہے جس کو ہم نے واثلہ بن اسقع اور ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے۔

(۱۶) ہمیں خبر دی ہے ابو بکر احمد بن محمد بن غالب خوارزمی نے بغداد میں، ان کو ابو العباس محمد بن احمد یعنی ابن حمد ان نیشاپوری نے، ان کو محمد بن ایوب نے، ان کو محمد بن کثیر عبدی نے، ان کو سفیان بن سعید نے ابو اسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا براء بن عازب سے، وہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا اے ابو عمارہ کیا آپ جنگ حنین والے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ آئے تھے؟ اس نے کہا کہ بہر حال میں گواہی دیتا ہوں رسول اللہ ﷺ پر بے شک اس نے پیٹھ نہیں پھیری تھی لیکن لوگوں میں سے کچھ جلد بازوں نے جلدی کر لی تھی۔

قبیلہ ہوازن کے لوگوں نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی تھی اور اس وقت ابوسفیان بن حارث حضور ﷺ کے سفید خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ اور حضور ﷺ یہ فرما رہے تھے،

انا النبی لا کذب - انا ابن عبدالمطلب

میں نبی ہوں یہ حقیقت ہے کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں محمد بن کثیر سے اور مسلم نے روایت کیا دوسرے طریق سے سفیان سے۔

رسول اللہ ﷺ کا نسب نامہ ..... ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابراہیم بن منذر نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد العزیز بن عمران سے کہا کہ مجھے حضور ﷺ کا نسب آدم علیہ السلام تک لکھوائیے۔ لہذا اس نے مجھے لکھوایا۔ محمد رسول اللہ ﷺ بن عبد اللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد۔

عبد العزیز نے کہا مجھے حدیث بیان کی موسیٰ بن یعقوب زعمی نے جو بنو اسد بن عبد العزیز سے ہے، وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی میرے چچا ابوالحوریر نے اپنے والد سے، اس نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ معد بن عدنان بن اؤد بن زند بن یری بن عراق ہے، ام سلمہ فرماتی ہیں کہ پس معد، معد ہے اور عدنان، عدنان ہے اور اؤد، اؤد ہے اور زند ہمیسع ہے اور یری نبت ہے اور اسماعیل بن ابراہیم، عراق الثری۔

ابراہیم بن منذر نے کہا کہ مجھ کو محمد بن طلحہ بن طویل تمیمی نے لکھوایا تھا۔ بس یوں کہا کہ محمد بن عبد اللہ سابق کی مثل معد بن عدنان تک۔

(۱۸) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن عتاب عبدی نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی احمد بن حبان بن ملاعب نے، ان کو خالد بن مخلد قطوانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی موسیٰ بن یعقوب نے اپنے چچا حارث بن عبد اللہ بن زمعه سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے ام سلمہ سے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہیں کہ معد بن عدنان بن اؤد بن زند بن یری بن عراق الثری سے۔ ام سلمہ کہتی ہیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی :

وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ وَثَمُودَ فَمَا أَبْقَىٰ - (سورة النجم : ۵۱)

بے شک اس نے ہلاک کر دیا تھا عادی پہلی قوم کو اور قوم ثمود کو بس اس نے کچھ بھی باقی نہ چھوڑا۔

وَعَادًا وَثَمُودَ وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا - (سورة الفرقان : ۳۸)

قوم عاد کو اور قوم ثمود کو اور کنوئیں والوں کو اور اس کے مابین کئی زمانوں کو۔ جن کو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ عراق الثری، اسماعیل بن ابراہیم، اور زید، ہمیسع، یری، نبت ہیں۔

(۱۹) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبد الجبار عطار دی نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق نے وہ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ بن عبد اللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اؤد بن زند بن یری بن عراق الثری بن نابت بن یشجب بن یعرب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم بن آزار اور وہ توراہ میں ابن تارخ بن نا حور بن ارغوی بن سارح بن فالح بن عابر بن شالح بن ارشد بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ بن یرود بن مہلاہیل بن قینان بن انوش بن شیش بن آدم ابو البشر صلوات اللہ علیہ اور انبیاء طاہر اختیار پر اور سلام۔

اس کو روایت کیا ہے عبید بن یعیش نے یونس بن بکیر سے اور اس نے اس میں کہا تازخ بن نا حور بن عور بن فلاح بن عابر بن شالح بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن خانوخ بن مہلیل بن قینان بن شیت بن آدم اور انہوں نے کہا بے شک اود بن مقوم۔

میں نے کہا اسی طرح ہے اس روایت میں محمد بن اسحاق بن یسار سے، اور اس پر اس میں اختلاف ہے۔ اور اہل نسب (یعنی نسب جاننے والوں نے) اس میں اختلاف کیا ہے۔ اور ان کے اختلاف کو ذکر کرنے سے کتاب میں بلا فائدہ طوالت ہوگی۔ اور ہمارے شیخ ابو عبد اللہ حافظ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے نسب کی نسبت عدنان تک صحیح ہے اور عدنان کے بعد جو کچھ ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

(۲۰) ہمیں خبر دی ابو نصر بن قتادہ نے، وہ کہتے ہیں، ہمیں حدیث بیان کی ابو الحسن علی بن عیسیٰ مالینی نے، ان کو محمد بن حسین بن خلیل نسوی نے، یہ کہ ابو کریب نے، ان کو حدیث بیان کی ہے قالب نے، ان کو کعب بن جراح نے ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے ابو ریحانہ عامر سے، یہ کہ معاویہ نے پوچھا تھا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ قریش کا نام کیوں رکھا گیا تھا؟

انہوں نے بتایا کہ ایک سمندری جانور کی نسبت سے جو سمندری جانوروں میں سب سے بڑا ہوتا ہے، اس کو قرش کہا جاتا ہے۔ وہ جس چیز کے پاس سے گزرے وہ موٹی ہو یا ڈبلی اس کو کھا جاتی ہے۔

قریش کا وجہ تسمیہ ..... قریش کا وجہ تسمیہ ایک تو وہ ہے جو اود پر مذکور ہوا ہے۔ نیز اس کے علاوہ ڈاکٹر عبد المعطی نے البدایہ والنہایہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ قریش تَقْرِش سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی تفریق کے بعد جمع ہے یعنی منتشر ہونے کے بعد دوبارہ مجتمع ہونا۔ اور یہ قصی بن کلاب کے زمانے میں ہوا تھا۔ انہوں نے ان لوگوں کو حرم کے ساتھ جمع کیا تھا۔ لہذا اسی پر قریش کا اطلاق ہوتا تھا۔ اور ایک توجیہ یہ ہے کہ تَقْرِش کا مطلب تَكْسِبُ ہے، کمانا اور تجارت وغیرہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ از مترجم

مجھے اس بارے میں انہوں نے شعر بتائے اور میں نے اس کو نجی کے شعر سُنائے۔ جب اس نے یہ کہا:

وقریش ہی التي تسكن البحر	بها سمیت قریش قریشا
تاكل الغث والسمين ولا تترك	فيها لذي جناحين ريشا
هكذا في البلاد حتى قریش	ياكلون البلاد اكلا كميشا
ولهم اخر الزمان بسى	يكثر القتل فيهم والخنوشا

۔ قریش وہ جانور ہوتا ہے جو سمندر میں سکونت رکھتا ہے۔ اسی کے ساتھ مشیت کی وجہ سے

قریش کا نام قریش رکھا گیا۔ وہ جانور ہر ڈبلی اور موٹے کو کھا جاتا ہے اور وہ کسی صاحب پر کا پر بھی نہیں چھوڑتا

اسی طرح شہروں میں قریش کا قبیلہ بھی ہے۔ جو شہروں کو مکمل کھا جاتے ہیں اس بحری جانور کی مثل

اور ان کا ہی آخر زمانے میں نبی ہوگا۔ جو کثرت سے قتل کرے گا اور لوٹ بھی

(۲۱) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو احمد بن ابو الحسن نے، ان کو عبد الرحمن ابن ابو حاتم نے، ان کو علی بن حسن نے، اس نے سنا احمد بن حنبل سے، اس نے سنا شافعی سے۔ انہوں نے کہا کہ عبد المطلب کا نام شیبہ تھا۔ اور ہاشم کا نام عمرو بن مناف تھا۔ اور عبد مناف کا نام مغیرہ بن قصی تھا۔ اور قصی کا نام زید بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر تھا۔

(۲۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو حسین بن محمد بن یحییٰ دارمی نے، ان کا نام ابو احمد ہے، ان کو عبد الرحمن نے، وہ ابی حاتم ہیں ان کو خبر دی عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے، اس میں انہوں نے میری طرف لکھا کہ میں نے اپنے والد کی کتاب میں ان کے اپنے ہاتھ کی تحریر میں یہ پایا کہ

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن ادریس شافعی نے، انہوں نے کہا: لوگوں میں سب سے پہلے جو نبی کریم سے ملیں گے نسب کی وجہ سے وہ بنو عبدالمطلب ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے انکار فرمایا اور انہوں نے بنو ہاشم میں ان لوگوں کا ذکر کیا۔ عبدالمطلب، بنو اسد اور والدہ فاطمہ ام علی کو، بنو نضله، ابو صفی وغیرہ کو۔ اور کہا جاتا ہے اور صفی۔ پھر ذکر کیا بنو عبدالمطلب کو، پھر ذکر کیا بنو عبد شمس کو، پھر ذکر کیا بنو نوفل کو، پھر ذکر کیا بنو اسد بن عبد اللہ بن قصی کو اور بنو عبدالدار بن قصی کو، پھر ذکر کیا بنو زہرہ بن کلاب بن مرہ کو اور ان میں سے ذکر کیا رسول اللہ ﷺ کی والدہ سیدہ آمنہ بنت وہب بن عند مناف بن زہرہ کو، پھر ذکر کیا تیم بن مرہ کو، پھر بنو مخزوم بن یقط بن مرہ، پھر ذکر کیا بنو عدی بن کعب کو، پھر بنو نوح کو اور سہم بن عمرو بن ہصیص نم کعب بن لوی، پھر ذکر کیا بنو حارث بن فہر کو اور صحابہ و تابعین میں سے نام ذکر کئے۔ وہ لوگ جو ان بعض قبائل کی طرف منسوب ہوتے ہیں، یا اپنی نسبت کرتے ہیں۔ اور ہم اللہ کی مشیت کے ساتھ ان تمام امور کو فضائل صحابہ میں بیان کریں گے۔

### رسول اللہ ﷺ کو ابن ابی کبشہ کہنے کی وجہ

(الف) میں کہتا ہوں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ پہلا شخص جس نے شعری (ستارے) کی عبادت شروع کی تھی وہ ابو کبشہ تھا۔ اس نے اپنی قوم کے دین کی خلاف ورزی کی تھی۔ لہذا جب نبی کریم نے قریش کے دین کے خلاف ورزی کی اور آپ دین حنیف کو لائے تو انہوں نے حضور ﷺ کو بھی ابو کبشہ کے ساتھ تشبیہ دی اور اس کی طرف آپ کو نسبت دی اور کہنے لگے اور ابن ابو کبشہ ہے۔

(ب) اور مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ قوم میں سردار تھا یعنی خزاعہ کا۔

(ت) اور مجھے خبر پہنچی ہے کہ نام اس کا وِجُو بن غالب بن حارث تھا۔ وہ وہی ابو عمرہ بنت وجز ہے اور عمرہ یہ ماں ہے وہب بن عبد مناف بی بی آمنہ کے باپ کی جو کہ رسول اللہ ﷺ کی امی تھی، گویا کہ لوگوں نے اس کو تشبیہ دی آپ کے نانا کے ساتھ آپ کی ماں کی طرف سے یعنی ابو کبشہ سے۔

(۲۳) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو یوسف یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی حجاج بن ابومنیع نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہمارے نانا نے زہری سے۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کی سگی ماں جنہوں نے آپ کو جنم دیا آمنہ بنت وہب سے۔ وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب اور ان کی ماں برہ بنت عبد العزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرہ ہے۔ اور (برہ) کی ماں ام سفیان بنت اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ تھی اور ان کی ماں برہ بنت عوف بن عبید بن عوتج بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر سے تھی۔ اور ان کی ماں قلابہ بنت حارث بن صعصعہ بن بنی عائد بن لحيان بن ہذیل تھی اور ان کی ماں بیٹی تھی مالک بن غنم کی بنو لحيان میں سے۔ اور حضور ﷺ کی وہ ماں جس نے آپ کو دودھ پلایا جو ان ہونے تک وہ حلیمہ بنت حارث بن سجنہ بنو سعد بن بکر ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن نضفہ بن قیس عیلان بن مضر سے۔ اور حلیمہ کا شوہر حارث بن عبد العزیٰ تھا۔

انہی سب لوگوں میں رسول اللہ ﷺ کی نسبت ہے۔ اسی طرح میری کتاب میں لکھا ہے اور دیگر لوگوں نے ام سفیان کی جگہ ام حبیب کہا ہے۔ اور عوتج کی جگہ عرتج کہا ہے۔ جبکہ زہری نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ثویبہ ابو لہب کی لوندی نے بھی دودھ پلایا تھا اور ابو لہب کا نام عبد العزیٰ تھا۔

اور رسول اللہ ﷺ کی دادی یعنی آپ کے والد کی امی یعنی عبد اللہ بن عبدالمطلب کی امی فاطمہ بنت عمرو بن عائد بن عمران بن مخزوم تھی اور ان کی ماں (یعنی پردادی) صحرہ بنت عبدہ بن عمران بن مخزوم تھی۔ اور ان کی امی تخمر بنت عبد بن قصی بن کلاب بن مرہ اور اس کی ماں سلمیٰ بنت عامر بن عمیرہ ابن ودیعہ بن حارث بن فہر تھی اور اس کی امی بہن تھی بنو واثلہ بن عدوان بن قیس۔

(۲۴) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن بشران عدل نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو علی اسماعیل بن محمد صفار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حسن بن علی بن عفان نے، ان کو ابو اسامہ نے شعبہ سے، اس نے عبد الملک بن میسرہ سے، اس نے طاؤس سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس فرمان الہی کے بارے میں :

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ - (سورة الشوری : آیت ۲۳)

فرمادیتے تھے کہ میں تم لوگوں سے دین کی تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا سوائے مودت فی القربی کے (یعنی میری قرابت داری کا احساس کرتے ہوئے تم لوگ میری بات پر غور کر لو اور مان لو)

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قریش کے بطنوں میں اور خاندانوں میں کوئی خالی نہیں تھا ہر خاندان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت موجود تھی، لہذا آپ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا بلکہ قرابت داری کی محبت مانگتا ہوں کہ مجھے میری قرابت میں ایذا نہ پہنچاؤ۔ اور انہوں نے فرمایا کہ آیت منسوخ کر دی گئی ہے۔

قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ - (سورة سبا : آیت ۴۷)

کہہ دیتے تھے کہ میں نے تم سے جو اجرت مانگی وہ تمہارے ہی لئے ہے۔

بخاری و مسلم نے اس کو صحیح میں نقل کیا ہے حدیث شعبہ سے۔ (بخاری کتاب المناقب - فتح الباری ۶/۵۲۶)

(۲۵) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس احمد بن ہارون فقیہ نے، ان کو علی بن عبد العزیز نے، ان کو عمرو بن عون نے، ان کو ہشیم نے، ان کو خبر دی داؤد نے شععی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس آیت کے بارے میں ہم سے کثرت سے سوالات کئے قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ - لہذا ہم نے اس کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھنے کے لئے لکھا۔ لہذا ابن عباس نے لکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش میں واسطہ نسب تھے۔ ان کے بطنوں میں سے کوئی بطن ایسا نہیں تھا آپ جس کے بیٹے نہ شمار ہوتے ہوں۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ یعنی میں تمہیں اس دین کی طرف اس لئے دعوت دیتا ہوں کہ تم لوگوں سے میری تم سے جو قرابت ہے اس کا احساس کرتے ہوئے اپنی قرابت میں مجھے ایذا نہ پہنچائیں بلکہ اسی کا لحاظ کرتے ہوئے میری حفاظت کریں۔ ہشیم نے کہا کہ مجھے خبر دی ہے حصین نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، اس کی مثل میں کہتا ہوں کہ جزاول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں کا ذکر گزر چکا ہے۔ بہر حال رہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں تو ان کی تفصیل میں، ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا محمد بن حسین بن ابوالحسین سے، وہ کہتے ہیں میں نے سنا ابو عثمان سے، وہ کہتے ہیں میں نے سنا ابن عیینہ سے، وہ کہتے ہیں :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں ..... عبد المطلب کی بیٹیاں :

(۱) عاتکہ۔ (۲) اُم حکیم بیضاء، یہ حضور کے والد عبد اللہ کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی تھی۔

(۳) صفیہ، یہ حضرت زبیر کی امی تھی۔ (۴) برہ (۵) اُمیمہ۔

(۲۷) اور ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ جب عبد المطلب کی وفات کا وقت آ گیا تو انہوں نے اپنی بیٹیوں سے کہا کہ مجھ پر رو لیں تاکہ میں خود سُن لوں اور وہ چھ عورتیں تھیں، جن کے نام یہ ہیں :

(۱) اُمیمہ (۲) اُم حکیم (۳) برہ (۴) عاتکہ (۵) صفیہ (۶) اروی

یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں تھیں۔ (سیرة ابن ہشام ۱/۱۸۰)

## رسول اللہ ﷺ کے والد جناب عبداللہ اور آپ کی والدہ بی بی آمنہ بنت وہب

### اور آپ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کی وفات کا ذکر

(۱) ہمیں خبر دی ابوالمحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو اصبح بن فرج نے، ان کو خبر دی ابن وہب نے یونس سے، اس نے ابن شہاب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حضور ﷺ کے والد عبداللہ کو یثرب ان کے لئے کھجوریں لے آنے کے لئے بھیجا تھا۔ تو عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات ہو گئی۔ اور بی بی آمنہ نے رسول اللہ ﷺ یعنی ابن عبداللہ کو جنم دیا تھا تو وہ عبدالمطلب کی کفالت میں آئے تھے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق بن یسار نے، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے والد عبداللہ ہلاک ہو گئے تھے، جبکہ آپ کی والدہ حمل سے تھیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب آپ کے والد عبداللہ فوت ہوئے اس وقت نبی کریم ﷺ اٹھائیس ماہ کے تھے۔ واللہ اعلم میں کہتا ہوں کہ بعض نے یہ کہا ہے کہ جب آپ کے والد فوت ہوئے، آپ اس وقت سات ماہ کے تھے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق نے، ان کو عبداللہ بن ابوبکر بن حزم نے۔ وہ کہتے ہیں کہ آمنہ بنت وہب رسول اللہ ﷺ کی امی مدینے میں حضور کی تنہیال بنو عدی بن نجار میں گئیں تھیں، پھر واپس ان کو لارہی تھیں، یہاں تک کہ جب وہ مقام ابواء پر پہنچی تو اس مقام پر فوت ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ اس وقت چھ سال کے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اس لئے کہ ہاشم بن عبدمناف نے مدینہ میں سلمی بنت عمرو سے شادی کی تھی اور وہ بنو نجار سے تھی۔ اسی سے ان کے بیٹے عبدالمطلب پیدا ہوئے تھے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس نے ابن اسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب عبدالمطلب کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ آٹھ سال کے تھے۔ عبدالمطلب پر جتنا لوگ روئے تھے، اتنا کسی پر نہیں روئے تھے۔ کہتے ہیں کہ زم زم کے کنوئیں کا متولی بننا اور پانی پلانے کی ذمہ داری ان کے بیٹوں میں سے عباس بن عبدالمطلب کے حصے میں آئی تھی یہاں تک کہ اسلام قائم ہو گیا اور یہ ذمہ داری بدستور انہیں کے ہاتھ میں تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس منصب پر قائم رکھا تھا۔

### رسول اللہ ﷺ کی اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنا

(۵) ہمیں خبر دی ابوطاہر محمد بن محمد بن حمش فقیہ نے، ان کو خبر دی ابوبکر محمد بن حسین قطان نے، ان کو احمد بن یوسف سلمی نے، ان کو محمد بن یوسف فریابی نے، ان کو سفیان نے علقمہ بن مرند سے اس سے سلیمان بن بریدہ سے، اس نے ان کے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک قبر کے نشان پر پہنچے اور بیٹھ گئے اور لوگ بھی کثیر تعداد میں آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ چنانچہ آپ بار بار اپنے سر کو جھٹکنے لگے جیسے کسی سے بات کر رہے ہوں۔ اس کے بعد آپ رو پڑے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہم آپ کے آگے آئے اور پوچھنے لگے، یا رسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ قبر میری والدہ آمنہ بنت وہب کی ہے۔ میں نے اپنے رب سے اس قبر کی زیارت کرنے کی اجازت مانگی ہے کہ میں اس کی

زیارت کروں، لہذا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی اجازت دیدی ہے۔ اور میں نے ان کے لئے استغفار کی اجازت مانگی ہے مگر اللہ نے میری یہ استدعا قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ لہذا مجھے اسی بات کی رقت نے آلیا ہے لہذا میں رو پڑا ہوں۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس گھڑی سے زیادہ آپ کو روتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ محارب بن دثار نے ابن بریدہ سے، اس نے ان کے والد سے اس روایت کا متابع بیان کیا ہے۔

(۶) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو بحر بن نصر نے، ان کو عبد اللہ بن وہب نے، ان کو خبر دی ابن جریج نے، ان کو ایوب بن ہانی نے مسروق بن اجدع سے، اس نے عبد اللہ بن مسعود سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نکلے اور کچھ قبروں کو دیکھنے لگے۔ ہم بھی ان کے ساتھ نکلے حضور ﷺ نے ہمیں بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس کے بعد آپ کچھ قبروں کو پھلانگ کر لائن میں سے ایک قبر پر پہنچے۔ آپ اس قبر کے بارے میں لمبی دیر تک مناجات کرتے رہے۔ اس کے بعد وہاں سے اٹھ گئے اور زور زور سے رونے لگے، اس قدر روئے کہ ہم سب بھی آپ کے رونے کی وجہ سے رونے لگے۔ اس کے بعد حضور ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ اتنے میں عمر آپ کو آ کر ملے اور پوچھنے لگے، یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے رولایا ہے؟ اس نے تو ہمیں بھی رولا دیا ہے اور ہمیں ڈرا دیا ہے۔ حضور ﷺ آ کر ہمارے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میرے رونے نے آپ لوگوں کو خوف زدہ کر دیا ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا بے شک یہ قبر جس کے اوپر آپ لوگوں نے مجھے دعا کرتے، مناجات کرتے دیکھا ہے یہ آمنہ بنت وہب کی (میری والدہ کی) قبر ہے۔ میں نے اس کی زیارت کی اجازت مانگی تھی، اللہ نے اجازت دیدی ہے۔ پھر میں نے اپنے رب سے ان کے لئے استغفار مانگنے کی اجازت مانگی میرے رب نے مجھے استغفار اور بخشش مانگنے کی اجازت نہیں دی۔

پھر محمد ﷺ پر یہ آیت اتری :

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ - (سورة توبہ : آیت ۱۱۳)

کسی نبی کے لئے اور ایمان والوں کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لئے بخشش لب کرے۔ الخ

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيمَ لِابْنِهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ - (سورة توبہ : آیت ۱۱۳)

باقی رہا ابراہیم علیہ السلام کا استغفار مانگنا تو وہ اس لئے تھا کہ انہوں نے پہلے اپنے والد سے وعدہ کیا ہوا تھا۔ جب یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ بیزار ہو گئے تھے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس منع ہو جانے سے مجھ پر وہی رقت طاری ہو گئی جو ایک بیٹے کو اپنی ماں پر رقت طاری ہوتی ہے۔ یہی بات تھی جس نے مجھے رولایا ہے۔

زیارت قبر کی ترغیب ..... (۷) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب نے، ان کو ابراہیم بن عبد اللہ نے، ان کو محمد بن عبید نے۔ (ح) اور ہمیں خبر دی ہے ابو صالح بن ابوطاہر عنبری نے، ان کو خبر دی میرے دادا منصور قاضی نے، ان کو احمد بن سلمہ نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو محمد بن عبید نے، ان کو یزید بن کیسان نے ابو حازم سے، اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تھی۔ اور خود بھی روئے تھے اور حاضرین کو بھی رولایا تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اجازت مانگی تھی اپنی ماں کی قبر کو جا کر دیکھنے کی۔ اللہ نے مجھے اس کی تو اجازت دیدی تھی۔ اور میں نے آپ سے ان کے لئے بخشش مانگنے کی اجازت چاہی تو اللہ نے مجھے اجازت نہیں دی۔ لہذا تم لوگ بھی قبروں پر جایا کرو، یہ بات تمہیں موت کی یاد دلائے گی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابو بکر بن ابوشیبہ سے، اس نے محمد بن عبید سے۔

(۸) ہمیں خبر دی محمد بن عبد اللہ حافظ نے، ان کو علی بن حمشاد نے، ان کو محمد بن ایوب نے، ان کو موسیٰ بن اسماعیل نے، ان کو حماد بن سلمہ نے (ح) اور ہمیں خبر دی محمد بن عبد اللہ نے وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابو بکر بن عبد اللہ نے، ان کو حسن بن سفیان نے، ان کو ابو بکر بن ابوشیبہ نے، ان کو



عفان نے، ان کو حماد بن سلمہ نے ثابت سے، اس نے انس سے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! میرے والد کہاں ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ جہنم میں۔ جب وہ واپس جانے لگا تو اس کو واپس بلایا اور فرمایا میرے اور تمہارے والد دونوں جہنم میں ہیں۔  
اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابو بکر بن ابوشیبہ سے۔ (مسلم کتاب الایمان ۸۸ حدیث ۳۳۷)

(۹) ہمیں خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن حرضی نیشاپوری نے، ان کو خبر دی ابو بکر محمد بن حسن بن یعقوب بن مقسم مقری نے، ان کو موسیٰ بن حسن نسوی نے، ان کو ابو نعیم فضل بن دکین نے، ان کو ابراہیم بن سعد نے زہری سے، اس نے عامر بن سعد سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا والد صلہ رحمی کرتا تھا اور وہ ایسا تھا اور ایسا تھا۔ وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ جہنم میں ہے۔ اس بات سے وہ دیہاتی ناراض سا ہو گیا۔ پلٹ کر اس نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کا والد کہاں ہے؟ حضور نے فرمایا کہ جہاں کہیں تو کسی کافر کی قبر پر گزرے اس کو جہنم کی خبر دیدے۔ کہتے ہیں کہ یہ سن کر وہ دیہاتی مسلمان ہو گیا۔ اور وہ کہتا تھا کہ مجھے رسول اللہ نے اس بات کا پابند کر دیا ہے کہ جہاں کہیں میں کسی کافر کی قبر سے گزروں اس کو جہنم کی بشارت دے دوں۔ (مجمع الزوائد ۱/۱۱۸)

(۱۰) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید صفار نے، ان کو عبد اللہ بن شریک نے، ان کو ابو مریم نے، ان کو نافع بن یزید نے، ان کو ربیعہ بن سیف نے، ان کو عبد الرحمن جبلی نے، ان کو عبد اللہ بن عمرو نے۔ انہوں نے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک آدمی کو دفن کیا۔ جب ہم واپس آئے تو ہم نے اس کے دروازے کو کھولا تو ایک خاتون آپ کے سامنے تھی۔ ہمیں نہیں پتہ کہ آپ اس کو جانتے ہیں؟

آپ اس سے فرما رہے تھے، فاطمہ تم کہاں سے آرہی ہو؟ اس نے بتایا کہ میں اس میت کے گھر والوں کے ہاں سے آرہی ہوں۔ میں نے ان کو اس کے بارے میں تعزیت کی ہے۔ اور ان کی میت پر شفقت اور رحمت کا اظہار کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ شاید تو ان کے ساتھ قبرستان تک گئی ہے؟ وہ بولی اللہ کی پناہ اس سے کہ میں ان کے ساتھ قبرستان تک جاتی۔ حالانکہ میں آپ سے سن چکی ہوں جو کچھ آپ اس بارے میں ذکر کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو ان کے ساتھ قبرستان تک جاتی تو آپ جنت کو نہ دیکھتی، یہاں تک کہ اس کو دیکھ لیتا تیرے باپ کا دادا۔ (یعنی جس طرح وہ کافر جنت سے محروم ہیں تم بھی محروم ہو جاتی)

کُھدی سے مراد قبرستان یا قبریں ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ان کے والد کے دادا سے مراد عبد المطلب بن ہاشم ہے۔ وہ لوگ یعنی آپ کے والدین اور دادا اس حال میں کیسے نہ ہوں گے آخرت میں۔ حالانکہ وہ لوگ بتوں کو پوجتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو پوجتے پوجتے ہی مر گئے تھے۔ اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا دین ہی قبول نہیں کیا تھا۔ ان کا معاملہ رسول اللہ ﷺ کے نسب میں کوئی عیب پیدا نہیں کرتا۔ اس لئے کہ کفار کے نکاح صحیح اور درست تھے۔

کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ وہ لوگ (یعنی بہت سارے لوگ) اپنی اپنی بیویوں سمیت ایمان لے آئے تھے۔ مگر ان پر ان کے نکاحوں کی تجدید لازم نہیں ہوئی تھی۔ نہ ہی ان سے مفارقت اور علیحدگی لازم کی گئی، جب ایسی کیفیت ہو تو اسلام میں یہ جائز ہے۔

## مجموعہ ابواب - دربارہ صفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

### یعنی حلیہ مبارک و چہرہ مبارک کی کیفیت

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو الحسن علی بن عبد الرحمن بن ماتی نے کوفے میں، ان کو احمد بن حازم بن ابو غرزہ نے، ان کو ابو غسان نے، ان کو ابراہیم بن یوسف بن ابواسحاق نے اپنے والد سے، اس نے ابواسحاق سے، اس نے سنا حضرت براء بن عازب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھا۔ اور آپ کے اخلاق بھی سب سے زیادہ پیارے تھے۔ نہ زیادہ لمبے اور نہ ہی ٹھگنے تھے (بلکہ مناسب اور خوبصورت قد کے مالک تھے)۔

بخاری و مسلم نے اس کو نقل کیا ہے صحیح میں۔ اسحاق بن منصور کی ابراہیم سے روایت میں۔ (فتح الباری ۶/۵۶۳)

(۲) ہمیں خبر دی ہے ابو الحسن علی بن محمد بن بندار قزوینی نے جو کہ مکہ اور مسجد الحرام میں دائمی رہتے تھے۔ ان کو خبر دی ابو فضل عبید اللہ بن عبد الرحمن بن محمد زہری نے، ان کو ابواسحاق ابراہیم بن شریک اسدی کوفی نے تین سو ایک میں، ان کو احمد بن عبد اللہ بن یونس یربوعی نے، ان کو زہیر نے، ان کو ابواسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت براء سے کہا کیا حضور ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی مثل تیز (غضبناک) تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ آپ کا چہرہ انور چاند کی مثل تھا۔

### رسول اللہ ﷺ کا چہرہ چاند کے مشابہ تھا

(۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو بکر احمد بن سلیمان فقیہ نے، ان کو احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، ان کو ابو نعیم نے، ان کو زہیر نے ابواسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت براء سے پوچھا تھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ تلوار کی مثل نہیں تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ چاند کی مثل تھا۔

اس کو بخاری نے صحیح میں ابو نعیم سے روایت کیا ہے۔ (ترمذی کتاب المناقب)

(۴) ہمیں خبر دی ہے ابو الحسن بن فضل قطان نے، بغداد میں، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو ابو یوسف یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو نعیم اور عبید اللہ نے اسرائیل سے اس نے سماک سے کہ اس نے سنا جابر بن سمرہ سے۔ کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ تلوار کی مثل تھا؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ سورج اور چاند کی مثل گول تھا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں ابو بکر بن ابوشیبہ سے، اس نے عبد اللہ بن موسیٰ سے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابو طاہر محمد بن محمد حمش فقیہ نے، ان کو ابو حامد احمد بن محمد بن یحییٰ بن بلال بزاز نے، ان کو محمد بن اسماعیل حمسی نے، ان کو محاربی نے اشعث سے، اس نے ابواسحاق سے، اس نے جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے چاندنی رات میں حضور ﷺ کو دیکھا جبکہ آپ نے سرخ پوشاک زیب تن کر رکھی تھی۔ چنانچہ میں کبھی حضور ﷺ کی طرف دیکھتا تو کبھی چودہویں کے چاند کی طرف دیکھتا۔ بے شک وہ میری نظر میں چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔ (اخرجا الترمذی فی کتاب المناقب)

(۶) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے ان کو محمد بن عبد العزیز رملی نے، ان کو قاسم بن غصن نے اشعث سے، اس نے ابو اسحاق سے، اس نے جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے چاندنی رات میں حضور ﷺ کو دیکھا، آپ کے اوپر سرخ پوشاک تھی۔ لہذا میں حضور ﷺ کے اور چاند کے درمیان مشابہت اور مماثلت قرار دینے لگا۔

چمکدار چہرہ ..... (۷) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو بکر بن اسحاق نے، ان کو عبید بن عبد الواحد نے، ان کو یحییٰ بن بکیر نے، ان کو لیث نے عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے عبد الرحمن بن کعب بن مالک سے۔

اور ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوصالح اور ابن بکیر نے، ان کو لیث نے، ان کو عقیل نے، ان کو ابن شہاب نے، ان کو خبر دی عبد الرحمن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک نے کہ عبد اللہ بن کعب بن مالک وہ تھا جو ان کے بیٹوں میں سے ان کو ہاتھ پکڑ کر چلاتا تھا جب وہ نابینا ہو گئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں جب حضور ﷺ کو سلام کرتا تو ان کا چہرہ دمک رہا ہوتا تھا۔ اور حضور ﷺ جب خوش ہوتے تھے تو چہرہ انور ایسے روشن ہو جاتا تھا جیسے کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ یہی کیفیت ہم ان کی پہچانتے تھے۔ ابو عبد اللہ کی حدیث کے یہی الفاظ ہیں۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے یحییٰ بن بکیر سے۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ فتح الباری ۶/۵۶۵۔ مسلم۔ کتاب التوبہ و مسلم ۴/۲۱۲۔ مسند احمد ۳/۳۵۹)

(۸) ہمیں خبر دی ابو طاہر فقیہ نے، ان کو ابو بکر قطان نے، ان کو ابوالازہر نے، یعنی احمد بن ازہر نے، ان کو عبد الرزاق نے، ان کو ابن جریج نے، ان کو ابن شہاب زہری نے عروہ سے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ایک روز انتہائی مسرور اور خوش گھر میں داخل ہوئے اور آپ کا چہرہ انور چمک رہا تھا اور فرمانے لگے کہ کیا آپ نے سنا نہیں کیا کہا ہے مجز مد لکھی نے، اس نے زید اور اسامہ کو دیکھا جبکہ دونوں کے سر کپڑے سے ڈھکے ہوئے تھے۔ اور دونوں کے پیر ظاہر ہو رہے تھے۔ اس نے کہا کہ یہ پیر بعض بعض میں سے ہیں۔ (یعنی باپ بیٹے کے ہیں)

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں یحییٰ بن عبد الرزاق سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے عبد بن حمید سے اس نے عبد الرزاق سے۔

(۹) ہمیں خبر دی محمد بن حسین بن فضل قطان نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو یونس بن ابو یعقوب عبدی نے، ان کو ابو اسحاق ہمدانی نے ایک ہمدانی عورت سے، اس نے اس کا نام ذکر کیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کئی بار حج کیا۔ آپ کے اونٹ پر حضور ﷺ کعبے کا طواف کرتے تھے۔ ان کے ہاتھ میں کھوٹی ہوتی تھی۔ حضور ﷺ کے اوپر دوسرخ چادریں تھیں جو آپ کے کندھوں تک پہنچتی تھیں۔ جب آپ حجر اسود کے ساتھ گزرتے تھے تو کھوٹی کے ساتھ اس کا استلام کرتے تھے۔ پھر اس کو اپنی طرف اٹھالیتے اور اس کو بوسہ دیتے تھے۔ ابو اسحاق نے کہا میں نے اس عورت سے کہا حضور کی مشابہت کس چیز سے تھی؟ فرمایا کہ جیسے چودہویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ میں نے آپ کی مثل نہ آپ سے پہلے دیکھی نہ آپ کے بعد۔

سورج طلوع ہونے کے ساتھ مشابہت ..... (۱۰) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل قطان نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابراہیم بن منذر نے، (ح) اور ہمیں حدیث بیان کی ابو محمد عبد اللہ بن یوسف اصفہانی نے بطور املاء کے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبد اللہ بن محمد بن اسحاق فاہبی نے مکہ میں، ان کو ابو یحییٰ بن ابوسمرہ نے، ان کو یعقوب بن محمد زہری نے، ان کو عبد اللہ بن موسیٰ تیمی نے، ان کو اسامہ بن زید نے، ان کو ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ سے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کر کے سنائیے۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ حضور ﷺ کو دیکھتے تو آپ یہ کہتے کہ سورج طلوع ہو رہا ہے۔ یہ الفاظ ہیں حدیث یعقوب بن محمد کے اور ابراہیم کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا اے بیٹے اگر آپ حضور ﷺ کو دیکھتے تو یہ دیکھتے کہ سورج طلوع ہو رہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۸/۲۸۰)

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ کی تعریف

(۱) ہمیں خبر دی ابو الحسن علی بن محمد بن عبد اللہ بن بشران نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو الحسن علی بن محمد مصری نے، ان کو روح بن فرج نے، ان کو یحییٰ بن بکیر نے، ان کو لیث نے خالد بن یزید سے، اس نے سعید بن ابولہال سے اس نے ربیعہ بن ابو عبد الرحمن سے، انہوں نے کہا کہ میں نے سنانس بن مالک رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے تھے کہ آپ متوسط قد کے لوگوں میں سے تھے، نہ انتہائی لمبے نہ ہی بہت چھوٹے۔ پھولوں جیسا رنگ تھا۔ انتہائی گورے چٹے تھے۔ آپ شدید سفید انڈے کی طرح نہیں تھے، بلکہ سُرخ سفید تھے (ایسی سفیدی جس کے ساتھ سُرخنی ملی ہو)۔ آپ کے بال نہ شدید گھونگھرا لے تھے نہ ہی ایک دم سیدھے تھے بلکہ جمودت اور سبوطت کی ملی جلی کیفیت میں تھے۔ مضبوط صحت مند تھے۔ آپ کے اُپر وحی کا نزول شروع ہوا تو آپ چالیس سال کے تھے۔ آپ مکہ میں دس سال ٹھہرے تھے، اس حال میں کہ آپ کے اُپر وحی اُترتی رہی تھی اور مدینہ میں دس سال۔ پھر آپ وفات پا گئے۔ جبکہ آپ ساٹھ سال کے تھے مگر اس وقت آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس سفید بال بھی نہیں تھے۔

ربیعہ نے کہا کہ میں نے آپ کے بالوں میں سے ایک بال کو دیکھا، وہ سُرخ ہو چکا تھا۔ میں نے پوچھا تو بتایا کہ یہ خوشبو لگانے کی وجہ سے سُرخ ہو گیا ہے۔ بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں یحییٰ بن بکیر سے۔

آپ علیہ السلام میاں نہ قد تھے ..... (۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو علی بن حمشا نے، ان کو محمد بن نعیم نے، ان کو قتیبہ بن سعید نے (ح) اور ہمیں خبر دی ابو الحسن علی بن محمد مقری نے، ان کو حسن بن محمد رضی اللہ عنہ بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب قاضی نے، ان کو ابوربیع نے، دونوں نے ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل بن جعفر نے، ان کو ربیعہ نے، اس نے سنانس بن مالک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ گھونگھرا لے اور سیدھے کی درمیانی کیفیت کے بالوں والے تھے۔ نہ بالکل سیدھے بال تھے نہ بالکل گھونگھرا لے تھے۔ گلاب کے پھول جیسے تھے۔ نہ شدید سفید تھے نہ انتہائی لمبے تھے، بلکہ متوسط قد کے لوگوں میں سے تھے۔ نہ بالکل نائے تھے نہ انتہائی لمبے تھے۔ چالیس سال پورے ہونے پر مبعوث ہوئے۔ دس سال مکہ میں رہے، دس سال مدینہ میں رہے۔ اور ساٹھ سال کے پورے ہونے پر انتقال کیا۔ آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس تک بھی سفید بال نہیں تھے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں قتیبہ بن سعید وغیرہ سے اور بخاری و مسلم نے اس کو دوسرے طریق سے نقل کیا ہے ربیعہ بن عبد الرحمن سے۔ اور اس کو روایت کیا ہے ثابت نے انس سے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ پھولوں جیسی رنگت والے تھے۔

اور اس کو روایت کیا ہے حمید طویل نے، جیسا ہمیں اس کی خبر دی ابو الحسن بن بشران نے، ان کو اسماعیل صفار نے، ان کو احمد بن منصور رمادی نے، ان کو ابو سعید حداد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی خالد واسطی نے۔ اور ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عمرو بن عون اور سعید بن منصور نے، دونوں نے کہا کہ ان کو خالد بن عبد اللہ نے حمید طویل سے انس بن مالک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گندمی رنگ کے مالک تھے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن بشران نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو جعفر رزاز نے، ان کو یحییٰ بن جعفر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی علی بن عاصم نے، ان کو حمید نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنانس بن مالک سے۔ وہ کہتے ہیں پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صفت میں حدیث ذکر کی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سفید رنگ کے تھے۔ لیکن آپ کے رنگ کی سفیدی سمرۃ اور گندمی تھی۔

(۴) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حسین بن حسن عضائری نے بغداد میں، ان کو ابو جعفر رزازی نے، ان کو محمد بن عبد الملک دقینی نے، ان کو یزید بن ہارون نے، ان کو جریری نے، وہ کہتے ہیں کہ میں اور ابو الطفیل بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ پس ابو الطفیل نے کہا کہ میرے سوا اور کوئی ایسا شخص زندہ باقی نہیں رہا جس نے حضور کو دیکھا ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے حضور کو دیکھا تھا؟ کہا کہ جی ہاں دیکھا تھا۔ میں نے کہا کہ حضور کی صفت اور کیفیت کیا تھی؟ فرمایا کہ آپ سفید رنگ زردی مائل تھے اور معتدل اور میانہ قد تھے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابو الحسن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو عمرو بن عون اور سعید بن منصور نے، ان کو خالد بن عبد اللہ جریری نے، اس نے الطفیل سے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم کو دیکھا تھا۔ میرے سوا اس وقت کوئی اور زندہ باقی نہیں رہا جس نے حضور کو دیکھا ہو۔ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے سامنے حضور کی صفت بیان کریں۔ فرمایا کہ آپ بلخ چہرے والے تھے۔ مسلم نے اس کو روایت کیا صحیح میں سعید بن منصور سے۔

(۶) ہمیں خبر دی محمد بن عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو الفضل محمد بن ابراہیم نے، ان کو احمد بن سلمہ نے، ان کو واصل بن عبد الاعلیٰ اسدی نے، ان کو محمد بن فضیل نے اسماعیل بن ابو خالد سے، اس نے ابو جحیفہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کو دیکھا تھا، سفید رنگ جو ان عمر تھے اور حسن بن علی ان کے مشابہ تھے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں واصل بن عبد الاعلیٰ سے اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے عمرو بن علی سے، اس نے محمد بن فضیل سے۔

(۷) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبد ان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن عبید صفار نے، ان کو ابراہیم بن عبد اللہ نے، ان کو حجاج نے، ان کو حماد نے عبد اللہ بن عقیل سے، اس نے محمد بن علی یعنی ابن الحنفیہ سے، اس نے اپنے والد سے کہ رسول کو کھلے ہوئے رنگے تھے۔

(۸) ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر محمد بن حسن بن نورک نے، اس کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر اصفہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابو داؤد طیالسی نے، ان کو مسعودی نے، ان کو عثمان بن عبد اللہ بن ہرمز نے نافع بن جبر سے اس نے علی بن ابوطالب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کا چہرہ حمرة سُرخ ملا ہوا تھا (یعنی سُرخ سفید تھے)۔

(۹) ہمیں خبر دی ابو الحسن فضل نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نحوی نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابن اصفہانی نے، ان کو شریک نے عبد الملک سے، اس نے نافع بن جبیر سے۔ وہ کہتے ہیں حضرت علی سے انہوں نے ہمارے سامنے حضور کی صفت بیان فرمائی۔ فرمایا کہ حضور سفید رنگ مگر حمرة اور سُرخ مائل سفیدی والے تھے۔

یہ روایت اسی طرح حضرت علی سے دیگر کئی طرق سے بھی مروی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ حمرة اور سُرخ ملا سفید رنگ تھا اور کپڑوں سے نیچے کا جسم سفید پھولوں کی رنگت والا تھا۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبد الجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے۔ پس مجھے حدیث بیان کی محمد بن مسلم نے عبد الرحمن بن مالک بن عثم سے، اس نے اپنے چچا سراقہ بن عثم سے۔

(۱۱) ہمیں خبر دی ابو الحسن فضل نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حسن بن ربیع نے، ان کو ادریس نے، ان کو محمد بن اسحاق نے ابن شہاب سے، اس نے عبد الرحمن بن مالک بن عثم سے، اس نے اپنے والد سے کہ سراقہ بن عثم نے کہا کہ میں رسول اللہ کے پاس آیا، جب ان کے قریب ہوا وہ اس وقت اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ میں نے آپ کے پنڈلی کی طرف دیکھا، ایسی تھی جیسے کے درخت کا جمارہ اور گری جو چربی کی مثل ہوتا ہے۔ دراصل کھجور کے درخت کے اوپر نرم گوند ہوتا ہے۔

اور یونس کی ایک روایت میں ہے، اللہ کی قسم گویا کہ میں آپ کی پنڈلی کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ چڑے کی رکاب میں جیسے کہ وہ کھجور کے درخت کا گوند ہے (یا کھجور کی گری ہے)۔

(۱۲) ہمیں خبر دی محمد بن حسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو بکر جمیدی نے، ان کو اسماعیل نے ان کو مزاحم بن ابو مزاحم نے، ان کو عبد العزیز بن عبد اللہ بن خالد بن اسید نے محرش کعمی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ مقام جمرانہ سے رات کے وقت۔ لہذا میں نے اس وقت ان کی پیٹھ کی طرف دیکھا تھا، جیسے دھلی ہوئی چاندی کا ٹکڑا ہے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم بن علاء نے، ان کو عمرو بن حارث نے، ان کو عبد اللہ بن سالم نے زبیدی سے، ان کو محمد بن مسلم نے سعید بن مسیب سے کہ اس نے سنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ شدید البیاض تھے۔ سخت سفید یا انتہائی سفید رنگ۔

(۱۴) ہمیں خبر دی ابو عبد الرحمن سلمی نے، ان کو ابو الحسن محمودی نے، ان کو ابو عبد اللہ محمد بن علی حافظ نے، ان کو محمد بن ثنی نے، ان کو یحییٰ بن بشر نے، ان کو مبارک نے، اس کو رشید بن سعد نے، ان کو عمرو بن حارث نے، ان کو ابو یونس مولیٰ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے۔ اس نے سنا ابو ہریرہ سے۔ وہ کہتے تھے، میں نے نبی کریم ﷺ سے زیادہ حسین کوئی شی نہیں دیکھی۔ ایسے لگتا تھا جیسے آپ کے چہرے پر سورج ہے۔ اور میں نے رفتار میں حضور ﷺ سے زیادہ تیز کسی کو نہیں دیکھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے کہ زمین آپ کے لئے سٹی اور لپٹی جا رہی ہے۔ ہم انتہائی مشقت میں واقع ہو جاتے تھے اور وہ آسانی سے چل رہے ہوتے تھے بغیر کسی تکلف کے۔ (ترمذی نے مناقب میں روایت کیا باب صفۃ النبی ﷺ میں حدیث ۳۶۲۸۔ امام احمد نے اپنی مسند میں ۲/۲۵۸)

## باب ۱۷

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اور پلکیں اور منہ مبارک

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ اور ابو سعید بن ابوعمر نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ابراہیم بن مرزوق نے، ان کو وہب بن جریر نے، ان کو شعبہ نے سماک بن حرب سے، اس نے جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کشادہ منہ والے تھے۔ موٹی موٹی آنکھوں والے تھے۔ ایزڑیوں کا گوشت کم تھا۔

اس کو مسلم نے نقل کیا صحیح میں غندر کی حدیث سے، اس نے شعبہ سے۔

(۲) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو عبد اللہ حافظ نے، بطور املاء کے، ان کو ابو العباس قاسم بن قاسم سیاری نے مروی میں، ان کو ابو المہجہ نے، ان کو عبد ان نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو شعبہ نے سماک بن حرب سے، اس نے جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لمبی لمبی آنکھوں والے تھے، کشادہ منہ تھا۔ میں نے پوچھا کس قدر لمبی آنکھیں تھیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ کی آنکھوں میں بلکی سی حرۃ اور سُرخ تھی (یا سفید ڈھیلوں میں سُرخ دھاریاں تھیں)۔

میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر سماک کی جانب سے مروی ہے اور اس کو اس طرح کہا ہے معاذ بن معاذ نے شعبہ سے، لمبی یا موٹی آنکھوں کے بارے میں ابوداؤد نے شعبہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ اشکل العین سے مراد اشہل العین یعنی نشلی گلابی آنکھیں مراد ہیں۔

(۳) ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر محمد بن حسن بن فورک نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداؤد نے، ان کو شعبہ نے، ان کو خبر دی سماک نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سُرخ نشلی آنکھوں والے تھے۔ پتلی ایزڑیوں والے کشادہ دہن تھے۔

ابو عبد اللہ نے کہا کہ الشکلة هیئت حمرة و سُرخی کو کہتے ہیں جو آنکھوں میں سفیدی میں ملی ہوئی ہوتی ہے اور شہلۃ شکلة سے الگ ہوتی ہے۔ یہ وہ حمرة و سُرخی ہوتی ہے جو آنکھوں کی سیاہ پتلی میں نظر آتی ہے۔

(۴) ہمیں خبر دی ہے ابو الحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوبکر بن ابوشیبہ نے، ان کو عباد نے حجاج سے، اس نے سماک سے، اس نے جابر بن سمرہ سے، اس نے رسول اللہ ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ حضور ﷺ کو جب دیکھتے تو یوں لگتا جیسے انہوں نے سُرمہ لگایا ہوا ہے۔ سُرمہ کی آنکھیں تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی پنڈلیوں میں حموشہ بھی کسی قدر پتلی اور مضبوط تھی۔ جب ہنتے تھے تو مسکرا دیتے تھے۔

(۵) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید نے، ان کو ابراہیم بن عبد اللہ نے، ان کو حجاج نے، ان کو حماد نے، ان کو عبد اللہ بن محمد بن عقیل نے، محمد بن علی سے اس نے اپنے والد سے کہ رسول اللہ ﷺ بڑی بڑی آنکھوں والے، لمبی اور گھنی پلکوں والے تھے۔ آنکھوں کے ڈھیلے سفیدی میں سُرخی مائل تھے۔

(۶) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو سعید بن منصور نے، ان کو خالد بن عبد اللہ نے، اس کو عبید اللہ نے یعنی عبید اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابوطالب نے اپنے والد سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تھا کہ آپ ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ کی تعریف بیان کیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ سفید رنگ کے تھے جو سُرخی مائل تھے۔ آنکھوں کی پتلیاں سیاہ تھیں، پلکیں گھنی اور لمبی تھیں۔

(۷) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبد اللہ بن سلمہ نے اور سعید بن منصور نے، دونوں نے ہمیں حدیث بیان کی عیسیٰ بن یونس نے، ان کو عمر بن عبد اللہ مولیٰ غفرہ نے، ان کو ابراہیم بن محمد، علی المرتضیٰ کے بیٹوں میں سے کہا کہ حضرت علی المرتضیٰ جب حضور ﷺ کی صفت بیان کرتے تھے، فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کا چہرہ گول تھا۔ سفید سُرخی مائل تھے۔ آنکھیں سیاہ کشادہ تھیں پلکیں لمبی اور گھنی تھیں۔

(۸) ہمیں خبر دی ابو الحسین نے، ان کو خبر دی عبد اللہ نے، ان کو یعقوب نے، ان کو عاصم بن علی بن عاصم، اور آدم نے دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن ابو ذئب نے، ان کو صالح مولیٰ توأم نے، ان کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ وہ حضور ﷺ کی صفت بیان کرتے تھے کہ حضور ﷺ لمبی آنکھیں اور گھنی پلکوں والے تھے۔

## باب ۱۸

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین اقدس

بھنویں، ناک، منہ اور دانت مبارک

(۱) ہمیں خبر دی ابو الحسین محمد بن حسین مظان نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو عمرو بن حارث نے، ان کی عبد اللہ بن سالم نے، ان کو زبیدی نے، ان کو زہری محمد بن مسلم نے سعید بن مسیب سے کہ انہوں نے سنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کر رہے تھے کہ آپ کی جبین اقدس کشادہ تھی، پلکیں لمبی اور گھنی تھیں۔

(تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر ۱/۳۳۶)

(۲) ہمیں خبر دی ابو الحسین نے، ان کو خبر دی عبد اللہ نے، ان کو یعقوب نے، ان کو ابو غسان نے، ان کو جمیع بن عمر بن عبد الرحمن عجلی نے، ان کو مکہ میں ایک آدمی نے ابو ہالہ تمیمی نے حسن بن علی سے اس نے اپنے ماموں سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی کشادہ جبین تھی بھنویں لمبی اور کمان نما تھیں (یعنی بھنویں کی دھاری لمبی اور پتلی تھی)۔ بھنویں باہم ملی ہوئی نہ تھیں بلکہ حسین فاصلہ تھا۔ غصے کے وقت بھنویں حرکت کرتی تھیں، جس سے وہ اور نمایاں ہو جاتی تھیں۔ ناک مبارک لمبی اور ستواں تھی، اس کے اوپر ایک خاص نور جاری رہتا تھا جو نہیں پہچانتا ہوتا تھا وہ دیکھتے ہی آپ کو محسوس کر لیتا تھا۔ رخسار مبارک گوشت سے بھرے ہوئے نہیں قدر بلکہ تھے۔ منہ مبارک کشادہ تھا۔ دانت مبارک چمکدار تھے، دانتوں میں کسی قدر فاصلہ تھا۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابراہیم بن منذر نے، ان کو عبد العزیز بن ابوثابت زہری نے، ان کو اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے، ان کو ان کے چچا موسیٰ بن عقبہ نے کریب سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کشادہ اور چمکدار دانتوں والے تھے۔ آپ جب بات کرتے تھے تو ایسے نظر آتا تھا جیسے سامنے کے دونوں دانتوں سے نور چمک رہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۸/۲۷۹)

## باب ۱۹

# رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اور داڑھی مبارک کی صفت

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر محمد بن حسن بن فورک نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر بن احمد اصفہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابو داؤد نے، ان کو مسعودی نے، ان کو عثمان بن عبد اللہ بن ہرمز نے نافع بن جبیر سے، اس نے علی مرتضیٰ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا سر مبارک بڑا تھا، داڑھی گھنی تھی۔

(۲) ہمیں خبر دی محمد بن حسین قطان نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابن اصفہانی نے، ان کو شریک نے عبد الملک بن عمیر سے اس نے نافع بن جبیر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے نبی کریم ﷺ کا خلیہ بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ حضور ﷺ کے سر کی کھوپڑی موٹی تھی، داڑھی عظیم و بھری ہوئی تھی۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو سعید بن منصور نے، ان کو نوح بن قیس حدانی نے، ان کو خالد بن خالد تمیمی نے، ان کو یوسف بن مازن راسبی نے کہ ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا، اے امیر المؤمنین ہمارے نبی کریم ﷺ کا خلیہ مبارک بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا، آپ سفید سرخ تھے۔ بڑی کھوپڑی والے تھے۔ روشن جبین والے، کشادہ آبرو والے تھے۔ گھنی اور لمبی پلکوں والے تھے۔

(۴) کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن عبید نے، ان کو ابراہیم بن عبد اللہ نے، ان کو علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو حجاج نے، ان کو حماد نے، ان کو عبد اللہ بن محمد بن عقیل نے محمد بن علی سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ گھنی داڑھی والے تھے۔

ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حدیث بیان کی اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو حارث نے، ان کو عبد اللہ بن سالم نے زبیدی سے، ان کو خبر دی زہری یعنی محمد بن مسلم نے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے کہ اس نے سنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے وصف بیان کر رہے تھے۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سیاہ داڑھی والے، خوبصورت دانتوں والے تھے۔ (نسائی ۸/۱۸۳)



(۵) ہمیں خبر دی ابو عبد الرحمن سلمیٰ نے، ان کو ابو الحسن محمودی نے، ان کو ابو عبد اللہ محمد بن علی حافظ نے، ان کو ابو موسیٰ محمد بن ثنیٰ نے، ان کو یحییٰ بن کثیر ابو غسان نے جہضم بن ضحاک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں مقام زحیح میں اُترا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہاں پر وہ آدمی ہے جس نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے۔ میں اس (صحابی) کے پاس پہنچا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا واقعی آپ نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جی ہاں میں نے دیکھا ہے۔ وہ متوسط قد کے جوان تھے۔ خوبصورت سہلہ والے تھے۔ راوی نے بتایا ابتدائے اسلام میں داڑھی کو سہلہ کہہ کے پکارتے تھے۔ واللہ اعلم (ذکرہ البخاری فی التاريخ الکبیر ۱/۲۳۵)

## باب ۲۰

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی صفت

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابو محمد زیاد نے، ان کو محمد بن اسحاق نے، ان کو علی بن حجر نے، ان کو اسماعیل بن جعفر نے، ان کو ربیعہ بن ابو عبد الرحمن نے کہ اس نے سنانس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کنگھی شدہ بالوں والے تھے، نہ تو بال بالکل سیدھے تھے اور نہ ہی نہایت گھونگھرا لے تھے۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں علی بن حجر سے اور مسلم و بخاری نے اس کو نقل کیا ہے مالک وغیرہ کی حدیث سے، اس نے ربیعہ سے۔ (۲) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو مسلم بن ابراہیم نے، ان کو جریر بن حازم نے، ان کو قتادہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے بالوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کے بال دو طرح کے بالوں کے ہیں بین تھے۔ نہ ہی انتہائی سیدھے تھے اور نہ ہی انتہائی گھونگھرا لے تھے۔ آپ کے بال آگے دونوں کانوں اور دونوں کندھوں کے درمیان پہنچتے تھے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں مسلم بن ابراہیم سے اور عمرو بن علی سے، اس نے وہب بن جریر سے، اس نے اپنے والد سے۔ (۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو علی بن حمشاد نے، ان کو محمد بن ایوب اور تمیم بن محمد اور حسن بن سفیان نے۔ سب نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ہے شیبان بن فروخ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی جریر بن حازم نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی قتادہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک کیسے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ سیدھے بال تھے متوسط۔ نہ انتہائی سیدھے، نہ انتہائی گھونگھرا لے۔ آپ کے بال کانوں اور کندھوں کے درمیان تک تھے۔ مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح شیبان بن فروخ سے۔

(۴) ہمیں خبر دی محمد بن حسین بن محمد بن فضل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عمرو بن عاصم نے، ان کو ہمام نے قتادہ سے (ح) اور ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو عبد اللہ بن محمد کعمی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن ایوب نے، ان کو موسیٰ بن اسماعیل نے ان کو ہمام نے قتادہ سے، اس نے انس بن مالک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک آپ کے کندھوں تک پہنچتے تھے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے موسیٰ بن اسماعیل سے اور بخاری و مسلم نے اس کو روایت کیا ہے حدیث حبان سے اس نے ہمام سے۔

(۵) اور ہمیں خبر دی ابوعلیٰ روزباری نے، ان کو ابو بکر بن داسہ نے، ان کو ابوداؤد نے، ان کو مغلد بن مغلد نے، ان کو عبدالرزاق نے کہا ہمیں خبر دی معمر نے، ان کو ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال ان کے کانوں تک تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مروی ہے انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال دونوں کانوں کے بیچ تک تھے۔ (فتح الباری ۱۰/۳۵۶)

(۶) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو کراہیسی نے، ان کو محمد بن نصر نے، ان کو یحییٰ بن یحییٰ نے، ان کو خبر دی اسماعیل بن علیہ نے، حمید سے پھر اس نے ذکر کیا۔ مسلم نے ان کو روایت کیا ہے یحییٰ بن یحییٰ سے۔

آپ علیہ السلام حسن سے زیادہ حسین تھے ..... (۷) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن بشران نے، ان کو ابو عمرو بن سماک نے، ان کو حنبل بن اسحاق نے، ان کو عفان نے، ان کو شعبہ نے، ان کو ابواسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں میں نے سنا براء بن عازب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوسط قد کے تھے۔ چوڑے کندھوں والے (یعنی کندھوں کا درمیانی فاصلہ قدر زیادہ تھا)۔ آپ کے بال آپ کی کانوں کی لو تک پہنچتے تھے۔ آپ کے جسم پر سُرخ پوشاک تھی، میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت چیز کوئی نہیں دیکھی۔

بخاری نے اس کو صحیح میں روایت کیا ہے ابو عمر حفص بن عمر سے اور اس کو مسلم نے نقل کیا ہے غندر کی روایت سے، اس نے شعبہ سے۔

(۸) ہمیں خبر دی محمد بن عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو بکر احمد بن سلمان فقیہ نے، ان کو احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، ان کو ابو غسان نے، ان کو اسرائیل نے ابواسحاق سے۔ انہوں نے سنا براء بن عازب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو سُرخ پوشاک میں آپ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو)۔ آپ کے پٹھے زلفیں کندھوں کے قریب تک تھیں۔ ابواسحاق نے کہا، میں نے اس سے سنا وہ اس حدیث کو بار بار بیان کرتے تھے۔ جب بھی انہوں نے اس کو بیان کیا ہنس دیئے۔

بخاری نے اس کو صحیح میں روایت کیا ابو غسان مالک بن اسماعیل سے۔

(۹) ہمیں خبر دی ابوعلیٰ حسیس بن محمد روزباری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو بکر بن داسہ نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابوداؤد نے، ان کو عبد اللہ بن مسلمہ اور محمد بن سلیمان انباری نے، ان کو کعب نے (ح)، اور ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو محمد بن یعقوب شیبانی نے، ان کو عبد اللہ بن محمد نے، ان کو ابو کریب نے، ان کو کعب نے، ان کو سفیان نے، ان کو ابواسحاق نے براء سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں کسی صاحب زلفوں سُرخ پوشاک میں ملبوس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ آپ کے ایسے بال تھے جو کندھوں کو چھوتے تھے۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چوڑے کندھوں والے تھے۔ نہ انتہائی لمبے، نہ انتہائی چھوٹے تھے۔

یہ الفاظ ابو کریب کی حدیث کے ہیں مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابو کریب سے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حدیث بیان کی ابن اصفہانی نے، ان کو شریک نے عبد الملک بن عمرو سے۔ اس نے نافع بن جبیر بن مطعم سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصف بیان کی۔ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال کثیر تھے اور قد رسیدھے تھے۔

(۱۱) ہمیں خبر دی ابوعلیٰ روزباری نے، ان کو ابو بکر بن داسہ نے، ان کو ابوداؤد نے، ان کو ابن نفیل نے، ان کو عبد الرحمن بن ابوالزناد نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے۔ اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک وَفَرَّةٌ سے بڑے تھے اور حُمَّة سے کم تھے۔

فائدہ :

(الف) سر کی زلفوں کے بال اگر کندھوں کو چھورے ہوں تو ان کو حُمَّة کہتے ہیں۔

(ب) اگر کانوں کی لو تک ہوں تو ان کو وَفَرَّةٌ کہتے ہیں اگر کانوں کی لو سے آگے بڑھیں مگر کندھوں کو نہ چھوئیں تو وہ لَمَّةٌ کہلاتے ہیں۔ مترجم

(۱۲) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن قطان نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبد اللہ بن مسلمہ اور یحییٰ بن عبد الحمید نے، ان کو سفیان بن ابونعیم نے مجاہد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ام ہانی کہتی ہیں کہ حضور ﷺ کے تشریف لائے تھے تو آپ کے سر کی زلفیں چار حصوں میں منقسم تھیں (زلفوں کے چار پٹے تھے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابو بکر بن ابواسحاق فقیہ نے، ان کو خبر دی علی بن عبدالعزیز نے، ان کو احمد بن عبد اللہ بن یونس نے، ان کو ابراہیم بن سعد نے، ان کو ابن شہاب نے، ان کو عبید اللہ بن عبد اللہ ابن عباس نے۔ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ان امور کے اندر جن کے اندر آپ کو کوئی حکم نہیں ملا ہوتا تھا اہل کتاب کی موافقت کرنا پسند فرماتے تھے۔ اور اہل کتاب کی عادت تھی کہ وہ اپنے بالوں کو لٹکاتے تھے۔ اور مشرکین اپنے سروں کی مانگھ نکالتے تھے۔ چنانچہ پہلے حضور ﷺ نے اپنی پیشانی کے بال لٹکائے، پھر بعد میں آپ نے بھی بیچ سے مانگھ نکالی۔

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں احمد بن یونس سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے محمد بن جعفر و رکابی وغیرہ سے، اس نے ابراہیم سے۔ (۱۴) ہمیں خبر دی فقیہ ابوالحسن محمد بن یعقوب طاہرانی نے، وہاں ان کو ابو علی صوفی نے۔ ان کو عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو حماد بن خالد نے، ان کو مالک نے، ان کو زیاد بن سعد نے زہری سے، اس نے انس رضی اللہ عنہ سے۔ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی پیشانی کے بال لٹکائے جب تک اللہ نے چاہا لٹکانا۔ اس کے بعد آپ نے بیچ سے مانگھ نکالی۔

آپ علیہ السلام کی مانگھ کا ذکر ..... (۱۵) ہمیں خبر دی ابو طاہر فقیہ نے، ان کو ابو حامد بن بلال بزار نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو الازہر نے، ان کو یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو ابن اسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی محمد بن جعفر بن زبیر نے عروہ سے۔ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے سر مبارک میں مانگھ بیچ میں نکالتی تھی۔ آپ کی مانگھ کو آپ کی کھوپڑی سے یعنی چوٹی سے شروع کر کے پیشانی کی طرف لٹکاتی اور پیشانی کے بالوں کو دونوں آنکھوں پر چھوڑتی تھی (یعنی مانگھ نکالنے کے بعد بالوں کو سر کے دونوں حصوں کی طرف سمیٹتی تھی)۔ (ابوداؤد حدیث ۴۱۸۹)

ابن اسحاق کہتے ہیں واللہ اعلم کیا یہ عمل حضور ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے تھا کہ نہ تو دو کپڑوں کو ملا کر سینا اور نہ ہی بالوں کو جوڑنا۔ یا پھر علامت تھی جس کے ساتھ نشان لگایا جاتا تھا۔ اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن جعفر نے کہا جبکہ وہ فقیہ مسلمان تھا کہ یہ محض علامت تھی انبیاء کی علامات میں سے، دیگر لوگوں میں سے۔ نصاریٰ اس کے ساتھ تمسک کرتے تھے۔

(۱۶) ہمیں خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن یوسف اصفہانی نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابو سعید بن اعرابی نے، ان کو حسن بن محمد زعفرانی نے، ان کو سفیان بن عیینہ نے، ان کو ہشام نے محمد بن سیرین سے۔ اس نے انس بن مالک سے کہ رسول اللہ ﷺ جب جمرہ عقبہ کی رمی کر چکے اور قربانی کر چکے تو اپنے حجام کے آگے اپنا دایاں حصہ سر کا سامنے کر کے دیا۔ اس نے اس حصے کے بال مونڈ دیئے تھے۔ آپ نے وہ بال ابو طلحہ کو پکڑا دیئے تھے۔ اس کے بعد سر کا بائیں حصہ حجام کے آگے کیا، اس نے اس حصے کے بال بھی مونڈ دیئے تھے۔ پھر آپ نے حکم فرمایا تھا کہ یہ بال لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیئے جائیں۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابن ابوعمر سے، اس نے سفیان سے۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کا ذکر

### اور بالوں کو رنگ کرنے کی بابت احادیث

(۱) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل قطان نے بغداد میں، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو صالح نے، ان کو لیث نے، ان کو خالد بن یزید نے، ان کو سعید بن ابولہلال نے، ان کو ربیعہ بن ابو عبد الرحمن نے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس نے سنان بن مالک سے، وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں سے ایک بال دیکھا وہ سُرخ ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ خوشبو لگانے کی وجہ سے سُرخ ہو رہا ہے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا صحیح میں ابن بکیر سے، اس نے لیث سے اور بخاری و مسلم نے اس کو نقل کیا ہے حدیث مالک سے، اس نے ربیعہ سے اور اس طرح مروی ہے زہری سے، اس نے انس سے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب حافظ نے، ان کو سری بن خزیمہ نے، ان کو معلیٰ بن اسد نے، ان کو وہیب نے، ان کو ایوب نے محمد بن سیرین سے۔ وہ کہتے ہیں انس بن مالک سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ خضاب کرتے تھے؟ فرمایا کہ بے شک۔ حالت یہ ہے کہ بے شک انہوں نے بڑھاپا (یعنی سفید بال) نہیں دیکھا بہت قلیل مگر بہت مگر۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے ان کو عبد اللہ شیبانی نے، ان کو علی بن حسن بلالی نے، ان کو معلیٰ بن اسد نے، اس نے اسی حدیث کو مذکور کی مثل ذکر کیا ہے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں معلیٰ بن اسد سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے حجاج شاعر سے، اس نے معلیٰ بن اسد سے

(۴) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل بن قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو سلیمان بن حرب نے، ان کو حماد بن زید نے ثابت سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا تھا (بالوں کو رنگا تھا)؟ انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے اس قدر سفید بال دیکھے نہیں تھے جس کو وہ خضاب لگاتے۔ اگر میں چاہتا کہ وہ سفید بال شمار کر لوں جو ان کی داڑھی میں تھے تو میں شمار کر لیتا۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہندی کے ساتھ بالوں کو رنگ لیا تھا۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں سلیمان بن حرب سے۔

خضاب کا تذکرہ ..... (۵) ہمیں خبر دی ہے ابو الحسن علی بن محمد مقرئ نے، ان کو خبر دی حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب نے، ان کو ابو الرزینج نے، ان کو حماد بن زید نے، ان کو ثابت نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کے خضاب کرنے کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا، اگر میں چاہتا تو میں حضور ﷺ کے سر کے اور داڑھی کے سفید بال شمار کر سکتا تھا (کم سفید بالوں کی وجہ سے)۔ آپ نے خضاب نہیں کیا تھا (یعنی بالوں کو رنگ نہیں کیا تھا)۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہندی اور کتم کے ساتھ خضاب کیا تھا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مہندی کے ساتھ خالص رنگ کیا تھا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں ابو الرزینج سے۔

فائدہ : ڈاکٹر عبدالمطعی حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ لکتم مرچ سیاہ کی مثل ذرے ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ بال رنگے جاتے ہیں۔ وہ ان کی سفیدی کو یا سُرخ کو سواد اور سیاہ رنگ کے ساتھ تبدیل کر دیتے ہیں اور جب مہندی کے ساتھ ملایا جائے تو وہ بالوں کو مضبوط کرتے ہیں۔

(۶) ہمیں خبر دی محمد بن ابو حسین بن فضل نے، اور ہمیں خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حجاج نے، اور ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو علی بن حمزہ عدل نے، ان کو ابو مسلم نے، یہ کہ حجاج بن منہال نے، ان کو حدیث بیان کی ہے کہ ہمیں حماد بن سلمہ نے، ان کو ثابت نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال سفید ہوئے تھے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کو سفیری کا عیب نہیں لگایا تھا۔ آپ کے سر میں صرف سترہ اٹھارہ بال ہی سفید تھے بس۔ (مسند احمد ۳/۲۵۳)

یہ حدیث یعقوب کے الفاظ میں اور ابو مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال کتنے تھے؟ اس کے بعد انہوں نے ذکر کیا۔

(۷) ہمیں خبر دی علی بن مقبری اسفرائنی نے، ان کو حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب قاضی نے، ان کو محمد بن ابو بکر نے، ان کو عبد الصمد بن عبد الوارث نے، ان کو ثنی بن سعید نے قتادہ سے، اس نے انس رضی اللہ عنہ سے۔ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں لگایا تھا سوائے اس کے نہیں کہ سفیدی نیچے کے ہونٹ سے نیچے کے بالوں میں تھی بلکی سی اور بلکی سی کنپٹیوں میں تھی اور بلکی سی سر میں تھی۔ مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں محمد بن ثنی سے، اس نے عبد الصمد سے۔

(۸) ہمیں خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن یوسف اصفہانی نے، ان کو ابو بکر محمد بن حسین قطان نے، ان کو ابراہیم بن حارث بغدادی نے، ان کو یحییٰ بن ابو بکر نے، ان کو زہیر نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو اسماعیل بن اسحاق قاضی نے ان کو احمد بن یونس نے، ان کو زہیر نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ نے، ان کو خبر دی ابو بکر بن اسحاق نے، ان کو خبر دی اسماعیل بن قتیبہ نے، ان کو یحییٰ بن یحییٰ نے، ان کو ابو خثیمہ نے، ان کو ابو اسحاق نے، ان کو ابو جحیفہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا یہ چیز ان کی سفید تھی (یہ کہہ کر) زہیر نے اپنی کچھ انگلیاں اپنی عنقہ یعنی نچلے ہونٹ کے نیچے کے بالوں پر رکھ دیں۔ ان سے کہا گیا کہ آپ اس وقت کس شخص کی مثل تھے؟ انہوں نے بتایا کہ میں اس وقت تیر کو ترکش میں ڈالتا اور اس کے پر لگا سکتا تھا۔

اور اصفہانی کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنا ہاتھ ہونٹ سے نیچے رکھ دیا۔ مسلم نے اس کو روایت کیا صحیح میں یحییٰ بن یحییٰ اور احمد بن یونس سے۔ اور بخاری نے اس کو نقل کیا ہے اسرائیل کی روایت سے، اس نے ابو اسحاق سے۔

(۹) ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ حافظ نے، بطور اطاء کے، اور ابو سعید بن ابو عمرو نے بطور قراءت کے دونوں کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ابو زرہ عبد الرحمن بن عمرو دمشقی نے دمشق میں، ان کو علی بن عیاش نے، ان کو جریر بن عثمان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس نے عبد اللہ بن بسر سلمی سے کہا، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کیا وہ بزرگ تھے؟ کہا کہ ان کے نچلے ہونٹ کے نیچے کچھ بال سفید تھے۔ بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں عصام بن خالد سے، اس نے جریر بن عثمان سے۔

(۱۰) ہمیں حدیث بیان کی محمد بن حسن بن فورک نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر بن احمد اصفہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابو داؤد طیالسی نے، ان کو شعبہ نے سماک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا جابر بن سمرہ سے، اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال ذکر کئے تھے۔ اور فرمایا کہ جب آپ تیل لگاتے تھے وہ سفید نظر نہیں آتے تھے۔ اور جب تیل نہیں لگاتے تھے وہ ظاہر ہوتے تھے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں محمد بن ثنی سے، اس نے داؤد سے۔

(۱۱) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نخوی نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حجاج نے، ان کو حماد نے سماک بن حرب سے، اس نے جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں سفید بال تھے اور نہ ہی ان کی داڑھی میں۔ ہاں مانگ میں چند بال تھے، جب تیل لگاتے تھے تو ان کو تیل چھپا لیتا تھا۔

(۱۲) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نخوی نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبد اللہ بن موسیٰ اور ابو نعیم نے، ان کو اسرائیل نے سماک سے، اس نے سنا جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے سر کے اگلے حصے اور آپ کی داڑھی میں سفیدی آچکی تھی، جس وقت آپ تیل لگاتے اور کنگھی کرتے تو وہ ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ ابو نعیم نے یہ اضافہ بھی کیا کہ حضور ﷺ تیل لگاتے اور کنگھی کرتے تھے تو وہ سفید بال ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ ابو نعیم نے یہ اضافہ بھی کیا کہ حضور ﷺ سر اور داڑھی کے کثیر بالوں والے تھے۔ دونوں نے اکٹھے کہا ہے حدیث میں کہ جب آپ کا سر بکھرا ہوتا تھا تو وہ نظر آتے تھے۔ ایک آدمی نے پوچھا کہ کیا حضور ﷺ کا چہرہ تلوار کی مثل تھا؟ جابر نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ بلکہ سورج اور چاند کی مثل گول تھا اور میں نے آپ کی مہر دیکھی آپ کے کندھوں کے پاس۔ جیسے کبوتری کا انڈا ہوتا ہے۔ وہ آپ کے جسم کے مشابہ تھا۔ مسلم نے اس کو روایت کیا صحیح میں ابو بکر بن ابوشیبہ سے، اس نے عبید اللہ بن موسیٰ سے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبد اللہ بن عثمان نے ابو حمزہ سکری سے، اس نے عثمان بن عبد اللہ بن موہب قرشی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ زوجہ رسول بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک دیکھائے تھے تو وہ حنا اور کتم کے ساتھ رنگے ہوئے تھے۔

(۱۴) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید صفار نے، ان کو ثمام محمد بن غالب نے، ان کو موسیٰ نے، ان کو سلام بن ابو مطیع نے، ان کو عثمان بن عبد اللہ بن موہب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے بال مبارک نکالے تھے جو کہ رنگے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں موسیٰ بن اسماعیل سے۔

(۱۵) ہمیں خبر دی محمد بن عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے۔ ہمیں خبر دی محمد بن اسحاق صفحانی نے، ان کو یحییٰ بن ابوبکر نے، ان کو اسرائیل نے، ان کو عثمان بن عبد اللہ بن موہب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چاندی کا ایک موٹا پیالہ یا لونا تھا۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے بال رکھے ہوئے تھے، جب کسی آدمی کو بخار ہو جاتا تھا تو وہ ان کے پاس کسی کو بھیج دیتا، وہ اس میں پانی کھنگال کر دے دیتیں، پھر بخار والا آدمی اس پانی کو اپنے چہرے پر چھینے مارتا۔ کہتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے مجھے ان کے پاس بھیجا انہوں نے ان بالوں کو برتن سے نکالا تو وہ اتنے تھے، اسرائیل نے اپنی تین انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا (کہ اتنے تھے)۔ اور اس میں وہ سُرخ بال بھی تھے۔

آپ علیہ السلام کے سفید بالوں کا ذکر ..... اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں مالک سے، اس نے اسماعیل سے، اس نے اسرائیل سے ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس سیاری نے، ان کو محمد بن موسیٰ بن حاتم نے، ان کو علی بن حسن بن شقیق نے، ان کو خبر دی ابو حمزہ عبد الملک بن عمیر نے ایاد بن لقیط سے، اس نے ابو رمثہ سے۔ اس نے کہا میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا ان کے جسم پر دوہری چادریں تھیں اور آپ کے بال ایسے تھے کہ ان کے اوپر سفیدی تھی جو کہ مہندی کے ساتھ رنگی ہوتی تھی۔

(۱۶) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو نعیم نے، ان کو عبید اللہ بن ایاد نے، ان کو ایاد بن ابو رمثہ نے، وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تھا۔ میں نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو میرے والد نے پوچھا، جانتے ہو یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یہ سنتے ہی میرے رو نگٹے کھڑے ہو گئے (اس سے قبل) میرا یہ گمان ہوتا تھا کہ رسول اللہ کو ایسی چیز خیال کرتا تھا کہ لوگ جن کے مشابہ نہیں ہوتے۔ یکا یک کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تو انسان ہیں جن کے پٹھے اور زلفیں وغیرہ ہیں (یعنی بال کانوں تک پہنچتے ہیں)۔ جس پر مہندی کی وجہ سے رنگ کا اثر ہے۔ اور آپ کے جسم پر دوہری چادریں زیب تن تھیں۔

(۱۷) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو الفضل محمد بن ابراہیم نے، ان کو حسن بن محمد بن زیاد نے، ان کو عبید اللہ بن سعید نے (ح) اور ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل قطان نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو محمد بن عبد اللہ مخزومی نے، ان کو ابو سفیان

حمیری نے، ضحاک بن حمزہ سے اس نے، غیلان بن جامع بن ایاد بن لقیط سے، اس نے ابورمثہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مہندی اور کتم کے ساتھ بالوں کو رنگ کرتے تھے۔ مخرمی نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ان کے بال کندھوں تک پہنچتے تھے۔

(۱۸) ہمیں خبر دی ابوعلی حسین بن محمد رودذباری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر بن داسہ نے، ان کو ابوداؤد جستانی نے، ان کو عبدالرحیم بن مطرف ابوسفیان نے، ان کو عمرو بن محمد نے، ان کو ابن ابورؤاد نے نافع سے، اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے۔ یہ کہ نبی کریم ﷺ سستی جوتے پہنتے تھے (پیچھے سے کٹے ہوئے بغیر ایڑی کے)۔ اور اپنی داڑھی کو ورس اور زعفران کے ساتھ پیلا رنگ کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد حدیث ۴۲۱۰)

(۱۹) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابوالفضل محمد بن ابراہیم نے، ان کو حسین بن محمد بن زیاد نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو یحییٰ بن آدم نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوجعفر نے، ان کو محمد بن ولید کندی کوفی نے، ان کو یحییٰ بن آدم نے، ان کو شریک نے عبید اللہ بن عمر سے، اس نے نافع سے، اس نے ابن عمر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سفید بال بیس کے قریب تھے۔ اور اسحاق کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سفید بال دیکھے۔ سر کے سامنے کے حصے میں تقریباً بیس بال تھے۔

(۲۰) ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو احمد بن سلیمان فقیہ نے، ان کو ہلال بن علاء رقی نے، ان کو حسین بن عیاش رقی نے، ان کو جعفر بن برقان نے، ان کو عبد اللہ بن عقیل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک مدینے میں آئے اس وقت عمر بن عبد العزیز مدینے کے والی تھے۔ چنانچہ عمر نے ان کے پاس نمائندہ بھیجا کہ ان سے پوچھیں کیا رسول اللہ ﷺ خضاب لگاتے تھے؟ بے شک میں نے حضور ﷺ کے بالوں میں سے کچھ بال دیکھے ہیں جو رنگ لگائے ہوئے ہیں۔ حضرت انس نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے بال سیاہی سے آراستہ کئے گئے تھے۔ اگر میں شمار کرنا چاہتا جو آپ کی سفیدی میرے سامنے آچکی تھی، سر میں اور داڑھی میں تو ان کو دس گیارہ بالوں سے زیادہ نہ کر سکتا۔ باقی رہے رنگین بال تو وہ خوشبو کا رنگ ہے جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے بال خوشبو میں مہرکائے جاتے تھے۔ اسی چیز نے بالوں کا رنگ بدل دیا تھا۔

## باب ۲۲

### رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کندھوں کے مابین فاصلے کی صفت

(۱) ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن حسن بن فورک نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر اصفہانی نے، ان کو حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداؤد نے، ان کو شعبہ نے، ان کو ابواسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا براء سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میانہ قد تھے۔ دونوں کندھوں کے مابین فاصلہ قدرے زیادہ تھا (یعنی چوڑے سینے والے تھے)۔ سب لوگوں سے عظیم ترین تھے۔ سب لوگوں سے حسین ترین تھے۔ آپ کی زلفیں آپ کے کانوں تک پہنچی ہوئی تھیں۔ آپ کے جسم پر سُرخ چُغہ تھا۔ میں نے آپ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے شعبہ کی روایت سے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نحوی نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو عمرو بن حارث نے، ان کو عبد اللہ بن سالم نے، ان کو زبیدی نے، ان کو خبر دی زہری نے محمد بن مسلم سے اس نے سعید بن مسیب سے کہ اس نے سنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کی وصف بیان کر رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان کا فاصلہ زیادہ تھا۔ (طبقات ابن سعد ۱/۴۱۵ الترمذی فی الشمائل)

(۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابو فضل محمد بن ابراہیم نے، ان کو حسین بن محمد بن زیاد نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو نضر بن شمیل نے، ان کو صالح بن ابوالاحضر نے، ان کو زہری نے، ان کو ابوسلمہ نے، ان کو ابو ہریرہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایسے تھے جیسے چاندی سے ڈھال بنائے گئے ہیں سیدھے (کنگن شدہ)۔ بال تھے متوازن، پیٹ چوڑے کندھے (دونوں کے مابین طویل و حسین فاصلہ)۔ پورا قدم یعنی پیر زمین پر لگاتے تھے۔ جس طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے تھے۔ جب منہ پھیرتے تو پوری طرح پیٹھ پھیرتے تھے۔

## باب ۲۳

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں ہتھیلیاں قدم، بغلیں، کلائیوں، پنڈلیاں اور آپ ﷺ کا سینہ مبارک

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے کہا ہم کو خبر دی ابو بکر احمد بن سلمان فقیہ نے بغداد میں، ان کو احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، ان کو مسلم بن ابراہیم نے، ان کو جریر نے، ان کو قتادہ نے انس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھری ہوئی تھیں۔ میں نے آپ کے بعد آپ کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔ نبی کریم ﷺ کے بال مبارک درمیانے سیدھے تھے۔ نہ تو زیادہ خم دار تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے تھے۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں مسلم بن ابراہیم سے۔ (کتاب النہاس ۷۷)

(۲) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو خبر دی احمد بن عبید صفار نے، ان کو ابو مسلم کجی نے، ان کو سلیمان اور ابونعمان نے، ان دونوں کو جریر نے قتادہ سے۔ اس نے انس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھری بھری اور پاؤں کے تلوے بھی بھرے بھرے تھے۔ جسم سے پسینہ بہتا تھا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ابونعمان سے مگر انہوں نے یوں کہا ہے کہ آپ ﷺ کا سر مبارک موٹا تھا، قدم بھرے بھرے تھے، ہتھیلیاں بسیط تھیں۔ اس نے پسینہ کا ذکر نہیں کیا۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو عمر محمد بن عبد اللہ ادیب نے، ان کو ابو بکر اسماعیل نے، ان کو خبر دی حسن یعنی اس نیان نے، ان کو ہدبہ بن خالد قیسی نے، ان کو ہمام نے، ان کو قتادہ نے، ان کو انس بن مالک نے یا ایک آدمی سے اس نے ابو ہریرہ سے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک موٹے تھے۔ چہرہ انتہائی خوبصورت تھا۔ میں نے آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں عمرو بن علی سے، اس نے معاذ بن ہانی سے، اس نے ہمام سے۔ بخاری نے کہا کہ ہشام کہتے ہیں کہ مروی ہے معمر سے، وہ قتادہ سے، وہ انس سے۔

(۴) ہمیں اس کی خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن جمہامی مقری نے، ان کو احمد بن سلیمان فقیہ نے، ان کو جعفر بن ابوعثمان طیالسی نے، ان کو یحییٰ بن معین نے، ان کو ہشام بن یوسف نے، ان کو معمر نے۔ انہوں نے اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی اسناد کے ساتھ اس کی مثل، مگر اس کے علاوہ انہوں نے کہا ہے، بھرے ہوئے قدم اور دونوں ہتھیلیاں تھیں۔



(۵) ہمیں اس کی خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو جعفر مہدی بن ابو مہدی نے، ان کو ہشام بن یوسف نے، اس نے مذکورہ حدیث کو ذکر کیا ہے، مگر ہتھیلیوں کا ذکر نہیں کیا۔ بخاری نے کہا ابو ہلال کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی قتادہ نے، انہوں نے اسی کا مفہوم ذکر کیا جس کی ہمیں خبر دی تھی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو خبر دی احمد بن عبید نے، ان کو محمد بن اسحاق بغوی نے، ان کو ابو سلمہ موسیٰ بن اسماعیل مقری نے، ان کو ابو ہلال نے قتادہ سے، اس نے انس سے یا جابر بن عبد اللہ سے، اسی طرح کہا ہے ابو سلمہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک موٹے تھے، ہتھیلیاں موٹی تھیں، میں نے حضور ﷺ کے بعد ان کے مشابہ کوئی نہیں دیکھا۔

(۶) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو آدم اور عاصم بن علی نے، دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابو ذئیب نے، ان کو صالح مولیٰ تو مہ نے۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ حضور ﷺ کی تعریف کرتے تھے کہ حضور ﷺ شیخ الذرائعین تھے (کائیاں گوشت سے پر اور نرم تھیں)۔ کندھوں کا درمیانی فاصلہ زیادہ تھا۔ آنکھوں کی پلکیں بڑی تھیں۔ (مسند احمد ۲/۳۲۸)

(۷) ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر محمد بن حسن بن فورک نے، انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن جعفر اصفہانی نے، کہا ہمیں حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے ان کو ابو داؤد نے ان کو مسعودی نے عثمان بن عبد اللہ بن ہرمز سے، ان کو نافع بن جبیر نے، ان کو علی بن ابوطالب نے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھری بھری ہتھیلیوں والے تھے۔ بھرے بھرے پیروں والے تھے۔ ہڈیوں کے موٹے سروں والے تھے۔ سینے کے بالوں میں لمبی لکیر والے تھے۔

(۸) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابن اصفہانی نے، ان کو شریک نے عبد الملک بن عمیر سے، اس نے نافع بن جبیر سے ہمارے لئے، اس نے نبی کریم ﷺ کی صفت بیان کی تھی اور اس کو مذکورہ روایت کی مثل ذکر کیا تھا۔

(۹) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو محمد بن ابراہیم ہاشمی نے، ان کو حسین بن محمد بن زیاد نے، ان کو عمرو بن علی اور محمد بن ثنی اور محمد بن بشار نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن جعفر نے، ان کو شعبہ نے، ان کو سماک بن حرب نے، ان کو جابر بن سمرہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کشادہ دہن تھے (مردوں میں یہ جرات شجاعت اور بہادری کی علامت ہوتی ہے)۔ لمبی آنکھوں والے تھے۔ ایڑیاں پتلی تھیں۔ میں نے سماک سے کہا کہ ضلیع الفم کا کیا مطلب ہے؟ اس نے بتایا کہ عظیم الفم۔ میں نے کہا اشکل العینین سے کیا مراد ہے؟ بتایا کہ آنکھوں کے لمبے لمبے سراخ اور ڈھیلے۔ میں نے کہا منہوس العقب سے کیا مراد ہے؟ بتایا کہ قلیل اللحم۔

مسلم نے اس کو روایت کیا محمد بن ثنی اور محمد بن بشار سے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو عمرو بن حارث نے، ان کو عبد اللہ بن سالم نے زبیدی سے، ان کو خبر دی زہری نے محمد بن مسلم سے، اس نے سعید بن مسیب سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان فرما رہے تھے کہ حضور ﷺ زمین پر پورا قدم رکھتے تھے۔ پیر کے تلوے میں خلا نہیں تھا۔

(۱۱) ہمیں خبر دی ابو الحسین علی بن محمد بن بشران نے بغداد میں، ان کو خبر دی ابو الحسین علی بن محمد مصری نے، ان کو مالک بن یحییٰ نے، ان کو یزید بن ہارون نے، ان کو عبد اللہ بن یزید بن ہارون نے، ان کو عبد اللہ بن یزید بن مقسم نے، وہ ابن ضبہ ہیں، ان کو ان کی پھوپھی سارہ بنت مقسم نے، ان کو میمونہ بنت کردم نے۔ وہ کہتی ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکے میں دیکھا تھا۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ میں اپنے والد کے ساتھ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں چابک تھا، جیسے کاتبوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ میرے والد نے ان کے قریب ہو کر ان کے قدم کو پکڑ لیا۔ حضور ﷺ ان کے لئے رک گئے۔ کہتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے قدم کی سبابہ انگلی کی دیگر انگلیوں کے مقابلہ میں طوالت کبھی نہیں بھولی ہوں۔

(۱۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو بکر احمد بن سلمان فقیہ نے، ان کو جعفر بن محمد بن شاہ کرنے، ان کو محمد بن سابق نے، ان کو مالک بن مغول نے۔ انہوں نے سنا عوف بن جحیفہ سے، اس نے ذکر کیا اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ گرمی کے زمانے میں میں مقام ان بطنخ میں خیمے میں پہنچا گیا۔ بلال باہر نکلے۔ انہوں نے نماز کے لئے اذان کہی، پھر خیمے میں آئے، پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی نکالا۔ لہذا لوگ ان کے پاس آ کر رک گئے اور ان سے وہ پانی لینے لگے۔ پھر بلال خیمے میں گئے اور اندر سے حضور ﷺ کا عصا نکال لائے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ خیمے سے نکلے، گویا کہ میں حضور ﷺ کی پنڈلی مبارکی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے عصا کو زمین میں گاڑ دیا۔ اس کے بعد آپ نے ہم لوگوں کو ظہر کی نماز دو رکعت پڑھائی۔ آپ ﷺ کے آگے عورت اور گدھا وغیرہ گزر رہے تھے۔

اس کو بخاری نے صحیح میں روایت کیا ہے حسن بن صباح سے، اس نے محمد بن سابق سے اور مسلم نے اس کو نقل کیا ہے دوسرے طریق سے مالک بن مغول سے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی محمد بن عبد اللہ حافظ نے ان کو ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن عبد الوہاب فراء نے، ان کو یحییٰ بن ابو بکیر نے، ان کو شعبہ نے، ان کو ثابت نے انس بن مالک ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دعا میں ہاتھ اٹھاتے دیکھا یہاں تک کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ یعنی نماز استسقاء میں اس کو مسلم نے روایت کیا ہے، صحیح میں ابو بکر بن ابی شیبہ سے، اس نے یحییٰ بن ابو بکیر سے۔ اور اس کو نقل کیا ہے بخاری نے حدیث قتادہ سے، اس نے انس سے۔

(۱۴) ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو سعید حمسی نے، ان کو حسین بن حمید نے، ان کو احمد بن منیع نے، ان کو عیاد بن قوام نے، ان کو حجاج نے سماک بن حرب سے، ان کو جابر بن سمرہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نہیں بنتے تھے مگر مسکراہٹ کے ساتھ اور آپ کی پنڈلیوں میں پتلا پن تھا۔ اور جب میں آپ ﷺ کو دیکھتا تو ایسے لگتا تھا جیسے آپ نے آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ سرمہ نہیں لگایا ہوا ہوتا تھا۔

(ترمذی کتاب المناقب ۵۰۱)

(۱۵) ہمیں خبر دی علی بن محمد بن عبد اللہ بن بشران نے، ان کو اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو محمد بن اسحاق ابو بکر نے، ان کو مسلمہ بن حفص سعدی نے، ان کو یحییٰ بن یمان نے ان کو اسرائیل نے سماک بن حرب سے، اس نے جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دونوں پیروں کی حصر انگلی (چھوٹی انگلی) نمایاں تھی دوسری انگلیوں میں سے۔

(۱۶) ہمیں خبر دی ابو عبد الرحمن سلمی نے، ان کو ابو الحسن محمودی مروزی نے، ان کو ابو عبد اللہ محمد بن علی حافظ نے، ان کو محمد بن ثنی نے، ان کو عثمان بن عمر نے، ان کو حرب بن شریح صاحب خلقان نے، ان کو ایک آدمی نے بلعدویہ سے، ان کو ان کے دادا نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں مدینے گیا پھر اس نے حدیث ذکر کی۔ حضور ﷺ کو دیکھنے کے بارے میں کہا کہ ایک خوبصورت جسم کے آدمی تھے۔ پیشانی عظیم، ناک ستواں، بھویں باریک، ہنسی سے ناف تک دراز دھاگے کی طرح بالوں کی لکیر۔ میں نے آپ ﷺ کو دو چڑھائیوں سے دیکھا آپ میرے قریب ہوئے اور فرمایا السلام علیکم۔ (سبل الہدی والرشاد ۱۰۳/۲)

باب ۲۴

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد و قامت

(۱) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل قطان نے بغداد میں، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے ان کو ابو صالح نے، ان کو لیث نے، ان کو خالد بن یزید نے، ان کو سعید بن ابو بلال نے، ان کو ربیعہ نے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے سنا انس بن مالک سے وہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے تھے کہ حضور ﷺ لوگوں میں سے میانہ قد تھے نہ انتہائی لمبے نہ ہی زیادہ چھوٹے تھے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن بشران نے بغداد میں، ان کو احمد بن سلیمان فقیہ نے، ان کو احمد بن زہیر بن حرب نے، ان کو ابو غسان نے، ان کو ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے ابو اسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت فرماتے تھے۔ حضور ﷺ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت چہرے والے تھے اور سب سے زیادہ خوبصورت اخلاق والے تھے۔ نہ انتہائی لمبے تھے نہ انتہائی چھوٹے تھے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن مسلمہ اور ابراہیم بن ابوطالب نے اور محمد بن اسماعیل و عبد اللہ بن محمد نے ان کو ابو کریب نے، ان کو اسحاق بن منصور نے، ان کو ابراہیم بن یوسف نے۔ اس نے اس کو ذکر کیا اپنی اسناد کے ساتھ اس کی مثل۔

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں ابو کریب سے۔

(۴) ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر بن فورک نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر اصفہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابو داؤد نے، ان کو مسعودی نے، ان کو عثمان بن بدیع بن ہرمز نے، ان کو نافع بن جبیر نے، ان کو علی بن ابوطالب نے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زیادہ لمبے تھے نہ زیادہ چھوٹے تھے اور انہوں نے حدیث ذکر کی یہاں تک کہ بتایا کہ آپ ﷺ جس وقت چلتے تھے تو رک رک کر یعنی کسی قدر جماؤ اور ٹھہراؤ کے ساتھ جیسے ڈھلوان سے اتر رہے ہوں۔ میں نے نہ آپ ﷺ سے پہلے آپ کی مثل دیکھا نہ آپ کے بعد کسی کو۔ (ترمذی کتاب المناقب ص ۵۰)

(۵) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی ابن درستیہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابن اصفہانی نے، ان کو شریک بن عبد اللہ نے، ان کو عبد الملک بن عمر نے، ان کو نافع بن جبیر نے۔ ہمارے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی صفت بیان کی تھی اور فرمایا کہ نہ تو چھوٹے تھے نہ زیادہ لمبے تھے۔ انہوں نے اپنی رفتار میں کسی قدر آگے کو جھکاؤ تھا جیسے اونچی جگہ سے اتر رہے ہوں۔

(۶) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر بن درستیہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو سعید نے، ان کو خالد بن عبد اللہ نے، ان کو عبید اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابوطالب نے، ان کو ان کے والد نے اپنے دادا سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا تھا کہ آپ ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ کی کیفیت بیان کریں۔ انہوں نے بتایا کہ نہ آپ ﷺ لمبے تھے نہ ہی چھوٹے تھے بلکہ وہ لمبے ہونے کے زیادہ قریب تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھ اور دونوں قدم بھرے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے سینے میں بالوں کی خوبصورت لمبی لکیر تھی۔ آپ ﷺ کے سینے کے قطرے موٹی تھے۔ جب آپ ﷺ چلتے تھے تو کسی قدر آگے کو جھکتے جیسے پہاڑ پر چل رہے ہیں۔ (مسند احمد ۸۹۸)

(۷) ہمیں خبر دی ابو الحسین نے، ان کو خبر دی عبد اللہ نے ان کو۔ قتیبہ نے، ان کو سعید بن منصور نے، ان کو نوح بن قیس حدانی نے، ان کو خالد بن خالد تمیمی نے یوسف بن مازن راہبی سے کہ ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا ہمارے سامنے حضرت رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت زیادہ لمبے نہیں تھے میانہ قد سے زیادہ تھے۔ جب لوگوں کے ساتھ آتے تو ان کو چھپا لیتے (یعنی ان کو حاوی ہو جاتے تھے)۔ بھرے بھرے ہاتھوں اور پاؤں والے تھے۔ جب چلتے تھے قدم اکھڑتے تھے جیسے چڑھائی پر چل رہے ہیں۔ سینے کے قطرے چہرے پر موٹی لگتے تھے۔ (مجمع الزوائد ۲۷۲/۸)

(۸) ہمیں خبر دی ابو الحسین نے، ان کو عبد اللہ نے، ان کو یعقوب نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم بن علاء زبیدی نے، ان کو عمرو بن حارث نے، ان کو عبد اللہ بن سالم نے زبیدی سے۔ وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی محمد بن مسلم نے سعید بن مسیب سے کہ انہوں نے سنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم ﷺ کی صفت بیان کرتے تھے اور فرمایا تھا کہ حضور ﷺ میانہ قد کے آدمی تھے بلکہ وہ لمبے ہونے کے زیادہ قریب تھے۔ اور اس روایت میں انہوں نے یہ کہا کہ حضور ﷺ منہ موڑتے یا پیٹھ کرتے تھے تو ایک ساتھ مڑتے تھے۔ میں نے ان جیسا نہ ان سے پہلے دیکھا تھا نہ ہی ان کے بعد۔

## باب ۲۵

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ خوشبو جو آپ کے ہاتھ چھولیتا اس کے ہاتھ میں اس کی ٹھنڈک اور نرمی کا احساس رہتا اور آپ کے پسینے کی تعریف

(۱) ہمیں خبر دی ابو الفتح ہلال بن محمد بن جعفر حنظل نے بغداد میں، ان کو خبر دی حسین بن یحییٰ بن عیاش قطان نے، ان کو ابو الاشعث نے، ان کو حماد بن زید نے ثابت سے، اس نے انس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں میں نے اپنے ہاتھ میں دیباچہ ریشم اور معروف ریشم کو لیا مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم کوئی شے نہیں پائی۔ اور میں نے خوشبو میں تو بہت سی سونگھی ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔

اس کو بخاری نے صحیح میں روایت کیا سلیمان بن حرب سے اس نے حماد بن زید سے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو عبد اللہ بن محمد بن یعقوب نے، ان کو ابراہیم بن محمد صیدلانی نے اور حسین بن حسین نے، ان کو قتیبہ بن سعید نے، ان کو جعفر بن سلیمان نے، ان کو ثابت بنانی نے حضرت انس سے۔ (ح) اور ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ نے اور یہ الفاظ اسی کی حدیث کے ہیں۔ محمد بن صالح بن ہانی نے کہا ہمیں حدیث بیان کی سری بن خزیمہ نے، ان کو موسیٰ بن اسماعیل نے، ان کو سلیمان بن مغیرہ نے، ان کو ثابت نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس نے فرمایا میں نے کبھی کوئی چیز نہیں سونگھی نہ کستوری اور نہ ہی عنبر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہو۔ اور نہ میں نے کبھی ایسی چیز کو چھوا مونا ریشم ہو یا باریک ریشم، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم ہو۔ مسلم نے اس کو روایت کیا قتیبہ وغیرہ سے اور زہیر نے اس کو ہاشم سے اس نے سلیمان سے۔

(۳) ہمیں خبر دی محمد بن عبد اللہ حافظ نے ان کو ابو حامد احمد بن محمد بن حسین خسرو گردی نے خسرو گرد سے، ان کو محمد بن ایوب نے، ان کو موسیٰ بن اسماعیل ابو سلمہ نے اور عیسیٰ اور علی بن عثمان نے اور حماد بن مسلمہ نے، ان کو ثابت نے انس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھولوں کی رنگت والے تھے آپ کا پسینہ موتیوں کی مثل تھا جب آپ چلتے تو آگے کو جھکتے تھے۔ میں نے کوئی مونا یا باریک ریشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم نہیں چھوا اور میں نے کوئی کستوری اور عنبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ خوشبو نہیں سونگھی۔ اس کو مسلم نے دوسرے طریق سے حماد بن سلمہ سے نقل کیا ہے۔

### آپ علیہ السلام کا بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرنا

(۴) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عمرو بن قناد نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو منصور مظفر بن محمد علوی نے، ان کو ابو جعفر بن دُجیم نے کوفہ میں، ان کو احمد بن حازم نے ابو غزیرہ سے، ان کو عمرو بن حماد نے یعنی ابن طلحہ قناد نے، ان کو اسباط بن نصر نے، ان کو سماک بن حرب نے جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلی نماز پڑھی اس کے بعد آپ اپنے گھر لوٹ آئے اور میں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ بچے آگے ملے حضور صلی اللہ علیہ وسلم (ازارہ شفقت) ان میں سے ایک ایک کے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ جابر کہتے ہیں کہ بہر حال انہوں نے میرے رخساروں پر بھی ہاتھ پھیرا تھا۔ چنانچہ میں (تاحال) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کرتا ہوں ایسے لگتا ہے جیسے آپ نے عطار تھیلی میں سے اس کو نکالا تھا۔

یہ الفاظ حدیث علوی کے ہیں۔ مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں عمرو بن حماد سے۔ (مسلم کتاب الفضائل ۴۳)

(۵) ہمیں خبر دی ابو القاسم عبدالرحمن بن عبید اللہ حرفی نے بغداد میں، ان کو احمد بن سلیمان فقیہ نے، ان کو اسماعیل بن اسحاق نے، ان کو عمرو بن مرزوق نے، ان کو شعبہ نے یعلیٰ بن عطاء سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا جابر بن یزید بن اسود سے، اس نے اس کے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا وہ منیٰ میں تھے۔ میں نے ان سے کہا یا رسول اللہ! آپ اپنا ہاتھ مجھے دے دیجئے، میں نے لیا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا اور کستوری سے زیادہ پاکیزہ خوشبو والا تھا۔

(۶) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو حدیث بیان کی ابو نعیم نے، ان کو معمر نے عبد الجبار سے، ان کو ان کے گھر والوں نے ان کے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس پانی کا ایک ڈول لایا گیا آپ ﷺ نے اس ڈول سے پانی پیا۔ اس کے بعد آپ نے ڈول میں کلی ڈال دی پھر اس کو کنویں میں انڈیل دیا۔ یا یوں کہا کہ ڈول سے آپ ﷺ نے پانی پیا پھر کلی کنویں میں ڈال دی لہذا اس کنویں سے ایسی خوشبو مہکی جیسے کستوری کی خوشبو ہوتی ہے۔ (مسند احمد ۳/۳۱۵)

(۷) اور ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن عبدالرحمن نے یزید سے، اس نے ضبہ سے، اس نے ان کو خبر دی میمونہ بنت کردم سے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں سواری پر اپنے والد کے پیچھے بیٹھی تھی۔ میرے والد حضور ﷺ سے ملے۔ کہتی ہیں کہ (میں قریب ہوئی تو) میں نے حضور ﷺ کا پیر پکڑ لیا۔ میں نے اس سے زیادہ ٹھنڈی چیز نہیں دیکھی تھی۔ اس طرح ہے میری تحریر میں کہتی ہیں کہ میں نے پکڑ لیا اور میں ان کو گمان کرتا ہوں، یعنی ان کے والد کو۔ تحقیق ہم نے اس کو روایت کیا ہے دوسرے طریق سے۔ میمونہ کہتی ہیں کہ میرے والد حضور ﷺ کے قریب آئے اور انہوں نے حضور ﷺ کے پیر کو پکڑ لیا۔ واللہ اعلم

### آپ علیہ السلام کے پسینے کی خوشبو کا ذکر

(۸) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحاق صفانی نے، ان کو ابو النضر نے، ان کو سلیمان بن مغیرہ نے ثابت سے، اس نے انس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہم لوگوں کے پاس پہنچے اور آپ ہمارے پاس دوپہر کی نیند سوئے۔ آپ ﷺ کو پسینہ آ گیا میری امی ایک شیشی لائیں اور آپ کے پسینے کے قطرے اس میں جمع کرنے لگیں لہذا حضور ﷺ جاگ گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے ام سلیم یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ وہ بولی کہ یہ پسینہ ہے، اس کو ہم اپنی خوشبو میں ملاتے ہیں یہ سب خوشبوؤں سے زیادہ پاکیزہ خوشبو ہے۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں زہیر بن حرب سے اس نے ابو النضر سے۔ (مسند احمد ۳/۱۷۷)

(۹) اور ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے اور مجھے خبر دی ابو عمرو مقری نے، ان کو خبر دی حسن بن سفیان نے، ان کو ابو بکر بن ابوشیبہ نے، ان کو عفان نے، ان کو وہیب نے، ان کو ایوب نے ابو قلابہ سے، اس نے انس سے، اس نے ام سلیم سے کہ نبی کریم ﷺ ام سلیم کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ دوپہر کے وقت اس کے ہاں سو جاتے تھے وہ حضور ﷺ کے لئے چمڑے کا بچھونا بچھادتی تھیں۔ حضور ﷺ اس پر قبلولہ کرتے تھے اور حضور ﷺ کو پسینہ زیادہ آتا تھا اور وہ حضور ﷺ کے پسینہ جمع کرتی تھیں پھر اس کو خوشبو میں ملاتی تھی اور شیشی میں جمع کرتی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا، اے ام سلیم یہ کیا کرتی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں آپ کا پسینہ ملاتی ہوں اپنی خوشبو کے اندر۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابو بکر بن ابوشیبہ سے۔ (مسند احمد ۳/۱۳۶)

## مہر نبوت کی صفت

(۱) ہمیں خبر دی ابو الحسین محمد بن حسین بن فضل نے بغداد میں، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو بشام بن عمار نے، ان کو حاتم بن اسماعیل نے، ان کو جعید بن عبدالرحمن بن اولیس نے۔ انہوں نے سنا سائب بن یزید سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میری خالہ جان مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئیں۔ جا کر کہنے لگیں یا رسول اللہ! یہ میرا بھانجا بیمار ہے۔ حضور ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے وضو کیا اور میں نے آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی میں سے پیا اس۔ کہ بعد میں آپ ﷺ کی پیٹھ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ میں نے آپ ﷺ کی مہر کی طرف دیکھا وہ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی مثل تھی۔

(۲) اور ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو الفضل بن ابراہیم نے، ان کو احمد بن سلیم نے ان کو قتیبہ بن سعید نے، ان کو حاتم بن اسماعیل نے جعید بن عبدالرحمن سے۔ اس نے ذکر کیا اس کو مذکورہ روایت کی مثل۔

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں محمد بن عبداللہ سے، اس نے حاتم بن اسماعیل سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا قتیبہ بن سعید سے۔

(بخاری حدیث ۱۹۰۔ فتح الباری ۱/۲۹۶، ۵۶۱)

اسی طرح مشہور ہے کہ کبوتری کا انڈہ۔ ابراہیم بن حمزہ نے کہا حاتم سے مروی ہے رَزَّالْحَحْلَةَ كِرَاءً پھلے اور زاء بعد میں۔

اور ابو سلیمان نے حکایت بیان کی ہے کہ اگر راء مقدم ہو زاء سے تو سفید پرندہ مراد ہے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو منصور مظفر بن محمد بن احمد بن زیاد طلوی نے، ان کو خبر دی ابو جعفر محمد بن علی بن دحیم نے، ان کو احمد بن جازم بن ابو غرزہ نے، ان کو ابو نعیم نے، ان کو اسرائیل نے سماک سے، اس نے سنا جابر بن سمیرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ کا چہرہ مبارک چاند و سورج کی مثل گول تھا اور میں نے مہر نبوت کو دیکھا تھا دونوں کندھوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کی مثل تھی۔

(۴) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبید اللہ بن موسیٰ اور ابو نعیم نے اسرائیل سے۔ اس نے حدیث کو ذکر کیا مگر اس نے یوں کہا کہ میں نے ان کی مہر کو دیکھا آپ کے دونوں کندھوں کے پاس تھی کبوتری کے انڈے کی مثل۔ وہ آپ کے جسم کے مشابہ تھی۔

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں ابو بکر بن ابوشیبہ سے، اس نے عبید اللہ بن موسیٰ سے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابو منصور مظفر بن محمد علوی نے، ان کو ابو جعفر بن دحیم نے، ان کو احمد بن حازم نے، ان کو عبداللہ بن موسیٰ نے، ان کو حسن بن صالح نے سماک سے، ان کو جابر بن سمیرہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے وہ مہر دیکھی تھی جو رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ پر تھی، وہ کبوتری کے انڈے کی مثل تھی۔

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں محمد بن عبداللہ بن نمیر سے، اس نے عبید اللہ بن موسیٰ سے۔ (مسلم حدیث ۱۸۴۳)

(۶) ہمیں خبر دی ابو اسحاق بلال بن محمد بن جعفر نے، ان کو حنفار نے بغداد میں، ان کو حسین بن یحییٰ بن عیاش نے، ان کو ابوالاشعث نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حماد بن زید نے عاصم بن سلیمان سے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو عبداللہ الحافظ نے، ان کو ابو الفضل بن ابراہیم نے، ان کو احمد بن سلمہ نے، ان کو حامد بن عمر بکراوی نے، ان کو عبدالواحد بن زیاد نے، ان کو عاصم احوال نے، ان کو عبداللہ بن سر جس نے۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تھا اور میں نے ان کے ساتھ گوشت اور روٹی بھی کھائی تھی یا کہا تھا کہ ٹرید کھایا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اور تجھے بھی اللہ معاف فرمائے۔ میں نے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لئے استغفار کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں! اور تمہارے لئے بھی استغفار کیا تھا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ - (سورۃ محمد : آیت ۱۹)

اے پیغمبر! آپ اپنے گناہ کے لئے استغفار مانگیے اور مؤمنوں کے لئے بھی۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں حضور ﷺ کے پیچھے آ گیا۔ میں نے آپ کی مہ نبوت کی طرف دیکھا۔ آپ کے کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کے جوڑے کے پاس مجتمع تھی۔ اس پر دو ابھارتھے جیسے مٹے ہوتے ہیں (یا پستان کی بھٹنی)۔ یہ الفاظ عبد الواحد کی حدیث کے ہیں۔

ان کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں حاد بن عمر بکراوی اور ابوکامل سے، اس نے حماد سے۔ (مسند احمد ۸۲/۵)

اور ہمیں خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن یحییٰ بن عبد الجبار سکری نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو احمد بن منصور نے، ان کو عبد الرزاق نے، ان کو خبر دی معمر نے، ان کو عاصم احول نے، اس نے سنا عبد اللہ بن سرجس سے۔ وہ کہتے تھے تم لوگ بوڑھے کو دیکھ رہے ہو (اپنے بارے میں کہتے تھے)۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا، اور میں نے ان کے ساتھ کھانا کھایا بھی تھا۔ اور میں نے اس علامت کو بھی دیکھا تھا جو ان میں تھی۔ وہ آپ کے کندھے کے جوڑے یا ہڈی کی جڑ میں تھی۔ اس پر دو ابھارتھے جیسے جسم کے مٹے ہوتے ہیں۔

(۷) ہمیں خبر دی ابو بکر محمد بن حسن بن فورک نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر بن احمد نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداؤد نے، ان کو قرہ بن خالد نے، ان کو معاویہ بن قرہ نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! مہر دکھائیے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاتھ اندر داخل کیجئے۔ میں نے ہاتھ آپ کے گریبان میں داخل کیا۔ میں چھونے اور مہر کو ڈھونڈنے لگا تو وہ آپ کے کندھے کے جوڑے کے پاس انڈے کی مانند تھی۔ آپ کو اس ادا نے بھی ندر کا بلکہ آپ میرے لئے دعا کرنا شروع ہو گئے جبکہ تاحال میرا ہاتھ ان کی قمیص کے اندر ہی تھا۔ (مسند احمد ۴۳۴/۳)

(۸) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو یحییٰ بن ابوطالب نے، ان کو ابوداؤد نے۔ اس نے اس کو ذکر کیا اس کی اسناد اور اس کے مفہوم کے ساتھ، سوائے اس کے کہ اس نے کہا کہ آپ کے کندھے کے جوڑے پر تھی مثل رسولی کے۔

(۹) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے اور ہمیں خبر دی ابن درستیوہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو نعیم نے، ان کو عبید اللہ بن زیاد نے، ان کو میرے والد نے ابورمث سے۔ وہ کہتے ہیں، میں اپنے والد کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس گیا۔ انہوں نے حضور کے دو کندھوں کے درمیان رسولی کی مانند ایک شیء دیکھی اور کہا یا رسول اللہ! میں لوگوں کا علاج کرتا ہوں، کیا میں آپ کے لئے اس کا علاج کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ اس کا طبیب وہ ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے ثوری نے کہا ہے زیاد بن لقیط سے اس حدیث میں کہ آپ کے کندھے کے پیچھے ایک چیز تھی سب کی مثل۔ اور عاصم بن بہدلہ نے کہا ابورمث سے کہ آپ کے کندھے کے جوڑے کے پاس ایک چیز نہیں اونٹ کے لید کے برابر یا کہا تھا کہ کبوتر کے انڈے کے مثل۔

### مہر نبوت دونوں کندھوں کے درمیان تھی

(۱۰) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو خبر دی یعقوب بن سفیان نے، ان کو مسلم بن ابراہیم نے، ان کو عبد اللہ بن میسرہ نے، ان کو عتاب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید سے سنا کہتے تھے کہ وہ مہر جو نبی کریم ﷺ کے کندھوں کے درمیان تھی یہ ابھرا ہوا گوشت تھا۔

(۱۱) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید صفار نے، ان کو تمام نے، ان کو قیس بن حفص داری نے، ان کو مسلمہ بن علقمہ نے، ان کو داؤد بن ابو ہند نے سماک بن حرب سے۔ اس نے سلامہ عجل سے، اس نے سلمان فارسی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے اپنی اوڑھنے والی چادر میری طرف ڈال دی، اور فرمایا کہ اے سلمان دیکھئے میں آپ کو کیا حکم دیتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر دیکھی مثل کبوتر کے انڈے کے۔

(۱۲) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو بکر جمیدی نے، ان کو یحییٰ بن سلیم نے، ان کو ابن خثیم نے سعید بن ابوراشد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے والے ہر قتل روم کے قاصد تنوخی کے ساتھ حمیس میں ملا، وہ میرا پڑوسی تھا۔ بوڑھا ضعیف تھا۔ وہی ہونے کے قریب تھا یا ہو چکا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ کیا آپ مجھے خبر دیں گے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ رسول اللہ ﷺ تبوک میں آئے تھے۔ میں ہر قتل کا خط لے کر تبوک پہنچا تو حضور ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے تھے پانی کے پاس چادر لپیٹے ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے بھائی تنوخ، میں آگے جھکتے ہوئے آیا اور سلامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے جہر چادر گھٹنوں پر لپیٹی ہوئی تھی وہ اپنی پیٹھ پر ڈال لی۔ میں نے دیکھا کہ مہر تھی کندھے کی نرم ہڈی کے مقام پر مثل بڑے انڈے کے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابو عبد الرحمن سلمی نے اور ہمیں خبر دی حسن محمودی نے، ان کو ابو عبد اللہ محمد بن علی حافظ نے، ان کو محمد بن شنی نے، ان کو ابو عامر عبد الملک بن عمر نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر زہری نے، ان کو ام بکر نے، وہ عبد اللہ بن جعفر کی پھوپھی تھی، مسور بن مخرمہ کی بیٹی تھی۔ وہ مسور بن مخرمہ سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا میرے پاس ایک یہودی گزرا، جبکہ میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے کھڑا تھا اور نبی کریم ﷺ وضو کر رہے تھے۔ چنانچہ یہودی نے کہا حضور کی پیٹھ سے کپڑا اٹھاؤ۔ میں اٹھانے لگا تو نبی کریم ﷺ نے منہ پر پانی کے چھینٹے دیئے۔ میں نے کہا کہ وہ لوگ بھی اس مہر کے بارے میں آپس میں بحث کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے ہاں یہ حضور کی صفت لکھی ہوئی تھی۔ (مسند احمد ۴/۲۲۲)

باب ۲۷

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع صفت اور جامع تعریف

(۱) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو نعیم نے، ان کو معمر اور مسعودی نے، ان کو عثمان بن مسلم بن ہرمز نے، ان کو نافع بن جبیر بن مطعم، مسعودی کی حدیث میں کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو علی حسین بن محمد روزباری نے، ان کو ابو محمد عبد اللہ بن عمر بن احمد بن علی بن شوذب مقری واسطی نے مقام واسط میں، ان کو شعیب بن ایوب نے، ان کو ابو نعیم نے، ان کو مسعودی نے عثمان بن عبد اللہ بن ہرمز سے اس نے نافع بن جبیر بن مطعم سے، اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے۔ وہ کہتے ہیں ہاتھوں اور پاؤں کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ نہ انتہائی لمبے تھے نہ ہی انتہائی چھوٹے تھے۔ ہتھیلیاں اور تلوے بھرے ہوئے تھے۔ داڑھی گھنی، سر مبارک بڑا، چہرہ مبارک مائل سُرخ، کلائیوں گوشت سے بھری ہوئی، سینے پر بالوں کی لمبی لکیر تھی۔ جب چلتے تھے تو آگے کی طرف پاؤں اکھڑتے تھے جیسے ڈھلوان سے اتر رہے ہیں۔ میں نے آپ جیسا نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد دیکھا۔

(۲) ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر بن فورک نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابو داؤد نے، ان کو مسعودی نے، ان کو عثمان بن عبد اللہ بن ہرمز نے نافع بن جبیر سے۔ اس نے علی بن ابوطالب سے، انہوں نے مذکورہ حدیث کو ذکر کیا ہے مگر یہ بھی کہا ہے کہ جب چلتے تھے تو جماؤ ٹھہراؤ کے ساتھ، جیسے بلندی سے اتر رہے ہیں۔



ابو عثمان کے نام میں اختلاف کیا ہے۔ جب ہم نے اس کو ذکر کیا ہے اور اسی طرح ان کے ماسوائے بھی اس میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ابن مسلم ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ ابن عبداللہ ہیں۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن علی بن محمد مقرئ اسفرائینی نے۔ وہاں پر ان کو حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب نے، ان کو محمد بن ابو بکر نے، ان کو عیسیٰ بن یونس نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ہے محمد بن حسین بن فضل قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبداللہ بن مسلم نے اور سعید بن منصور نے، ان کو عیسیٰ بن یونس نے، ان کو عمر بن عبداللہ مولیٰ غفرہ نے، ان کو ابراہیم بن محمد نے اولاد ملی میں سے۔ کہتے ہیں کہ حضرت علی ؑ جب رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نہ تو انتہائی لمبوترے تھے (کہ طوالت معیوب لگے)، نہ ہی ٹھلنے تھے (کہ چھوٹا پن عیب لگے)۔ بلکہ لوگوں میں خوبصورت میانہ قد تھے۔ نہ انتہائی گھونگھرا لے بالوں والے تھے نہ ہی بالکل سیدھے جھڑک بالوں والے تھے۔ بلکہ گھونگھرا لے پن ایسا خوبصورت تھا جیسے ابھی کنگھی کئے ہوئے ہیں نہ مطہم تھے نہ ہی مکشتم تھے۔

چہرے میں خوبصورت گولائی تھی۔ رنگ سفید مگر سُرخ ملا یا ہوا۔ گہری اور لمبی آنکھوں والے، پلکیں لمبی تھیں۔ سینہ مبارک بڑا، کندھے چوڑے۔ یا یوں کہا تھا جب چلتے تھے تو قدم مبارک اکھڑے ہوتے تھے، جیسے ڈھلون میں چلتے ہیں۔ جب مُڑتے تھے تو پورے پورے مُڑتے تھے۔ آپ کے دونوں کندھوں کے مابین مہر نبوت تھی۔

سب لوگوں میں سے زیادہ سخی تھے۔ سب لوگوں سے زیادہ جری تھے۔ سب سے زیادہ سچے تھے۔ سب سے زیادہ ذمہ داری پوری کرنے والے، سب سے زیادہ نرم خو تھے۔ سب سے زیادہ باعزت اور پر وقار زندگی اور معیشت والے تھے۔ جو شخص آپ کو اچانک دیکھتا تو اس پر رعب طاری کر دیتے تھے۔ اور جو شخص آپ سے میل جول کرتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا۔ ان کی تعریف کرنے والا کہتا تھا کہ میں نے ان جیسا نہ ان سے پہلے دیکھا نہ ان کے بعد دیکھا۔ (قال الترمذی ۵۹۹۵۔ غریب یس اسنادہ متصل)

مقرئ نے اپنی روایت میں خاتم نبوت کے ساتھ یہ کہا کہ آپ خاتم النبیین تھے، اور یہ بھی کہا کہ ”ارجب الناس صدرًا“ اور و بیع ظہاف کے، مک تھے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابو عبدالرحمن محمد بن حسین سلمی نے، ان کو خبر دی ابو الحسن محمد بن محمد بن حسن کارزی نے، ان کو خبر دی علی بن عبدالعزیز نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابو عبید نے صفت رسول کے بارے میں کہا کہ حضرت علی ؑ جب آپ کی تعریف کرتے تھے، فرماتے تھے کہ آپ نہ انتہائی طویل القامت تھے، نہ انتہائی نائے تھے۔ سفید رنگ مگر سُرخ پلائے ہوئے تھے۔ لمبی اور گہری آنکھوں والے تھے۔ پلکیں لمبی تھیں۔ لمبے اور چوڑے کندھوں والے تھے۔ ہتھیلیاں اور پیہ مبارک گوشت سے پر تھے سینے پر بالوں کی دھاری تھی۔ جب چلتے تھے تو قدم مبارک اکھڑتے تھے۔ گویا کہ چڑھائی سے اتر رہے ہیں۔ جب متوجہ ہوتے تھے تو پوری طرح ہوتے تھے۔ نہ انتہائی چھڑک بال تھے نہ ہی انتہائی گھونگھرا لے تھے۔

اور ابو عبداللہ نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی ابو اسماعیل مؤدب نے عمر سے مولیٰ غفرہ سے، اس نے ابراہیم بن محمد بن حنفیہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی ؑ جب نبی کریم ﷺ کی صفت بیان کرتے تھے تو یہ مذکورہ تفصیل بتاتے تھے۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ ہمیں اس کی حدیث بیان کی اسماعیل بن جعفر نے اور کہا کہ حضور ﷺ پھول رنگے تھے۔ اور چونے کی طرح سفید نہیں تھے۔

### مشکل الفاظ اور لغات کی تشریح

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ أزهر اللون تھے ایضاً الامهق نہیں تھے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ کی دونوں آنکھوں میں

مشکلة تھی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ شبح الذراعین تھے۔

کسانی اور اصمعی اور ابو عمر اور کئی دیگر لوگوں نے ہر ایک نے ان میں سے بعض نے ان الفاظ کی تفسیر کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طویل المصغط نہیں تھے۔ فرماتے ہیں کہ باین الطویل نہیں تھے۔ اور قصیر المتودد نہیں تھے۔ یعنی آپ کی تخلیق اعضاء بعض بعض کو زینت بخشی تھی۔ لہذا آپ مجتمع الاعضاء و متناسب الاعضاء تھے۔ سبط الخلق نہیں تھے۔ بتاتے ہیں کہ وہ ایسے نہیں تھے بلکہ ربعة بین الرجلین تھے (یعنی لمبے اور ٹھکنے کے درمیان معتدل القامت متناسب الاعضاء تھے)۔

اسی طرح آپ کی صفت ایک اور حدیث میں ہے۔ کہ ضرب اللحم، بین الرجلین تھے (یعنی موٹے اور ڈبلے کے مابین معتدل تھے)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول میں ہے، لیس بالمطہم۔ اصمعی نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ التام کل شیء منہ علی جدتہ یعنی آپ کی ہر شے ہر عضو علیحدہ علیحدہ تام اور مکمل تھا۔ لہذا آپ سارع الجمال تھے۔ اور اصمعی کے سوا دیگر نے کہا کہ المنکشم کا مطلب السمور الوحہ۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ایسے نہیں تھے۔ بلکہ مسنون تھے (بنائی ہوئی صورت میں چمدا ر تھے)۔

اور حضرت علی کا یہ قول کہ مشرت کا مطلب الدی اشرب حمرہ ہے (جو سرخی پلایا گیا ہو، سرخی مائل ہو)۔ اور ادعج العین کا معنی شدید سواد العین ہے (جس کی آنکھیں سخت سیاہ ہوں)۔ اصمعی نے کہا کہ الدعجة ہی السواد (سیاہ ہونے کو کہتے ہیں)۔ اور کہا کہ الحلیل المشاش کا مطلب ہے عظیم رء و وس العظام (یعنی ہڈیوں کے سرے موٹے تھے)۔ مثلاً گھٹنوں کی ہڈیاں، کہنیوں کی ہڈیاں، کندھوں کی ہڈیاں (ان کے سرے موٹے تھے)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول جلیل الکتب۔ هو الکاهل وما یلیہ من الجسدہ۔ مراد ہے کندھا اور اس کے متصل جسم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ شش کفین و القدمین تھے، یعنی مائل بہ غلظت تھے، بھرے ہوئے تھے۔ حضرت کا یہ قول کہ اذا مشی تقلع جیسے ڈھلوان سے قدم اٹھرتے محسوس ہوتے ہیں۔ یمشی فی صبب فرماتے ہیں کہ صبب کا مطلب الانحدار ہے اس کی جمع اصاب ہے۔ نیز ان کا یہ قول کہ لیس بالسبط ولا الجعد القطط۔ القط کا مطلب ہے شدید الجعودہ سخت گھونگھرا لے حبشیوں کے جیسے بال ہوتے ہیں۔ اور سبط وہ ہوتے ہیں جس میں تکسر اور بل اور کج نہ ہو، بلکہ جعد رجل (ایسے گھونگھرا لے بال جن کو کنگھی کر کے خوبصورت کر دیا گیا ہو، جس میں ہلکا خم بھی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول کہ کان ازھر وہ سفید رنگ جو نیر البیاض ہو چمکدار اور حسین۔ وہ سفیدی جس میں حمرت ملا کر تروتازہ آبدار تابدار کر دیا گیا ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول لیس بالامهق کا مطلب ہے امهق شدید البیاض کو کہتے ہیں جس میں سرخی ذرہ بھر بھی نہ ہو، نہ ہی اس میں چمک ہو بلکہ جس چوٹے وغیرہ کی طرح ہو۔ فرماتے ہیں کہ وہ ایسے نہیں تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول کہ ان کی آنکھوں میں شکلة تھی۔ شکلة حمرہ اور سرخی کی مانند ایک چیز ہوتی ہے جو آنکھوں کے سفید ڈھیلے میں ہوتی ہے۔ اور ایک چیز ہوتی ہے شہلة یہ شللة سے مختلف ہے یہ آنکھوں کی سیاہ پتلی میں حمرت ہوتی ہے۔ اور ایک ہوتی ہے مرہة یہ وہ سفیدی ہوتی ہے جس میں کسی اور روشنی کی ملاوٹ نہ ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول اهدب الاشفار کا مطلب ہے طویل الاشفار لمی پلکیں۔ آپ کا یہ قول شیح الذراعین کا مطلب عبل الذراعین (یعنی چوڑی کلاسیاں)۔ المسربة کا مطلب الشعر المستدق مابین اللبۃ الی السرة۔ بالوں کی باریک لکیر جو ہنسلوں سے ناف تک ہو۔

(۵) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو محمد بن علی مقری نے، ان کو ابو عیسیٰ ترمذی نے، ان کو ابو جعفر محمد بن احسین نے، انہوں نے سنا اصمعی سے۔ وہ صفت رسول کی تفسیر و تشریح میں کہتے ہیں :

## صفت رسول کے بارے میں مشکل الفاظ کی تشریح

(از اسمعی)

الْمَمْعَطُ : الذَّاهِبُ طُولًا - حد سے زیادہ لمبے۔ محاورہ یوں ہے کہ میں نے ایک دیہاتی سے سنا کہہ رہا تھا : تَمْعَطُ فِي نُسَابَتِهِ وَهُوَ ابْنِي نَسَابَتٍ فِي طَوِيلٍ هُوَ - یعنی اس کو انتہائی شدید کھینچا جائے۔

الْمُتَرَدِّدُ : اللَّاحِلُ بَعْضُهُ فِي بَعْضٍ قِصْرًا - یعنی جو بہت چھوٹا اور ناٹا ہو۔

الْقَطِطُ : شَدِيدُ الْحُجُودَةِ - سخت گھونگھرا لہ پن۔

الرَّجُلُ : الَّذِي فِي شَعْرِهِ حُجُونَةٌ أَيْ تَشَنُّ قَلِيلًا -

الْمُطَهَّمُ : الْبَادِرُ الْكَثِيرُ اللَّحْمِ - خوب گوشت والا (بہت موٹے نہیں تھے)۔

الْمُكَلَّمُ : الْمَدُورُ الْوَجْهَ - گول چہرے والا۔

الْمُشْرَبُ : الَّذِي فِي بَيَاضِهِ حُمْرَةٌ - جس کے سفید رنگ میں سُرخی شامل ہو۔

أَدْعَجُ : شَدِيدُ سَوَادِ الْعَيْنِ - سخت سیاہ آنکھیں۔

الْأَهْدَبُ : الطَّوِيلُ الْأَشْفَارَ - لمبی پلکوں والا۔

الْكَيْدُ : مَجْتَمَعُ الْكَتْفَيْنِ هُوَ الْكَاهِلُ - جڑے ہوئے اور اکٹھے کندھے۔

الْمَسْرُوبَةُ : هُوَ الشَّعْرُ الدَّقِيقُ الَّذِي هُوَ كَأَنَّهُ قَضِيبٌ مِنَ الصَّدْرِ إِلَى السَّرَةِ - سینے سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری۔ جیسے ڈنڈی رکھی ہے۔

الْشُّشُ : غَلِيظُ الْأَصَابِعِ - ہاتھوں اور پاؤں کی موٹی انگلیاں۔

الْتَّقْلَعُ : أَنْ يَمْشِيَ بِقُوَّةٍ - جو قوت اور مضبوطی سے چلے۔

الْقَبَبُ : الْحَدُورُ - محاورہ ہے انحدرنا فی صوب و صوب۔ ہم بلندی سے لڑھکتے اترے۔

جَلِيلُ الْمَشَاشِ : يَرِيدُ رُؤُوسَ الْمَنَاكِبِ - کندھوں کے سرے مراد ہیں۔

الْعَشْرَةُ : الصَّحْبَةُ - ساتھ رہنا، معاشرت۔

الْعَشِيرُ : الصَّاحِبُ - ساتھی

الْبَدِيهَةُ : الْمَفَاجِاتُ - یکا یک، اچانک۔ محاورے میں کہا جاتا ہے۔ بدھتہ بامر فنجاتہ میں بدھت سے اس کے پاس آیا یعنی اچانک آیا۔

(۶) ہمیں خبر دی ابوعلی حسین بن محمد روز باری نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن عمر بن احمد بن شوذب مرقی اور واسطی نے واسط میں، ان کو

شعیب بن ایوب نے، ان کو یعلیٰ بن عبید نے مجمع بن یحییٰ انصاری سے۔ اس نے عبداللہ بن عمران سے، اس نے انصار کے ایک آدمی سے کہ

اس نے حضرت علیؑ سے پوچھا تھا نبی کریم ﷺ کی صفت کے بارے میں تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سفید رنگ والے تھے۔ جو حمرت

ملا ہوا تھا۔ سیاہ سُرمیلی آنکھیں تھیں۔ سیدھے کنگھی شدہ بالوں والے تھے۔ صاحبِ وفرہ تھے۔ زلفیں کندھوں کو چھوتی تھیں۔ سینے کے بالوں کی

لکیر پتلی تھی۔ ان کی گردن چاندی کی صراحی جیسی تھی۔ آپ کی ہنسیوں سے ناف تک بالوں کی ایک سیدھی لکیر لکڑی کی مثل چلتی تھی۔ باقی پیٹ اور سینے پر بال نہیں تھے۔ ہاتھ اور پیر بھرے ہوئے تھے۔

جب چلتے تھے انتہائی قوت کے ساتھ، ایسے جیسے بلندی سے اتر رہے ہوں۔ جب چلتے تھے تو ایسے لگتا تھا جیسے چٹان سے پیرا کھڑتے ہیں۔ جب متوجہ ہوتے تو یکا یک پوری طرح متوجہ ہوتے تھے۔ آپ کا پسینہ موتیوں جیسا ہوتا تھا۔ آپ کے پسینہ کی خوشبو خالص کستوری سے زیادہ مہکتی تھی۔ نہ زیادہ لمبے نہ زیادہ چھوٹے، نہ خواہ مخواہ عاجزی کرنے والے عاجز و بے بس۔ نہ ہی ملامت کرنے والے تھے۔ میں نے ان جیسا ان سے پہلے دیکھا نہ ان کے بعد دیکھا۔ (تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۱/۳۱۶)

(۷) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن محمد بن حسین علوی نے، ان کو خبر دی ابو حامد احمد بن محمد بن یحییٰ بن بلال بزار نے، ان کو احمد بن حفص بن عبد اللہ نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو ابراہیم بن طہمان نے، ان کو حمید طویل نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ بالکل گندی تھے نہ بالکل سفید تھے۔ سفید میانہ قد سے کچھ اوپر قد تھا اور لمبے قد سے نیچے تھا۔

اللہ کی مخلوق میں سے آپ ان کو حسین ترین ہی دیکھتے اور اللہ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ خوشبودار تھے۔ سب سے زیادہ نرم ہاتھوں والے تھے۔ شدید گھونگرہ بال نہیں تھے۔ اپنے بالوں کو اپنے کانوں کے نصف تک چھوڑتے تھے۔ جب چلتے تو قوت اور جمائی کے ساتھ۔

(۸) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن بشران نے، ان کو اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو احمد بن منصور نے، ان کو عبد الرزاق نے، ان کو خبر دی معمر نے زہری سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا، آپ سب لوگوں سے اپنی صفت کے اعتبار سے احسن تھے، اجمل تھے، لمبے کے قریب خوبصورت قامت والے تھے۔ کندھوں کے درمیان کا فاصلہ قدرے زیادہ تھا۔ روشن جبین تھی، جس پر پسینے کے قطرے دکتے تھے۔ بال انتہائی کالے تھے۔ سرمیلی آنکھیں تھیں، لمبی پلکیں تھیں۔ جب پیر رکھتے تھے تو پورا پیر رکھتے تھے، بچ سے خالی نہیں تھا۔ جب آپ اپنے کندھوں سے چادر اتار کر رکھتے تو لگتا چاندی کی صراحی۔ جب ہنستے تو ایسے لگتا جیسے موتی چمک رہے ہیں۔ میں نے ان جیسا ان سے پہلے دیکھا نہ ان کے بعد۔ (تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۱/۳۱۹)

## باب ۲۸

# رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اُمّ معبد کی حدیث

(۱) ہمیں خبر دی ابو نصر عمر بن عبد العزیز بن عمر بن قتادہ نے اصل کتاب سے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابو عمرو محمد بن جعفر بن محمد بن مطر نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو زید عبد الواحد بن یوسف بن ایوب بن حکم بن ایوب بن سلیمان بن ثابت نے یسار خزاعی کعبی نے مقام قدید میں بطور ائماء کے، ان کو حدیث بیان کی اس کے چچا سلیمان بن حکم نے ان کے دادا ایوب بن حکم خزاعی سے، اس نے حزام بن ہشام سے، اس نے اپنے پاپ ہشام سے، اس نے اس کے دادا حبیش بن خالد سے۔ وہ صحابی رسول ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ح)۔ اور ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد الرحمن محمد بن حسین سلمی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابو عمرو بن مطرف نے، ان کو محمد بن محمد بن سلیمان بن حکم بن ایوب بن سلیمان بن ثابت بن یسار خزاعی نے، قدید میں پہچانے جاتے تھے۔ ابو عبد اللہ بن ابو ہشام القافہ۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد محمد بن سلیمان نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی میرے چچا ایوب بن حکم نے حزام بن ہشام سے۔ اس نے اپنے والد ہشام سے، اس نے

اس کے دادا حبیش بن خالد قنیل بطحا سے فتح مکہ کے دن یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو نصر بن قتادہ نے اور ہمیں خبر دی ابو عمرو بن مطر نے، ان کو ابو جعفر محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ حلوانی نے، ان کو مکرم بن محرز ابن مہدی نے، ان کو ان کے والد محرز بن مہدی نے حزام بن ہشام سے۔ اس نے حبیش بن خالد سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے ان کے دادا حبیش بن خالد صاحب رسول مقتول بطحا یوم فتح مکہ سے وہ بھائی تھے عاتکہ بن خالد کے۔

خشک تھن والی بکری کا دودھ ..... یہ کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت مکے سے نکالے گئے اور مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ان میں حضور اکرم ﷺ اور ابو بکر ﷺ تھے۔ اور ابو بکر ﷺ کے غلام عامر بن فہیرہ اور ان کو راستہ بتانے والے عبداللہ بن اریقظ لیشی تھے۔ یہ لوگ قبیلہ بنو خزاعہ کی ایک بوڑھی خاتون ام معبد خزاعیہ کے خیموں کے پاس سے گزرے تھے۔ یہ خاتون اپنے خیمے کے صحن میں جسم اور گھٹنوں کو چادر سے باندھ کر یا لپیٹ بیٹھی تھی۔ یہ بڑی عمر کی بے حجاب بیٹھنے والی عورت تھی۔ وہ راستے کے مسافروں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی تھی۔ یہ لوگ جب وہاں سے گزرے تو انہوں نے اس خاتون سے کھانے کے لئے قبائلی دستور کے مطابق گوشت یا کھجور مانگے تاکہ اس بوڑھی اماں سے یہ چیزیں خرید لیں۔ مگر ان لوگوں نے اس کے پاس کوئی بھی چیز نہ پائی ان میں سے۔ اور لوگوں کے پاس زاد سفر بھی ختم ہو چکا تھا۔ یہ لوگ قحط اور بھوک کی کیفیت میں تھے۔

ام معبد نے کہا، اللہ کی قسم اگر ہمارے پاس کوئی چیز ہوتی تو ہم تمہیں اس کو ذبح کرنے سے بھی نہ روکتے۔ رسول اللہ ﷺ کی نظر اتنے میں خیمے کے ایک کونے میں ایک بکری پر پڑی۔ آپ نے پوچھا کہ یہ بکری کیسی ہے اے ام معبد؟ اس نے بتایا کہ یہ ایسی کمزور بکری ہے جو بکریوں کے ساتھ چراگاہ تک چل کر نہیں جاسکتی، اس لئے یہ خیمے میں باندھ رکھی ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیا اس بکری کے پاس دودھ ہے؟ ابو زید کہتے ہیں کہ اس کے پاس دودھ ہے؟ اس نے بتایا کہ نہیں یہ دودھ دینے سے معذور و مجبور ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا آپ مجھے اس کا دودھ دوہنے کی اجازت دیں گی؟ وہ بولی کہ میرے ماں باپ آپ کے اوپر قربان، اگر آپ کو اس کے پاس دودھ نظر آئے تو ضرور دوہ لیں۔

چنانچہ اجازت ملنے کے بعد حضور ﷺ نے اس بکری کو اپنے پاس منگوا کر اس کی دودھ دانی پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور ام معبد کی بکری کے لئے اور ام معبد کے لئے دعا فرمائی۔ بکری نے دودھ دینے کے لئے اپنی ناکیں کھول دیں۔ اتنے میں اس کے تھنوں سے دودھ بہنے لگا۔ اس نے دودھ دینا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نے دودھ کے لئے برتن منگوائے جو تین سے دس آدمیوں کے لئے کافی ہو سکیں۔ حضور ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے ان میں دودھ نکالا اور وہ خوب بہنے لگا۔ یہاں تک کہ اوپر تک بھر گیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے پہلے ام معبد کو دودھ پلایا، وہ پی کر خوب سیر ہو گئی، پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا۔ انہوں نے بھی شکم سیر ہو کر پیا۔ پھر ان کے بھائی رسول اللہ ﷺ نے بعد میں خود پیا اور سب خوش ہو گئے۔ اس کے بعد دوبارہ آپ نے بکری کا دودھ نکالا اور اس کے برتن بھر دیئے۔ اور اس دودھ کو ام معبد کے پاس رہنے دیا۔ اور اس دودھ کی قیمت بھی اس کو ادا کر دی اور اس سے کوچ کر گئے۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ام معبد کا شوہر بکرہ اوپس لا کر بیچ گیا۔ جو کہ بھوک اور کمزور تھی، جو کہ کمزوری کی وجہ سے آہستہ اور ہلکے ہلکے چلا رہی تھی۔ دن چڑھے (چاشت کے وقت) ان کی ہڈیوں میں گودا کم رہ گیا تھا۔

ابوزید کہتے ہیں ضَحًا مُخْتَهِنًا قَلِيلًا ابو معبد نے جب دودھ اتنی فراوانی سے گھر میں دیکھا تو وہ حیران رہ گیا۔ اس نے پوچھا کہ اے ام معبد یہ اتنا دودھ کہاں سے آیا؟ اور بکریاں تو دور چراگاہ میں تھیں اور جبکہ گھر میں کوئی دودھ والا جانور بھی نہیں ہے؟ ام معبد نے بتایا کہ نہیں، بات یہ نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے ہمارے پاس سے ایک برکت والا شخص گزرا، اس کا ایسا ایسا حال تھا (یہ سب کچھ اس کی وجہ سے ہے)۔ اس نے کہا ام معبد تم اس شخص کی صفت بیان کرو میرے سامنے۔

وہ بتانے لگی کہ میں نے ایک ایسا آدمی دیکھا ہے جس کا حسن و جمال ظاہر تھا۔ چہرہ اس کا چمکتا ہوا روشن تھا۔ اعضاء خوبصورت تھے۔ سفر کی تھکان نے اس کو کمزور اور بد صورت نہیں کیا تھا۔ لمبی اور پتلی گردن اس کو عیب دار نہیں کر رہی تھی۔ خوبصورت تھے، حصے تقسیم کر کے دینے والے تھے۔

محمد بن موسیٰ نے کہا کہ وَ سَبِيْمًا قَسِيْمًا آنکھوں میں سیاہی (سُر میلا پن تھا)۔ پلکوں میں طوالت تھی۔ ان کی آواز میں کھنک تھی۔ گردن لمبی تھی۔ داڑھی گھنی تھی۔ بھنویں کمان کی طرح خوبصورت تھیں۔ دونوں ابرو ملے ہوئے تھے۔ اگر خاموشی اختیار کرتے تھے تو ان پر وقار چھا جاتا تھا۔

اور وہ بولتے تھے تو ان پر بہار اور تازگی اتر آتی تھی۔ دور سے سب لوگوں سے زیادہ حسین اور زیادہ ہر رونق نظر آتے تھے مگر قریب سے سب سے زیادہ حسین اور سب سے شریں نظر آتے تھے۔ شریں گفتار تھے۔ رُک رُک کر واضح وضع بولتے تھے۔ الفاظ نہ کم بولتے تھے نہ زیادہ بولتے۔ آپ کی گفتار بس پروئے ہوئے موتی تھے۔ جو کھر رہے تھے۔ ایسے میاں قد تھے جو طوالت سے محروم نہ ہو۔ اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے کوئی آنکھ ان کو عیب دار نہ دیکھے۔ بلکہ (لمبی اور چھوٹی) دونوں میں ایک خوبصورت شاخ تھی۔ تینوں افراد میں سے وہ خوبصورت منظر پیش کر رہے تھے۔ اور ان میں وہی زیادہ حسین قدر و انداز والے تھے۔

اس کے رفقاء اس پر جان نچھاور کرتے تھے۔ اگر وہ بولتے تو وہ ان کی بات سننے کے لئے خاموش ہو جاتے تھے۔ اگر وہ ان سے کچھ فرماتے تھے تو ان کے ساتھی ان کی بات پوری کرنے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت کر جانے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ مخدوم تھے۔ محترم تھے (جس کے ساتھی اس کے آگے پیچھے پھرتے تھے)۔ اور وہ ان کے ساتھ نہ ترش روئی سے پیش آتے تھے نہ ہی ان پر زیادتی کرتے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

## ہاتفِ غیبی کے اشعار

ابو معبد نے یہ سننے کے بعد کہا۔ اللہ کی قسم یہ وہی شخص ہے جو قریش کو مطلوب ہے۔ جس کا ذکر ہم نے سنا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اس شخص سے ضرور ملوں اور میں یہ کام ضرور کروں گا۔ اگر مجھے اس کی استطاعت رہی۔ اگلے دن علی الصبح مکے میں ایک آواز سُنائی دی جیسے کوئی دور دراز سے کہہ رہا ہے، لوگ آواز سن رہے تھے مگر یہ نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ کون کہہ رہا ہے اور وہ یہ کہہ رہا ہے :

جزی اللہ ربُّ الناس خیر جزائه	رفیقین قالا حیمتی أم معبد
ہما نزلاہا بالہدی و اہتدت بہ	فقد فاز من امسی رفیق محمد
فی القصبی ما زوی اللہ عنکم	بہ من فعال لا تجاری و سودد
لیہن بنی کعب مقام فتاتہم	و مقعدھا للمؤمنین بمرصد
سلوا احتکم عن شاتھا و انائھا	فانکم ان تسالوا الشاة تشهد
دعاھا بشاة حائل فتحلبت	لہ بصریح ضرة الشاة مزبد
فغادرھا رھنا لدینھا بحالب	یرددھا فی مصدر ثم مورد

اللہ تعالیٰ ان دوستوں کو اپنی بہترین جزاء عطا کرے جو ام معبد کے خیموں میں دوپہر کی نیند جا کر سوئے۔ وہ دونوں ہدایت کے ساتھ ام معبد کے پاس اترے اس نے بھی ان سے ہدایت پائی۔ تحقیق وہ شخص کامیاب ہو گیا جو محمد ﷺ کا رفیق بن گیا۔ اے آلِ قضیٰ قابلِ مبارکباد ہو آپ لوگ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے کیا افعال مقدر کئے ہیں اور سرداری، جن کا کوئی مقابلہ نہیں۔ بنو کعب کو مبارک ہو کہ ان کو نوجوان ایسے مقام پر فائز ہے جو اہل ایمان کے لئے مورچے کی جگہ ہے۔ اپنی بہن سے پوچھئے اس کی بکری کے اور دودھ کے برتن کے بارے میں۔ اگر تم لوگ اس بکری سے پوچھو تو وہ بھی شہادت دے گی۔ کونے میں پردے میں کھڑی بکری کو اس جوان نے بلایا تو اس نے ان کے لئے دودھ دینا شروع کر دیا۔ بھرے ہوئے سند کے ساتھ اور جھاگ دار دودھ کے ساتھ۔ بقیہ دودھ کو وہ ام معبد کے برتن میں محفوظ چھوڑ کر چلے گئے تاکہ وہ اس کو دوباراً بکری سے اور گھات سے لگا کر دودھ آخذ کر سکے۔

حضرت حسان بن ثابت انصاری نے جو شاعر رسول تھے یہ شعر سُنے تو انہوں نے ہاتھ کو جو اباً شعر کہے۔

وہ کہتے ہیں: ”حضرت حسان کے اشعار اور ان کا مفہوم“

لقد خاب قوم زال عنهم نبیہم  
ترحل عن قوم فضلت عقولہم  
هداہم بہ بعد الضلالة ربہم  
وہل یتوی ضلال قوم تسفہوا  
وقد نزلت منہ علی اہل یثرب  
نبی یری ما لا یری الناس حولہ  
وان قال فی یوم مقالة غائب  
لیہن ابا بکر سعادة جدہ  
لیہن بنی کعب مقام فتاتہم  
وقدس من یسری الیہم ویغندی  
وحل علی قوم بنور مجدد  
وارشد ہم من یتبع الحق یرشد  
عمی وهداة ینتدون بمہتد  
رکاب ہدی حلت علیہم باسعد  
ویتلو کتاب اللہ کل مسجد  
فتصدیقہا فی الیوم او فی ضحا الغد  
بصحبتہ من یسعد اللہ یسعد  
ومقعدہا للمؤمنین بمرصد

یقیناً ناکام و نامراد ہو گئی وہ قوم جن سے ان کا نبی چلا گیا اور مقدس ہو گئے وہ لوگ جن کے پاس پہنچے ہیں اور ان کی اقتداء کریں گے۔ ایک قوم سے انہوں کو بچ گیا جس سے ان کی عقلیں گمراہ ہو گئی ہیں اور دوسری قوم پر وہ نئے نور و روشنی کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے ہیں۔ دراصل ان کے رب نے گمراہی کے بعد ان کو اسی نبی کے واسطے ہدایت بخشی ہے۔ اور ان میں سے زیادہ کامیاب وہ ہے جو حق کی اتباع کرے گا۔ وہ رُشد و ہدایت پر ہوگا۔ کیا بھلا کسی قوم کے گمراہ لوگ جنہوں نے محض اپنے اندھے پن کی وجہ سے حماقت اختیار کر رکھی ہے۔ وہ، اور وہ لوگ جنہوں نے ایک ہادی کی وجہ سے ہدایت اختیار کر لی ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہو گئے ہیں۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (یعنی وہ دونوں کسی طرح بھی برابر نہیں ہو سکتے)۔ اس نبی کی وجہ سے اہل یثرب پر ہدایت کے قافلے اور سواریاں نازل ہو گئے ہیں۔ وہ ان پر سعادت و خوش نصیبی بن کر اترے ہیں۔ وہ نبی ایسے ہیں جو اپنے ارد گرد وہ کچھ دیکھتے ہیں جو اور لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ اور وہ نبی ہر نماز میں اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے۔ وہ نبی اگر دن میں کوئی انہونی بات بتاتے ہیں تو حقیقت اور نفس الامر میں اس کی تصدیق اسی دن ہو جاتی ہے۔ یا اگلے روز صبح صبح ہی وہ بات سچی ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔ ابو بکر صدیق کو ان کے دادا کی سعادت بوجہ صحابیت رسول مبارک ہو یہ سعادت واقعی اسی کو نصیب ہوتی ہے، اللہ جس کو سعادت نصیب کرے۔ (کئی کئی پشتیں صحابی ہیں)۔ بنو کعب کو ان کے نوجوان کا مرتبہ و مقام مبارک ہو۔ اور اہل ایمان

کے لئے اس کا کلیدی اور اہم منصب مبارک ہو۔

یہ الفاظ حدیث ابو نصر بن قتادہ کے ہیں ابو نصر نے کہا کہ ابو عمرو بن مطرف نے کہا ہے کہ ابو جعفر بن محمد بن موسیٰ نے کہا کہ میں نے مکرم سے ام معبد کے نام کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کا نام عاتکہ بنت خالد تھا اور ان کی کنیت ام معبد تھی۔ ان کے شوہر ابو معبد کا نام اکثم بن ابوالجون تھا۔ مگر ان کو عبد العزیٰ کہتے تھے۔ (رواہ الطبرانی۔ والحاکم فی المستدرک ۱۰/۳)

(۹) ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابو سعید احمد بن محمد بن عمرو حمسی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حسین بن حمید بن ربیع خزاعی نے، ان کو سلیمان بن حکم بن ایوب بن سلیمان بن ثابت بن یسار خزاعی نے۔ وہ کہتے ہیں ان کو ان کے بھائی ایوب بن حکم اور سالم بن محمد خزاعی نے، سب نے جزام بن ہشام سے۔ اس نے اسی روایت کو اپنی اسناد کے ساتھ اسی کی مثل ذکر کیا ہے، مگر حضرت حسان کے اشعار میں سے آخری شعر کم کر دیئے۔ مگر کسی اور مقام پر ان کو انہوں نے ذکر کیا ہے یعقوب بن سفیان فسوی نے مکرم بن محرز سے بغیر اشعار کے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو القاسم مکرم بن محرز بن مہدی بن عبد الرحمن بن عمرو خزاعی نے، ان کو حدیث بیان کی محرز بن مہدی نے، اس نے اسی مذکور کو روایت کیا ہے۔

(۱۱) ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ حافظ نے بطور املاء، ان کو ابو زکریا یحییٰ بن محمد عنبری نے، ان کو حسین بن محمد زیاد اور جعفر بن محمد بن سوار (ح)۔ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی عبد اللہ بن محمد دورقی نے، آخرین میں انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسحاق بن خزیمہ امام نے (ح)۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی خالد بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی محمد بن جریر نے، ان سب نے کہا ہمیں حدیث بیان کی مکرم بن محرز نے۔ وہ کہتے ہیں کہ کہا ابو عبد اللہ حافظ نے سنا شیخ صالح ابو بکر احمد بن جعفر قطعی سے۔ وہ کہتے ہیں، ہمیں حدیث بیان کی محرز نے اپنے آباء سے۔ انہوں نے اس حدیث کو اپنے طول کے ساتھ بیان کی ہے۔

میں نے اپنے شیخ ابو بکر سے کہا کیا واقعی اس کو شیخ نے سنا ہے مکرم سے؟ اس نے کہا جی ہاں! اللہ کی قسم میرے والد نے مجھے اپنے ساتھ حج کرایا۔ میں اس وقت سات سال کا تھا، لہذا اس وقت انہوں نے مجھے مکرم بن محرز سے بھی ملوایا تھا۔ اور مجھے خبر پہنچی ہے ابو محمد قتیبی سے کہ اس نے کہا مشکل الفاظ کی تشریح میں اسی مذکورہ حدیث میں آئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں :

### مشکل الفاظ کی تشریح

قوله بَرَزَةٌ: اس سے اس کی مراد اس کا سن اور عمر مراد ہے جس میں وہ ظاہراً بیٹھتی تھی یعنی وہ بمنزلہ اس لڑکی کے نہیں تھی جو حجاب میں رہتی ہے۔ محشی لکھتے ہیں کہ عورت جب بوڑھی ہو جائے تو وہ جوان عورتوں کی طرح پردہ نہیں کرتی، حالانکہ وہ اس وقت عقیفہ عاقلہ ہوتی ہے۔ لوگوں کے پاس بیٹھتی ہے اور لوگوں کے ساتھ ظاہراً باتیں کرتی ہے۔ بروز کا معنی ظہور ہے۔

قوله مُرْمِلِينَ: اس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کا زاد سفر ختم ہو چکا تھا۔

قوله مُسْتَبِينَ: اس سے مراد داخلین فی الشاہ ہے۔ اس میں مُسْتَبِينَ بھی مروی ہے یعنی داخل فی سنة یعنی قحط اور بھوک۔

قوله كَسْرُ الْخَيْمَةِ: اس سے مراد خیمے کی جانب اور کونہ ہے اس کا۔

قوله فَتَفَاجَتْ: اس سے ان کی مراد ہے کہ اس نے دودھ نکلوانے کے لئے اپنی کھیری کھول دی یا تھن کھولا۔

قوله دَعَا بِنَاءً يُرْبِضُ الرَّهْطُ: یعنی اتنا بڑا برتن جو تین سے دس بندوں کو سیر کر سکے۔ یہاں تک کہ وہ شکم سیر ہو جائیں اور بوجھل ہو جائیں۔ اور رَهْطُ تین سے دس عورتوں کے لئے ہیں۔

قوله نَجًّا: اس سے مراد ہے سبیل اور خوب دودھ بہنا۔

قوله حتى علاه البهاء: اس سے مراد ہے کہ دودھ کی تازگی یا جھاگ برتن کے اوپر تک پہنچ گئی۔

قوله وهو وبيض رغوته: وہ ارادہ کرتے ہیں کہ انہوں نے اس برتن کو بھر دیا۔

قوله فشربوا حتى اراضوا: اس سے مراد ہے کہ انہوں نے اس قدر پیا کہ وہ سیر ہو گئے اور سیر ہونے سے مطمئن ہو گئے۔

قوله تَشَارَكُنْ هُزْلاً: مراد ہے کہ بکریوں کو عموماً کمزوری لگ چکی تھی۔ ان میں کوئی صحت مند نہیں تھی۔ اور نہ ہی کوئی خوشنما تھی۔ یہ لفظ اشتراک سے بنا ہے۔

قوله والشاء عازبٌ: یعنی چراگاہ میں دُور۔



قولہ : ظَاہِرُ الْوَضَاءِ : غیرِ الْفُتَيْبِی نے کہا کہ ان کی مراد اس سے ظاہر جمال ہے۔ اور فُتَيْبِی نے کہا کہ

قولہا : اَبْلَجُ الْوَجْهِ : اس سے ان کی مراد چمکتا اور روشن چہرہ مراد ہے۔

قولہا : لَمْ تَعْبَهُ نُحْلَةً : پتلا اور کمزور ہونے کو کہتے ہیں۔

قولہا : وَلَمْ تُزْرِیْهِ صُغْلَةً : صغْل منقطع الاضلاع کو کہتے ہیں اور صُغْلَةٌ - حاصرہ اور کوکھ کو کہتے ہیں۔ اس سے اس کی مراد تھی

کہ وہ کچھ اس قسم کے تھے کہ نہ تو وہ زیادہ پھول رہے تھے، اور نہ ہی وہ پتلے اور کمزور تھے۔ اور یوں بھی مروی ہے۔

لَمْ تَعْبَهُ نُحْلَةً وَلَمْ تُزْرِیْهِ صُغْلَةً : نُحْلَةٌ کہتے ہیں عظیم البطن کو اور پیٹ کے نیچے والے حصے کے ڈھیلے ہونے کو۔ اور صُغْلَةٌ کہتے ہیں

صغیر اس سر چھوٹا ہونے کو۔

الْوَسِيمُ : حسن اور چمک دار اسی طرح۔

الْقَسِيمُ : سے بھی یہی وارد ہے۔

الدَّعْجُ : آنکھ میں سیاہی کو۔

وقولہا فی اشعارہ عَطْفٌ : قسیمی کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بارے میں رپاشی سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں یہاں عطف کا

مطلب نہیں جانتا۔ میں اس کو عطفِ نقطے والی غین کے ساتھ سمجھتا ہوں، اس کا مطلب لمبی پلکیں ہیں جو لمبی ہونے کے ساتھ مڑی ہوئی ہوں۔

اور عطف کا مطلب بھی مائل یا مڑی ہوئی ہوگا۔ اگر یہ روایت میں محفوظ ہو، وہ بھی اس کے مشابہ ہے یعنی پلکوں کا مڑنا۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ

آپ کی پلکوں میں وَصْفٌ تھا۔ یہ بھی طول کو کہتے ہیں۔

وقولہا فی صوتہ : صَهْلٌ : اور صَحْلٌ بھی روایت کیا گیا ہے، یعنی ایسے جیسے ہلکا سا گلا یعنی آواز میں بیٹھنے کا احساس ہوتا ہو۔ اس سے

مراد یہ ہے کہ تیز چبھتی ہوئی نہ ہو۔

وقولہا فی عنقہ سَطَعٌ ، اِی صَوْلٌ : گردن قدرے لمبی تھی۔

قولہا : اِنْ تَكَلَّمْتَ سَمًا : اگر کلام کرتے تھے تو اونچے ہو جاتے تھے (یا چھا جاتے تھے)۔ یعنی اپنے سر کو یا ہاتھ کو اونچا کرتے تھے۔

## آپ کے نطق کے بارے میں

قولہا : فَضْلٌ لَا نَزْرٌ - وَلَا هَنْدَرٌ : مراد یہ ہے کہ آپ کا کلام خوبصورت اور متصل ہوتا تھا۔ نہ قلیل تھا نہ کثیر تھا۔

قولہا لَا بَأْسَ مِنْ طُولٍ : احتمال ہے کہ اس کا یہ معنی ہو کہ حضور ﷺ ایسے لمبے نہیں تھے جو اپنے مباری ( ) کو اپنی مطاوعت

سے مایوس کر دے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہاں کتابت کی غلطی ہو۔ میرا خیال ہے کہ مطلب ہے کہ لَا بَأْسَ مِنْ طُولٍ (بے ہنگم لمبے بھی

نہیں تھے)۔

قولہا لَا تَقْتَحِمُهُ عَيْنٌ مِنْ قَصْرِ : یعنی نگاہ ان کو حقیر نہیں محسوس کرتی تھی چھوٹے ہونے کی وجہ سے، نہ ہی عیب دار دیکھتی تھی۔

مَحْفُودٌ : یعنی مَحْدُودٌ تھے۔

مَحْشُودٌ : یہ اس محاورے سے لیا گیا ہے حَشْدَتْ لِفُلَانٍ فِي كَذَا کہ میں نے فلاں کے لئے حشد کیا ہے اس وقت کہتے ہیں جب آپ نے

اس کے لئے کچھ تیار کر رکھا ہو اور کچھ جمع کر رکھا ہو۔ ان کے علاوہ دیگر ذکر کیا ہے کہ محشود کا مطلب محفوف ہے (جس کو لوگ گھیرے رہتے ہوں)

اور حشده اصحابہ یعنی اطرافہ یعنی جس کے ساتھی اس کے آگے پیچھے پھرتے ہوں۔

قولہا: لَا عَابِسَ : مراد یہ ہے کہ عابس الوجہ یعنی ترش رو نہیں تھے جو منہ بسور کر رکھتے ہوں۔ لَا مُعْتَدِبَیہ عَدَا سے مشتق ہے معتد کا مطلب الظلم ہے کہ آپ ظالم نہیں تھے۔

قولہ الہاتف۔ فتحلبت لہ بصریح : صریح کا مطلب ہے خالص۔ ضَرَّة سے مراد ہے لَحْمُ وَالضَّرْعُ تھنوں کا گوشت۔ فغادرہا رہنا لدیہا لحالب۔ مراد ہے کہ آپ ﷺ نے اس بکری کو اُم معبد کے پاس اس طرح رہن رکھا (یعنی چھوڑ کر چلے گئے) کہ وہ دودھ بہاتی رہے۔

## باب ۲۹

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں حدیث ہند بن ابی ہالہ تمیمی

ہند بن ابی ہالہ تمیمی ربیب نبی۔ یہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ ابو ہالہ نبی کریم ﷺ سے قبل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔ ان کا نام نباش بن زرارہ تھا اور ان کا یہ بیٹا ہند بن نباش بن زرارہ تھا۔ یہ ہند جنگ جمل میں قتل ہو گئے تھے۔ اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ یہ شخص فصیح بلیغ تھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ کی احسن طریقے پر وصف کی تھی۔ نبی کریم ﷺ سے حدیث بھی روایت کی۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ترمذی نے نقل کی ہے اور بغوی نے بھی۔ (مترجم)

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے لفظاً بھی اور قرآءاً بھی انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبید اللہ بن حسین بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب عقیقی صاحب کتاب النسب نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل بن محمد بن اسحاق بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ابو محمد نے مدینہ میں ۲۶۳ میں۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی علی بن جعفر بن محمد نے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر سے اس نے جعفر بن محمد سے، اس نے اپنے والد محمد بن علی سے، اس نے علی بن حسین سے۔ وہ کہتے ہیں کہا حسن بن علی نے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے رسول اللہ ﷺ کے خلیے کے بارے میں پوچھا (ظاہر ہے وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر کے بیٹے ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کی گود میں پروردہ تھے، ان سے بہتر کون حضور ﷺ کے خلیے کو بتائے گا؟)۔ اس لئے وہ وصاف رسول کہلاتے تھے۔ حضور کے بڑے وصف بیان کرنے والے۔ (میں نے کہا) میں امید کرتا ہوں کہ وہ میرے لئے کچھ وصف بیان کریں گے۔ میں جس کو سینے سے لگا لوں گا (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل قطان نے بغداد میں۔

وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی حدیث بیان کی عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ نحوی نے، ان کو یعقوب بن سفیان فسوی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی سعید بن حماد انصاری مصری نے اور ابو غسان مالک بن اسماعیل نہدی نے، دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی جمیع بن عمر بن عبد الرحمن عجلی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی مکے کے ایک آدمی نے ابو ہالہ تمیمی کے بیٹے سے۔ اس نے حسن بن علی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں سے پوچھا یعنی ہند بن ابی ہالہ تمیمی سے۔ وہ خلیہ رسول کے بڑے وصف بیان کرنے والے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ وہ میرے لئے اس میں سے کچھ بیان کریں، میں جس کے ساتھ وابستہ ہو جاؤں۔ انہوں نے فرمایا :

رسول اللہ ﷺ فریبہ جسم پر وقار صاحب وجاہت بزرگ تھے۔ ان کا چہرہ مبارک چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ میانہ قد سے لمبے تھے، ٹہنی نما لمبے سے چھوٹے تھے۔ سر مبارک بڑا تھا، گھونگھرا لے اور سیدھے بالوں کی درمیانی کیفیت کے بال تھے۔ اگر ان کے بالوں کی لٹ اور ایک حصہ دوسرے سے علیحدہ ہوتا تو خود بخود مانگ نکل آتی تھی۔

علوی کی ایک روایت میں عقیدتہ کی بجائے عقیصتہ ہے مراد وہی ہے بالوں کا ایک حصہ الگ ہونے پر مانگ نکل آتی تھی۔ مگر آپ کے بال جب وافر ہوتے تھے تو وہ آپ کے کانوں کی لو سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ گلاب کے پھولوں جیسا رنگ تھا، پیشانی مبارک کشادہ تھی، بھنویں مبارک باریک مگر کمان کی طرح خمدار تھیں بھنویں پوری اور مکمل تھیں مگر اس طرح نہیں کہ دونوں مل کر اور جڑ کر ایک ہو جائیں۔ دونوں بھنویں کے بیچ میں ایک رگ نمایاں تھی، جس کو غصہ اور ظاہر کر دیتا تھا۔ ناک مبارک کا بانسہ اونچا تھا، نتھنے باریک تھے۔ ہر وقت آپ کے اوپر ایک نور اور وجاہت ظاہر ہوتی تھی۔ جو شخص آپ کو بغیر غور کے دیکھتا آپ کی ناک بڑی خیال کرتا۔ داڑھی مبارک گھنی تھی۔ آپ کے رخسار مبارک ہلکے تھے، پھولے ہوئے نہیں تھے۔

اور علوی کی ایک روایت میں ہے مسرۃ کا یعنی سینے کے بالوں کی لکیر کا ذکر ہے۔ آپ کی گردن مبارک ایسی جیسے کہ تراشی ہوئی مورتی کی گردن ہے۔ جلد مبارک صفائی میں چاندی جیسی، جسمانی ساخت میں اعتدال تھا۔ صحت مند خوبصورت جسم تھا۔ فسح الصدر کشادہ سینہ تھا۔ دونوں کندھوں کا درمیانہ فاصلہ بعید تھا۔ کلائیوں کی ہڈیاں گوشت سے پر تھیں۔ جسم مبارک منور تھا، بالوں سے صاف تھا۔ ہنسیوں سے ناف تک بالوں کے سلسلے سے مربوط تھا، جو ایک دھاگے یا دھاری کی مانند جاری تھا۔ بستان والا حصہ اور پیٹ صاف تھا باقی جسم کے سوا۔ کلائیوں پر بال تھے۔ کندھوں پر بھی بال تھے۔ سینے کے بالائی حصہ پر ہلکے بال تھے۔ کہنیوں اور گھٹنوں کے جوڑ بڑے تھے۔ ہتھیلیاں نرم تھیں۔ علوی کی روایت میں ہے جبیں اقدس کشادہ تھی۔ سیدھی قامت تھی۔ ہتھیلیاں اور قدم بھرے ہوئے تھے۔

علوی نے قدمین کا ذکر نہیں کیا۔ حاجات پوری کرنے والے ہاتھ پیر تھے۔ قدموں کے نیچے کے حالی حصے خالی تھے (یہ بات ماقبل کی تفصیلات کے خلاف ہے اور بعد والے جملے کے بھی منافی ہے۔) (واللہ اعلم)

مسیح القدم تھے۔ یعنی قدم مبارک پورے زمین کو چھوتے تھے (یہ اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب پیر مبارک بھرے ہوئے ہوں، خالی حصہ بھی بھرا ہوا ہو۔) (مترجم)۔

ان دونوں کا چشمہ اُبلتا تھا (یہ معجزہ تھا)۔ جب کسی جگہ سے بٹتے تھے تو مضبوط اور وقار کے ساتھ، جب قدم رکھتے تو جماؤ کے ساتھ، جب چلتے تو نرمی کے ساتھ، رفتار تیز ہوتی تھی۔ جس وقت چلتے تھے تو ایسے لگتا جیسے اونچائی سے نیچے آتے ہیں۔ جب کسی طرف مڑتے پہلو بدلتے تو پوری طرح بدلتے۔ علوی کی ایک روایت میں لفظ جمعاً کی جگہ جمعاً ہے۔

حضور ﷺ نگاہ کی حفاظت کرتے تھے۔ آپ کی نظر اوپر سے نیچے زمین کی طرف زیادہ طویل رہتی تھی۔ جب کسی منظر کا ملاحظہ کرتے تو خوب غور سے دیکھتے (اپنے اصحاب کے آگے چلتے تھے)۔ علوی کی ایک روایت میں ہے کہ جو آپ ﷺ سے ملتا آپ اس کو سلام کرنے میں پہل کرتے تھے۔

میں نے کہا، میرے لئے آپ حضور ﷺ کا نطق اور گویائی کی صفت بیان کریں، تو انہوں نے فرمایا :

حضور ﷺ کو مسلسل حزن و غم لاحق ہوتے رہے۔ دائمی سوچ اور فکرہ میں مبتلا رہے۔ علوی کی روایت میں فکرہ کی جگہ لفظ فکر ہے۔ آپ کے لئے راحت و آرام نہیں تھا۔ لہذا آپ بغیر ضرورت اور حاجت کے کلام نہیں فرماتے تھے۔ لمبی خاموشی اختیار کرتے تھے۔ طویل السکنتہ تھے۔ علوی کی ایک روایت میں لفظ سکوت ہے۔ کلام شروع کرتے اور ختم کرتے تھے تو اپنی باچھوں کے اندر سے اور جامع ترین کلمات کے ساتھ کلام فرماتے تھے۔ علوی کی ایک روایت میں ہے کہ کلام واضح اور جدا جدا ہوتا تھا، نہ ضرورت سے زیادہ ہوتا تھا نہ ہی ضرورت سے کم ہوتا تھا۔ نراخوتھے، نہ ظلم کرنے والے تھے نہ ذلیل و رسوا کرتے تھے۔

اللہ کی بر نعمت کو عظیم سمجھتے تھے۔ اگر چہ وہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔ ان میں سے کسی چیز کی بُرائی نہیں کرتے تھے۔ ذائقوں اور مزوں کی نہ بُرائی کرتے تھے نہ تعریف کرتے تھے۔ علوی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ذائقوں یعنی مزوں کے دلدادہ نہیں تھے۔ نہ ہی ان کی تعریف کرتے تھے۔ اپنے غصے سے مغلوب ہو کر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ جب کوئی حق چیز پیش کی جاتی اس کے لئے مدد کرتے تھے۔

ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ آپ دنیا کے لئے غصہ نہیں کرتے تھے۔ اور دنیا کے مفاد کے لئے بھی۔ جب حق دلویا جاتا اسے کوئی نہ پہچانتا، اور آپ غصہ میں کوئی فیصلہ نہ کرتے، نہ ہی غصے میں بدلہ لیتے۔ نہ ہی اپنی ذات کے لئے کسی سے غصہ کرتے، نہ ہی اپنے لئے بدلہ لیتے تھے۔ جب اشارہ کرتے تو اپنی پوری ہتھیلی کے ساتھ کرتے اور تعجب اور حیرانی کا اظہار کرتے تو ہتھیلی ملتے۔ جب باتیں کرتے تو ہتھیلی کو بھی شامل کرتے۔ دائیں ہتھیلی کا اندر والا حصہ اُلٹے ہاتھ کے انگوٹھے پر مارتے۔ اور علوی کی ایک روایت میں ہے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو اُلٹے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے تھے۔ اور جب ناراض ہوتے، منہ پھیر لیتے اور کھینچ جاتے۔ اور جب خوش ہوتے اپنی نظر نیچی کر لیتے۔ آپ کی ہنسی مسکراہٹ غالب ہوتی تھی۔ اولے یا برف کی طرح دانت چمکتے تھے۔ (اخرج الترمذی، والبخاری، والطبرانی)

حسن نے کہا کہ میں نے ایک زمانے تک اس کو حسین بن علی سے چھپایا۔ پھر میں نے ان کو بیان کر دیا تو میں نے ان کو پایا کہ وہ مجھ سے سبقت کر چکے ہیں اس کی طرف۔ انہوں نے اس سے پوچھا اس چیز کے بارے میں اور خرچ کے بارے میں، آپ کی شکل و صورت کے بارے میں۔ اس میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا سب کچھ بتایا حضرت حسین ؑ نے۔ فرمایا کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا تھا رسول اللہ ﷺ کی آمدنی کے بارے میں۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کی آمدنی آپ کی ذات کے لئے اجازت دی ہوئی تھی اس میں۔ جب آپ گھر میں آتے تو اپنی آمدنی کو تین حصوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

حضور ﷺ اپنی آمدنی تین حصوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے۔ دوسرا حصہ ان کے گھر والوں کے لئے۔ اور تیسرا حصہ حضور ﷺ کی اپنی ذات کے لئے۔ پھر آپ اپنے حصوں کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرمادیتے تھے۔ لہذا وہ تمام عام و خاص کو دے دیتے تھے، اس میں سے کچھ بھی جمع کر کے نہیں رکھتے تھے۔

ابوغسان نے کہا کہ کوئی چیز لوگوں سے بچا کر ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ اور علوی کی ایک روایت میں ہے کہ ان سے کسی شے کو چھپا کر ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ نیز امت کے حصے میں آپ کی سنت اور آپ کا طریقہ یہ تھا کہ اپنی اجازت اور اپنے حکم کے ساتھ اہل فضل کو ترجیح دیتے تھے۔ اور اس حصہ کو دین میں ان کی مضیت و برتری کے مطابق اس کو تقسیم کرتے تھے۔

پھر بعض لوگ ان میں ایک حاجت والے ہوتے، بعض دو حاجت والے، بعض ان میں سے کئی حاجت والے ہوتے۔ لہذا اس آمدنی کے ساتھ وہ ضرورتیں پوری کر دیتے تھے احسن طریقے سے۔ جس میں امت کی اور ان کی صلاح اور فلاح ہوتی تھی اور ان کے بارے میں یعنی ضرورت مندوں کی بارے میں خود معلوم کر لیا، یا ان کی ضرورت سے اطلاع و خبر پا کر ان کے کام کرتے، اور فرماتے کہ تم لوگوں میں سے وہ لوگ جو یہاں موجود ہیں میری بات اور پیغام ان لوگوں تک پہنچادیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ اور ہر اس آدمی کی ضرورت و حاجت کی مجھے اطلاع پہنچائیں جو اپنی حاجت کی اطلاع خود مجھ تک نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ بے شک جو شخص بادشاہ وقت تک اس شخص کی ضرورت کی اطلاع پہنچائے جو خود اپنی ضرورت کی اطلاع اس کے پاس نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قدم ثابت قدم رکھے گا۔ انہیں لوگوں کا ہی آپ کے سامنے ذکر ہوتا رہتا تھا جو لوگ آپ کے سامنے آنے والے آتے ان سے صرف اسی بات کو قبول کیا جاتا اور آنے والے خالی نہ جاتے بلکہ انہیں کچھ کھانے دیا جاتا۔

علوی کی ایک روایت کے مطابق آنے والے لوگ کھائے بغیر نہ جاتے اور ان کے ساتھ کسی راستہ بتانے والے کو بھی بھیجا جاتا (یادینی رہنمائی کرنے والا کوئی رہنما بھی ساتھ بھیجا جاتا تھا)۔ اس لئے علوی نے یہ الفاظ اضافہ کئے ہیں۔ یعنی فقہاء، یعنی فقیہ بھیجے جاتے۔

(فتح الباری ۱/۱۵۷)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدنی اور خرچ

حضرت حسین ؑ نے فرمایا کہ میں نے ان سے ان کی آمدنی کے بارے میں پوچھا کہ اس میں کیسے کرتے تھے؟ اور علوی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے کہا مجھے آپ ؑ کی آمدنی کے بارے میں خبر دیجئے کہ آپ اس میں کیسے کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے، یا اس کی حفاظت کرتے تھے، یا روک کر رکھتے تھے مگر لوگوں کے مفاد اور فائدے کے لئے (زبان کو استعمال کرتے تھے)۔ ان کی تالیف قلبی کرتے تھے۔ انہیں متنفر نہیں کرتے تھے۔

ابو غسان نے کہا یا ان میں تقسیم کرتے تھے۔ اور علوی کی ایک روایت میں ہے کہ لوگوں میں تفریق نہیں کرتے تھے۔ اور ہر قوم کے شریف اور معزز آدمی کی تکریم و عزت رکھتے تھے اور ہر قوم کے معزز شخص کو ان کی سرپرستی دیتے تھے۔ اور وہ شخص لوگوں کی حفاظت کرتا اور انہیں میں سے محافظ مقرر کرتے تھے، بغیر اس کے کہ وہ کسی کو اذیت دے یا اس کو اخلاقی طور پر نقصان پہنچائے۔

اصحاب کے حالات کا خیال رکھنا ..... حضور ؑ اپنے ساتھیوں کو تلاش کرتے اور لوگوں سے ان کے معاملات اور حالات خود پوچھتے اور اچھے کی اچھائی کی تحسین فرماتے اور بُرائی کو بُرا قرار دیتے اور اس کی اہانت اور حوصلہ شکنی کرتے تھے۔ ہر معاملے میں اعتدال سے کام لیتے تھے۔ اعتدال کے خلاف نہیں کرتے تھے۔ آپ ؑ غافل نہیں رہتے تھے کہ کہیں لوگ بھی غافل نہ ہو جائیں، یا اکتانہ جائیں۔ ہر حال میں آپ کے پاس ایک تنبیہ کرنے والا موجود رہتا جو حق میں کمی نہ کرتا، نہ ہی حق کو سمیٹتا۔ جو لوگ آپ کے قریب ہوتے وہ سب لوگوں میں پسندیدہ لوگ ہوتے تھے۔ ان سب میں آپ کے نزدیک زیادہ تر وہ ہوتا جو عمومی طور پر سب سے زیادہ نصیحت کرنے اور خیر خواہی کرنے والا ہوتا۔ اور آپ ؑ کے نزدیک ان لوگوں میں بڑی قدر و منزلت والا شخص وہی ہوتا تھا کہ جو ان میں سب سے زیادہ خوبصورت طریقے پر غمخواری کرتا اور معاونت کرتا۔

حضرت حسین کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا آپ ؑ کی مجلس کے بارے میں۔ علوی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ ؑ اس میں کیسے کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ؐ کی نشست و برخاست، آپ کا اٹھنا بیٹھنا اللہ کے ذکر پر ہوتا تھا۔ آپ مختلف مسکن ٹھکانے نہیں بناتے یا بدلتے تھے اور لوگوں کو بھی ایسا کرنے سے منع کرتے تھے۔ اور جب کسی قوم کے پاس جاتے تو محفل کے آخر میں جہاں جگہ ہوتی بیٹھ جاتے۔ اور اپنے اصحاب کو بھی محفل کے آخر میں بیٹھنے کا حکم دیتے۔ (جب کوئی چیز تقسیم کرتے تو) تمام شرکاء اور حاضرین مجلس کو برابر کا حصہ دیتے (یہاں تک کہ) حاضرین میں سے کسی کو یہ احساس نہ ہو سکتا کہ کسی دوسرے کا اس کے مقابلے میں زیادہ اکرام اور خیال کیا گیا۔

ذمہ دار کو صبر کی تلقین کرنا ..... جو شخص آپ ؑ کے پاس بیٹھتا یا کسی کو کوئی ذمہ داری سپرد کرتے تو اس کو صبر کرنے کی واپس آنے تک تلقین کرتے اور جو شخص آپ ؑ سے کوئی سوال کرتا اس کو خالی نہ بھیجتے بلکہ وہ چیز اس کو دے کر بھیجتے۔ (اگر سوال پورا نہ ہو سکتا تو) اس کو نرم بات کہہ کر بھیج دیتے۔ آپ ؑ کے وسیع ظرفی، کشادہ اور فراخ دلی اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے لوگوں کے لئے بمنزلہ باپ کے تھے۔ سب لوگ آپ کے نزدیک حقوق کے اندر برابر تھے۔ آپ کی مجلس حوصلہ اور بردباری، شرم و حیاء، صبر و امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ آپ ؑ کی مجلس میں اونچی اونچی آوازوں سے باتیں نہ کی جاتیں، نہ ہی اس میں کسی کی عزت و حرمت پامال کی جاتی نہ ہی لالیعی غلط اور غیبت کی باتیں ہوتیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ عدل و انصاف کی اور باہمی احترام کی باتیں ہوتیں۔ آپ ؑ کی محفل میں تقویٰ کی بنیاد پر لوگوں کو ایک دوسرے پر فوقیت و فضیلت دی جاتی تھی۔

اور علوی کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کے نزدیک حقوق کے معاملہ میں سب قریب قریب ہوتے تھے۔ لہذا تقویٰ کی بنیاد پر ایک دوسرے پر فضیلت و فوقیت پاتے۔ (اس روایت میں) ساقط ہو گیا ہے جو کچھ حصہ دونوں کے مابین ہے اس کے بعد دونوں روایتیں متفق ہو گئیں ہیں۔ سب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ عاجزی سے پیش آتے اور بڑوں کی تعظیم کرتے اور چھوٹوں پر شفقت کرتے اور صاحب حاجت کو صاحب ضرورت پر ترجیح دیتے اور حفاظت کرتے۔ ابو غسان نے کہا کہ غریب و مسافر کو معلوم کر کے رکھتے۔ علوی کی ایک روایت میں ہے کہ غریب یعنی مسافر پر شفقت کرتے۔

اپنے رفقاء کے ساتھ حضور ﷺ کا سلوک و سیرت ..... کہتے ہیں اس نے کہا کہ (حضور ﷺ) کی سیرت اپنے ہم نشینوں اور رفقاء کے ساتھ کیسی تھی؟ علوی کی ایک روایت ہے کہ میں نے ان سے پوچھا آپ ﷺ کی ہم نشینوں میں سیرت کے بارے میں؟ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر ہمیشہ بشارت اور تازگی رہتی تھی۔ نرم خوتھی (یعنی نرم مزاج تھے) دل میں ہمیشہ نرم گوشہ رکھنے والے۔ سنگ دل بد مزاج نہیں تھے نہ ہی سخت مزاج تھے، نہ بہت شور شرابہ کرنے والے تھے، نہ گالیاں دینے اور بیہودہ گفتگو کرنے والے تھے، نہ عیب گیری کرنے والے تھے، نہ بہت زیادہ مذاق کرنے والے تھے۔ جو بات یا جس چیز کو آپ ﷺ نہیں چاہتے تھے یا پسند نہیں کرتے تھے اس سے قصد انافل اور لاپرواہی اور بے توجہی کرتے تھے نہ اس سے نفرت کرتے تھے اور نہ اس میں دلچسپی لیتے تھے۔

اپنے نفس کو تین چیزوں کا پابند بنانا ..... آپ ﷺ نے اپنے نفس کو تین چیزوں کا تارک کر دیا تھا۔

(۱) شک کرنا یا جھگڑا کرنا۔ (۲) اکثر یعنی زیادہ کرنا (مال کا ہو یا گفتار کا)۔ (۳) لایعنی اور بے مقصد چیز۔

اور تین چیزوں سے لوگوں کو روک دیا تھا یعنی چھڑوا دی تھیں۔

(۱) آپ ﷺ کسی کی مذمت اور بُرائی نہیں کرتے تھے۔ (۲) نہ ہی کسی کو عار دیتے، عیب لگاتے تھے۔

(۳) نہ ہی کسی کے عیب تلاش کرتے تھے۔

کلام صرف اور صرف اسی معاملہ میں کرتے تھے جس میں ثواب کی امید کرتے تھے۔ آپ ﷺ جب کلام کرتے تو آپ کے ہم نشین اور رفقاء ہر جھکا کر خاموش ہو جاتے تھے جیسے کہ ان کے سروں کے اوپر پرندے بیٹھے ہیں اور جب آپ ﷺ خاموش ہوتے جب وہ بولتے۔ اور وہ آپ کے سامنے کوئی جھگڑا تازع نہ کرتے۔ علوی نے یہ اضافہ کیا کہ کسی بات کا تنازع پر جو شخص کلام کرتا اس کے لئے سب لوگ خاموش ہو جاتے یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جاتا۔ آپ ﷺ کی بات ان کے نزدیک قسم کی طرح ہوتی۔ علوی کی ایک روایت میں ہے کہ ان کی بات ان کے نزدیک اولیت رکھتی تھی۔ حضور ﷺ ہر اس بات سے ہنستے جس سے آپ کے ساتھی ہنستے تھے اور حیران ہوتے جس سے وہ حیران ہوتے۔ مسافر اور غریب اپنی گفتار میں اور سوال کرنے میں اگر زیادتی کرتا تو اس پر صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے اصحاب ان لوگوں کے لئے وہ چیز منگوا دیتے۔

علوی کی ایک روایت میں فی منطقہ کی بجائے فی المنطق کا لفظ ہے۔

آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جب تم لوگ کسی حاجت طلب کرنے والے کو دیکھو کہ وہ مانگ رہا ہے تو اس کی مدد کر دو (یعنی اس کو عطیہ دے دو)۔ اپنی تعریف کسی سے قبول نہ کرتے سوائے اس شخص کے جو کسی احسان کا نیکی کا بدلہ دینے والا ہوتا۔ کسی کی بات کو نہیں کاٹتے تھے یہاں تک کہ وہ بات پوری کر لیتا پھر اس کو کاٹتے تھے یا تو اس کو منع کر کے یا پھر اٹھ جاتے۔ اور علوی کی روایت میں ہے کہ بات پوری ہونے یا اٹھ جانے کے ساتھ۔

سکوت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ..... کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ حضور ﷺ کا سکوت اور خاموش کیسی تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضور ﷺ کا سکوت چار طریقوں پر تھا۔

(۱) حلم (حوصلہ و صبر)۔ (۲) اخذ۔ بچنا اور احتیاط کرنا۔ (۳) تقدیر (اور اندازہ کرنا)۔ (۴) تفکر (غور و فکر کرنا)۔

علوی کی روایت میں ہے: (۴) التفکر (فکر و سوچ دانا)۔

بہر حال آپ کا تقدیر اور اندازہ کرنا وہ ہوتا تھا لوگوں کے درمیان نظر اور استماع کی برابری کرنے میں آپ کی طرف سے۔  
بہر حال آپ کا تذکرہ کرنا یا کہا تھا کہ آپ کا تفکر کرنا۔ سعید نے کہا کہ آپ کا تفکر تھا بلاشبہ۔ اور علوی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کا فکر دلانا جو ہے وہ ان چیزوں میں ہوتا تھا جو باقی ہے اور فانی ہے۔

جامع صفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم ..... حضور ﷺ کے لئے حلم اور صبر کی صفت جمع کر دی گئی تھی لہذا کوئی چیز آپ ﷺ کو نہ غصہ دلاتی تھی نہ اشتعال دلا سکتی تھی۔ اور چار چیزوں میں بچنا اور احتیاط آپ ﷺ کے اندر جمع کر دیا گیا تھا۔

(۱) آپ ﷺ کا حسنیٰ کو اور عمدہ صفات کو اخذ کرنا۔ سعید نے حسنیٰ کو حسن کہا ہے اچھی خوب تر۔ اس لئے کہ لوگ اس میں آپ کی اقتداء و اتباع کریں۔

(۲) آپ ﷺ کا قبیح اور بری صفات اور چیز کو ترک کرنا تاکہ لوگ بھی اس سے باز آئیں۔ علوی کی روایت ہے کہ تاکہ اس سے روکا جاسکے۔

(۳) رائے میں اجتہاد ان امور میں جس میں آپ ﷺ اپنی امت کی اصلاح کریں۔

(۴) اور ان امور اور چیزوں کو قائم کرنا جس میں لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت جمع کر دی گئی ہو۔ علوی کی روایت میں ہے کہ لوگوں کے لئے آپ ﷺ کا سرپرستی اور مدداری لینا ان چیزوں میں جن میں ان کے لئے دنیا اور آخرت جمع کر دی گئی ہو۔ (رواہ ابن سعد فی الطبقات ۱/۲۲۲۔ البدایہ والنہایہ ۲/۳۱۱)

## گذشتہ روایات میں وارد ہونے والے مشکل الفاظ کی تفسیر و تشریح

(۱) ابو عبد اللہ حافظ نے کہا کہ کہا ابو محمد حسن بن محمد نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی اسماعیل بن محمد نے کہ جب ہم اس حدیث کے سماع سے فارغ ہوئے ہمیں اس کی حدیث بیان کی علی بن جعفر بن محمد نے ۲۰۹ میں۔ ان سے کہا گیا کہ اس کو کسی نے یاد کیا تھا؟ اس نے کہا جی ہاں۔ اس سے کہا گیا کہ علی بن جعفر کب مرے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ ۲۱۰۔ یعنی ان کے ہمیں یہ حدیث بیان کرنے کے ایک سال بعد۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے قسمی سے خبر پہنچی ہے اور دیگر سے اس حدیث کے مشکل الفاظ کی تفسیر و تشریح کے بارے میں۔

قولہ : فَحَمًا مَفْحَمًا : یعنی عظیم۔ معظم۔

قولہ : أَقْصَرَ مِنَ السُّنْدَاتِ : مشدب انتہائی لمبا۔

قولہ : ان انفرت عقیقہ فرق : اصل عقیقہ۔ بچے کے بال جو ابھی نہ اُتارے گئے ہوں۔ جب وہ اتر جائیں اور دوسرے بال آجائیں تو پھر ان کا عقیقہ نہیں رہتا مگر بسا اوقات بال اتر جانے کے بعد بھی استعارة ان کو عقیقہ کہتے ہیں۔ اس حدیث میں بھی لفظ عقیقہ اسی طور پر آیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ بالوں میں مانگ نہ نکالتے تھے بلکہ وہ خود الگ ہو جاتے تھے۔ یہ بات آغاز اسلام میں تھی اس کے بعد آپ ﷺ نے خود مانگ نکالی۔

میں کہتا ہوں کہ قسمی کے ماسوائے کہا ہے کہ اس شخص کی روایت میں جس نے عقیقہ کی بجائے لفظ عقیصہ روایت کیا ہے کہ عقیصہ سے مراد شعر المعقوس ہیں۔ یہ مضمور کی مثل ہوتے ہیں۔

قسمی نے کہا :

قولہ : اَزْهَرُ الْمَوْنِ : اس سے مراد ہے چمکتا ہوا سفید رنگ۔ اسی محاورے سے ماخوذ کر کے نام رکھا جاتا ہے الزہرہ۔ اس کی شدت ضو اور روشنی کی وجہ سے۔ بہر حال ربا بیض غیر مشرق (غیر چمکدار سفید) وہ المہیق ہوتا ہے۔

قولہ : **أَزْجُ الْحَوَاجِتِ** : یہ ماخوذ ہے **الزَّجْجِ** سے۔ لمبی اور باریک بھنوں کو کہتے ہیں جو دونوں آنکھوں کی کچھلی جانب تک مکمل ہوں، پوری ہوں۔

اس کے بعد انہوں نے بھنوں کی صفت بیان کی۔ فرمایا کہ

قولہ : **مَسَاوِغٌ فِي عَيْرِ قَرْنٍ** : قرن سے مراد ہے کہ دونوں بھنوں کی طویل ہوں یہاں تک کہ دونوں کی طرفین اور کنارے مل جائیں۔

یہ (مذکورہ بات) اس کے خلاف ہے جو ام معبد نے آپ کی وصف بیان کی تھی اس لئے کہ اس نے آپ کی وصف بیان کرتے ہوئے کہا تھا **أَزْجُ قَرْنٌ**، میں اس کو نہیں دیکھتا مگر اس طرح جیسے اس کو ابن ابوبالہ نے ذکر کیا ہے۔

اور اصمعی نے کہا ہے کہ **عرب القرن** کو ناپسند کرتے تھے اور **البلج** کو پسند کرتے تھے۔

**البلج** : یہ ہوتا ہے کہ دونوں بھنوں ختم ہوں تو دونوں کے درمیان صاف ہو (جبکہ قریب دونوں ملی ہوئی ہوں)۔

قولہ **أَقْنَى الْعَرَبِيِّنَ** : **العربین**، معطس ہے اور وہ مرسل سے۔

اور **القننى** اس میں اس کا طول اور باریک ہونا اس کی نوک کا۔ اور اس کے وسط میں ذرا خم ہو۔

قولہ : **يَحْسِبُهُ مِنْ لَمْ يَتَأْمَلَهُ اللَّهُ** : ہانسے کا اونچا ہونا اور اس کا حسین ہونا۔ اس کا اوپر برابر ہونا۔

قولہ : **إِشْرَافُ الْأَرَانِيَّةِ** : ناک کی بیچ کی بڑی کا ذرا سا اونچا ہونا۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ بات آپ کی ناک کے ہانسے کی خوبصورتی اس کا اعتدال غور کرنے سے پہلے اونچا سمجھنا مراد ہے۔

قولہ **طَبِيعُ الْفَمِ** : عظیم مراد ہے کیونکہ عرب اس کی تعریف کرتے تھے اور **صغیر الفم** کی مذمت کرتے تھے۔ بعض نے کہا کہ

**الطَّبِيعُ** : منہ کی بار کی پتلا ہونا اور خوبصورتی مراد ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت **تَكَلَّمَ** ..... **فَلَمْ يَكُنْ يَنْتَهِجُ الْكَلِمَةَ وَيَحْتَسِبُ بِالشَّدَاقَةِ** : کہ آپ ﷺ کا کلام کا آغاز اور اختتام (اپنی باجھوں کی فراخی سے کرتے تھے یعنی پورے منہ سے)۔ فرماتے ہیں کہ

**ذَلِكَ لِرَحْبِ الشَّدَقِيَّةِ** : یہ کیفیت آپ ﷺ کی باجھوں یا منہ کی فراخی کی وجہ سے تھی۔ اور اصمعی سے مروی ہے کہ میں نے ایک دیہاتی عرب سے پوچھا حال الجمال؟ حسن کیا ہوتا ہے؟ اس نے جو جواب دیا وہ درج ذیل ہے :

**عُثُورُ الْعَيْنَيْنِ** : آنکھوں کا سیاہ مگر سرخی ملا ہونا۔

**إِشْرَافُ الْحَاجِبَيْنِ** : بھنوں کا اونچا ہونا۔

**رَحْبُ الشَّدَقَيْنِ** : باجھوں (منہ) کا فراخ ہونا۔

ایک اشکال کا جواب ..... اس مقام پر اشکال یہ واقع ہو رہا ہے کہ حدیث شریف میں **مُتَشَدِّقَيْنِ** کی حضور ﷺ سے مذمت مروی ہے

اور **مُتَنَطِّعَيْنِ** کی بھی۔ اس کا جواب مصنف دیتے ہیں کہ بہر حال کہ حضور ﷺ سے جو حدیث آئی ہے **مُتَشَدِّقَيْنِ** کے بارے میں اس سے

حضور ﷺ کی مراد وہ لوگ ہیں جو تشادق کرتے ہیں (یعنی بلا احتیاط ہر قسم کی گفتگو کرتے ہیں فخری ٹھٹھا کرتے ہیں، فصاحت دکھانے کے لئے

باجھوں کو کھولتے ہیں، ہر بات میں مبالغہ کرتے ہیں اور باجھیں پھیلا کر بات کرتے ہیں) یعنی جب کلام کرتے ہیں تو اپنی باجھوں کو دائیں

بائیں جھکاتے ہیں اور بات میں مبالغہ کرتے ہیں۔



مترجم کہتا ہے شَدَقَ جبروں کو بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد باجھوں سے منہ بھر کر کلام کرتے ہیں تو گویا فصحاء کے انداز کے مطابق اپنی اشراق سے کلام شروع کرنے اور ختم کرنے کا مطلب ہے۔ آپ چونکہ فصیح الکلام تھے اور فصحاء کی طرح اور یجمل اور اصل انداز میں کلام کرتے ہوئے آغاز میں بھی فصاحت سے کرتے اور اختتام بھی فصاحت کلام پر کرتے۔ پورا کلام فصاحت پر مشتمل ہو آغاز ہو یا اختتام۔

قولہ : أَشْنَبُ : یہ شَنْبُ فِي الْأَسْنَانِ کے محاورے سے ماخوذ ہے۔ اس سے ان کے اطراف کی تیزی مراد ہے۔

قولہ : دَقِيقُ الْمَسْرُوبَةِ : مَسْرُوبَةٌ بالوں کی باریک لکیر جو ہنسی سے ناف تک چلی جاتی ہے۔

قولہ : كَأَنَّ عُنُقَهُ جِيدٌ ذُمِيَّةٌ فِي صَفَاءِ الْفِضَّةِ : (جید۔ گردن) ، (الذميمة۔ مورتی) جس کی وجہ سے اس کو چاندی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

قولہ : بَادِرٌ مُتَمَاسِكٌ : بَادِرٌ - ضَحْمٌ (موٹا یا بھاری ہونا)۔ اس سے ان کی مراد ہے کہ آپ ﷺ صحت مند جسم کے باوجود متماسک اللحم تھے۔ گسے ہوئے وجود والے تھے (پلپلے وجود کے نہیں تھے)۔ کیونکہ اول الذکر قوت اور مضبوطی کی علامت ہے تو ثانی الذکر کمزور اور کابل کی علامت۔

قولہ : سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ : اس سے مراد ہے کہ آپ کا پیٹ بڑھا ہوا نہیں تھا۔ بلکہ پیٹ اور سینہ برابر تھے۔ جبکہ سینہ چوڑا تھا اور وہ پیٹ کے برابر تھا۔

قولہ : ضَحْمُ الْكَرَادِيسِ : اعضاء مراد ہیں۔ اعضاء موٹے یعنی گوشت سے پُر تھے (آپ سوکھی لکڑی نہیں تھے)۔

قولہ : اَنْوَرُ الْمُتَجَرِّدِ : الْمُتَجَرِّدِ بدن کا وہ حصہ جس سے کپڑا الگ کر لیا گیا ہو۔ اور جسم کپڑے سے خالی اور اکیلا ہو۔

قولہ : اَنْوَرُ مِنَ النُّورِ : شدت بیاض مراد ہے۔

قولہ : طَوِيلُ الزَّوْدَيْنِ : کلائی کو جوڑ جس پر گوشت نہ ہو بلکہ جوڑی بڈنی نمایاں ہو۔ اور زند دوسرے ہوتے ہیں۔ ایک کا نام الکوع ہے، دوسرے کا الکرسوع۔ کہنی کے جوڑ کا وہ حصہ جو چھوٹی انگلی کی سمت پر ہے وہ كُرْسُوع ہے اور جوڑ کا وہ حصہ جو انگوٹھے کے رُخ پر ہے۔ اس کا نام الکوع ہے۔

قولہ : رَحْبُ الرِّاحَةِ : مراد ہے ہتھیلی کشادہ تھی۔ عرب اس صفت کی تعریف کرتے تھے۔ اور اس کو اچھا سمجھتے تھے۔

قولہ : شُنُ الْكَفَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ : موٹا اور چھوٹا ہونا مراد ہے۔

قولہ : سَائِلُ الْأَطْرَافِ : مراد ہے کہ انگلیاں لمبی تھیں۔ نہ تو حلقہ بندھی ہوئی تھیں نہ ہی انتہائی چھوٹی تھیں۔

قولہ : حُمُصَانُ الْأَحْمَصَيْنِ : الْأَحْمَصِ قدم کے نیچے سے ہوتا ہے و کرب اور خم مراد ہے جو حصہ بیچ میں زمین سے نہیں لگتا بلکہ اونچا رہتا ہے۔ اس قول کے قائل نے یہ مراد لی ہے کہ یہ حصہ آپ ﷺ کے قدم کا زمین سے اٹھا ہوا تھا۔

وَإِنَّهُ لَيْسَ بِأَرْجٍ : ارج نہیں تھے۔ یہ وہ شخص ہوتا ہے جس کے قدم کا اندر کا حصہ برابر ہو، یہاں تک کہ پورا قدم زمین سے لگے (مطلب ہے کہ آپ کا پورا قدم نہیں لگتا تھا)۔

(مصنف کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس روایت کے خلاف ہے جو ہم نے آپ ﷺ کی وصف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

انه كان يطأ بقدميه جميعاً ليس له اخمص

آپ ﷺ اپنا پورا پیر زمین پر رکھتے تھے، بیچ سے خالی نہیں تھا۔

قولہ مَسِيحُ الْقَدَمَيْنِ : مراد یہ ہے کہ دونوں قدموں کا ظاہر ممسوح تھا (یعنی چکنا تھا)۔ یعنی جب ان پر پانی ڈالا جاتا تو تیزی سے اوپر سے گزر جاتا، ان کے برابر اور نرم ہونے کی وجہ سے۔

قوله : يَخْطُو تَكْفِيًّا وَ يَمْشِي هُونًا : اس سے مراد ہے کہ آپ جب قدم رکھتے تو آرام سے اور نرمی سے رکھتے تھے۔ اور نرمی سے چلتے تھے غیر مغرور طریقے پر (ٹھوکریں مار کر اور دھپ دھپ کر کے نہیں چلتے تھے)۔

قوله : ذَرِيعُ الْمَشْيَةِ : سے مراد یہ ہے کہ ایسی نرم رفتار کے ساتھ تیز چلتے تھے۔

قوله : اِذَا مَشَى كَانَمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبِ الصَّبَبِ ذَهْلَوَانَ - قوله : يسوق اصحابه - اس سے مراد ہے کہ آپ ﷺ جب اپنے اصحاب کے ساتھ چلتے تو ان کو اپنے آگے کر دیتے تھے اور خود ان کے پیچھے چلتے تھے۔

قوله : دِمُثًا : مراد ہے سَهْلًا لَيْنًا یعنی نرم مزاج تھے۔

قوله : لَيْسَ بِالْجَافِيِّ وَلَا الْمُهِينِ : مراد یہ ہے کہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتے تھے، اور نہ ان کی اہانت اور تذلیل کرتے تھے۔ وَيُرْوَى ، وَلَا الْمُهِينِ (یہ لفظ میم کے پیش کی بجائے زبر کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ یعنی اسم فاعل کے بجائے مصدر کے ساتھ)۔ اگر روایت اسی طرح ہو تو مراد یہ ہوگی کہ آپ سخت سنگ دل ظلم کرنے والے نہیں تھے نہ حقیر و ضعیف تھے۔

قوله : وَيَعْظُمُ النِّعْمَةَ وَإِنْ دَقَّتْ : فرماتے ہیں کہ آپ کو جو چیز دی گئی چھوٹی یا بے قدر نہیں سمجھتے تھے نہ ہی اس کو حقیر سمجھتے تھے۔

قوله : لَا يَذُمُ ذَوَاقًا وَلَا يَمْدُحُه : مراد یہ ہے کہ آپ طعم کو یعنی کھانے پینے کی چیز کو بہت اچھی یا خراب کی صفت کے ساتھ موصوف نہیں کرتے تھے۔ اگرچہ اس میں خوبی یا خامی ہوتی بھی تھی۔

قوله : اعرض وَأَشَاح : کہا جاتا ہے أَشَاح جب مشقت کرے اور اس وقت ہی أَشَاح کہا جاتا ہے۔ جب چہرہ پھیر لے۔ اس مقام پر یہی معنی مراد ہے۔

قوله : يَفْتَرُ : اِی يَتَّبَسُّمُ یعنی تبسم اور مسکراہٹ اختیار کرتے تھے۔

قوله : حُبُّ الْغَمَامِ : الْبُرْدِ اَوَّلُ بَرَفٍ - حضور ﷺ کے ثغر کو دانٹوں کی چمک کو اس کے ساتھ تشبیہ دینا۔

قوله : فَيُرِدُ ذَلِكَ عَلَى الْعَامَةِ بِالْخَاصَّةِ : مراد یہ ہے کہ عام لوگ جو آپ کے پاس نہیں پہنچتے تھے آپ کے گھر میں اس وقت۔ تاہم آپ ان کا حصہ اسی تقسیم میں سے کسی خاص بندے کے توسط سے اس عام آدمی کے پاس پہنچا دیتے تھے۔

قوله : يَدْخُلُونَ رُؤًا : اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس نفع کے طالب ہوتے تھے۔ جو ان کے لئے دینی یا دنیاوی حضور ﷺ کے پاس ہوتا تھا۔

قوله : وَلَا يَتَفَرَّقُونَ إِلَّا عَنِ ذَوَاقٍ : اصل میں یہاں مراد ذائقہ ہے۔ لیکن اس سے مراد ضرب مثل کے طور پر وہ چیز ہے جو وہ لوگ حضور ﷺ کے پاس خیر پالیتے تھے۔

قوله : يَخْرَجُونَ مِنْ عِنْدِهِ ادلة : مراد یہ ہے کہ آپ کے رفقاء جس چیز کو جانتے تھے وہ لوگوں کو بتا دیتے تھے۔

قوله : لَا تُؤْبَنُ فِيهِ الْحُرْمُ : اِی لَا تَقْتَرِفُ فِيهِ یعنی آپ کی مجلس میں کسی پر تہمت اور غیب نہیں لگایا جاتا تھا۔

قوله : لَا تُنْشَى فَلَائِيهِ : یعنی بے ہودہ بات یا ذلت و لغزش کو بیان نہیں کرتے تھے۔ اگرچہ آپ کی مجلس میں بعض لوگوں کی طرف سے ہو بھی جاتی (یہ لفظ اس محاورے سے ماخوذ ہے)۔ نَشَوْتُ الْحَدِيثِ ، فَأَنَا اَنْتُوهُ ، اِذَا اذعته جب آپ کسی چیز کو پھیلا دیں عام کر دیں۔ فَلَنَات ، فَلَنَّةٌ كِي جمع ہے۔ یہاں مراد ذلت اور لغزش اور گھٹیا بات ہے۔

قوله : اِذَا تَكَلَّمَ اطرق جلساؤه كَانَمَا عَلَى رُؤٍ وَسَنَمِ الطَّيْرِ : مراد یہ ہے کہ آپ کے رفقاء سکون اور آرام سے سر جھکا کر بیٹھ جاتے تھے، نہ حرکت کرتے تھے اور نہ ہی نظریں اوپر اٹھاتے تھے۔ کیونکہ پرندہ نہیں اترتا مگر ساکن چیز پر۔

قولہ : لا يقبل الشاء الا من مكاف : مراد یہ ہے کہ جب کوئی بلا و بہ از خود مدح و تعریف کرنے لگتا، آپ اس کو ناپسند کرتے تھے۔ اور جب آپ کوئی معروف اور نبیلی کسی کے ساتھ کرتے اس پر وہ شخص اس کے ذریعے آپ کی تعریف کرتا، کوئی بھی تعریف کرنے والا اور آپ کا شکر یہ ادا کرتا تو اس کے تعریف کرنے کو اور شکر یہ کو قبول فرماتے تھے۔

ابن الانباری کا قول ..... ابو بکر ابن الانباری نے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے انعام و احسان سے کوئی ایک شخص بھی محروم نہیں تھا۔ اور انہوں نے اس بارے میں تفصیل سے بات کی ہے۔ حقیقت اس طرح ہے اور معنی اور مطلب یوں ہے کہ آپ ثنا اور تعریف اس آدمی کی قبول کرتے تھے، جو اپنے اسلام کی حقیقت کو پہچانتا اور اپنی طرف سے اس احسان اور نعمت کو سراہنے اور شکر ادا کرنے کے لئے تعریف کرتا جو نبی کریم ﷺ کی طرف سے پہلے اسے حاصل ہو چکی ہوتی ہے۔

الازہری کا قول ..... فرماتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مدح و ثنا و قبول کرتے تھے جو جائز اور درست ہوتی، حقیقت پر مبنی ہوتی تھی۔ وہ تعریف قبول نہیں کرتے تھے جس میں حد سے تجاوز کیا گیا ہو۔ اور وہ بھی قبول نہیں کرتے تھے جس میں کوتاہی کی گئی ہو۔ اس کے مقام سے آپ کو گھٹایا گیا ہو جس مقام رفیع پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فائز فرمایا تھا۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا :

لا تطروني كما اطرت النصارى عيسى بن مريم، ولكن قولوا عبد الله ورسوله

مجھے اس طرح نہ بڑھانا جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کے ساتھ کیا۔ بلکہ یوں کہو (جو بات حقیقت ہے) کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

جب یہ کہا جائے کہ آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں تو اس کو ایسی صفت کے ساتھ موصوف کیا گیا کہ آپ کی امت میں سے کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کو بھی اس صفت کے ساتھ موصوف کیا جائے تو یہ مدح آپ کے لئے عین حقیقت اور واقع کے مطابق ہوتی۔

(بخاری کتاب النبی، ۲۸، فتح الباری، ۶، ۸۰۷)

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ قسمی کا قول صحیح واقع ہوتا ہے، کیونکہ آپ ﷺ کے پاس مسلم بھی آتا تھا اور کافر بھی۔ اور آپ کے سامنے تعریف نیک بھی کرتا تھا اور بد بھی۔ مگر آپ اس کو صرف سب سے قبول نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے قبول کرتے تھے جس کے ساتھ بالخصوص آپ کوئی نیکی کر چکے ہوتے تھے۔ واللہ اعلم

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ تحقیق صحیح بن عبداللہ فرغانی نے روایت کی ہے مگر وہ صفت نبی میں دوسری روایت اور حدیث میں معروف نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے اس میں بعض الفاظ کی تفسیر میں اپنے الفاظ درج کر دیئے ہیں اور یہ بھی بیان نہیں کیا کہ اس تفسیر کا قول کرنے والا کون ہے؟ اس کے مطابق جو ہم نے سنا ہے مگر وہ حدیث یا روایت جو ان تمام احادیث صحیحہ اور مشہورہ کے مطابق اور موافق ہو جنہیں ہم نے احادیث صحیحہ میں روایت کیا ہے وہ درست ہے۔ پس ہم نے اس کو روایت کیا ہے اور اعتبار اس کا ہے جو تحقیق گزر چکی ہے۔

ہمیں اس کی خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں اس کی خبر دی ابو عبداللہ محمد بن یوسف مؤذن نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن عمران نسوی نے۔ وہ کہتے ہیں ان کو حدیث بیان کی ہے احمد بن زہیر نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے صحیح بن عبداللہ فرغانی نے، ان کو عبدالعزیز بن عبدالصمد نے، ان کو جعفر بن محمد نے اپنے والد سے اور ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے فرمایا کہ آپ صویل السائن (انتہائی لمبی لکڑی جیسے) نہیں تھے۔ اور مُشَدَّب الداہب (انتہائی چھوٹے) نہیں تھے۔ مُشَدَّب کا مطلب ہے بذات خود لمبا ہو مگر پورا لمبا نہ ہو۔ اور قَصِير مُشَرَّدَد (زیادہ چھوٹا یا ٹھکنے) نہیں تھے۔ رابعہ کی طرف منسوب ہوتے تھے۔

آپ جب اکیلے چلتے تھے تو اس حالت پر نہیں ہوتے تھے جس چال پر لوگوں میں سے کوئی ایک چلتا ہے جو لمبا ہونے کی نسبت کہا جاتا۔ مگر رسول اللہ ﷺ اس سے لمبے ہوتے، اور بسا اوقات آپ کے ساتھ دو لمبے آدمی کھڑے ہوتے تو آپ ان سے لمبے ہو جاتے۔ جب وہ آپ سے

جدا ہو کر چلے جاتے تو آپ کو ربعة اور میانہ پن کی نسبت دی جاتی تھی۔ اور کہنے والا کہتا کہ ہر چیز ربعة کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ آپ کا رنگ سفید تو تھا مگر چونے کی طرح سُرخ سے خالی نہیں تھا۔ یعنی ایسی سفیدی جس کی تشبیہ دی جائے۔ اور صرف گندم گونی بھی نہیں تھے۔ آپ از ہر لون والے تھے۔ از ہر وہ سفید جس کی سفیدی خالص ہو جس میں نہ حمرة ملی ہو نہ صفرۃ، نہ کوئی اور رنگ۔ بسا اوقات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد رسول میں شعر کہتے تھے، جو آپ کے چچا ابوطالب نے آپ ﷺ کی رنگت کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا۔

وابيض يستسقى الغمام بوجهه . ثمال اليتامى عصمة للأرامل .

ایسا سفید اور روشن چہرہ جس کے صدقے میں بادلوں سے بارانِ رحمت مانگی جائے۔ یتیموں کا ماؤنی اور پلجا، فریادری کرنے والا، سختی اور شدت میں کھانا دینے والا، یتیموں کی جائے پناہ ہے۔

تحقیق آپ کی تعریف کی ہے۔ بعض نے آپ کی نعت بیان کی ہے کہ آپ حمرة اور سُرخ پلائے ہوئے رنگ والے تھے۔ جس نے اس کے ساتھ آپ کی تعریف بیان کی ہے اس نے درست کہا ہے اور سچ کہا ہے۔ بلکہ سُرخ پلایا ہوا وہ تھا جو سورج چڑھنے کی چمک لئے ہوئے اور ٹھنڈی ہوا کی تازگی لئے ہوئے رنگ تھا۔ اسی نسبت سے سفید سُرخ پلایا ہوا رنگ تھا۔ اور جسم کا بانی حصہ کپڑوں میں چھپا ہوا تھا، وہ ابیض از ہر تھا۔ اس میں کسی نے شک نہیں کیا۔ ان لوگوں میں سے جس نے بھی آپ ﷺ کی وصف بیان کی باس صورت کہ آپ کا رنگ ابیض از ہر تھا سوائے اس کے نہیں کہ حمرة سورج اور ہوا کی جانب سے تھی (مراد ہے خوشبو سے)۔

آپ ﷺ کا پسینہ آپ کے چہرہ پر موتیوں کی مثل تھا، جو کہ خالص کستوری سے زیادہ پاکیزہ خوشبو والا ہوتا۔ آپ ﷺ کے بال خوبصورت سیدھے قدرے خار جیسے کنگھی کیے ہوئے، بالکل سیدھے (چھڑک) نہ انتہائی گھونگھرا لے۔ جب آپ ﷺ ان کو کنگھی کرتے تھے یا کنگھی کے ساتھ سیدھا کرتے۔ جب آپ ایسے تھہرے رہتے کنگھی نہ کرتے تو بال بعض کو پکڑ لیتے اور گول حلقے بنا لیتے۔ یہاں تک کہ ایسے حلقے بنا لیتے جیسے انگوٹھیاں۔ پہلی مرتبہ آپ ﷺ نے پیشانی کے بالوں کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان لٹکایا تھا، جیسے گھوڑے کی پیشانی کے بال آگے لٹکے ہوتے ہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مانگ نکالنے کا حکم لے کر آگئے۔ لہذا پھر آپ ﷺ نے ہمیشہ مانگ نکالی۔ آپ ﷺ کے بال بھنوں سے اوپر تھے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ کے بال آپ کے کندھوں کو چھوتے تھے۔ اور اکثر و بیشتر اوقات کانوں کی لوتک ہوتے تھے۔

بالوں کو چار حصوں میں تقسیم فرمانا ..... بسا اوقات آپ ان کو چار حصوں میں کر لیتے تھے۔ دایاں کان دو حصوں میں نکالتے جو اس کو احاطہ کر لیتیں اور بائیں کان دوسرے دو حصوں میں سے نکالتے۔ وہ دونوں اس کان کو احاطہ کر لیتیں، اور آپ کے دونوں کانوں کا بیاض اور سفیدی بالوں کی ان دو چھلگوں حصوں میں سے ایسے چمکتی تھی جیسے آپ کے بالوں کی سیاہی میں سے روشن تارے چمک رہے ہیں۔ آپ کے بالوں کی سفیدی آپ کے سر کی دونوں جانبوں میں تھی۔ اور خود ان سے مانگ تک کنارے مراد ہیں۔

آپ کی داڑھی کے اکثر سفید بال تھوڑے اوپر تھے۔ آپ کے سفید بال ایسے تھے جیسے چاندی کی تاریں ہیں جو بالوں کی سیاہی میں موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں۔ جب ان سفید بالوں کو پیلے رنگ کی خوشبو سے آراستہ کرتے (یا اکثر آپ کرتے تھے) تو ایسے لگتا جیسے یہ سونے کی تاریں ہیں جو بالوں کی سیاہی میں موتیوں کی طرح چمکتی ہیں۔ آپ سب لوگوں سے زیادہ حسین ترین چہرے والے تھے۔ اور رنگ کے اعتبار سے سب سے زیادہ روشن۔ کسی وصف بیان کرنے والے نے ایسے آپ کی صفت بیان کی جیسے ہم تک پہنچی ہے صفت۔ مگر سب نے آپ کو چودہویں رات کے چاند سے تشبیہ دی ہے۔

تحقیق ان میں سے جو بھی کہتا وہ یہ کہتا کہ ہم بسا اوقات موازنہ کرنے کے لئے کبھی چاند کو دیکھتے تو کہتے کہ حضور ﷺ ہماری نظروں میں چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں۔ پھولوں جیسے چہرے والے۔ چہرہ ایسے چمکتا تھا جیسے چودہویں کا چاند چمکتا ہے۔ آپ ﷺ کی خوشی اور ناراضگی آپ کے چہرے سے عیاں ہو جاتی تھی۔ جب آپ خوش ہوتے اور راضی ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسے لگتا جیسے آئینہ ہے، گویا کہ آپ کے چہرے پر انار پھوڑ دیا گیا ہے۔ جب آپ ﷺ غضب ناک ہوتے تو آپ کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا اور آپ کی آنکھیں سُرخ ہو جاتی تھیں۔

## حضور ﷺ کے بارے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول

کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایسے تھے جیسے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی وصف بیان کی تھی۔

امین مصطفیٰ للخیر يدعو كضوء البدر زایلہ الظلام

آپ امین ہیں برگزیدہ ہیں خیر کے داعی ہیں۔ چودہویں کے چاند کی طرح انہوں نے اندھیروں کو ڈور کر دیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ آپ اسی طرح تھے۔

## حضور ﷺ کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد

حضرت ابن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بسا اوقات زہیر بن ابوسلمی شاعر کا شعر پڑھتے تھے جو انہوں نے ہرم بن سنان کے بارے میں کہا تھا کہ

لو كنت من شىء سوى بشر كنت المضىء لليلۃ البدر

اگر آپ انسان اور بشر کے علاوہ کوئی چیز ہوتے تو آپ رات کو روشن کرنے والا بدر منیر ہوتے۔

ابن عمر فرماتے ہیں کہ جو شخص اس شعر کو سنے گا وہ یہی کہے گا کہ اس شعر کا مصداق تو نبی کریم ﷺ تھے۔ حضور ﷺ کے سوا دوسرا کوئی ایسا نہیں تھا۔

## حضور ﷺ کے بارے میں آپ کی پھوپھی عاتکہ کا قول

اسی طرح آپ ﷺ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب نے اس وقت کہا تھا جب آپ مکے سے مہاجر بن کر نکلے تھے، پھوپھی نے اس وقت روتے ہوئے کہا تھا اور بنو ہاشم کو بھی رونے پر ابھارا تھا۔

علی المرتضیٰ کالبدر من الہاشم

عینی جو دا بالدموع السواجم

وللدين والدنيا بهيم المعالم

علی المرتضیٰ للبر والعدل والتقی

وذی الفضل والداعی لخیر التراحم

علی الصادق المیمون ذی الحلم والنہی

میری آنکھیں موسلا دھار بارش کی طرح برس رہی ہیں، آنسوؤں کے ساتھ اس عظیم شخص پر جو چنید اور برگزیدہ ہے۔ جو چودہویں رات کے چاند کی مثل ہے، جو

آل بنو ہاشم میں سے ہے۔ وہ شخص نیکی عدل اور تقویٰ و خدا ترسی کے لئے چن لیا گیا ہے۔ یہ صفات دین اور دنیا میں عظیم نشانیاں ہیں۔ اس شخص کی جو صادق ہے

امانت دار ہے، ذی حلم و حوصلہ ہے، صاحب عقل و فراست ہے، صاحب فضیلت ہے، خیر کا داعی ہے یا باہمی شفقتوں والی بھلائی کا داعی ہے۔

دیکھئے آپ ﷺ کی پھوپھی نے آپ کو چودہویں کے چاند سے تشبیہ دی ہے اور دیگر مذکورہ اوصاف کے ساتھ آپ کی تعریف کی تھی۔ اور اس نے لوگوں کے دلوں میں یہ اوصاف ڈالی تھیں۔ لہذا اللہ نے لوگوں کے دلوں میں یہ ساری باتیں القاء کر دی تھیں۔ یہ بڑی بات ہے کہ حضور ﷺ کی یہ صفات وہ پھوپھی بیان کر رہی ہیں جو اس وقت اپنی قوم کے دین پر تھیں (مسلمان نہیں ہوئی تھیں)۔

## جبین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طلعت

حضور ﷺ روشن جبین تھے۔ آپ ﷺ کی جبین اقدس جب آپ کے بالوں میں سے ظاہر اور طلوع ہوتی یا طلوع فجر کے ساتھ آپ ﷺ کی جبین کی طلعت ظاہر ہوتی یا رات کے چھا جانے کے وقت یا جس وقت آپ ﷺ چہرہ انور کے ساتھ لوگوں کے سامنے آتے تو لوگ آپ کی جبین روشن کو دیکھ کر یہی تاثر لیتے اور یہی تصور قائم ہوتا جیسے چراغ روشن کی روشنی اور چمک متحرک ہو رہی ہے۔ اور لوگ یہی کہتے کہ آپ ﷺ واقعی ایسے ہیں جیسے آپ کے بارے میں شاعر صادق حسان بن ثابت نے فرمایا ہے۔

### حضور ﷺ کے بارے میں حسان بن ثابت کے تاثرات

متى يئد في الداج البهيم جبينه  
فمن كان او من قد يكون كا حمد  
يلح مثل مصباح الدجى المتوقد  
نظام للاحق او نكال لملحد

(دیوان حسان ص ۲۸۰)

جب حضور ﷺ کی جبین اقدس کا رات کے گھناٹوں پ اندھیروں میں ظہور ہوتا ہے تو وہ ایسے چمکتی ہے جیسے اندھیرے میں روشن کئے جانے والا چراغ چمکتا ہے۔  
حق کو قائم کرنے والا یا بے دینوں کے لئے سزا دینے والا احمد مرسل جیسا کون ہو سکتا ہے؟

### نبی کریم ﷺ کی پیشانی کشادہ، بھنویں باریک اور کامل تھیں

دونوں بھنویں تیار شدہ تھیں قدرتی طور پر۔ اور یہ بھنویں متوسط تھیں ایسے تھیں کہ کوئی ایک بال ان دونوں میں سے کوئی بال بے محل یا زیادہ نہیں تھا۔ نہ اگنے میں بے محل بال تھا، نہ برابر ہونے میں۔ دونوں بھنویں ناک کے اوپر جڑی ہوئی نہیں تھیں بلکہ دونوں کے درمیان حسین چمکدار سا فاصلہ تھا جو ایسا خوبصورت لگتا تھا جیسے دونوں بھنویں کے درمیان صاف شدہ چاندی چمک رہی ہے۔ دونوں کے درمیان ایک نمایاں رگ تھی جس کو غصہ ابھار کر واضح کر دیتا تھا۔ یہ رگ غصے کے وقت ہی دیکھی جاسکتی تھی ہر وقت نظر نہیں آتی تھی۔  
الابلج : سے مراد وہ بالوں سے صاف جگہ ہے جو دونوں بھنویں کے مابین تھی۔

### نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں مبارک

آپ ﷺ کی دونوں آنکھیں نجلاء تھیں اور ادعج تھیں۔

العين النجلاء : سے مراد ہے خوبصورت کشادہ آنکھ۔

ادعج : سے مراد ہے کہ آنکھ کے ڈھیلے میں سیاہ حصہ شدید سیاہ تھا۔ یہ صفت ادعج کسی چیز میں نہیں ہوتی صرف آنکھ کی سیاہ پتلی میں ہوتی ہے۔

نیز آپ ﷺ کی آنکھوں میں حرمة اور ہلکی سرخی کا امتزاج بھی تھا۔ پلکیں مبارک گھنی اور قدرے بڑی مگر حسین تھیں۔ زیادہ ہونے کی وجہ سے قریب تھا کہ آپس میں مل جائیں۔ آپ ﷺ اقبی العرین تھے۔ اونچی ناک تھی۔

العرین وہ ہوتا ہے جس کی ناک اول سے آخر تک مستوی اور برابر ہو۔ اسے اشم الانف کہتے ہیں۔

## داندن رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آپ ﷺ کے دانت اَفْلَحَ تھے اور اَشْنَب تھے۔

اَشْنَب یہ ہوتا ہے کہ دانت متفرق ہوں اس میں حسین فاصلے ہوں جیسے کنگھی کے داندن میں ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کنارے قدرے تیز تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسے تھے جیسے آبدار موتی۔ کھلنے سے ایسے محسوس ہوتا جیسے ابھی ان سے پانی ٹپکے گا۔ آپ ﷺ جب ہنستے مسکراتے تھے تو ایسے محسوس ہوتا جیسے برف کے اولے ہیں جو بادلوں کی سطح سے پھیلے ہیں۔ جب مسکرا کر ہنس دیتے گویا ایسے مسکراتے جیسے بجلی آہستہ سے ایک دم تیز چمکتی ہے اور ہونٹ تو بندگانِ خدا میں سے سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ اس طرح منہ کی گولائی خوبصورت مگر انتہائی لطیف تھی۔ رخسار مبارک نرم اور ہلکے متواضع تھے (گالیں گول گئی نہیں تھیں)۔ اس کے لئے صَلَّت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ صَلَّتُ حَذَّ یعنی رخسار کو کہتے ہیں یعنی آپ ﷺ اَسْبَلُ الحَدِّ تھے۔ مراد ہے مستوی الخدین تھے (گالیں برابر تھیں)۔ منہ کا گوشت بعض میں گوندھا ہوا اور بنا ہوا نہیں تھا (جس سے چہرہ گول اور بدوضع ہو جاتا ہے) طویل الوجہ (یعنی لمبوترہ چہرہ نہیں تھا)۔

لَا بِالْمُكَلَّمِ : مُكَلَّمٌ نہیں تھے (یعنی ضرورت سے زیادہ گول چہرہ)۔

كَتُّ اللَّحْيَةِ تھے، گھنی داڑھی تھی۔ اَلْكُتُّ کا مطلب ہوتا ہے کہ بالوں کے اُگنے کا سر ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔

فَنِيكَاةٌ حَوْلَ الْعُنْفَقَةِ : نچلے ہونٹ کے نیچے (داڑھی کی بچی) کے بالوں کے گرد کے بال سفید تھے۔ ایسے لگتا تھا جیسے یہ سفید موتی ہیں اور آپ کی عُنْفَقَةِ کے نیچے شَعْرٌ مُنْقَادٌ تھے۔ یہاں تک کہ وہ داڑھی کے اصل بالوں پر پڑتے تھے اس طرح کہ جیسے وہ داڑھی میں سے ہیں۔ اور فَنِيكَاةٌ : دونوں مواضع طعام ہوتے ہیں۔ عُنْفَقَةُ کے ارد گرد اس کے دونوں جانب پورے سب کے سب۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک

رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک بندگانِ خدا میں سے سب سے زیادہ حسین ترین گردن تھی جس کو نہ تو طویل اور لمبا ہونے کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے نہ قصر اور چھوٹا ہونے کی طرف، بلکہ متوازی لمبی اور حسین گردن تھی۔ گردن کا وہ حصہ جو کھلا ہوا تھا جس پر سورج کی روشنی پڑتی تھی اور جس کو ہوا لگتی رہتی وہ حصہ اس طرح تھا جیسے کہ وہ چاندی کے کوزے کی کرن جس پر سونے کے ہونے کا دھوکہ لگے جس سے چاندی کی سفیدی اور سونے کی سرخی چمکتی تھی۔ اور گردن کا بالائی حصہ جسے کپڑوں نے چھپایا ہوا تھا جو کپڑوں کے نیچے ایسے تھا جیسے کہ وہ چودھویں رات کا چاند ہے۔

صدر مبارک سینہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ..... سینہ مبارک چوڑا تھا، صاف تھا۔ سخت نرم ہونے اور برابر ہونے میں جیسے سنگ مرمر۔ اس کا گوشت بعض بعض سے بڑھا ہوا اور متجاوز نہیں تھا۔ سفید چودھویں رات کے چاند کی طرح تھا۔ آپ ﷺ کی ہنسلوں سے آپ کی ناف تک نیچے کی طرف جھکے ہوئے بال تھے جیسے باریک لکڑی۔ آپ ﷺ کے سینے پر اور پیٹ پر اس کے علاوہ کوئی بال نہیں تھے۔

پیٹ اور اس کے سلوٹ ..... آپ ﷺ کے پیٹ کے تین سلوٹ (یا شکن) تھے۔ ان میں سے ایک کو تہہ بند چھپالیتا تھا اور دو ظاہر رہتے تھے۔ اور آچھ لوگوں نے کہا ہے کہ ان میں سے دو کو تہہ بند چھپالیتا تھا اور ایک ظاہر رہتا تھا۔ یہ سلوٹ سفید سوتی کپڑے کی تہہ (لٹھے) کے سفید کپڑے کی تہہ) سے زیادہ سفید تھے اور چھونے میں نرم تھے۔

## رسول اللہ ﷺ کے کندھے مبارک اور مہر نبوت اور شامۃ نبوت

کندھے مبارک بڑے تھے۔ کندھوں کے اوپر بال تھے۔ کرا دیس بڑی بڑی تھیں۔ اور کرا دیس کندھوں کی ہڈیوں، کہنیوں کی ہڈیوں، کولہوں کی ہڈیوں، گھٹنوں کی ہڈیوں کو کہتے ہیں (یعنی کندھوں، کہنیوں، کولہوں اور گھٹنوں کی ہڈیاں موٹی تھیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک ..... آپ ﷺ جلیبُ النکتہ تھے۔ کندہ دونوں کندھوں اور پیٹھ کی ہڈیوں کے جمع ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ پشت کشادہ تھی۔ دونوں کندھوں کے درمیان (دائیں طرف) مہر نبوت تھی اور وہ آپ ﷺ کے دائیں کندھے کے متصل تھی اس کے اوپر سیاہ تل تھا جو حضرت اور پیلے پن کی طرف مائل تھا۔ تل کے ارد گرد احاطہ کرنے والے بال تھے (جو کہ سخت تھے) جیسے گھوڑے کی پیشانی کے بال۔

اور بعض لوگوں نے کہا کہ شامۃ النبوت، نبوت کا تل کندھے کے نیچے تھا۔ اور وہ سبز تھا تھوڑے سے گوشت سے گھرا ہوا تھا۔ منسربۃ الظهر طویل تھا۔ منسربۃ سے مراد وہ جوڑ اور منکے مراد ہیں جو پشت میں ہیں، پشت کے اوپر کے حصے سے اس کے نیچے تک۔

بازو، کلائیوں اور کلائیوں کی ہڈیاں ..... آپ ﷺ کے بازو اور کلائیوں موٹی تھیں۔ زندین بڑے تھے۔ زندین وہ دونوں ہڈیاں جو کلائیوں کے ظاہر کی طرف ہوتی ہیں۔ یعنی پہنچے اور کہنی کے جوڑ موٹے اور کلائیوں لمبی تھیں۔ جوڑ بھرے بھرے تھے جس کی کانٹھی مضبوط تھی۔ بھری ہوئی ہتھیلیاں، نرم ہتھیلی، ہاتھ پیر دراز، انگلیاں ایسی تھیں جیسے چاندی کی ڈنڈیاں۔ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں ریشم سے زیادہ نرم تھیں۔ آپ ﷺ کی ہتھیلی خوشبو کے اعتبار سے ایسی تھی جیسے عطار کی ہتھیلی سے خواہ اس کو خوشبو لگائے یا نہ لگائے، خوشبودار ہوتی ہے۔ مصافحہ کرنے والا آپ ﷺ سے مصافحہ کرتا تو دن بھر اس کے ہاتھ میں آپ ﷺ کی خوشبو مہکتی رہتی تھی۔ کسی بچے کے سر پر ہاتھ رکھتے تو وہ اس پاکیزہ خوشبو کی وجہ سے جو اس کے سر سے مہکتی تھی تمام بچوں میں سے وہ الگ پہچانا جاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کا نچلا حصہ ..... تہہ بند کے نیچے کا حصہ یعنی دونوں رانیں۔ دونوں پنڈلیاں موٹی اور لمبی تھیں۔ قدم مبارک گوشت سے پُر اور موٹے تھے۔ پیروں کے بیچ میں خم اور خلا نہیں تھا نیچے سے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے قدم میں نیچے سے خم یعنی خم کی وجہ سے نمایاں خلا تھا تھوڑا سا۔

جسم اطہر کی دیگر کیفیات ..... آپ ﷺ زمین پر اپنا پورا قدم رکھتے تھے اور پورا پیر زمین پر لگتا تھا۔ خلقت میں اعتدال تھا۔ آخری عمر میں بدن بھاری ہو گیا تھا مگر اس بھاری بدن کے باوجود جسم ڈھیلا نہیں تھا بلکہ کسا ہوا تھا۔ قریب قریب اپنے پہلی خلقت اور پہلی ساخت کے اوپر تھے جیسے عمر کی زیادتی نے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ جسم کے تمام اعضاء عظیم اور صحت مند تھے۔ آپ ﷺ جب کسی طرف التفات اور توجہ کرتے تھے تو پورے جسم کے ساتھ مڑ جاتے تھے اور جب پیچھے ہٹتے تھے تو پوری طرح ہٹتے تھے۔ آپ ﷺ کے اندر قدر صور کی صفت تھی۔ صور وہ آدمی ہوتا تھا جو اپنے چہرے سے کچھ اشارہ کرتا۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے پھرنے کا انداز

جب آپ ﷺ پیدل چلتے تو ایسے لگتا جیسے چٹان کے اوپر سے قدم اکھڑ رہے ہوں اور ڈھلوان یا گہرائی اتر رہے ہوں، لمبے اور پورے پورے قدم رکھتے تھے۔ تاہم آپ ﷺ کی رفتار کے مندرجہ ذیل انداز تھے۔



(۱) مَشَى تَقْلَعُ وَاِنْجِدَارٌ : یہ ایسا انداز ہوتا ہے جس میں چٹان سے پیرا کھڑتے اور گہرائی میں انسان لڑھکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

(۲) مَشَى حُطْوَةً تَكْفِيًّا : جس میں قدم لمبے اور پورے انسان رکھتا ہے۔

(۳) مَشَى يَالهُوَيْنَا، بغير پھسلے : اس میں انسان قدم قریب قریب رکھتا ہے۔

(۴) مَشَى عَلَى الْهَيْبَةِ : رفتار میں نرمی اور سرعت ہوتی ہے۔ اس میں آپ ﷺ سب لوگوں سے جلدی کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کسی خیر و بھلائی کی طرف سب سے جلدی کرتے یا اس کی طرف چلتے۔ جب آپ ﷺ کسی چیز کی طرف جلدی نہ کرتے تھے تو ان لوگوں کو مَشَى الْهُوَيْنَا کے ساتھ چلاتے تھے جس میں ترفع اور بلند ہونا ہوتا تھا۔

مشابہت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ..... حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں سب لوگوں میں اپنے باپ آدم علیہ السلام کے زیادہ مشابہ ہوں۔ اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام خلقت اور عادات کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ میرے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام کے مقابلے میں۔

ہمیں خبردی سند عالی کے ساتھ قاضی ابو عمر محمد بن حسیں نے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کو سلیمان بن احمد بن ایوب نے ان کو محمد بن عبدہ مصیصی نے اپنی کتاب میں سے۔ وہ کہتے ہیں اس کو صبیح بن عبداللہ قرشی ابو محمد نے، ان کو عبدالعزیز بن عبدالصمد عی نے۔ ان کو جعفر بن محمد نے اپنے والد سے اور ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے، ان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے۔ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی صفت میں تھا کہ آپ طویل بساں نہیں تھے (یعنی انتہائی لمبے نہیں تھے)۔ اور مُشَدَّبُ الذَّاهِبِ نہیں تھے (یعنی انتہائی ٹھکنے نہیں تھے)۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے صفت رسول کے بارے میں اسی طرح حدیث چلائی ہے۔

حضرت صدیق اکبر ﷺ کی حضرت حسن ﷺ سے والہانہ محبت ..... ہمیں خبردی ابوعلی حسیں بن محمد روزباری نے، ان کو خبردی عبداللہ بن عمر بن شوذب ابو محمد واسطی نے مقام واسط میں۔ ان کو شعیب بن ایوب صریفی نے، ان کو ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے، ان کو عمر بن سعید بن ابوحسین نے ابن ابی ملیکہ سے۔ اس نے عقبہ بن حارث سے وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو سیدنا ابو بکر صدیق ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد وہ اور حضرت علی ﷺ باہر نکلے، دونوں پیدل چل رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبر نے حضرت حسن ﷺ کو دیکھا جو لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے ان کو پکڑ لیا اور کندھے پر اٹھاتے ہوئے کہنے لگے۔

بابی شبیہ بالنبی لیس شبیہا بعلی

(بخاری کتاب المناقب - فتح الباری ۶/۵۶۳)

میرے ماں باپ قربان جائیں! آپ نبی کریم ﷺ کے مشابہہ ہیں علی کے مشابہہ نہیں ہیں۔

اور حضرت علی ﷺ یہ سن کر مسکرا رہے تھے یا کہا نہیں رہے تھے۔ اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابو عاصم سے۔

ہمیں خبردی ابوعلی روزباری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبردی ابن شوذب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی شعیب بن ایوب نے، ان کو عبید اللہ بن موسیٰ نے اسرائیل سے۔ اس نے ابواسحاق سے، اس نے ہانی سے، اس نے علی سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن سر سے سینے تک رسول اللہ ﷺ کے زیادہ مشابہہ تھے۔ اور حضرت حسین سینے کے نیچے سے قدموں تک رسول اللہ ﷺ کے زیادہ مشابہہ تھے۔

## حضور ﷺ کے شمائل و اخلاق کی بابت مذکور احادیث بطریق اختصار

جو اس حدیث کی صحت پر شہادت دیتی ہیں جو ہم نے ہند بن ابوالہ کی حدیث میں روایت کیا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک آپ عظیم اخلاق کے حامل ہیں۔

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو حسین بن علی بن عفان نے، ان کو حدیث بیان کی محمد بن بشر عبدی نے، ان کو سعید بن ابی عروبہ نے، ان کو قتادہ نے زرارہ بن ابورافی نے سعد بن ہشام سے۔ انہوں نے کہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ اے ام المؤمنین! مجھے آپ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں خبر دیجئے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ قرآن مجید نہیں پڑھتے؟ انہوں نے جواب دیا، جی ہاں پڑھتا ہوں۔ فرمایا بے شک رسول اللہ ﷺ کا خلق (آپ کے اخلاق) قرآن تھا۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابو بکر بن ایوشیبہ سے، اس نے محمد بن بشر سے۔ (ابوداؤد کتاب الصلاة حدیث ۱۳۴۲)

(۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو خبر دی احمد بن سہل فقیہ نے بخاری میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی قیس بن انیف نے کہا ہمیں حدیث بیان کی قتیبہ بن سعید نے، ان کو جعفر بن سلیمان نے، ان کو ابو عمر ان نے یزید بن باہنوس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا، اے ام المؤمنین! رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ سیدہ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ پھر سیدہ نے فرمایا، کیا سورۃ المؤمنین پڑھتے ہیں؟ آپ پڑھئے قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ۔ دس آیات تک۔ انہوں نے پڑھا اور دس آیات تک پہنچ گئے۔ سیدہ نے فرمایا، اسی طرح تھا رسول اللہ ﷺ کا خلق۔ (متدرک حاکم ۳۹۲/۲)

(۳) ہمیں خبر دی ابو اسحٰب بن فضل قطان نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حدیث بیان کی سلیمان بن عبد الرحمن نے۔ ان کو حسن بن یحییٰ نے، ان کو زید بن واقد نے، ہشام بن عبد اللہ بن ابودریس خولانی سے۔ اس نے ابودرداء سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، رسول اللہ کے خلق کے بارے میں۔ انہوں نے فرمایا، آپ کا خلق قرآن تھا۔ اس کی رضا کے لئے راضی ہوتے اور اس کی ناراضگی کے لئے ناراض ہوتے تھے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابو طاہر فقیہ نے، ان کو خبر دی ابو حامد بن بلال نے، ان کو حدیث بیان کی زعفرانی نے یعنی حسن بن محمد بن صباح نے، ان کو اسباط بن محمد نے فضیل بن مرزوق عطیہ عوفی سے اللہ کے قول کے بارے میں وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ۔ فرمایا کہ ادب القرآن مراد ہے، یعنی قرآنی تعلیم اور تربیت کے مطابق باتیں۔

(۵) ہمیں خبر دی ابو علی حسیں بن محمد روزباری نے، وہ کہتے ہیں ان کو خبر دی ابو بکر محمد بن داستہ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوداؤد سجستانی نے، ان کو حدیث بیان کی یعقوب بن ابراہیم نے، ان کو محمد بن عبد الرحمن ظفاوی نے، ان کو ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے، اس نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اس قول کے بارے میں خُذِ الْعَفْوَ۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو حکم دیا کہ لوگوں کے اخلاق میں سے عفو و درگزر کو لیجئے۔

اس کو بخاری نے نقل کیا ہے ابواسامہ کی حدیث سے ہشام سے۔

(۶) ہمیں خبردی محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان نے، ان کو خبردی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبداللہ بن مسلمہ نے مالک سے (ح)۔ اور ہمیں خبردی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو علی بن عیسیٰ نے، ان کو موسیٰ بن محمد ذہلی نے، ان کو یحییٰ بن یحییٰ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے پڑھی مالک کے سامنے، اس نے روایت کی ابن شہاب سے، اس نے عروہ بن زبیر سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول سے کہ وہ فرماتی ہیں۔ حضور ﷺ کو اللہ کی طرف سے جب بھی کسی دو امور میں اختیار دیا گیا، آپ ﷺ نے دونوں میں آسان امر کو اختیار کیا جبکہ وہ گناہ نہ ہو۔ اگر وہ امر گناہ ہو تو آپ ﷺ اس سے سب سے زیادہ دُور ہو گئے۔ اور حضور ﷺ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے انتقام اور بدلہ نہ لیا، ہاں مگر یہ بات ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کی حرمت ریزی کی گئی ہو تو پھر اس کا انتقام لیتے تھے۔ زیادہ کیا قطان نے اپنی روایت میں، پس پھر حضور ﷺ اس چیز کا اللہ کے لئے انتقام لیتے تھے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں عبداللہ بن مسلم قعنبنی سے۔ اور اس کو روایت کیا مسلم نے یحییٰ بن یحییٰ سے۔

(۷) ہمیں خبردی ابو عبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبردی ابراہیم بن ابوطالب نے، عبید بہاری نے، ان کو ابواسامہ نے ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی شئی کو ہرگز نہیں مارا تھا، نہ کبھی عورت کو، نہ کبھی کسی خادم کو، ہاں مگر یہ ہے کہ اگر وہ اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہوں۔ جب کبھی کسی نے آپ کو کوئی تکلیف پہنچائی ہو۔ آپ نے اس سے کوئی انتقام لیا ہو۔ مگر یہ ہے کہ اگر اللہ کی حرام کردہ چیزوں میں سے کسی شئی کی حرمت ریزی کی گئی ہو تو آپ اللہ کے لئے انتقام لیتے تھے۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابو کریب سے، اس نے ابواسامہ سے۔ (مسلم حدیث ۱۸۱۳)

(۸) ہمیں خبردی ابوطاہر فقیہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبردی ابو محمد حاجب بن احمد نے۔ ان کو محمد بن حماد ابیوردی نے، ان کو ابو معاویہ نے۔ ان کو ہشام بن عروہ نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی خادم کو مارا پٹا ہو، نہ ہی کبھی کسی عورت کو مارا اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کبھی کسی شئی کو مارا۔ ہاں مگر یہ بات ہے کہ اگر آپ اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہوتے تھے اور نہ ہی کبھی کسی ایسے شخص سے بدلہ لیا جس نے آپ کو تکلیف پہنچائی تھی۔ ہاں اگر اللہ کے لئے ہو تو جب معاملہ اللہ کے لئے ہوتا تھا۔ پھر اللہ کے لئے انتقام لیتے تھے۔ اور جب بھی حضور ﷺ پر کوئی دو معاملے پیش کئے گئے، آپ نے ان میں سے آسان پہلو کو اختیار کیا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابو کریب سے، اس نے ابو معاویہ سے۔

دس سال تک خادم کو اُف تک نہ کہا ..... (۹) ہمیں خبردی ابوالفتح ہلال بن محمد بن جعفر حنفار نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبردی حسین بن یحییٰ بن عیاش قطان نے، ان کو ابوالاشعث نے، ان کو حماد بن زید نے، ان کو ثابت بن انس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی ہے۔ اللہ کی قسم کبھی مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اُف تک نہ کہا اور نہ ہی کسی شئی کے لئے کہا ہو کہ یہ کام کیوں کیا؟ اور جو کام نہ کیا ہو نہ پوچھا کہ کیوں نہیں کیا؟

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں سعید بن منصور اور ابوربیع سے، اس نے حماد سے۔

(۱۰) ہمیں خبردی ابو عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبردی ابو بکر بن عبداللہ نے، ان کو خبردی حسن بن سفیان نے، ان کو عبدالوارث نے، ان کو ابوالتیاح نے، ان کو انس نے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ میرا ایک بھائی تھا جس کو ابو عمر کہتے تھے (میرا خیال ہے کہ یوں کہا تھا کہ اس نے ابھی دودھ چھوڑا تھا)۔ حضور ﷺ جب تشریف لاتے اور اس کو دیکھتے تھے تو فرماتے تھے، اے ابو عمر! مَا فَعَلَ النُّعَيْرُ۔ اس چڑیا نے کیا کیا ہے؟ وہ بچہ اس چڑیا کے ساتھ کھیلتا رہتا تھا۔

اس کو مسلم نے روایت کیا شبیبان بن فروخ سے۔ (خرجہ البخاری ۷۸۔ کتاب الادب۔ فتح الباری ۵۷۲/۹)

رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کا ذکر ..... (۱۱) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابن حرب اور سعید نے، ان کو حماد نے ثابت سے، اس نے انس سے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سب لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ اور سب لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں سلیمان بن حرب سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا سعید بن منصور سے۔

(۱۲) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبید صفار نے، ان کو ابراہیم بن اسحاق حربی نے، ان کو محمد بن سنان عوفی نے، ان کو فلیح نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو طاہر فقیہ نے اور یہ الفاظ اسی کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو حامد بن بلال نے، ان کو حدیث بیان کی ابو الازہر نے، ان کو یونس بن محمد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی فلیح نے بلال بن علی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ کہا انس نے، نہیں تھے رسول اللہ ﷺ گالیاں دینے والے، نہ فحش باتیں کرنے والے، نہ ہی لعنت کرنے والے۔ آپ ڈانتے وقت ہم میں سے کسی ایک کو یہ فرماتے تھے کہ کیا ہو اس کو؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہے؟

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں محمد بن سنان سے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو عباس محمد بن یعقوب نے، ان کو حسن بن علی بن عفان عامری نے، ان کو عبد اللہ بن نمیر نے اعمش سے۔ اس نے شقیق سے، اس نے مسروق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا عبد اللہ بن عمرو سے، وہ کہتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نہ فاحش تھے نہ متفحش تھے۔ بے شک وہ فرماتے تھے، بے شک تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو تم میں سے اچھے اخلاق والے ہیں۔

اسی کو مسلم نے روایت کیا محمد بن عبد اللہ بن نمیر سے اس نے اپنے والد سے اور بخاری و مسلم نے اس کو روایت کیا ہے دوسرے طریق سے اعمش سے۔

(۱۴) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو بکر محمد بن حسن بن نورک نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر اصفہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابو داؤد طیالسی نے، ان کو شعبہ نے ابو اسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ابو عبد اللہ جدلی سے۔ وہ کہتے تھے، میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا رسول اللہ کے اخلاق کے بارے میں۔ آپ نے فرمایا، حضور ﷺ نہ بے ہودہ گوئی کرتے تھے، نہ گالیاں بکتے تھے۔ نہ بازاروں میں شور کرتے تھے نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے تھے۔ بلکہ معاف کرتے اور درگزر کرتے تھے۔ یا یوں کہا تھا کہ درگزر کرتے اور بخش دیتے تھے۔ ابو داؤد کو شک ہوا ہے۔ (مسند احمد ۶/۲۳۶)

(۱۵) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے، ان کو عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ نحوی نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو آدم اور عاصم نے، دونوں نے کہا کہ ان کو ابن ابو ذویب نے، ان کو صالح مولیٰ توہمہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی تعریف بیان کرتے تھے کہ حضور ﷺ آگے کو آتے تو پورے آگے دیکھتے تھے اور پیچھے کو ہٹتے تھے تو پورے پورے پیچھے دیکھتے تھے۔ میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں نہ بے ہودہ بات کرتے نہ بکواس کرتے تھے۔ نہ بازاروں میں شور مچاتے تھے۔ زیادہ کیا ہے آدم نے کہ میں نے ان سے پہلے نہ ان جیسا دیکھا ہے نہ ان کے بعد دیکھا ہے۔

آپ علیہ السلام کنواری لڑکی سے زیادہ با حیا تھے ..... (۱۶) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے اور ابو سعید بن ابوعمر نے، دونوں نے کہا ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ہارون بن سلیمان اصفہانی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد الرحمن بن مہدی نے، ان کو شعبہ نے قتادہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا عبد اللہ بن ابوعتبہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ابو سعید خدری سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اس کنواری لڑکی سے زیادہ شرم و حیا والے تھے جو اپنے جملہ عروسی میں ہوتی ہے۔ لہذا جب حضور ﷺ کسی چیز کو ناپسند کرتے تھے تو ہم اس کو آپ کے چہرے پر پہچان لیتے تھے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں بندار سے اور مسلم نے ان کو روایت کیا زہیر بن حرب وغیرہ سے ان سب نے عبد الرحمن بن مہدی سے۔

(۱۷) ہمیں خبر دی ابوعلی حسین بن محمد روزباری نے، ان کو خبر دی ابو بکر بن داسہ نے، ان کو ابو داؤد نے، ان کو عبید اللہ بن عمر بن میسرہ نے، ان کو حماد بن زید نے، ان کو مسلم علوی نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس کے کپڑوں پر پیلے پن کا نشان تھا اور رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ بہت کم آدمی کے منہ کی طرف دیکھتے تھے۔ جس کی کسی بات یا کسی چیز کو ناپسند کرتے تھے۔ (ازراہ شرم و حیا کے)۔ جب وہ شخص چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم لوگ اس شخص سے یہ کہہ دیتے کہ وہ اس نشان کو دھو ڈالے۔

کسی کی غلطی پر خاص خطاب سے تنبیہ نہ کرنا ..... (۱۸) ہمیں خبر دی ابو بکر احمد بن حسن قاضی نے اور ابو سعید محمد بن موسیٰ نے، ان کو ابو العباس اصم نے، ان کو عباس بن محمد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی جمانی نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعلی روزباری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر بن داسہ نے، ان کو ابو داؤد نے، ان کو عثمان بن ابوشیبہ نے، ان کو عبد الحمید جمانی نے، ان کو اعمش نے مسلم سے، اس نے مسروق سے۔ اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی عادت تھی کہ جب آپ کو کسی آدمی کے بارے میں کوئی ناگوار بات پہنچتی تو یوں نہیں فرماتے تھے کہ مَبَالُ فُلَانٍ يَقُولُ؟ کیا حال ہے فلاں آدمی کا کہ وہ یوں کہتا ہے؟ بلکہ یوں فرماتے تھے، مَبَالُ اقْوَامٍ يَقُولُونَ كَذَا وَ كَذَا۔ کیا حال ہے؟ لوگوں کا وہ ایسے ایسے کہتے ہیں؟ یعنی ازراہ شرم و حیا آپ کسی شخص کے بارے میں نہیں کہتے تھے)۔ یہ الفاظ حدیث عثمان کے ہیں اور عباس کی روایت میں ہے کہ جب آپ کو کسی آدمی کی طرف سے کوئی ناپسندیدہ بات پہنچتی تو یوں نہیں کہتے کہ ایسے ایسے ہوا ہے یا ایسی ایسی بات ہے۔ اس کے بعد اس نے پوری بات کا ذکر کیا ہے۔

(۱۹) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو علی بن محمد سختویہ نے، ان کو عباس بن فضل اسفاطی نے، ان کو اسماعیل بن ابو اویس نے، ان کو اسحاق بن عبد اللہ بن ابوظلم نے انس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا آپ کے موٹے باڈریا کنارے والی ایک چادر تھی۔ ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا، اس نے آپ کے اوپر اوڑھی ہوئی چادر کو پکڑ کر حضور ﷺ کو زور زور سے جھٹکے دیئے، یہاں تک کہ میں نے حضور ﷺ کے کندھے مبارک پر دیکھا تو اس چادر کے حاشیے یا پٹے کا نشان پڑ گیا تھا اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے۔ پھر اس دیہاتی نے کہا، اے محمد! میرے لئے اللہ کے اس مال میں سے حکم دیجئے جو تیرے پاس ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس شخص کی طرف توجہ فرما کر ہنس دیئے۔ اس کے بعد اس کے لئے مال دینے کا حکم دے دیا۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں ابن ابو اویس سے اور مسلم نے اس کو نقل کیا ہے دوسرے طریق سے مالک سے۔

(بخاری ۵۷۔ فتح الباری ۶/۲۵۱)

آپ علیہ السلام پر جادو کا ذکر ..... (۲۰) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبید اللہ بن موسیٰ نے شیبان سے، اس نے اعمش سے، اس نے ثمامہ بن عقبہ سے۔ اس نے زید بن ارقم سے۔ وہ کہتے ہیں کہ انصار کا ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا کرتا تھا اور حضور ﷺ اس پر اعتماد کرتے تھے۔ اس نے حضور ﷺ کے لئے کچھ سحر کی گرہیں لگائیں یا گنڈے بنائے اور ان کو ایک کنویں میں ڈال دیا۔ اس بات سے نبی کریم ﷺ درد سر میں مبتلا ہو گئے تھے یا بیمار پڑ گئے تھے۔ حضور ﷺ کے پاس دو فرشتے مزاج چُرسی کرنے کے لئے آئے۔

انہوں نے آپ کو خبر دی کہ فلاں شخص نے آپ کے اوپر جادو کیا ہے اور پھونک کر گرہیں لگائی ہیں کہ یہ در بہ فلاں لوگوں کے کنویں ڈالا ہوا ہے اور اس جادو کی شدت سے کنویں کا پانی پیلا ہو چکا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے کسی کو بھیج کر وہ گرہیں یا جادو شدہ مورد نکلا لیا۔ پانی کو دیکھا تو واقعی پیلا ہو چکا تھا۔ آپ نے ان گرہوں کو کھول دیا (یا وہ خود بخود کھل گئیں حضور ﷺ کے ہاتھ میں آنے کے بعد)۔ نبی کریم ﷺ سو گئے۔ البتہ تحقیق میں نے اس آدمی کو اس واقع کے بعد دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آتا تھا۔ میں نے اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے چہرے پر تادم مرگ اس بات کی ناگواری یا اظہار محسوس نہ کیا۔ (اخرجا بن سعد ۱۹۹/۲)

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ پر جادو کے بارے میں ڈاکٹر عبدالمعطی کی تحقیق جو حاشیہ میں درج ہے ملاحظہ فرمائیں :

## تاثير تحقیق در بارہ سحر بر رسول اللہ ﷺ از ڈاکٹر عبدالمعطی محشی کتاب دلائل النبوت

(۱) اس روایت کو ابن سعد نے نقل کیا ہے۔ (۲ : ۱۹۹)

(۲) ذہبی نے التاریخ میں نقل کیا ہے۔ (۲ : ۳۶۲)

(۳) تحقیق العلامة حسام الدین القدسی۔

(۴) ابن کثیر فی البدایہ والنہایہ۔ (۶ : ۳۸-۳۹)

(۵) امام رازی اور جصاص نے احکام القرآن میں کہا :

لوگوں نے دعویٰ کیا ہے یا گمان کیا ہے کہ نبی کریم صلوات اللہ وسلامہ پر جادو کر دیا گیا تھا اور سحر نے ان میں اثر بھی کر لیا تھا۔ حالانکہ اللہ نے کفار کی تکذیب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے اس چیز میں جس کا انہوں نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا :

وقال : الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا

عالم (کافر و مشرک) کہتے ہیں (اہل ایمان سے) کہ تم لوگ ایک مسحور اور سحر زدہ شخص کی پیروی کر رہے ہو۔

(مترجم کہتا ہے) اس دلیل کے پیش کرنے والے علماء کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ پر سحر کا اثر مان لیا جائے تو یہ کفار و مشرکین کے جھوٹے دعویٰ کی تصدیق ہو جائے گی کہ حقیقت میں حضور سحر زدہ تھے۔ جبکہ اس نظریے کو رد کرنے والے علماء کا کہنا یہ ہے کہ و مثل هذه الاخبار من وضع الملحدين کہ ایسی روایات بے دینی کی گھڑی ہوئی ہیں۔

## علامہ زاہد الکوثری کی تحقیق

شیخ علامہ محمد زاہد الکوثری فرماتے ہیں کہ یہودیوں کا یہ جارحانہ خیال اور نظریہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جادو کا ہونا امر واقعی ہے۔ بہر حال اس کی حضور ﷺ پر تاثیر واقع ہونا جیسے بعض ان راویوں نے تصویر کشی کی ہے جو ثقہ اور پکے شمار ہوتے ہیں محققین نے اس کو رد کیا ہے۔ اسی بات کی طرف جھکاؤ ہو اس قرآنی نص کی وجہ سے بھی۔

ارشاد باری ہے :

وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى - ساحر جس جگہ سے آئے ناکام و نامراد ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد انکار کرنے کے پیرائے میں اور محل میں وارد ہوا ہے۔ مشرکین کے اس قول کرنے کی وجہ سے۔ کہ ان تتبعون الا رجلا مسحورا۔

اللہ کے ارشاد کی بنا پر :

وَاللَّهُ يُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ - اللہ لوگوں سے آپ کو بچائے گا۔

باقی رہا سحر بر رسول کی تاثیر کی اثبات کے لئے طویل بحث کرنا جو تاثیر بدتر ہے۔ جو کہ ان نصوص کے منافی ہے۔ محض بعض راویوں کی تنزیہ و تقدیس کرنے کے لئے۔ یہ ایسی بات ہے جس کو مستحسن نہیں سمجھتا ہوں۔ اگرچہ جمہور اسی قول کی طرف گئے ہیں۔ بعض ثقافت کا مہتم ہونا اس امر کے کوئی مانع نہیں ہے۔ مگر اس تاثیر کو ماننے کا دعویٰ کرنا انتہائی خطرناک ہے۔ بعض عقلوں پر آیات (مذکورہ) کے ساتھ استدلال اور تمسک کرنا زیادہ محکم ہے۔ واللہ اعلم

بوقت مصافحہ آپ علیہ السلام کا پہلے ہاتھ نہ چھوڑنا ..... (۲۱) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو نعیم نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو عمران بن زید نے، ان کو ابو یحییٰ ملائی نے، ان کو ان کے چچا زید نے، ان کو انس بن مالک نے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مصافحہ کرتے تھے، یا یوں کہا تھا کہ جب آپ سے کوئی آدمی مصافحہ کرتا تو حضور ﷺ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے واپس نہیں کھینچتے تھے، بلکہ پہلے وہ خود اپنا ہاتھ کھینچتا۔ جب کوئی سامنے آ کر سامنا کرتا آپ اس سے منہ پہلے نہیں پھیرتے تھے، بلکہ وہ آدمی خود وہاں سے ہٹا تھا اور اپنے آگے بیٹھے ہوئے ساتھی کے گھٹنوں پر بھی (ازراہ شرم و حیاء) کے نظر نہیں ڈالتے تھے، بلکہ نیچے نظر رکھتے تھے۔

(۲۲) ہمیں خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن یوسف اصفہانی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو سعید احمد بن محمد بن زیاد بصری نے، ان کو خبر دی حسن بن محمد صبارح، ان کو ابو قطن نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو علی روزباری نے، ان کو ابو بکر بن داسہ نے، ان کو ابو داؤد نے، ان کو احمد بن منیع نے، ان کو ابو قطن نے، ان کو مبارک بن فضالہ نے ثابت سے۔ اس نے انس بن مالک ﷺ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ کسی آدمی نے نبی کریم ﷺ کے کان میں بات کرنی شروع کی ہو اور حضور ﷺ نے از خود اپنا سر اس کے منہ سے ہٹا لیا ہو، بلکہ وہ شخص پہلے رسول کا ہاتھ چھوڑتا تھا۔ اصفہانی کی حدیث کے الفاظ میں۔

کثرت سے نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانا ..... (۲۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ اور ابو بکر احمد بن حسن نے، دونوں نے کہا کہ ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ابو امیہ محمد بن ابراہیم طرسوسی نے، ان کو علی بن حسن نسائی نے، ان کو محمد بن سلمہ نے محمد بن اسحاق سے۔ اس نے یعقوب بن عتبہ سے، اس نے عمر بن عبدالعزیز سے۔ اس نے یوسف بن عبد اللہ بن سلام سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب باتیں کرنے بیٹھتے تھے تو کثرت کے ساتھ اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے تھے، گویا وحی کا انتظار فرماتے تھے۔

کھانے میں عیب نہ نکالنا ..... (۲۴) ہمیں خبر دی ابو بکر احمد بن حسن قاضی نے، ان کو ابو جعفر محمد بن علی بن دحیم شیبانی نے، ان کو ابراہیم بن عبد اللہ نے، ان کو خبر دی وکیع نے اعمش سے۔ وہ کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ ابو حازم نے اس کو ذکر کیا ہے ابو ہریرہ ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی کھانے میں کوئی عیب نہیں نکالتے تھے کبھی بھی۔ اگر اس کو کھانے کا دل چاہتا تو کھا لیتے تھے ورنہ اسے چھوڑ دیتے تھے۔

اس کو بخاری نے نقل کیا ہے صحیح میں حدیث سفیان ثوری سے اور شعبہ سے اور مسلم نے اس کو نقل کیا ہے حدیث ثوری، زہیر بن معاویہ جریر اور ابو معاویہ سے، اس نے اعمش سے، اس نے ابو حازم سے اس نے ابو ہریرہ ﷺ سے بغیر کسی شک کے۔

آپ علیہ السلام کا تبسم فرمانا ..... (۲۵) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو یحییٰ بن یحییٰ بن نصر نے، ان کو ابن وہب نے، ان کو خبر دی عمرو بن حارث نے، ان کو ابو انضر نے یہ حدیث بیان کی ہے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو اصح بن فرج نے یحییٰ بن سلیمان بن یسار نے دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن وہب نے عمرو بن حارث سے اس کو ابو انضر نے سلیمان بن یسار سے، ان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک ساتھ اتنا ہنستے ہرگز نہیں دیکھا کہ آپ کے مسوڑھے دیکھ لئے ہوں، بلکہ آپ صرف مسکراتے تھے۔

یحییٰ بن نصر نے اپنی روایت میں یہ زیادہ کہا ہے فرماتی ہیں کہ آپ جب بادلوں کو دیکھتے یا تیز ہوا کو دیکھتے تو آپ کی تشویش چہرے پر پہچانی جاتی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگ جب بادلوں کو دیکھتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں اور امید قائم کر لیتے ہیں کہ بارش ہوگی اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ جب اس کو دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی ہوتی ہے۔ فرمایا، اے عائشہ! مجھے کوئی چیز گارٹی دیتی ہے کہ کہیں اس میں عذاب ہو؟

تحقیق ایک قوم ہو کہ ساتھ عذاب دی گئی تھی۔ اور تحقیق ایک قوم پر عذاب آیا تھا بادلوں سے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :

فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أُوْدِيَّتِهِمْ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا - (سورة الاحقاف : ۳۴)

جب انہوں نے بادلوں کو اپنی وادیوں کا رخ کرتے دیکھا تو بولے یہ بادل ہمارے لئے بارش برسانے آرہے ہیں (وہ بارش نہ تھی)۔ بلکہ ان میں تو وہ عذاب تھا جس کو مانگنے کے لئے انہوں نے جلدی مچائی تھی اور ہوا تھی جو ہر چیز کو تہس نہس کرتے چلی گئی تھی اپنے رب کے حکم سے الی آخرہ۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں یحییٰ بن سلیمان سے اور اس کو مسلم نے روایت کیا ہے ہارون بن معروف وغیرہ سے، اس نے ابن وہب سے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باتوں میں شرکت فرمانا ..... (۲۶) ہمیں خبردی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی ابو بکر بن اسحاق نے، ان کو خبردی اسماعیل بن قتیبہ نے، ان کو یحییٰ بن یحییٰ نے، ان کو خبردی ابو خیمہ نے سماک بن حرب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ سے کہا کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم نشینی کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں! کثرت سے۔ آنحضرت ﷺ اپنے مصلے سے نہیں اٹھتے تھے جس پر نماز پڑھی تھی، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ جب طلوع ہو جاتا تو پھر اٹھتے تھے اور لوگ باتیں کر رہے تھے اور باہلیت کے امر کو لے لیتے تو ہنستے رہتے اور حضور ﷺ صرف مسکراتے رہتے تھے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں یحییٰ بن یحییٰ سے۔

(۲۷) ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر بن فورک نے، ان کو خبردی عبد اللہ بن جعفر بن احمد نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو خبردی داؤد نے، ان کو حدیث بیان کی شریک اور قیس نے سماک بن حرب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرہ سے کہا، کیا آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھتے تھے؟ اس نے بتایا کہ جی ہاں، آپ ﷺ لمبی خاموشی والے، کم ہنسنے والے تھے۔ آپ کے اصحاب بسا اوقات حضور ﷺ کے سامنے اشعار کہہ دیتے اور اپنے دیگر امور کا تذکرہ کرتے اور ہنسنے لگتے تھے۔ مگر آپ صرف مسکراتے تھے۔

(۲۸) ہمیں خبردی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو سعید بن ابو عمرو نے۔ ان کو حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبردی ابو عبد الرحمن مقری نے، ان کو ابن سعد نے ولید بن ابوالولید سے یہ کہ سلیمان بن خارجه نے، اس کو خبردی خارجه بن زید نے کہ کچھ لوگوں کا گروہ ان کے والد زید بن ثابت کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا ہمارے لئے بعض اخلاق رسول بیان فرمائیے۔ انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ کا پڑوسی تھا جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ ﷺ مجھے بلواتے تھے۔ اور میں وحی لکھا کرتا تھا۔ اور ہم لوگ جب دنیا کا تذکرہ کرتے تو حضور ﷺ بھی ہمارے ساتھ اس کا ذکر کرتے تھے۔ اور جب ہم لوگ آخرت کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس کو بھی یاد کرتے تھے۔ جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس کا ذکر کرتے تھے۔ لہذا ان امور میں سے ہر چیز ہم تم لوگوں کو بیان کریں گے۔

آپ علیہ السلام کی بہادری کا بیان ..... (۲۹) ہمیں خبردی ابو محمد عبد اللہ بن یوسف اصفہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو سعید بن اعرابی نے، ان کو حسن بن محمد زعفرانی نے، ان کو عمرو بن محمد عنقری نے، ان کو حدیث بیان کی اسرائیل نے ابو اسحاق سے اس نے حارث بن مضرب سے، اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ بدر ہوئی تو ہم لوگ مشرکین سے بچنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کا سہارا لے رہے تھے اور آپ سب سے زیادہ شدید جنگ جو تھے یا سخت خطرات سے ٹکرانے والے تھے۔ (مسند احمد ۱/۸۶)

کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی شباہ نے، ان کو اسرائیل نے، اس نے اس کو اپنی اسناد کے ساتھ ذکر کیا۔ اسی کی مثل اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے حالانکہ کوئی ایک بھی حضور ﷺ سے زیادہ مشرکین کے قریب نہیں تھا۔

(۳۰) ہمیں خبردی ابو الحسن علی بن محمد مقری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبردی حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب قاضی نے، ان کو ابو الرزینج نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حماد بن زید نے، ان کو ثابت نے انس بن مالک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ چہرے کے اعتبار سے لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔ اور سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ اور سب لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔



ایک مرتبہ اہل مدینہ کسی خطرناک آواز سے خوف زدہ ہو گئے تھے، رات کا وقت تھا۔ حضور ﷺ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے بغیر زین رکھے۔ اتنے میں لوگ معلوم کرنے کے لئے نکل پڑے۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان سے سبقت کر گئے ہیں اس آواز کی طرف۔ آپ اس خبر کی چھان بین ٹھیک کر کے آگے اور لوگوں کو آ کر تسلی دی اور فرمایا کہ مت ڈرو۔ اور حضور ﷺ نے گھوڑے کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے تو اس کو دریا پایا، یا یوں فرمایا کہ یہ تو دریا ہے۔ (مسلم ۱۸۰۲)

حماد نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی ہے ثابت نے یا یوں کہا کہ مجھے آپ سے خبر پہنچی ہے۔ کہتے ہیں حضور ﷺ کے سواری کرنے کے بعد یہ گھوڑا دوڑ کے مقابلے میں کبھی پیچھے نہ رہا، حالانکہ وہ اس سے قبل بہت ڈھیلا اور ست تھا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں سلیمان بن حرب سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے ابوالوئیح وغیرہ سے، ان سب نے حماد سے۔ (۳۱) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو خبر دی احمد بن عبید صفار نے، ان کو اسماعیل قاضی نے، ان کو محمد بن کثیر نے، ان کو خبر دی سفیان بن سعید نے، ان کو محمد بن منکر نے۔ وہ کہتے ہیں میں نے سنا جابر رضی اللہ عنہ سے۔ وہ فرماتے تھے کہ بے شک حضور ﷺ سے جس چیز کا بھی سوال کیا گیا آپ نے کبھی منع نہیں فرمایا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے محمد بن کثیر سے اور مسلم نے دوسرے طریق سے، سفیان ثوری سے۔

حضور ﷺ کی سخاوت کا بیان ..... (۳۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو حسن بن محمد بن حلیم مروزی نے، ان کو ابو المویج نے، ان کو خبر دی عبدان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ نے، ان کو خبر دی یونس نے، ان کو زہری نے، ان کو اس نے عبید اللہ بن عبد اللہ سے۔ اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور حضور ﷺ کی سخاوت سب سے زیادہ رمضان میں ہوتی تھی۔ جب ان کو جبرائیل علیہ السلام ملتے تھے اور جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کو رمضان کی ہر رات ملتے تھے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے۔ فرمایا کہ حضور ﷺ خیر کے کام کے لئے چلتی ہو اسے زیادہ سخی تھے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا عبدان سے اور مسلم نے ابو کریب سے، اس نے عبد اللہ بن مبارک سے۔ (فتح الباری ۳۰/۱)

(۳۳) ہمیں خبر دی ابو طاہر فقیہ نے، ان کو خبر دی ابو العباس عبد اللہ بن یعقوب کرمانی نے محمد بن ابو یعقوب کرمانی سے، ان کو خالد بن حارث نے، ان کو حمید نے موسیٰ بن انس سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام لانے اور اسلام قبول کرنے کے بدلے حضور ﷺ سے جو چیز بھی مانگی یا جس چیز کا بھی سوال کیا گیا آپ نے اسلام قبول کرنے والے کو عطا کر دی۔

چنانچہ ایک آدمی آیا، اس نے حضور ﷺ سے کچھ مانگا۔ آپ نے اس کے لئے دو پہاڑوں کے درمیان چرنے والی بکریاں دینے کا حکم فرمایا۔ وہ بکریاں لے کر اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اسلام قبول کر لو، بے شک محمد ﷺ اس قدر عطا کرتے ہیں کہ پھر اس بندے پر بھوک و افلاس کا خطرہ نہیں رہتا۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے عاصم بن نصر سے، اس نے خالد بن حارث سے۔

(۳۴) ہمیں خبر دی ابو الحسین علی بن محمد احمد بن عبدان نے، اس نے ہمیں خبر دی محمد بن احمد بن محمود عسکری سے، اس نے جعفر بن محمد قلانی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی آدم نے، ان کو شعبہ نے، حکم نے ابراہیم سے، اس نے اسود سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور ﷺ اپنے گھروالوں میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا کہ حضور ﷺ اپنے گھروالوں کی مہنت میں لگے رہتے تھے، فرمایا کہ مراد ہے کہ ان کی خدمت میں لگے ہوتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لئے باہر چلے جاتے تھے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں آدم سے۔

حضور ﷺ گھر کا کام خود کرتے تھے ..... (۳۵) ہمیں خبردی ابو الحسین بن بشران نے، ان کو ابو جعفر محمد بن عمرو ابن البختری نے بطور املاء۔ وہ کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ حضور ﷺ اپنے گھر کے اندر کیا کام کرتے تھے۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔ اپنے کپڑوں کی جوئیں خود نکالتے، اپنی بکری خود دوہتے اور اپنے نفس کی خدمت کرتے، یعنی اپنا کام خود کرتے تھے۔

(۳۶) ہمیں خبردی ابو الحسین بن بشران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبردی اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو خبردی احمد بن منصور رمادی نے، ان کو خبردی عبدالرزاق نے، ان کو خبردی معمر نے زہری سے، اس نے عروہ سے، اس نے ہشام سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، کیا رسول اللہ ﷺ گھر میں کام کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں، رسول اللہ ﷺ اپنی جوتی کو ناز کا لگاتے تھے اور اپنا پھٹا ہوا کپڑا اسی لیتے تھے اور اپنے گھر میں (گھریلو) کام کرتے تھے، جیسے تم میں سے کوئی آدمی اپنے گھر میں کام کرتا ہے۔

ذکر اللہ کی کثرت کرتے تھے ..... (۳۷) ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ حافظ نے بطور املاء کے، ان کو ابو بکر محمد بن جعفر آدمی قاری نے بغداد میں، ان کو عبد اللہ بن احمد بن ابراہیم دورقی نے، ان کو احمد بن نصر بن مالک خزاعی نے، ان کو علی بن حسین بن واقد نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا یحییٰ بن عقیل سے۔ وہ کہتے ہیں، میں نے سنا عبد اللہ بن ابو اوفیٰ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کثرت کے ساتھ ذکر اللہ کرتے تھے۔ لغوبات یا کام نہیں کرتے تھے۔ نماز لمبی کرتے تھے۔ خطبہ چھوٹا پڑھتے تھے۔ غلام یا بیوہ کے ساتھ چلنے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے جب تک کہ ان کی حاجت پوری نہ کر لیتے۔

(۳۸) ہمیں خبردی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو بکر اسماعیل بن محمد بن اسماعیل فقیہ نے مقام رسی میں، ان کو ابو بکر محمد بن فرج ازرق نے، ان کو ہاشم بن قاسم نے، ان کو شیبان ابو معاویہ نے اشعث بن ابوشعثاء سے، اس نے ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ گدھے پر سواری کر لیتے تھے، اُون کا کپڑا پہن لیتے بکریوں کو خود باندھ لیتے تھے۔ اور مہمان کی خدمت خود کرتے تھے۔

غلاموں کی دعوت قبول کرنا ..... (۳۹) ہمیں خبردی ابو بکر بن فورک نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خبردی عبد اللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے، ان کو حدیث بیان کی ابو داؤد نے، ان کو شعبہ نے اور مسلم ابو عبد اللہ اعمور نے، اس نے سنانس رضی اللہ عنہ سے۔ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ گدھے پر بھی سوار ہوتے تھے۔ اُون کا کپڑا پہن لیتے تھے۔ غلاموں کی دعوت قبول کر لیتے تھے۔ جنگ خیبر والے دن میں حضور ﷺ کو گدھے پر سوار دیکھا۔ اس کی نکیل کھجور کے ریشے کی بنی ہوئی تھی۔

(۴۰) ہمیں خبردی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبردی احمد بن جعفر قطعی نے، ان کو عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے، ان کو اسماعیل نے ایوب سے۔ اس نے عمرو بن سعید سے، اس نے انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا کوئی بندہ نہیں دیکھا جو اپنے عیال کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ شفیق ہو۔ پھر اس نے حدیث ذکر کی۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں زہیر بن حرب سے، اس نے اسماعیل بن علیہ سے۔

رسول اللہ ﷺ کا بچوں کو سلام کرنا ..... (۴۱) ہمیں خبردی ابو طاہر فقیہ نے، ان کو خبردی ابو طالب محمد بن مبارک حناط نے، ان کو حسین بن فضل نے، ان کو علی بن جعد نے، ان کو شعبہ نے، ان کو سیار بن حکم نے، ان کو ثابت بنانی نے انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کچھ بچوں کے پاس سے گزرے تھے اور آپ نے ان پر سلام کیا، پھر ہمیں حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ بچوں کے پاس سے گزرے تھے اور آپ نے ان پر سلام کیا تھا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں علی بن جعد سے، اور مسلم نے اس کو نقل کیا ہے دوسرے طریق سے شعبہ سے۔ (مسلم حدیث ۱۷۰۸)

(۴۲) ہمیں خبر دی ابو طاہر فقیہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو بکر قطان نے، ان کو ابو الازہر نے، ان کو مروان بن محمد نے، ان کو ابن لہیعہ نے، ان کو عمارہ بن غزیہ نے اسحاق بن عبد اللہ بن ابوطحہ سے، اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بچے کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ خوش طبعی کرنے والے تھے۔

سخت سردی میں برکت کے لئے پانی میں ہاتھ ڈالنا ..... (۴۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ، ابو بکر احمد بن حسن قاضی اور ابو سعید بن ابو عمرو نے، انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، اس نے کہا ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسحاق صفغانی نے انہوں نے کہا کہ ان کو ابوالنضر نے، ان کو سلیمان ابن مغیرہ نے، اس نے ثابت سے، اس نے انس سے۔ کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تھے تو مدینہ کے خادم اپنے پانی کے برتن لے کر آجاتے تھے جو بھی برتن لایا جاتا اس کے پانی کے اندر آپ اپنا ہاتھ ڈبو کر دے دیتے تھے (برائے تبرک)۔ بسا اوقات سخت سردی کی صبح کو بھی برتن لے آتے تھے، پھر بھی اس میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے تھے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ان کو ابو بکر بن ابوالنضر وغیرہ سے، اس نے ابو فضل سے۔

ایک بوڑھی عورت کی خاطر رُک جانا ..... (۴۴) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے ابو محمد عبد الرحمن بن ابو حامد مقرئ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحاق صفغانی نے، ان کو خبر دی عارم ابو النعمان نے، ان کو حماد بن سلمہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ثابت نے انس بن مالک سے کہ ایک عورت تھی، اس کی عقل و دماغ میں کچھ فتور تھا۔ آ کر کہنے لگی یا رسول اللہ! مجھے آپ سے کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے ام فلاں سوچ لیجئے کون سے راستے پر آپ چاہیں وہاں جا کر کھڑی ہو جائیں میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ حضور ﷺ اس کے ساتھ علیحدہ چلے گئے (اس کے ساتھ اکیلے باتیں کرنے گئے)۔ یہاں تک کہ اس کا کام کر کے آ گئے۔

مسلم نے اس کو نقل کیا ہے دوسرے طریق سے حماد سے۔ (مسلم حدیث ۱۸۱۲)

## باب ۳۱

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے بے رغبتی و زہد

- ☆ اور اس بارے میں روزی کی کمی و شدت پر آپ کا صبر کرنا
  - ☆ اور حضور ﷺ کا دارِ دنیا پر دارِ آخرت کو اختیار کرنا و ترجیح دینا
  - ☆ اور اللہ نے آپ ﷺ کے لئے آخرت میں جو جو انعامات تیار کر رکھے ہیں
- اس سب کچھ کے بارے میں مروی احادیث و اخبار کا ذکر

اسی چیز کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا :

(۱) وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ -

(سورۃ طہ : آیت ۱۳۱)

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) مت کراپنی نگاہیں اس چیز پر جو ہم نے فائدہ اٹھانے کو دی ہیں ان طرح طرح کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی رونق کے طور پر، تاکہ ان کو آزمائیں اس میں اور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی ہے۔

(۲) اور تحقیق روایت کی گئی ہے کہ حضور ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ چاہیں تو بندہ (غلام) نبی بن کر رہیں اور چاہیں تو بادشاہ نبی بن کر۔ آپ ﷺ نے اس بارے میں جبرائیل علیہ السلام سے مشورہ کیا تو انہوں نے اشارہ کر کے بتایا کہ آپ تو اضع اختیار کیجئے، عاجزی کیجئے۔ لہذا حضور ﷺ نے اس کو پسند کیا کہ بندہ خدا نبی رہیں۔

(۳) ہمیں اس کی خبر دی ابو الحسن بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو العباس حیوۃ بن شریح نے، ان کو خبر دی بقیہ بن ولید نے زبیدی سے۔ اس نے زہری سے، اس نے محمد بن عبد اللہ بن عباس سے۔ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حدیث بیان کرتے تھے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کے پاس فرشتوں میں سے ایک فرشتہ بھیجا، اس کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ لہذا فرشتے نے رسول اللہ ﷺ سے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے اس بات کے درمیان کہ آپ عبد نبی ہوں یا ملک (بادشاہ) نبی ہوں۔ اللہ کے نبی نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف التفات کیا، جیسے آپ مشورہ کر رہے ہیں۔ لہذا جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ نیچے جھکنے (یعنی تواضع اور عاجزی کیجئے) تو رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا کہ میں عبد نبی ہوں گا (یعنی محض اللہ کا بندہ نبی رہنا پسند کروں گا)۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کلمے کے بعد حضور ﷺ نے کبھی تکیہ اور سہارا لگا کر کچھ نہیں کھایا، یہاں تک کہ آپ اپنے رب کو مل گئے۔ (ذکرہ البخاری فی تاریخ الکبیر ۱/۱۲۴)

ازواج مطہرات کو اختیار دینا ..... (۴) ہمیں خبر دی ابو القاسم عبد الرحمن بن عبید اللہ بن عبد اللہ حربی نے جامع الحربیہ بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حمزہ بن محمد بن عباس نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن غالب نے، ان کو موسیٰ بن مسعود نے، ان کو عمر مہ نے، ان کو ابو زبیر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ان کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے، ان کو حدیث بیان کی ہے۔ انہوں نے حدیث ذکر کی رسول اللہ ﷺ کے اپنی عورتوں سے علیحدگی اختیار کرنے کے بارے میں، یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے حجرے میں گیا، آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے اوپر اپنی چادر کو سنبھالا اور بیٹھ گئے جبکہ چٹائی نے آپ کے پہلو پر نشان ڈال دیا تھا۔

میں نے حضور ﷺ کے اس کمرہ میں اپنی نظروں کو حرکت دی، اس میں دنیا کی کوئی چیز رکھی ہوئی نہیں تھی سوائے دو مٹھیوں کے مٹھی بھر جو تھے اور مٹھی بھر قرط، دو صاع کے برابر۔ پھر میں نے نظر ماری تو دو یا زیادہ چمڑے لٹکے ہوئے تھے (وہ کچے چمڑے جن کی ابھی رنگائی مکمل نہ ہوئی تھی)۔ یہ منظر دیکھ کر میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا (رونے لگا)۔ تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، اے ابن خطاب! کس بات سے رورہے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے نہ رونے کی کیا بات ہے؟ میں کیوں نہ روؤں۔

آپ اللہ کے برگزیدہ ہیں، اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی ساری مخلوق میں سے بہترین ہیں جبکہ یہ آپ کا حجرہ (بالا خانہ ہے) اور یہ عجمی لوگ کسریٰ اور قیصر ہیں کہ پھلوں اور باغات اور نہروں کے مالک ہیں۔ اور آپ اس حال میں ہیں (جو میں دیکھ رہا ہوں)۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اے ابن خطاب کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ ہمارے لئے آخرت ہو اور ان کے لئے صرف دنیا۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پھر اللہ کا شکر کیجئے۔ اور حدیث کو آگے ذکر کیا۔

اس کو مسلم نے نقل کیا صحیح میں دوسرے طریق سے عکرمہ بن عمار سے۔

(۵) اور ہمیں خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن یحییٰ بن عبد الجبار سکری نے، ان کو اسماعیل بن محمد صفار نے ان کو احمد بن منصور مادی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد الرزاق نے، ان کو خبر دی معمر نے، ان کو زہری نے، ان کو عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابو ثور نے، ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔ اس نے عمر بن خطاب سے۔ اس قصے میں انہوں نے فرمایا، کہ میں بیٹھ گیا اور اپنا سر اوپر اٹھا کر کمرے میں نظر ماری۔ اللہ کی قسم میں نے کمرے میں کوئی چیز نہیں دیکھی جس کے ساتھ نظر ٹکراتی سوائے تین کچے چمڑوں کے (جو رنگے ہوئے نہیں تھے)۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیے کہ وہ آپ کی امت پر وسعت اور فراخی فرمائے۔ اللہ نے اہل فارس اور اہل روم پر فراخی اور وسعت کر رکھی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ یہ سن کر حضور ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اور فرمانے لگے، کیا تم کسی شک میں ہو اے ابن خطاب؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کی طیبات اور ستھری چیزیں ان کو جلدی جلدی ان کی دیناوی زندگی میں دے دی گئی ہیں۔

میں نے عرض کیا میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں یا رسول اللہ! اور نبی کریم ﷺ نے قسم کھا رکھی تھی کہ آپ اپنی عورتوں کے پاس ایک مہینہ تک نہیں جائیں گے۔ یہ فیصلہ آپ نے ان پر اپنی ناراضگی اور غصہ کی شدت کی وجہ سے کیا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر حضور ﷺ کو تنبیہ فرمائی تھی۔

زہری کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی عروہ نے، ان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ فرماتی ہیں کہ جب انتیس راتیں گزر گئیں تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے۔ ابتداء مجھ سے کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک مہینے تک ہم لوگوں کے پاس نہیں آئیں گے۔ آپ میرے پاس انتیس دن میں آ گئے ہیں، میں برابر شمار کر رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا، بے شک مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے۔ پھر فرمایا، اے عائشہ میں تجھ سے ایک امر کا ذکر کرتا ہوں تجھ پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ تم نے اس امر کے لئے جلدی کیوں نہیں کی، بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر لیجئے گا۔ کہتی ہیں کہ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی :

”آیت تخییر حضور ﷺ کی بیبیوں کو“۔ (اللہ کی طرف سے اختیار ملنا)

يَأْتِيهَا النَّبِيُّ قُلٌّ لِّأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتَن تَرْضُنَّ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزَيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمْتَعُكُنَّ وَأُسْرٍ حُكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا -

وَإِنْ كُنْتَن تَرْضُنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا - (سورۃ الاحزاب: آیت ۲۸)

اے نبی! اپنی بیبیوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اسی کی آسائش چاہتی ہو تو آ جاؤ میں آپ لوگوں کو ساز و سامان دے دوں اور تمہیں خوبصورت طریقے پر چھوڑ دوں۔ اور اگر تم اللہ کو اور اس کے رسول کو اور آخرت والے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے محسنات کے لئے نیکی اور شرافت کی راہ پر چلنے والیوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

وہ فرماتی ہیں حضور ﷺ اچھی طرح جانتے تھے کہ اللہ کی قسم میرے والدین مجھے حضور ﷺ سے فراق اور جدا ہونے کے لئے کبھی حکم نہیں دیں گے۔ لہذا میں نے حضور ﷺ کے ان الفاظ کے جواب میں عرض کیا کہ کیا اس مسئلے میں بھی اپنے والدین سے مشورہ کروں گی؟ پس بے شک میں اللہ کو اور اس کے رسول کو چاہتی ہوں اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں اسحاق بن ابراہیم سے۔ اس نے عبدالرزاق سے۔ اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے دوسرے طریق سے زہری سے۔

آپ علیہ السلام کا بستر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رونا

(۶) ہمیں حدیث بیان کی امام ابو الطیب سہل بن محمد بن سلیمان نے بطور املاء۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی اسماعیل بن نجید بن احمد بن یوسف سلمی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمد بن ایوب بن یحییٰ بجلی نے، ان کو خبر دی سہل بن بکار نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مبارک بن فضالہ نے حسن سے، اس نے انس بن مالک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا وہ کھجور کی رسی سے بنی ہوئی آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا سرہانہ یا تکیہ تھا۔ جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ اور حضور ﷺ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کے صحابہ میں سے کچھ لوگ۔ نبی کریم ﷺ نے ایک دم پہلو پھیرا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے پہلو پر رسیوں کے نشان دیکھے اور دیکھ کر رو دیئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا، عمر کس چیز نے آپ کو رولایا؟

حضرت عمر نے کہا میں کیوں نہ دوں کہ قیصر و کسریٰ زندگی گزار رہے ہیں اس طرح جس طرح وہ دنیا میں کھیل رہے ہیں اور آپ اس حال میں ہیں جو میں دیکھ رہا ہوں؟ تو نبی کریم ﷺ نے ان کو فرمایا: اے عمر! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت؟ انہوں نے کہا جی ہاں، تو آپ نے فرمایا کہ وہ اسی طرح ہیں۔ (مسلم ۱۱۰۵)

(۷) ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر محمد بن حسن بن فورک نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر اصفہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابو داؤد نے، ان کو مسعودی نے، ان کو عمرو بن مرہ نے، ان کو ابراہیم نے علقمہ سے، اس نے عبداللہ سے۔ وہ کہتے ہیں، نبی کریم ﷺ چٹائی پر لیٹ گئے تھے۔ لہذا آپ کے جسم پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے۔ میں ان نشانوں کو مٹانے لگا اور میں نے کہا میرے ماں باپ آپ کے اوپر قربان جائیں، یا رسول اللہ! کیا آپ ہمیں اجازت نہیں دیں گے کہ ہم آپ کے لئے کوئی چیز بچھانے کا انتظام کر دیں جس پر آپ آرام کریں اور آپ کی حفاظت بھی رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، کیا ہے میرے لئے اور دنیا کے لئے؟ (یعنی مجھے دنیا سے کیا مطلب ہے؟) میری اور دنیا کی مثال تو اس طرح ہے جیسے کوئی مسافر جو کسی درخت تلے سایہ حاصل کرنے کے لئے بیٹھتا ہے پھر وہ اٹھ کر چلا جاتا ہے۔ اور اس درخت کو اور اس کے سائے کو وہیں چھوڑ جاتا ہے۔

(۸) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ، ابو زکریا بن ابواسحاق مزکی اور ابو بکر بن حسن قاضی نے، انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو یحییٰ بن بحر نے، ان کو ابن وہب نے، ان کو خبر دی یونس بن یزید نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن بہل دباس نے مکہ مکرمہ میں، ان کو محمد بن علی بن زید صائغ نے، ان کو احمد بن شیب نے، ان کو ان کے والد نے یونس سے۔ اس نے ابن شہاب سے، اس نے عبداللہ بن عتبہ سے، اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی نہیں لگے گی کہ مجھ پر تین راتیں گزریں اور میرے پاس اس میں سے کچھ باقی ہو۔ مگر صرف اسی قدر جو میں نے اپنی ضرورت کے لئے رکھا ہو۔

یہ الفاظ ابن وہب کی حدیث کے ہیں۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں احمد بن شیب سے۔

حضور ﷺ کے گھر والوں کے لئے بقدر گزارہ روزی کی دعا کرنا..... (۹) ہمیں خبر دی محمد بن ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو حسن ابن علی بن عفان عامری نے، ان کو ابوسامہ نے اعمش سے، ان کو عمارہ بن قعقاع نے ابو زرہ سے، اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے اللہ آل محمد کا رزق صرف بقدر بقاء زندگی کر دے۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں شیخ سے، اس نے ابوسامہ سے اور بخاری و مسلم نے اس کو روایت کیا ہے۔ حدیث فضیل بن غزوان سے اس نے عمارہ سے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابو الحسن علی بن محمد بن علی مقلی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب نے، ان کو عمرو بن مرزوق نے، ان کو خبر دی زائدہ نے منصور بن معتمر سے، اس نے ابراہیم سے، اس نے اسود سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، فرماتی ہیں، آل محمد ﷺ نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا مسلسل تین راتیں جب سے مدینہ میں آئے ہیں گندم کی روٹی سے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کی وفات ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو الریح نے، ان کو جریر نے منصور سے اس کی اسناد کے ساتھ مذکور کی مثل۔ بخاری و مسلم نے اس کو نقل کیا ہے صحیح میں جریر عبد الحمید سے۔

(۱۱) ہمیں خبر دی ابو محمد یوسف نے، ان کو خبر دی ابوسعید بن اعرابی نے، ان کو محمد بن سعید بن غالب نے، ان کو ابو معاویہ نے اعمش سے اس نے ابراہیم سے، اس نے اسود سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلسل تین دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تھا یہاں تک کہ وہ اپنے راستے پر چلے گئے۔

مسلم نے اس کو روایت کیا اسحاق سے اس نے ابو معاویہ سے۔

(۱۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو بکر بن اسحاق نے بطور املاء کے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی یوسف بن یعقوب نے، ان کو محمد بن کثیر نے، ان کو سفیان نے، ان کو عبد الرحمن نے، ان کو عابس بن ربیعہ نے اپنے والد سے یہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہم لوگ پندرہ دن بعد کراع اور جانوروں کی نلی یا پایہ نکالتے تھے اور اس کو کھاتے تھے۔ میں نے کہا کہ آپ لوگ ایسا کیوں کرتے تھے؟ وہ ہنس پڑیں اور فرمانے لگیں کہ نہیں پیٹ بھر کر کھانا کھایا آل محمد ﷺ نے روٹی سالن سے، یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے مل گئے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں محمد بن کثیر سے۔

تین ماہ تک چولہا نہ جلنا ..... (۱۳) ہمیں خبر دی ابو طاہر فقیہ اور ابو عبد اللہ حافظ، ابو زکریا بن ابوالحق نے اور ابو سعید بن ابو عمرو سے۔ انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم نے، ان کو انس بن عیاض نے، ان کو ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم لوگ آل محمد ﷺ ہمارے اوپر تین تین ماہ گذر جاتے تھے مگر ہم لوگ کھانے کے لئے آگ نہیں جلاتے تھے مگر کھجور اور پانی ہوتا تھا بس۔ ہاں مگر یہ بات بھی تھی کہ ہمارے ارد گرد انصار کے گھر تھے ان میں سے ہر گھر والے رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی بکری کا دودھ بھیج دیتے تھے لہذا نبی کریم ﷺ ہم لوگوں کو بھی اس دودھ میں سے پلا دیتے تھے۔

اس کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے صحیح میں، حدیث ہشام بن عروہ سے۔

(۱۴) ہمیں خبر دی ابو عمرو محمد بن عبد اللہ ادیب نے، ان کو ابو بکر اسماعیلی نے، ان کو حسن بن سفیان نے، ان کو ہد بہ نے، ان کو حدیث بیان کی ہمام نے، ان کو قتادہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت انس ﷺ کے پاس آتے جاتے تھے اور ان کا باورچی کھڑا ہوتا۔ انہوں نے فرمایا کھاؤ۔ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے روٹی شوربے میں بھیگی ہوئی دیکھی ہو یہاں تک کہ آپ ﷺ اللہ سے مل گئے۔ اور نہ ہی بکری کا بچہ بھونا ہوا ثابت کبھی۔ بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں ہد بہ سے۔

آپ علیہ السلام کا منبر کرسی پر کھانا نہ کھانا ..... (۱۵) اور ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو الحسن علی بن محمد بن سخویہ نے، ان کو ابو المثنیٰ غنبری نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو معاذ بن ہشام نے، ان کو ان کے والد نے یونس سے، اس نے قتادہ سے، اس نے انس بن مالک ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی خوانچے میں نہیں کھایا نہ ہی پلیٹ میں نہ ہی روٹی شوربے میں ڈوبی ہوئی۔ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس ﷺ سے کہا پھر آپ کس چیز پر کھاتے تھے؟ فرمایا تو شہ دان یا میز پوش پر۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں عبد اللہ بن ابواسود سے، معاذ بن ہشام سے۔

(۱۶) ہمیں خبر دی ابو بکر محمد بن حسن بن فورک نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے، ان کو ابو داؤد نے، ان کو شعبہ نے ابو اسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا عبد الرحمن بن یزید سے وہ حدیث بیان کرتے ہیں اسود سے۔ اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اکٹھے دودن بھی پیٹ بھر کر جو کی روٹی نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے۔ اس کو مسلم نے نقل کیا صحیح میں حدیث شعبہ سے۔

(۱۷) ہمیں خبر دی ابو بکر بن فورک نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابو داؤد نے، ان کو شعبہ نے سماک بن حرب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا نعمان بن بشیر سے وہ کہتے ہیں میں نے سنا عمر بن خطاب ﷺ سے وہ خطبہ دے رہے تھے انہوں نے اس کا ذکر کیا جو لوگوں پر کھول دیا گیا۔ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا سارا سارا دن بھوک سے اپنے پیٹ کو لپیٹتے تھے۔ بھوک سے اس قدر ردی کھجور بھی نہیں پاتے تھے جس کے ساتھ پیٹ بھر لیتے۔

اس کو مسلم نے نقل کیا ہے صحیح میں شعبہ کی حدیث سے۔

گھر والوں کے کھانے کے لئے زرہ رہن رکھوانا ..... (۱۸) ہمیں خبر دی ابو محمد بن یوسف نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے ان کو محمد بن اسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی روح بن عبادہ نے وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہشام بن ابی عبد اللہ نے قتادہ سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے وہ کہتے ہیں کہ وہ چلتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کی روٹی اور دہنے کی چکلی کی چربی جو قدرے متغیر ہو چکی تھی، لے کر پہنچے۔ جبکہ انہوں نے اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی اور اس کے بدلے میں اپنے گھر والوں کے لئے جو لئے تھے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دن سنا آپ کہہ رہے تھے نہیں شام کی آل محمد کے پاس کھجوروں کے ایک صاع نے اور نہ ہی گندم کے دانوں کے ایک صاع نے۔ اس کو بخاری نے نقل کیا حدیث ہشام سے اس کے بعض مفہوم کے ساتھ۔ فرمایا کہ وہ لوگ اس وقت نو گھر تھے۔

(۱۹) ہمیں خبر دی ابو طاہر فقیہ نے، ان کو ابو حامد بن بلال نے، ان کو احمد بن منصور مروزی نے، ان کو نصر بن شمیل نے، ان کو ہشام بن عروہ نے، ان کو خبر دی ان کے والد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے کا تھا اس میں کھجور کی کھال بھری ہوئی تھی۔ بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں احمد بن ابورجاء سے، اس نے نصر سے۔ مسلم نے اس کو نقل کیا کئی دیگر وجوہ سے ہشام سے۔

(۲۰) ہمیں خبر دی ابو علی روز باری نے فوائد میں اور ابو عبد اللہ حسین بن عمر بن برہان اور ابو الحسن بن فضل قطان اور ابو محمد سکری نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو حسن بن عرفہ نے، ان کو عباد بن عباد، مہلسی نے مجاہد بن سعید سے، ابن نے شعیب سے، اس نے مسروق سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ فرماتی ہیں کہ میرے پاس انصار کی ایک عورت آئی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر دیکھا جو کہ دھاری دار کبیل تھا، لپیٹا ہوا تھا، وہ واپس چلی گئی اور اس نے میرے پاس ایک بستر بھیج دیا جس کے اندر اون بھری ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! فلاں انصار یہ عورت میرے پاس آئی تھی اس نے آپ کا بچھونا دیکھا پھر وہ واپس چلی گئی اس نے میرے پاس یہ بھیج دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس کو واپس کر دیجئے۔ انہوں نے کہا میں کیوں یہ واپس کر دوں مجھے اچھا لگتا ہے کہ یہ میرے گھر میں ہو۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ بات کہی۔ فرمایا کہ اس کو واپس بھیج دو۔ اے عائشہ اللہ کی قسم اگر میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے چاندی کے پہاڑ چلا کر دکھا دے۔

صدقہ کے در اہم کی وجہ سے نیند نہ کرنا ..... (۲۱) ہمیں خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن یوسف اصفہانی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو سعید بن اعرابی نے، ان کو ابن عفان نے یعنی حسن بن علی نے، ان کو حسین جعفی نے، ان کو زائدہ نے، ان کو عبد الملک بن عمیر نے، ان کو ربیع بن حراش نے ام سلمہ سے۔ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اُداس اور پریشان چہرے والے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے خیال کیا آپ کو کوئی تکلیف ہے۔ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہوا میں آپ کو پریشان چہرے والا دیکھ رہی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ان سات دیناروں کی وجہ سے ہے جو کل شام کو ہمارے پاس پہنچے تھے ہم جنہیں خرچ نہ کر سکے ان کو قالین وغیرہ کے روئیں میں کر دو۔

(۲۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن محمد خزاعی نے مکہ مکرمہ میں، ان کو ابو یحییٰ بن ابو مسرہ نے، ان کو عبد اللہ بن ابوالحکم مصری نے، ان کو بکر بن مضر نے، ان کو موسیٰ بن جبیر نے، ان کو ابو امامہ بہل بن حنیف نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت عروہ بن زبیر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے انہوں نے کہا کہ اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے آپ کی بیماری کے اندر (تو) اور میرے پاس اس وقت چھ دینار تھے۔ موسیٰ نے کہا کہ یا سات تھے۔ فرماتی ہیں کہ اللہ کے نبی نے مجھے حکم دیا کہ ان کو تقسیم کر دو مجھے آپ کی بیماری نے مشغول کر دیا (اور میں بھول گئی) یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو صحت عطا کر دی۔ کہتی ہیں کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ان دیناروں کے بارے میں پوچھا کہ ان کا آپ نے کیا کیا تھا؟ کیا آپ نے وہ چھ سات دینار تقسیم کر دیئے تھے؟ کہتی ہیں کہ نہیں اللہ کی قسم نہیں کئے آپ کی بیماری نے مجھے مصروف رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ منگوائے اور ان کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر کہا کیا گمان کرتا ہے اللہ کا نبی اگر اللہ کو مل جاتا اور یہ اس کے پاس ہوتے؟



(۲۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابو یوسف یعقوب بن احمد بن محمد بن یعقوب بن ازہر خسرو گردی نے ان کو حدیث بیان کی قتیبہ نے، ان کو جعفر بن سلیمان ضبعی نے ثابت بنانی سے، اس نے انس بن مالک سے کہ نبی کریم ﷺ کوئی شے گل کے لئے جمع کر کے نہیں رکھتے تھے۔

(۲۴) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو بکر بن اسحاق نے، ان کو اسماعیل بن قتیبہ نے، ان کو یحییٰ بن یحییٰ نے، ان کو داؤد بن عبد الرحمن نے منصور سے یعنی ابن عبد الرحمن جحجی سے، اس نے اپنی ماں سے اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت ہوئی جب لوگ دو اسود و اہم چیزوں سے پیٹ بھر چکے تھے کھجور اور سادہ پانی سے۔  
مسلم نے اس کو روایت کیا یحییٰ بن یحییٰ سے۔

کھجوریں جمع کرنے پر افسوس کا اظہار ..... (۲۵) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن بشران نے، ان کو خبر دی ابو محمد جعفر بن نصیر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن عبد اللہ بصری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی بکار بن محمد نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن عون نے ابن سیرین سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور آپ نے ان کے پاس کھجوروں کا ایک ڈھیر دیکھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے اے بلال؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کھجوریں ہیں جو میں جمع کرتا رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: افسوس ہے تجھ پر اے بلال! کیا تو اس بات سے نہیں ڈرا کہ اس کی وجہ سے تجھے جہنم میں پتھر پڑے؟ ان کو خرچ کر دیجئے اے بلال! اور عرش والے سے کم کر دینے سے مت ڈر۔

## باب ۳۲

# رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خرچے نفقے کی حدیث اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کے فکر و غم کی کفایت فرمائی تھی اور آپ ﷺ کی فقراء اور مسافروں کے بارے میں سعی

(۱) ہمیں خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن یوسف اصفہانی نے ان کو خبر دی ابو سعید بن اعرابی نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو داؤد سجستانی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو ابو ثوبہ ربيع بن نافع نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو علی روزباری نے وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی حسین بن حسن بن ایوب طوسی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو حاتم محمد بن ادريس رازی نے ان کو ابو ثوبہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی معاویہ بن سلام نے یزید بن سلام سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی عبد اللہ ہوزنی نے یعنی ابو عامر ہوزنی نے۔

وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے مؤذن بلال رضی اللہ عنہ سے ملاحب کے شہر میں۔ میں نے کہا اے بلال! مجھے آپ حدیث بیان کریں کہ رسول اللہ ﷺ کا نفقہ خرچہ کیسے چلتا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ کوئی چیز نہیں تھی ان کے لئے اس میں سے، مگر میں وہ ہوں جو میں قسم کھاتا ہوں اس بات کی ان سے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مبعوث فرمایا تھا تا وفات تک آپ ﷺ کی حالت یہ تھی کہ جب ان کے پاس کوئی مسلمان آتا اور آپ کپڑے کے بغیر دیکھتے تو مجھے حکم دیتے میں چلا جاتا۔ کسی سے قرض حاصل کرتا اور کوئی چادر خریدتا اور کوئی چیز خریدتا اور اس شخص کو کپڑے پہناتا اور کھانا کھلاتا۔

ایک دن مشرکین میں سے ایک شخص مجھے ملا وہ کہنے لگا اے بلال! میرے پاس مال فراخی ہے تم کسی اور سے قرض نہ مانگا کرو بس مجھ سے مانگ لیا کرو۔ میں نے بات مان لی۔ چنانچہ ایک دن میں نے وضو کیا اور اذان پڑھنے کے لئے جو نہی اٹھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مشرک تاجروں کے

گروہ کے ساتھ ہے۔ اس نے جب مجھے دیکھا تو کہنے لگا اے حبشی! میں نے کہا حاضر ہوں، کیا بات ہے؟ وہ مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے مجھے گندی گندی گالیاں دیں اور کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ تیرے وعدے اور مہینے میں کتنا وقت باقی ہے۔ میں نے کہا قریب ہے۔ اس نے کہا کہ چار راتیں باقی ہیں جو تیرے ذمہ میرا قرضہ ہے میں تم سے وصول کر لوں گا۔ میں نے جو کچھ تمہیں دیا تھا وہ میں نے تیری عزت کو دیکھ کر یا تیرے ساتھی (محمد ﷺ) کی عزت کی وجہ سے نہیں دیا تھا بلکہ اس لئے دیا تھا تا کہ تو غلام بن کر میری بات مانا کرے، میں تجھے واپس بکریاں چرانے پر لگاؤں گا جیسے تو اس سے قبل تھا۔ وہ جتنا میری توہین کر سکتا تھا اس نے کر ڈالی۔

میں لوٹ کر گیا میں نے نماز کے لئے اذان پڑھی۔ حتیٰ کہ جب ہم نے عشاء کی نماز پڑھ لی تو حضور ﷺ اپنے گھر لوٹ گئے۔ میں نے جا کر ملنے کی اجازت چاہی مجھے اجازت مل گئی تو میں نے جا کر کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ کے اوپر قربان جائیں وہ مشرک میں نے جس کا ذکر کیا تھا میں نے اس سے قرض لیا تھا اس نے آج مجھے ایسے ایسے کہا ہے۔ آپ ﷺ کے پاس بھی انتظام نہیں ہے جس سے آپ میری طرف سے ادائیگی کر دیں اور میرے پاس بھی نہیں ہے اور وہ مجھے ذلیل کر رہا ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں تا کہ میں ان محلوں میں جاؤں جو مسلمان ہو گئے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو رزق دے جس سے رسول اللہ ﷺ وہ ادا کریں جو مجھ پر ہے۔ میں وہاں سے نکلا اور اپنی منزل پر آ گیا۔ میں نے اپنی تلوار اور اپنا تھیلا اور اپنا نیزہ اور اپنی جوتی اپنے سر کے پاس رکھ لی اور آسمان کے کنارے کی طرف منہ کر کے لیٹ گیا۔ میری جیسے ہی آنکھ لگتی فوراً میں بیدار ہو جاتا جب میں دیکھتا کہ ابھی رات ہے میں پھر سو جاتا۔ حتیٰ کہ صبح اول کا پھوٹا میں نے جانے کا ارادہ کر لیا۔

اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا آ رہا ہے اس نے آواز دی اے بلال! رسول اللہ ﷺ آپ کو بلا رہے ہیں، پہنچو۔ میں چل پڑا اور حضور ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ چار اونٹ سامان کے لدے ہوئے کھڑے ہیں۔ میں حضور ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے اجازت مانگی حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تیرے پاس تیری ادائیگی لے آیا ہے میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو چار بیٹھے ہوئے اونٹوں کے پاس سے نہیں گذرا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں میں نے دیکھے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ اونٹ سامان سمیت تیرے ہیں۔ ان پر کپڑے تھے اور کھانا اور فرمقدار میں سامان تھا جو فدک کے سربراہ نے حضور ﷺ کے لئے ہدیہ کیا تھا ان کو اپنے قبضے میں لے لے پھر اس سے قرض ادا کر۔

کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا میں نے ان کا پوچھا اور ان کو رسیوں سے باندھا پھر میں نے صبح کی اذان دی۔ جب حضور ﷺ نے نماز پڑھا دی تو میں بقیع کی طرف نکل گیا میں نے اپنی انگلی کان میں دبائی اور میں نے اعلان کر دیا۔ میں نے کہا جس نے بھی رسول اللہ ﷺ سے قرض وصول کرنا ہو وہ جلدی آجائے میں وہ سامان فروخت کرتا رہا اور ادھر قرض ادا کرتا رہا اور ادھر بیچا ادھر قرض ادا کر دیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ پر کوئی قرض نہ رہا زمین پر۔ یہاں تک کہ میرے پاس دو اوقیے یا ڈیڑھ اوقیہ سامان بچ گیا۔ اس کے بعد میں شہر میں گیا دن کا کافی حصہ گذر چکا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں اکیلے بیٹھے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا آپ نے مجھ سے پوچھا آپ نے کیا کیا؟ اور تیرے پاس کیا آیا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ نے پورا قرضہ ادا کر دیا ہے جو رسول اللہ ﷺ پر تھا۔ قرض اب باقی نہیں رہا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کوئی شے باقی بچی ہے؟ کہتے ہیں کہ میں نے بتایا جی ہاں، دو دینار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھئے ان دونوں سے بھی مجھے چھکارا دے دیجئے میں اپنے گھر والوں میں سے کسی کے پاس نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ آپ مجھے آرام دے دیجئے۔

کہتے ہیں اس دن مسجد میں ہمارے پاس کوئی (سائل) نہیں آیا۔ لہذا حضور ﷺ نے مسجد میں رات گزار دی اور دوسرا دن بھی مسجد میں گزار دیا یہاں تک کہ دن کا آخر آ گیا اس وقت دو سوار آ گئے میں ان دونوں کو لے گیا۔ میں نے ان کو کپڑے پہنائے اور ان کو کھانے کا سامان دیا یہاں تک کہ جب آپ ﷺ عشاء پڑھ چکے تو مجھے بلایا اور فرمایا، کیا ہوا جو تیرے پاس تھا؟ میں نے کہا اللہ نے آپ کو آرام دے دیا ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ اکبر اور الحمد للہ کہا اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں آپ کو موت پالیتی اور آپ کے پاس یہ چیز موجود ہوتی۔ پھر میں حضور ﷺ کے پیچھے گیا یہاں تک کہ جب آپ اپنی بیبیوں کے پاس گئے تو ایک ایک عورت کو خود سلام کیا یہاں تک کہ آپ اپنے بستر پر آئے۔ یہی ہے وہ بات جس کے بارے میں تم نے مجھ سے پوچھا تھا۔ (قال ابن کثیر فی البدایہ والنہایہ ۶/۵۵)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل صفہ کے فقراء اور مساکین کے ساتھ بیٹھنا

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اہل صفہ کے فقراء اور مساکین کے ساتھ بیٹھنے کا حکم دیا تھا۔ اور آپ کو اس بات سے منع کیا تھا کہ آپ ان کو اپنے پاس سے نہ ہٹایا کریں اور ڈانٹ کر نہ بھگایا کریں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ - (سورة كهف : آیت ۲۸)

آپ اپنے آپ کو دیگر لوگوں کے ساتھ روک کر رکھیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح بھی تو شام بھی۔ وہ اس سے صرف اور صرف اس کی رضا چاہتے ہیں۔

(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ - (سورة انعام : آیت ۵۲)

جو لوگ صبح و شام اللہ کی رضا کے لئے اپنے رب کو پکارتے ہیں، آپ ان کو اپنے پاس سے بھگائیں۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن یوسف اصفہانی نے، ان کو ابو سعید بن اعرابی نے، ان کو ابو الحسن خلف بن محمد واسطی نے کر دوس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یزید بن ہارون نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے جعفر بن سلیمان ضبعی نے، ان کو معلى یعنی ابن زیاد نے، ان کو علاء بن بشیر مازنی نے، ان کو ابو الصدیق ناجی نے، ان کو ابو سعید خدری نے۔ وہ کہتے ہیں میں مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اور بعض ان کے پیچھے چھپنے کی کوشش کر رہے تھے کپڑے نہ ہونے (نگے ہونے) کی وجہ سے۔ اور ہمارے ایک قاری تھے جو ہمارے سامنے قرآن پڑھتے تھے۔ ہم لوگ ان سے کتاب اللہ سنتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

الحمد لله الذي جعل من امتي من امرت ان اصبر معهم نفسي

اللہ کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگ بھی بنائے ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے کے لئے مجھے حکم دیا گیا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ہمارے وسط میں بیٹھ گئے تاکہ اپنے نفس کو ہمارے اندر ہمارے برابر دکھائیں۔ اس کے بعد اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا۔ اس کے بعد وہ حلقہ اپنی جگہ سے سرک گیا۔ اور ان کے چہرے سامنے ہو گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سوال میں سے کسی کو نہیں پہچانا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خوش ہو جاؤ درویش فقراء مہاجرین کی جماعتو! قیامت کے دن مکمل نور اور روشنی کے ساتھ۔ تم لوگ جنت میں اغنیاء سے آدھا دن پہلے داخل ہو گے اور یہ نصف یوم پانچ سو سال کا ہوگا۔ (ترمذی۔ کتاب الزہد حدیث ۲۳۵۳)

(۴) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو العباس محمد بن احمد محبوبی نے، ان کو محمد بن لیث نے، ان کو محمد بن مقاتل نے، ان کو حکم بن زید نے، ان کو سُدّی نے، ان کو ابو سعید ازدی نے، ان کو ابو الکنود نے، ان کو خباب بن ارت نے۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی :

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

آپ اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ روک کر رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ہم لوگ ضعفاء تھے نبی کریم ﷺ کے پاس صبح و شام بیٹھتے تھے۔ حضور ﷺ ہمیں قرآن کی اور خیر کی تعلیم دیتے تھے۔ اور ہمیں جنت و جہنم کے ساتھ ڈراتے تھے۔ اور اس چیز کے ساتھ اللہ جس کے ساتھ ہمیں نفع دے گا، اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں۔ چنانچہ حضرت اقرع بن حابس تمیمی آئے اور عیینہ بن حصن فزاری۔ انہوں نے کہا بے شک ہم لوگ اپنی قوم کے اشراف میں سے ہیں۔ اور ہم لوگ ناپسند کرتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا دیکھیں جب وہ ہمارے ساتھ بیٹھا کریں تو آپ ان کو بھگا دیا کریں۔

لہذا یہ آیت نازل ہوئی :

وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ - (ابن ماجہ ۳۷ - کتاب الزہد)

ہم اسی طرح ان کے بعض کو بعض کے ساتھ آزماتے ہیں (مراد ہے کہ ہم ان کو آزماتے ہیں)۔

فقراء صحابہ کی فضیلت ..... (۵) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو یوسف اصفہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو بکر بن حسین قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی علی بن حسن ہلالی نے، ان کو عبید اللہ بن موسیٰ نے، ان کو حدیث بیان کی اسرائیل نے مقدام بن شریح سے۔ اس نے اپنے والد سے، اس نے سعد بن ابوقاص سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ہم لوگ چھ افراد تھے۔ مشرکین نے کہا ان لوگوں کو اپنے پاس سے بھگا دیجئے، یہ لوگ ہمارے اوپر جبرأت کیا کریں۔ کہتے ہیں کہ میں اور عبد اللہ بن مسعود اور ایک آدمی بنی ہذیل کا اور دو آدمی جن کا میں نام بھول چکا ہوں، حضور ﷺ کے دل میں بھی بات آگئی جو اللہ نے چاہا اور آپ نے اپنے دل سے بات کر لی۔

پھر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی :

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ الْآيَةَ - وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ

مَنْ اللَّهُ بَعْلِيهِمْ مِنْ؟ بَيْنَنَا أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ - (سورة الانعام : آیت ۳۵)

مت بھگائیے ان لوگوں کو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں الآیہ۔ اسی طرح ہم آزماتے ہیں ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ تاکہ کہیں کہ کیا یہی ہے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے ہمارے بچ میں سے۔ کیا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو خوب نہیں جانتا۔

مسلم نے اس کو نقل کیا ہے صحیح میں۔ (حدیث ۱۸۷۹ - ابن ماجہ کتاب الزہد)

باب ۳۴

## رسول اللہ ﷺ کا اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے میں

انتہائی زیادہ کوشش صرف کرنا اور آپ کا اپنے رب سے ڈرنا

(برسبیل اختصار)

(۱) ہمیں خبر دی ابو نصر محمد بن احمد بن اسماعیل بزاز نے طاہران میں، ان کو عبد اللہ بن احمد بن منصور طوسی نے، ان کو خبر دی ابو بکر بن یوسف بن یعقوب نجاشی نے مکہ مکرمہ میں۔ ان کو سفیان بن عیینہ نے، ان کو زیاد بن علاقہ نے مغیرہ بن شعبہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے راتوں کو عبادت کے لئے قیام کیا، حتیٰ کہ آپ کے دونوں پیرسوج گئے، تو کہا گیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سارے ذنوب (گناہ) معاف نہیں کر دیئے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

بخاری و مسلم نے اس کو نقل کیا حدیث عیینہ سے۔ (بخاری کتاب التہجد ۱۹ - فتح الباری ۱۳/۳)

(۲) ہمیں خبر دی ابوعلیٰ روزبازی نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابو بکر بن داسہ نے، ان کو ابو داؤد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو داؤد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عثمان بن ابوشیبہ نے، ان کو حدیث بیان کی جریر نے منصور سے، ان کو ابراہیم نے علقمہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ کا عمل کیسا تھا؟ کیا کوئی عمل کچھ ایام کے ساتھ مخصوص کرتے تھے؟ سیدہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ آپ کا عمل دائمی ہوتا تھا۔ تم میں سے کون ایسا ہے جو اس قدر استطاعت رکھتا ہے جس قدر حضور ﷺ استطاعت رکھتے تھے؟

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں زہیر اور اسحاق سے، اس نے جریر سے۔ اور اس کو بخاری نے روایت کیا ہے دوسرے طریق سے منصور سے۔

مسلسل روزے رکھنا ..... (۳) ہمیں خبر دی ابو طاہر فقیہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو بکر قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن یوسف سلمیٰ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالرزاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی معمر نے، ان کو ہمام نے، وہ کہتے ہیں کہ یہ وہ ہے جس کی مجھے حدیث بیان کی ابو ہریرہ نے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بچاؤ تم لوگ اپنے عمل کو صوم وصال سے (مسلسل روزے رکھنا)۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ تو وصال کرتے ہیں (یعنی بلا فاصلہ کئی کئی دن) روزے رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے جواب دیا، تم اس چیز میں ہمارے مثل نہیں ہو۔ بے شک میں ہدات گزارتا ہوں کہ مجھے میرا رب کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔ عمل کرنے کے لئے اس قدر خود کو مکلف بنایا کرو جس کی تمہیں طاقت ہو کرے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں یحییٰ سے، اس سے عبدالرزاق اس نے مسلم سے اس سے اس کو روایت کیا ہے کئی دیگر وجوہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ہم نے اس کا معنی نقل کیا ہے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے اور عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر سے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابو طاہر فقیہ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابو حامد بن بلال اور ابو بکر قطان نے، ان کو احمد بن منصور مروزی نے، ان کو نصر بن شمیل نے، ان کو خبر دی محمد بن عمرو بن علقمہ نے ابو سلمہ سے، اس نے ابو ہریرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں ہر روز سو مرتبہ۔

رسول اللہ ﷺ کی گریہ وزاری ..... (۵) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن علی میمون نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی فریابی نے، ان کو سفیان نے اعمش سے، اس نے ابراہیم سے، اس نے عبیدہ سے، اس نے عبد اللہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرے سامنے آپ قرآن پڑھئے۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے سامنے پڑھوں حالانکہ آپ کے اوپر قرآن اتر ہے؟ کہتے ہیں کہ میں نے سورت نساء پڑھی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا:

فَكَفَّ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا - (سورة نساء : آیت ۴۱)

اس وقت کیا حالی ہوگا جس وقت ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے۔

تو حضور ﷺ نے فرمایا: بس بس! میں نے پلٹ کر دیکھا تو آپ کی دونوں آنکھوں میں آنسو بہ رہے تھے۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں فریابی سے۔ رسول اللہ کا خوف خدا ..... (۶) ہمیں خبر دی ابو طاہر فقیہ نے، ان کو حدیث بیان کی ابو بکر محمد بن حسین قطان نے، ان کو خبر دی علی بن حسین ہلالی نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن عثمان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن مبارک نے، ان کو حماد بن سلمہ نے، ان کو ثابت نے مطرف سے یعنی ابن عبد اللہ بن شخیر سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ کے اندر سے ایسے آواز آرہی تھی جیسے ہڈیاں اُبلنے کی ہوتی ہے۔

(۷) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو بکر احمد بن سلیمان فقیہ نے، ان کو حسن بن مکرم نے بزاز سے، ان کو یزید بن ہارون نے، ان کو حماد بن سلمہ نے، ان کو ثابت بن مطرف نے، ان کو ان کے والد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا، وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور ان کے سینے میں سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے ہڈیوں کے جوش مارنے کی آتی ہے رونے کی وجہ سے۔

(۸) ہمیں خبر دی حسین بن بشران نے، ان کو ابو محمد علی بن احمد نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی جعفر حصیری نے اور ابو جعفر بن حیان تمار نے، دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی کریب نے، ان کو معاویہ بن ہشام نے، ان کو شیبان نے ابو اسحاق سے۔ اس نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابو بکر نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بوڑھے ہونا شروع ہو گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا ہے۔ اور سورہ واقعہ، سورہ مرسلات، عم یتسالون اور اذا الشمس کورت نے۔

(۹) ہمیں حدیث بیان کی امام الطیب سہل بن محمد بن سلیمان نے، ان کو جعفر بن محمد بن مطر عدل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی حسن بن احمد بن بسطام نے زعفرانی سے، ان کو محمد بن علاء ہمدانی نے، ان کو معاویہ بن ہشام نے، ان کو شیبان نے فراس سے، اس نے عطیہ سے۔ اس نے ابوسعید سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے کہا، یا رسول اللہ! بڑھاپے نے آپ کی طرف جلدی کر لی ہے۔ حضور نے فرمایا، مجھے سورہ ہود اور اس کی مشابہ سورتوں واقعہ، عم یتسالون، اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔ (ترمذی کتاب التفسیر ۳۲۹۷)

## باب ۳۵

### وہ احادیث جن کے ساتھ اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے

کہ حضور نے اپنے ہاتھ کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ جزاء اور بدلہ دینے والے تھے۔ اور بھوک پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے۔ اس کے باوجود کہ اللہ نے ان کا برکت کے ساتھ اکرام فرمایا تھا۔ جن چیزوں میں برکت کے لئے دعا کر دیتے کھانا وغیرہ کی چیزوں میں۔

(۱) ہمیں خبر دی ابو طاہر فقیہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابو حامد بن بلال نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن ربیع مکی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی سفیان نے زہری سے اس نے محمد بن جبیر سے، اس نے اپنے والد سے یہ کہ رسول اللہ نے فرمایا، اگر مطعم زندہ ہوتا اور وہ ان لوگوں کے بارے میں ان کو چھوڑ دیتا یعنی بدر کے قیدیوں کو۔ سفیان نے کہا اس کا نبی کریم پر کوئی احسان باقی تھا اور آپ نے ہاتھ سے لوگوں سے زیادہ جزاء دینے والے تھے۔

بھوک کی شدت میں ابو الہشیم کا مہمان بننا ..... (۲) ہمیں خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن یوسف اصفہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوسعید بن اعرابی نے، ان کو عبد الرحمن بن خلف نے، ان کو قعنبی نے ان کو عبد العزیز بن ابو حازم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوسعید نے، ان کو ابو یحییٰ بن ابوسرہ نے، ان کو ابراہیم بن محمد شافعی نے، ان کو عبد العزیز بن ابو حازم نے، ان کو ان کے والد نے کہ ایک آدمی نے ان کو خبر دی ابو الہشیم بن تیہان سے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے باہر نکلے اور حضرت عمر نے کی طرف چلے گئے۔ وہ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے۔ وہ ان کی طرف چلے گئے اور کھڑے ہو کر سلام کیا۔ حضرت عمر نے ان کو سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابو بکر نے ان سے پوچھا کہ اس وقت آپ کو کونسی چیز باہر لے آئی؟ حضرت عمر نے کہا، بلکہ آپ بتائیں؟ آپ اس وقت باہر کیسے آئے؟ ابو بکر صدیق نے جواب دیا کہ پہلے سوال میں نے کیا ہے، لہذا آپ پہلے میرا جواب دیں۔ حضرت عمر نے بتایا مجھے بھوک اس وقت باہر نکال کر لے آئی ہے۔ حضرت ابو بکر نے کہا مجھے بھی وہی چیز لے آئی ہے جو آپ کو لے آئی ہے۔ لہذا دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

اتنے میں حضور ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ دونوں اٹھ کر ان کے پاس چلے گئے اور جا کر ان کو سلام پیش کیا۔ حضور نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہ اس وقت تم دونوں کو کونسی چیز باہر لے آئی؟ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ہر ایک دونوں میں سے یہ چاہتا تھا کہ میں نہ بتاؤں، بلکہ اس کا ساتھی بتادے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ مجھ سے پہلے نکلے تھے میں ان کے بعد نکلا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کس لئے باہر آ گئے ہو انہوں نے کہا آپ بتائیں۔ میں نے کہا کہ میں نے تم سے پہلے پوچھا ہے۔ تو اس نے بتایا کہ بھوک لے آئی ہے۔ میں نے اس کو بتایا کہ جو چیز تمہیں لے آئی ہے وہی مجھے بھی لے آئی ہے۔ اتنے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بھی وہی چیز لے آئی ہے جو آپ دونوں کو لے آئی ہے۔

حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم دونوں جانتے ہو تم آج کس کے مہمان بن جائیں؟ دونوں نے کہا جی ہاں۔ وہ ابو الہیثم بن تہیان ہے۔ اس کے پاس تازہ کھجوریں ہیں۔ اگر ہم اس کے پاس جاتے ہیں تو ہم اس کے پاس بچی ہوئی خشک کھجوریں بھی پالیں گے۔ لہذا حضور ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھی گئے اور باغ میں داخل ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے سلام کیا ام یثم نے حضور ﷺ کا سلام سن لیا۔ اُس نے کہا میرے ماں باپ قربان جائیں، اس نے بالوں سے بنا ہوا ایک ٹاٹ (قالین) ان کے لئے نکالا، یہ لوگ اس پر بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ ابو الہیثم کہاں ہے؟ بولی کہ وہ ہمارے لئے بیٹھا پانی لینے گئے ہیں۔

اتنے میں ابو الہیثم پانی کی مشک کندھے پر اٹھائے نمودار ہوئے۔ اس نے جب کھجوروں میں حضور ﷺ کا جلوہ دیکھا تو مشک کو کھجور کے تنے کے ساتھ سہارے سے لگایا اور سیدھے حضور ﷺ کے پاس آ گئے اور بولے میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں۔ ابو الہیثم نے جب ان کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ ان کو شدید بھوک لگی ہے۔ اس نے ام یثم سے کہا، آپ نے کوئی چیز کھانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دی ہے؟ وہ بولی کہ نبی کریم ﷺ ابھی ابھی آ کر بیٹھے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں کیا ہے کھانے کے لئے؟ وہ بولی جو کے دانے ہیں۔ اس نے کہا جلدی سے ان کو پیس لیجئے اور آٹا گوندھ کر روٹی پکائیے۔ کیونکہ اس وقت وہ لوگ خمیر کرنے کو نہیں جانتے تھے۔

اس نے چھری اٹھائی اور حضور ﷺ نے اس کو واپس جاتے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ دیکھنا دودھ والی کسی چیز کو نہ ذبح کرنا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں بکریوں میں سے کوئی بکری کا بچہ (لے لا۔ پہارو) ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے جا کر جانور ذبح کیا (اور تیار کر کے) چڑھا دیا۔ زیادہ دیر نہ لگی تھی کہ وہ فوراً پکا کر حضور ﷺ کے پاس لے آیا۔ حضور ﷺ نے کھایا اور آپ کے دونوں ساتھیوں نے بھی کھایا۔ سب نے پیٹ بھر لیا۔ آج ان کی یہ مثالی دعوت ثابت ہوئی۔

حضور ﷺ اس کے بعد زیادہ دیر نہیں ٹھہرے مگر تھوڑا سا۔ اتنے میں حضور ﷺ کے پاس یمن سے کئی قیدی آ گئے۔ سیدہ فاطمہ بنت رسول ﷺ آئی اور شکایت کی کہ کام گھر میں زیادہ ہے اور اپنے ہاتھ حضور ﷺ کو دکھائے اور حضور ﷺ سے وہ غلام یا نوکر طلب کیا، حضور ﷺ نے منع فرما دیا۔ اور فرمایا کہ یہ ابو الہیثم کو دے دیں۔ میں نے ان کو اس دن دیکھا جب اس نے ہماری ضیافت کی تھی۔ حضور ﷺ نے وہ اس کے پاس بھیج کر ان کو دے دیا اور فرمایا کہ یہ غلام لے لیں، یہ تیرے باغ میں تیری مدد کرے گا۔ اس کے بارے میں مجھ سے خیر کی وصیت قبول کرنا۔ یعنی اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنا۔ وہ ابو الہیثم کے پاس ٹھہرا رہا جب تک اللہ نے چاہا۔

کہتے ہیں کہ میں اور میری بیوی ہمارے باغ میں مصروف رہتے ہیں۔ ہم دونوں باغ کی خدمت کے لئے کافی ہیں۔ اب تم چلے جاؤ، اب تمہارے مالک اللہ کے سوا کوئی تمہارا رب اور مالک نہیں۔ چنانچہ وہ غلام شام کی طرف چلا گیا۔ اور وہیں رزق دیا گیا۔

اس کو روایت کیا ہے ابن خزیمہ نے محمد بن یحییٰ سے، اس نے عمرو بن عثمان سے، اس نے زہیر سے، اس نے ابو اسماعیل سے۔ ابن خزیمہ نے کہا وہ میرے علم میں بشیر بن سلمان ہے۔ اس نے روایت کی ابو حازم سے، اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن بشران نے، ان کو ابو محمد دلج بن احمد بن دلج نے، ان کو جعفر بن محمد فریانی نے، ان کو زکریا بن یحییٰ خزاعی نے، ان کو ابو علی نے بصرہ میں اپنی دکان میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو خلف عبد اللہ بن عیسیٰ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی

یونس بن عبید نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ اس نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت گھر سے نکلے، انہوں نے ابو بکر کو مسجد میں پایا۔

راوی نے اس حدیث کا مفہوم ذکر کیا ہے۔ زیادہ کرتا ہے اور کم کرتا ہے جو کچھ زیادہ کیا ہے اس میں یہ ہے کہ ابوالہیثم آئے اور ان کو دیکھ کر خوش ہو گئے اور ان کی وجہ سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور وہ کھجور پر چڑھ گئے اور ان کے لئے کھجور کے خوشے کاٹ کر لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا بہت ہیں اے ابوالہیثم۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! اس میں سے آپ وہ کھجوریں بھی کھائیں جن کا ابھی رس پک گیا ہے، اور وہ بھی جو تازہ کھجور بن چکی ہیں، اور وہ بھی جن کا آدھا حصہ کچا ہے اور آدھا تازہ ہو چکا ہے (گیندوڑے، تازہ پنڈ، دنگ)۔ پھر وہ ان کے پاس پانی لے آیا کھجور پر، انہوں نے پانی پیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تم نے سوچھا جائے گا۔ اس نے خادم کا قصہ بیان نہیں کیا۔

اس کو روایت کیا ابن خزیمہ نے ہلال بن میسرہ سے، اس نے ابو خلف خزاز سے۔ سوائے ذکر عمر کے اس کی اسناد سے اور اس بات میں مروی ہے شیبان سے، اس نے عبد الملک سے، اس نے ابو سلمہ سے، اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اس نے خادم کا قصہ ذکر کیا ہے مگر فاطمہ کا ذکر نہیں کیا۔ اور ابو عوانہ نے اس روایت کو مرسل کیا ہے عبد الملک سے، اس نے اس میں ابو ہریرہ کا ذکر نہیں کیا اور یہ روایت مروی ہے عبد اللہ العمری سے، اس نے نافع سے، اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے۔

کھانے میں برکت کا ذکر ..... (۴) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، اور ابو بکر احمد بن حسن قاضی نے، دونوں نے کہا کہ ان کو حدیث بیان کی ہے ابو العباس محمد بن یعقوب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عباس بن محمد نے، ان کو ہارون بن معروف نے، ان کو عبد اللہ بن وہب نے، ان کو خبر دی اسامہ نے کہ یعقوب بن عبد اللہ ابوظلمہ انصاری نے، اس کو حدیث بیان کی ہے کہ اس نے سنان بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں، میں ایک دن رسول اللہ کے پاس آیا اور میں نے آپ کو اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے پایا۔ آپ ان کے ساتھ باتیں کر رہے تھے، مگر آپ نے اپنے پیٹ پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ اسامہ کہتے ہیں کہ مجھے شک ہے پھر کے بارے میں۔

چنانچہ میں نے آپ کے بعض اصحاب سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیوں باندھا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ بھوک کی وجہ سے۔ لہذا میں ابوظلمہ کے پاس گیا، یہ ام سلیم بنت ملحان کے شوہر تھے۔ میں نے کہا، اے ابا! میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیٹ پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ میں نے ان کے بعض اصحاب سے پوچھا ہے تو انہوں نے بتایا کہ بھوک کی وجہ سے باندھا ہے۔ ابوظلمہ میری امی کے پاس گئے اور پوچھا کہ کوئی چیز ہے؟ اس نے بتایا کہ جی ہاں، میرے پاس روٹی کے ٹکڑے ہیں اور خشک کھجوریں ہیں۔ اگر حضور ﷺ اکیلے تشریف لے آئیں تو ہم ان کا پیٹ بھر دیں گے۔ اور اگر ان کے ساتھ کوئی اور بھی آجائے گا تو ان کو کم پڑ جائے گا۔ ابوظلمہ نے مجھے کہا جاؤ تم اے انس! رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھو جب وہاں سے اٹھیں تو ان کو رہنے دو، یہاں تک کہ ان کے اصحاب سے ان علیحدہ ہو جائیں۔ پھر حضور ﷺ کے پیچھے جاؤ جب آپ اکیلے دروازے کو چوکھٹ پر پہنچ جائیں۔ اس وقت ان سے کہو کہ میرے والد آپ کو بلارہے ہیں۔

میں نے ایسے ہی کیا، جب میں نے یہ کہا کہ میرے والد آپ کو بلارہے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا، ارے میاں سارے آ جاؤ۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس کو خوب مضبوط کر لیا۔ پھر اپنے اصحاب کی طرف آ گئے، یہاں تک کہ جب سب ہمارے گھر کے قریب آ گئے تو پھر میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں پریشان ہو کر اپنے گھر میں داخل ہوا تھا۔ اس لئے کہ جو لوگ آپ کے ساتھ آ گئے تھے وہ زیادہ تھے۔

میں نے کہا ابا جان! میں نے رسول اللہ ﷺ کو وہ بات کہی تھی جو آپ نے بتائی تھی، مگر انہوں نے تو اپنے اصحاب کو بلایا ہے اور ان کو لے کر وہ آپ کے پاس آ گئے ہیں۔ ابوظلمہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور بولے یا رسول اللہ! میں نے تو انس کو بھیج کر اکیلے آپ کو بلایا تھا، میرے پاس تو اس قدر نہیں جو ان سب کے پیٹ بھر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اندر چلے عنقریب اسی میں برکت ہو جائے گی جو کچھ تیرے پاس ہے۔



پس رسول اللہ ﷺ اندر داخل ہوئے اور فرمایا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ جمع کر کے میرے پاس لے آؤ، اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے وہ گلی میں بیٹھ گئے۔ ہمارے پاس جو کچھ تھاروٹی کے ٹکڑے اور کھجور، ہم نے اس کو حضور ﷺ کے پاس پیش کر دیا یعنی لا کر ایک چٹائی کے اوپر رکھ دیا (جو کھجوریں وغیرہ رکھنے کے لئے مخصوص بنی ہوتی تھی)۔

حضور ﷺ نے اس میں برکت کی دعا کی پھر فرمایا کہ میرے پاس آٹھ آدمی اندر آ جائیں۔ میں نے آٹھ افراد اندر داخل کئے۔ حضور ﷺ نے اپنی ہتھیلی کھانے پر رکھی اور فرمایا کھاؤ مگر بسم اللہ پڑھ لو۔ انہوں نے آپ کی انگلیوں کے بیچ سے کھایا، یہاں تک کہ وہ شکم سیر ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے مجھے حکم دیا کہ مزید آٹھ افراد کو اندر لاؤ۔ میں نے مزید افراد اندر بلا لئے اور پہلے والے آٹھ گئے۔ وہ بھی اسی طرح کھا کر شکم سیر ہو گئے۔ پھر تیسری مرتبہ مجھے حکم دیا۔ پھر میں نے آٹھ افراد اندر بلائے۔ یہی سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ حضور ﷺ کے پاس اسی افراد داخل ہوئے تھے۔ سب کے سب نے کھایا اور شکم سیر ہو گئے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھے اور میری امی کو بلایا اور ابو کو اور فرمایا کہ تم سب کھاؤ، اور ہم شکم سیر ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے کھانے کے اوپر سے ہاتھ اٹھا دیا اور فرمایا، اے ام سلیم آپ نے جو کھانا میرے آگے رکھا تھا اس میں سے کتنا کم ہوا ہے؟ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ کے اوپر قربان جائیں اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں نے دیکھا کہ اتنے سارے لوگوں نے کھایا ہے۔ تو میں یہ کہہ سکتی تھی کہ ہمارے طعام میں سے کوئی چیز بھی کم نہیں ہوئی ہے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں ابن وہب سے۔ (مسلم ۳۶ کتاب الاشراب)۔

باب ۳۶

## ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کی مثال اور آپ سے قبل انبیاء علیہم السلام کی مثال

اور حضور ﷺ کا خبر دینا کہ آپ خاتم النبیین ہیں

(توبات فی الحقیقت ایسی ہی تھی جیسے آپ نے خبر دی تھی)

(۱) ہمیں خبر دی ابو الحسین محمد بن حسین بن داود علوی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن محمد بن حسن حافظ نے، ان کو محمد بن یحییٰ زہلی نے، ان کو عفان بن مسلم نے، ان کو مسلم بن حیان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس نے سنا سعید بن ضیاء سے اس نے سنا جابر بن عبد اللہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اور کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن محمد نے، ان کو حدیث بیان کی ابراہیم بن عبد اللہ نے ان کو یزید بن ہارون نے، ان کو حدیث بیان کی سلیمان حیات نے، اس نے سنا سعید بن میناء سے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس نے سنا جابر بن عبد اللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال اور مجھ سے پہلے والے انبیاء کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو کوئی گھر بناتا ہے۔ مگر یزید نے یہ الفاظ بیان کئے بَنَسَى ذَارًا، کہ اس نے گھر بنایا اور اس کو خوبصورت بنایا اور اس کو مکمل کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس میں داخل ہوئے اور اس سے تعجب کرنے لگے، حیران ہونے لگے اور کہنے لگے کہ اگر اس اینٹ کی جگہ بھی خالی نہ رہتی (تو بہت ہی اچھا ہوتا)۔ رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا میں اسی اینٹ کی جگہ ہوں، میں آیا ہوں اور میں نے آ کر انبیاء کے سلسلہ کو ختم کر دیا ہے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں محمد بن سنان سے، اس نے مسلم بن حیان سے۔ اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے ابو بکر بن ابوشیبہ سے

اور ابو کریب سے، اس نے عفان سے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ابو عبد اللہ بن یعقوب نے، ان کو محمد بن شاذان نے، ان کو قتیبہ بن سعید نے اور علی بن حجر نے، ان کو اسماعیل بن جعفر نے، ان کو عبد اللہ بن دینار نے، ان کو ابوصالح نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری مثال اور محمد ﷺ سے پہلے والے انبیاء کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو ایک عمارت بناتا ہے اور اس کو اچھا بناتا ہے خوب تزئین و آرائش کرتا ہے اس کی۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ کونوں میں سے کسی ایک کونے میں چھوڑ دیتا ہے۔ لوگ آتے ہیں اس میں گھوم کر دیکھتے ہیں اور اس کو دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں مگر اس جگہ کو دیکھ کر وہ کہتے ہیں یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔ بس میں وہی آخری اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم نے صحیح میں قتیبہ سے۔ (بخاری حدیث ۳۵۳۳۔ مسلم حدیث ۲۳۔ ابن ابی شیبہ ۱۷۹۱)

## باب ۳۷

# حضور ﷺ کی مثال اور آپ ﷺ کی اُمت کی مثال اور انبیاء کی مثال

## اور آپ ﷺ جو ہدایت اور بیان (قرآن مجید) لائے، اس کی مثال اور اس کا بیان کہ حضور ﷺ کی آنکھیں نیند کرتی تھیں اور دل بیدار رہتا تھا

(۱) ہمیں خبر دی ابو الحسن محمد بن حسین بن داؤد علوی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو حامد بن شرقی نے، ان کو ابراہیم بن عبد اللہ نے، ان کو یزید بن ہارون نے، ان کو سلیم بن حیوان نے، ان کو حدیث بیان کی سعید بن میناء نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا جابر بن عبد اللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری مثال اور تم لوگوں کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے آگ جلانی پھر یہ پتنگے اور ٹڈیاں اس آگ میں گرنے لگے اور وہ ان کو اس آگ سے ہٹانے اور بچانے لگا۔ میں تم لوگوں کی کبر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے ہٹا رہا ہوں اور تم لوگ میرے ہاتھ سے چھوٹ چھوٹ رہے ہو۔

اس کو مسلم نے صحیح میں نقل کیا ہے۔ دوسرے طریق سے سلیم سے اور ہم نے اس کو نقل کیا ہے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

اسلامی تعلیمات سے فائدہ اٹھانے والے کی فضیلت ..... (۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو محمد بن یعقوب بن یوسف نے، ان کو ان کے والد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو کریب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو اسامہ نے برید سے، اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اس نے ابو موسیٰ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک اس ہدایت اور علم کی مثال جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے، اس بارش کی سی ہے جو زمین پر پڑتی ہے۔ ان میں سے ایک قسم پاکیزہ ہوتی ہے جو پانی کو قبول کرتی ہے پھر وہ گھانس اور سبزہ کثیرا گاتی ہے۔ اور دوسری قسم پتھر لی بے آب و گیاہ زمین ہوتی ہے جو پانی کو روک لیتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے بھی لوگوں کو نفع دیتا ہے اس سے لوگ خود پیتے ہیں اور مویشیوں کو پلاتے ہیں اور اس سے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ اور تیسری قسم ہوتی ہے جس پر بارش پڑتی ہے اور وہ سخت پتھر لی زمین ہوتی ہے نہ تو پانی کو روک سکتی ہے اور نہ ہی گھانس اُگاتی ہے۔

یہی مثال اس شخص کی ہے جو دین میں سمجھ حاصل کرتا ہے اور نفع اٹھاتا ہے اس سے جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے لہذا وہ خود علم حاصل کرتا ہے دوسروں کو بھی تعلیم دیتا ہے۔ اور مثال اس شخص کی جو اس کی طرف سراٹھا کر نہیں دیکھتا اور اللہ کی ہدایت کو بھی قبول نہیں کرتا جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ اور اسی اسناد کے ساتھ مروی ہے حضرت ابو موسیٰ سے اس نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا میری مثال اور اس کی مثال اللہ نے

جس کے ساتھ مجھے بھیجا ہے اس آدمی جیسی ہے جو ایک قوم کے پاس آئے اور کہے کہ اے قوم میں نے ایک لشکر دیکھا ہے اپنی آنکھوں کے ساتھ اور میں ڈرانے والا ہوں پس نجات پا جاؤ۔ لہذا اس کی قوم کا ایک گروہ اس کی بات مان لیتا ہے اور وہ منہ اندھیرے چل پڑتے ہیں اور اپنی مہلت پر چلتے ہیں لہذا نجات پا جاتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے صبح کر دیتے ہیں۔ لہذا علی الصبح ان پر لشکر پہنچ جاتا ہے اور ان کو ہلاک کر دیتا ہے اور ان کا استیصال کر دیتا ہے۔ یہی مثال ہے اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور اس کی اتباع کی جو میں حق لے کر آیا ہوں۔ اس کی مثال جس نے میری نافرمانی کی اور اس کی تکذیب کی جو میں حق لے کر آیا ہوں۔

ان دونوں کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابو کریم سے۔ (بخاری کتاب الاعتصام بالنسۃ۔ فتح الباری ۱۱/۳۱۶)

اللہ تعالیٰ کی مہمانی کا ذکر ..... (۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی ابو طیب طاہر بن یحییٰ بیہقی نے بیہق میں اپنے ماموں کی اصل کتاب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی میرے ماموں فضل بن محمد بیہقی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن صالح نے، ان کو حدیث بیان کی لیث نے، ان کو خالد بن یزید نے ابو سعید بن ابولہلال سے، اس نے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین سے، انہوں نے یہ آیت تلاوت کی :

وَاللّٰهُ يَدْعُو الْيٰٓهٰلِي دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ

اللہ تعالیٰ سلامتی والے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ مجھے تو حدیث بیان کی جابر بن عبد اللہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ایک دن اور فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جبریل علیہ السلام میرے سر ہانے بیٹھے ہیں اور میکائیل علیہ السلام ہمارے پیروں کی طرف۔ ان میں سے ایک اپنے دوسرے ساتھی سے کہتا ہے اس کی مثال بیان کیجئے۔ اس نے کہا سنئے، تیرے کان سنیں اور دل سمجھے۔ سو اس کے نہیں کہ تیری مثال اور تیری امت کی مثال ایک بادشاہ کے ہے جس نے ایک حویلی بنائی پھر اس میں ایک گھر بنایا پھر اس گھر میں ایک دعوت کے لئے دسترخوان بچھایا۔ پھر ایک قاصد بھیجا جو لوگوں کو کھانے کی دعوت دیتا ہے۔ بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو قاصد کی بات مان کر چلے آتے ہیں اور بعض نہیں آتے۔

(تو سن لو) وہ بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے اور وہ حویلی اسلام کی ہے اور اس میں گھر وہ جنت ہے اور آپ اے محمد! آپ قاصد ہیں۔ جو تیری بات مان لیتا ہے وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور جو اسلام میں داخل ہو جاتا ہے وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور جو جنت میں داخل ہو جاتا ہے وہ اس میں سے کھاتا ہے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نے، ان کو حدیث بیان کی ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب حافظ نے بطور املاء کے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابراہیم بن عبد اللہ نے، ان کو حدیث بیان کی یزید بن ہارون نے، ان کو سلیم بن خیابان نے، ان کو سعید بن میناء نے، ان کو جابر بن عبد اللہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ کچھ فرشتے اللہ کے نبی ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ سو رہے تھے۔ لہذا ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ بے شک یہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا کہ بے شک آنکھ سو رہی ہے اور دل بیدار ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اس کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اس میں دعوت کی اور ایک قاصد کو بھیجا۔ جس نے قاصد کی بات مان لی وہ گھر میں داخل ہو گیا اور دعوت کھالی۔ اور جس نے قاصد کی بات نہ مانی نہ گھر میں داخل ہوا نہ ہی دعوت کھالی۔ پھر وہ کہنے لگے اس کے لئے اس کی تعبیر بیان کرو تا کہ وہ اس کو سمجھ لے۔ لہذا ان میں سے بعض نے کہا کہ یہ سو رہے ہیں اور ان میں سے بعض نے کہا یہ آنکھ سو رہی ہے اور دل جاگ رہا ہے۔ پھر انہوں نے کہا دار جنت ہے اور داعی محمد ﷺ ہیں۔ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ محمد ﷺ لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔

اس کو بخاری نے روایت کیا صحیح میں محمد بن عبادہ سے اس نے یزید بن ہارون سے۔

نیند میں دل کا بیدار رہنا ..... (۵) اور ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابو الحسن احمد بن محمد بن عبدوس نے، ان کو عثمان بن سعید نے، ان کو حدیث بیان کی قعنبی نے اس میں جو اس نے مالک کے سامنے پڑھی سعید بن ابوسعید مقبری سے، اس نے ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! بے شک آنکھیں نیند کرتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا قعنبی سے۔ اور مسلم نے اس کو روایت کیا یحییٰ بن یحییٰ سے، اس نے مالک سے۔ (اخرجه ابوداؤد، والترمذی)

## باب ۳۸

## رسول اللہ ﷺ کی صفت توراہ اور انجیل میں اور زبور میں اور تمام کتب سماویہ میں اور آپ ﷺ کی امت کی صفت

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اس آیت میں جہاں اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہی کلام کیا تھا۔

(۱) وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ -  
الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَا مَرْهَمَ بِالْمَعْرُوفِ  
وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ أَصْرَهُمْ وَالْإِغْلَالَاتِ  
الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَاَلَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ -  
(سورة الاعراف : آیت ۱۵۶)

میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے میں اس کو فوراً لکھ دیتا ہوں ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وہی لوگ ہماری آیات کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔ وہی لوگ رسول کی اتباع کرتے ہیں۔ جو نبی امی ہے وہ لوگ اسے اپنے توراہ و انجیل میں اس کو لکھا ہوا پاتے ہیں (وہ نبی امی رسول عربی) ان کو معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے روکتا ہے۔ اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو جلال کرتا ہے اور خبیث اور گندی چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے۔ اور ان سے ان کا بوجھ ہلکا کرتا ہے اور طوق جو ان پر تھے۔ وہ لوگ ہیں جو اس نبی کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اس کی تائید کی ہے اور اس کی مدد کی ہے۔ اور اس نور کی اتباع کی ہے جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے (قرآن)۔ وہی لوگ کامیاب ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(۲) وَاذْ قَالِ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا

بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ - (سورة القف : آیت ۶)

(یاد کرو اس وقت کو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا تھا اے بنی اسرائیل! بیشک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ سچا بتانے والا اس کتاب کو جو ہمارے سامنے ہے توراہ کو۔ اور میں خوشخبری دینے والا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ہوگا۔

آپ علیہ السلام کی صفات توراہ میں ..... (۱) ہمیں خبر دی محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوہبل احمد بن محمد بن زیاد قطان، ان کو قاسم بن نصر بزاز دوست نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے سرتج بن نعمان نے۔ وہ

کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی فلیح نے ان کو ہلال بن علی نے عطاء بن یسار سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ملا ہوں عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے۔ میں نے ان سے کہا مجھے خبر دیجئے رسول اللہ ﷺ کی صفت کے بارے میں توراہ کے اندر؟ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ اللہ کی قسم ان کی تو صفت توراہ میں بیان ہوئی ہے۔ بعض وہ صفت جو قرآن میں ہے۔ (مثلاً)۔

”اے نبی، ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ اور ان پڑھوں کی حفاظت کرنے والا۔ آپ میرے بندے ہیں، میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام اللہ پر بھروسہ کرنے والا رکھا ہے۔ نہ گالیاں دینے والا، نہ سخت مزاج نہ بازاروں میں شور کرنے والا جو برائی کو برائی کے ساتھ نہیں دور کرتا بلکہ درگزر کرتا ہے اور معاف کرتا ہے۔ میں اس کو ہرگز وفات نہیں دوں گا یہاں تک کہ اس کے ذریعے سے میں کج شدہ ملت کو ٹیڑھے ہو جانے والے مذہب کو سیدھا کر دوں گا۔ بائیں طریقے پر کہ لوگ کہیں گے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ اللہ کے سوا معبود مشکل کشا حاجت روا کوئی نہیں ہے۔ اور اس کے ذریعے میں اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا (یعنی نور بصیرت عطا کروں گا) اور بہرے کانوں کو کھول دوں گا (یعنی حق سننے کی استطاعت عطا کروں گا)۔ اور پردوں میں پڑے دلوں کو کھول دوں گا“ (یعنی حق کی فہم عطا کروں گا)۔

عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں کعب الاحبار سے ملا۔ میں نے اس سے پوچھا (انہوں نے بالکل یہی الفاظ بیان کئے) دونوں ایک حرف بھی مختلف بیان نہیں کیا۔ ہاں صرف کعب نے یوں الفاظ کہے تھے : کہ

أَعْيُنًا عَمُومِيًّا وَأَذَانًا صُمُومِيًّا - وَقَلُوبًا غَلُوفِيًّا -

بخاری نے اس کو صحیح میں روایت کیا ہے محمد بن سنان سے، اس نے فلیح بن سلیمان سے (مگر یہ فقرہ کہ عطاء بن یسار نے کہا کہ پھر میں کعب الاحبار سے ملا۔ یہ بخاری میں نہیں ہے)۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو الحسن علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو خبر دی احمد بن عبید صفار نے، ان کو ہشام بن علی نے، ان کو عبد اللہ بن رجاء نے، ان کو عبد العزیز نے ہلال بن ابو ہلال سے۔ اس نے عطاء بن یسار سے، اس نے عبد اللہ بن عمرو سے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت جو قرآن میں ہے :

يَأْتِيهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا - (سورة الاحزاب : آیت ۴۵)

یہ توراہ میں بھی ہے۔ اس پر یوں ہے :

يَأْتِيهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَحِرْزًا لِلْأَمِينِينَ ، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي ، سَمَّيْتُكَ : الْمُتَوَكَّلُ ، لَسْتُ بِفِظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سِنْحَابٍ بِالْأَسْوَاقِ ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ ، وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ - وَلَنْ نَقْبُضَهُ حَتَّى نُنْقِيَهُ بِهَ الْمِلَّةِ الْعُوجَاءِ حَتَّى يَقُولُوا : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، فَيَنْفَتِحَ بِهَا أَعْيُنًا عُمِيًّا ، وَأَذَانًا صُمًّا ، وَقَلُوبًا غُلْفًا -

ترجمہ اوپر روایت ۲ میں ملاحظہ کریں۔

اس کو بخاری نے روایت کی ہے صحیح میں عبد اللہ سے (جو غیر منسوب ہے پتہ نہیں کہ یہ عبد اللہ بن رجاء ہے یا عبد اللہ بن صالح ہے)۔ عبد العزیز بن ابوسلمہ سے، کہا گیا وہ ابن رجاء ہیں۔ کہا گیا کہ ابن صالح ہے۔ زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ وہ ابن رجاء ہے۔ بخاری نے کہا کہ سعید نے ہلال سے، اس نے عطاء سے، اس نے ابن سلام سے۔ واللہ اعلم

(۴) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو صالح نے، ان کو لیث نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی خالد بن یزید نے، ان کو سعید بن ابو ہلال نے، ان کو ہلال بن اسامہ نے، ان کو عطاء بن یسار نے، ان کو ابن سلام نے۔ وہ فرماتے تھے کہ بے شک ہم رسول اللہ ﷺ کی صفت پاتے ہیں (جو اس طرح ہے)۔

”بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہی دینے والا، اور خوشخبری دینے والا، اور ڈرانے والا، اور ان پڑھوں کی حفاظت کرنے والا۔ آپ میرے بندے ہیں۔ آپ میرے رسول ہیں۔ میں نے ان کا نام توکل کرنے والا رکھا ہے، جو سخت طبیعت اور سخت رو نہیں۔ اور

نہ ہی بازاروں میں شور کرنے والا ہے۔ اور بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتا۔ بلکہ درگزر کرتا ہے اور معاف کرتا ہے۔ اور غلطی سے درگزر کرتا ہے۔ میں اس کو ہرگز قبض نہیں کروں گا (وفات نہیں دوں گا)۔ یہاں تک کہ وہ کج ملت کو سیدھا کر دے یاں طور پر اس امر کی گواہی دی جانے لگے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی مشکل کشا، حاجت روا نہیں۔ ہم اس کے ذریعے (ہدایت سے) اندھی آنکھوں کو کھولیں گے، بہرے کانوں کو اور غلافوں میں بند دلوں کو کھول دیں گے۔“

عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی لیشی نے کہ اس نے سنا کعب الاحبار سے۔ وہ کہتے ہیں مثل اس کی جو کچھ ابن سلام نے کہا ہے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو محمد بن ثابت بن شریحیل نے، ان کو اُم درداء نے۔ وہ کہتی ہیں میں نے کعب الاحبار سے کہا تم لوگ کیسے پاتے ہو رسول اللہ ﷺ کی صفت تو راقہ میں؟ اس نے بتایا کہ ہم ان کو اس طرح پاتے ہیں :

”محمد رسول اللہ ہیں۔ ان کا نام متوکل ہے، نہ سخت طبیعت نہ بدمزاج۔ نہ بازاروں میں شور کرنے والے۔ وہ تمام چاہیاں دیئے گئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے نابینا آنکھوں کو بینا کر دے۔ اور بہرے کانوں کو شن وائی عطا کر دے۔ اور اس کے ذریعے ٹیڑھی زبانوں کو سیدھا کر دے۔ یہاں تک کہ گواہی دی جانے لگے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود و مشکل کشا نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ رسول مظلوموں کی مدد کرتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے“ (یا اس کا دفاع کرتا ہے)۔

(۶) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبد اللہ بن عثمان نے، ان کو عبد اللہ یعنی ابن مبارک نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابراہیم ابو اسحاق نے، ان کو مسیب بن رافع نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت کعب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے سے کہا، میرا بندہ متوکل ہے۔ مختار ہے (چنیدہ ہے)۔ نہ سخت خو، نہ بدمزاج ہے۔ نہ بازاروں میں شور و غل کرنے والا ہے۔ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتا بلکہ درگزر کرتا ہے اور معاف کرتا ہے۔

(۷) ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ حافظ نے ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبد الجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو یونس بن عمرو نے، ان کو عیزار بن حریث نے، ان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تو راقہ و انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ سخت مزاج ہے نہ بدمزاج ہے۔ نہ بازاروں میں شور کرنے والا ہے۔ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتا بلکہ درگزر کرتا ہے اور معاف کرتا ہے۔

(۸) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو فیض بجلی نے، ان کو سلام بن مسکین نے مقاتل بن حیان سے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے عیسیٰ بن مریم کی طرف وحی کی تھی کہ میرے معاملہ میں سنجیدہ رہو۔ مذاق نہ سمجھو، حکم کو سُنو اور اس کی اطاعت کرواے پاکدامن کنواری بتول (گناہوں سے معصوم) کے بیٹے۔ میں نے آپ کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ میں نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے نشانی بنایا۔ پس عبادت صرف میری کرنا۔ اور توکل صرف مجھ پر کرنا۔ اہل سوران کے لئے تفسیر کیجئے سریانی زبان میں ہے جو کچھ آپ کے سامنے ہے ان کو پہنچا دیجئے۔

”کہ بے شک میں اللہ ہوں زندہ جاوید، وہ ہوں جو کبھی نہیں مٹے گا۔ تم لوگ سچا قرار دینا نبی اُمی عرب کو جو صاحب الجمل ہوگا۔ صاحب مدرعہ، صاحب عمامہ ہوگا، یہی اس کا تاج ہوگا صاحب نعلین۔ اور صاحب ہراوۃ ہوگا (یہ قصب اور عصا ہوتا ہے گھونگھرا لے سروالا ہوگا)۔ روشن جبین ہوگا۔ جدا جدا بھنوروں والا، بڑی بڑی آنکھوں والا، گھنی پلکوں والا، سیاہ آنکھوں والا، ستواں اونچی ناک والا۔ کشادہ پیشانی داڑھی والا۔ اس کے چہرے پر اس کا پسینہ ایسے ہوگا جیسے موتی۔ کستوری کی خوشبو اس سے مہکے گی۔ اس کی گردن چاندی کے کوزے جیسی ہوگی۔ گویا کہ سونا چلتا ہے اس کی ہنسلوں میں۔ اس کے بال ہوں گے اس کی ہنسلوں سے اس کی ناف تک جاری ہوں گے جیسے کوئی ڈنڈی۔ اس کے سینے پر اور پیٹھ پر اس کے سوا بال نہیں ہوں گے۔ ہتھیلیاں اور قدم گوشت سے بھرے ہوئے ہوں گے۔

جب لوگوں کے ساتھ آئے گا تو ان کو ڈھانپ لے گا۔ جب پیدل چلے گا تو ایسے جیسے چٹان سے قدم اکھڑتے ہیں اور جیسے گہرائی میں اترتے ہیں۔ قلیل نسل والے گویا کہ انہوں نے اپنی پست سے اولاد زینہ کا ارادہ کیا تھا۔

### موسیٰ علیہ السلام کی اُمتِ محمدیہ کو اپنی اُمت بنانے کی دعا

(۹) ہمیں خبر دی ابو ذر بن ابوالحسین بن ابوقاسم واعظ نے اور ابوالحسن علی بن محمد مقری نے، ان کو خبر دی حسن بن اسحاق اسفریانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن احمد بن براء نے، ان کو عبدالمعتم بن ادریس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہب بن منبہ نے ذکر کیا کہ اللہ عزوجل نے جب موسیٰ علیہ السلام کو سرگوشی کرنے کے لئے قریب کیا تو انہوں نے کہا،

اے میرے رب! میں توراہ میں ایک اُمت کا ذکر پاتا ہوں۔ بہترین اُمت ہے جو لوگوں کے لئے بھیجی گئی ہے۔ وہ اچھائیوں کا حکم کرتے ہیں اور بُرائیوں سے روکتے ہیں اور اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اے اللہ! ان لوگوں کو میری اُمت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ تو احمد کی اُمت ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! میں توراہ میں یہ لکھا ہوا پاتا ہوں کہ وہ اُمتوں میں سے آخری اُمت ہوں گے۔ مگر قیامت کے دن وہ سب سے پہلے ہوں گے۔ اے اللہ! انہیں کو میری اُمت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ لوگ محمد ﷺ کی اُمت ہوں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! میں توراہ میں ایک اُمت کا ذکر پاتا ہوں کہ ان کی انجیلیں ان کے دلوں میں (سینوں میں) ہوں گی۔ وہ ان کو پڑھیں گے۔ اور ان سے قبل لوگ دیکھ کر ہی کتب پڑھتے تھے اور ان کو حفظ نہیں کرتے تھے۔ اے اللہ ان کو میری اُمت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ احمد کی اُمت ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے میرے رب! میں توراہ میں لکھا ہوا پاتا ہوں کہ وہ ایسی اُمت ہوگی جو پہلی اور آخری کتاب پر ایمان رکھتے ہوں گے اور وہ ضلالت و گمراہی کے سرغنوں سے جہاد کریں گے، یہاں تک کہ وہ کانے کذاب کو بھی قتل کریں گے۔ ان کو میری اُمت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ اُمت احمد ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! میں توراہ میں پاتا ہوں کہ ایک اُمت ایسی ہوگی جو اپنے صدقات کو بھی کھائیں گے اپنے پیٹوں میں، اور ان سے پہلے ایک انسان جب اپنا صدقہ نکالتا تھا، اللہ تعالیٰ اس پر آگ بھیجتا تھا جو اس صدقے کو کھا جاتی تھی۔ اگر وہ صدقہ قبول نہ ہوتا تو آگ اس کے قریب بھی نہ آتی تھی۔ اے اللہ ان کو میری اُمت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ اُمت احمد ہوگی۔

اُمتِ محمدیہ ﷺ کی خصوصیت کا ذکر ..... موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! میں توراہ میں یہ ذکر پاتا ہوں کہ ایک اُمت ہوگی کہ ان ہی میں سے کوئی شخص جب بُرائی کا ارادہ کرے گا تو اس کے خلاف گناہ نہیں لکھا جائے گا۔ اگر وہ اس کا ارتکاب کرے گا تو پھر ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اور ان سے جب کوئی شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے گا اور ابھی عمل بھی نہ کیا ہوگا مگر اس کی نیکی لکھ دی جائے گی اگر اس پر وہ عمل کر لے گا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی سات سو گنا تک۔ اے اللہ! ان کو میری اُمت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ تو احمد کی اُمت ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! میں توراہ میں پاتا ہوں کہ ایک اُمت ہوگی کہ وہ اطاعت و شہادت شعار ہوگی اور ان کی دعائیں بھی قبول ہوں گی اور وہ مستجاب الدعوات ہوں گے۔ اے اللہ ان کو میری اُمت بنا دیجئے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ تو احمد کی اُمت ہوگی۔

زبور میں رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ ..... (۱۰) کہتے ہیں کہ اور ذکر کیا وہب بن منبہ نے حضرت داود نبی کے قصے میں۔ اور جو اس کی طرف زبور میں وحی کی گئی تھی۔

”اے داؤد بے شک عنقریب تیرے بعد ایک نبی آئے گا، اس کا نام احمد اور محمد ہوگا۔ سچا ہوگا، سردار ہوگا۔ میں اس پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ اور وہ مجھے کبھی ناراض نہیں کرے گا۔ تحقیق میں نے اس کو معاف کر دیا ہے اس کی میری نافرمانی کرنے سے پہلے ہی اس کی اگلی کچھلی خطائیں۔ اس کی اُمت مرحومہ ہے (رحم کی ہوئی ہے)۔ میں نے ان کو نوافل میں سے عطا کیا ہے اس کی مثل جو میں نے انبیاء کو دیا ہے۔ اور ان پر فرائض عائد کئے ہیں جو میں نے انبیاء اور رسل پر فرض کئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ قیامت میں میرے پاس آئیں گے۔ ان کا نور انبیاء کے نور کی مثل ہوگا۔ یہ اس وجہ سے ہوگا کہ میں نے ان پر فرض کر دیا ہے کہ وہ ہر نماز کے وقت میرے لئے وضو کیا کریں (یا پاک ہوا کریں) جیسے ان سے پہلے انبیاء پر فرض کیا تھا۔ اور میں نے ان کو حکم دیا ہے جنابت اور ناپاکی سے غسل کرنے کا۔ جیسے میں نے ان سے پہلے انبیاء کو حکم دیا تھا۔ اور میں نے ان کو حج کرنے کا حکم دیا ہے، جیسے میں نے ان سے پہلے انبیاء کو حکم دیا تھا۔ اور میں نے ان کو جہاد کا حکم دیا ہے، جیسے میں نے ان سے پہلے انبیاء کو حکم دیا تھا۔“

### اُمت محمدیہ ﷺ کی مخصوص فضیلت

”اے داؤد! بے شک میں نے محمد ﷺ کو اور ان کی اُمت کو تمام اُمتوں پر فضیلت بخشی ہے۔ اور میں نے ان کو چھ صفات ایسی عطا کی ہیں جو میں نے ان کے سوا دیگر اُمتوں کو نہیں دی ہیں۔ میں ان کو خطا اور نسیان پر پکڑ نہیں کروں گا اور ہر اس گناہ پر بھی جس کا بغیر قصد و ارادے کے کریں گے۔ جب وہ مجھ سے استغفار کریں گے۔ اس میں سے وہ ان سے معاف کر دوں گا۔ اور جو چیز وہ اپنی آخرت کے لئے آگے بھیجیں گے دل کی خوشی اور رضاء سے میں اس کو ان کے لئے کئی کئی گنا کر کے بڑھا دوں گا۔ اور ان کے لئے میرے پاس محفوظ نیکیوں میں کئی کئی گنا ثواب ہے اور اس سے بھی افضل۔ اور میں ان کو مصائب پر اور آزمائشوں پر اجر دوں گا۔ جب وہ ان پر صبر کریں گے۔ اور یہ کہیں گے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون (وہ اجر)۔ صلاۃ رحمت اور ہدایت ہوگا جنت نعیم تک۔ اگر وہ مجھ سے دعا مانگیں گے، میں ان کی دعا قبول کروں گا۔ یا اگر وہ اس کو جلدی یعنی دنیا میں مانگ لیں گے یا اس کے بدلے میں ان پر سے عذاب پھیر دوں گا۔ یا اس کو میں ان کے لئے آخرت میں رہنے کے لئے جمع کر دوں گا۔“

”اے داؤد! جو شخص مجھے ملے گا اُمت محمد ﷺ میں سے اور وہ اس بات کی گواہی دے گا کہ میرے سوا کوئی معبود و مشکل کشا نہیں ہے، میں اکیلا ہوں، پھر کوئی شریک نہیں ہے۔ اس قول میں وہ سچا ہوگا، وہ میرے ساتھ ہوگا میری جنت میں اور میرے اکرم میں۔ اور جو شخص مجھے ملے گا اس حال میں کہ وہ محمد ﷺ کی تکذیب کرتا ہوگا اور اس کی لائی ہوئی کتاب کی تکذیب کرے گا اور میری کتاب کی تکذیب و استہزاء کرے گا۔ میں اس پر ان کی قبر میں عذاب انڈیل دوں گا اور فرشتے اس کے منہ پر اور اس کی پیٹھ پر ماریں گے قبر میں اس کے کھلنے کے وقت، پھر اس کو جہنم کے نچلے طبقہ میں داخل کر دوں گا۔“

(۱۱) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو الولید فقیہ نے، ان کو حسن بن سفیان شیبانی نے، ان کو عقبہ بن مكرم ضحیٰ نے، ان کو ابو قطن عمرو بن یثیم بن قطن بن کعب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حمزہ زیات نے سلیمان اعمش سے، اس نے علی بن مدرک سے، اس نے ابو زرہ رازی سے، اس نے ابو ہریرہ سے کہ وَمَا كُنْتُ بِجَانِبِ الطُّورِ اِذْ نَادَيْنَا (کہ اے محمد آپ جانب طور میں اس وقت نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ کو پکارا)۔ کہتے ہیں کہ پکارنے والی اُمت تمہاری پکار قبول کروں گا اس سے قبل کہ تم پکارو اور میں تمہیں دوں گا اس سے قبل کہ تم مجھ سے مانگو۔

حضرت دانیال علیہ السلام کی کتاب ..... (۱۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبد الجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابو خلدہ بن خالد بن دینار نے، ان کو ابو العالیہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم نے فتح کر لیا شہر تستر کو ہم نے ہرمزان کے بیت المال میں ایک چار پائی یا ایک تخت پایا۔ اس پر ایک آدمی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کے سرہانے اس کا قرآن



(اس کی آسمانی کتاب) رکھا تھا۔ ہم وہ قرآن اٹھالیا، ہم نے اس کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پڑھ کر سنانے کے لئے حضرت کعب الاحبار کو بلایا۔ (اس نے اس کو عربی میں لکھا) کہ میں پہلا آدمی ہوں عرب سے جس نے اس کو پڑھا ہے۔ میں نے اس کو پڑھا ہے جیسے اس قرآن مجید کو پڑھتا ہوں۔ خالد بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ سے کہا، اس میں کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ تم لوگوں کی سیرت۔ تمہارے امور و معاملات، تمہارا دین۔ تمہارے کلام کے لہجے اور سر۔ اور وہ جو کچھ بعد میں ہونے والا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ تم لوگوں نے اس آدمی کا کیا کیا تھا؟ کہا کہ ہم نے تیرہ قبریں کھودیں تھیں، جدا جدا متفرق۔ جب رات ہو گئی تو ہم نے اس کو دفن کر دیا۔ اور تمام قبریں برابر کر دیں۔ تاکہ ہم اس کو لوگوں کی نظروں سے مخفی کر دیں۔ وہ اس کی قبر نہ اکھاڑیں۔ میں نے پوچھا، تم اس سے کیا امید کرتے تھے؟ فرمایا کہ جب بارش نہیں ہوتی تھی تو ان لوگوں پر اس کی چار پائی کو لا کر کھلی جگہ پر رکھ دیتے تھے۔ لہذا (ان کے لئے) بارش ہو جایا کرتی تھی۔ (متدرک حاکم ۴۰۸/۲)

میں نے پوچھا کہ تم لوگ اس کو کون شخص گمان کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ ایک آدمی تھا۔ جس کو دانیال کہا جاتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ تم لوگ کتنی مدت سے اس کو سمجھتے ہو کہ وہ شخص مرا ہوگا؟ فرمایا کہ تین سو سال سے۔ میں نے پوچھا کہ اس کی کیا کوئی چیز متغیر نہیں ہوئی تھی؟ فرمایا کہ نہیں، مگر چند ایک بال اس کی گدی کی طرف سے۔ بے شک انبیاء کا گوشت جو ہوتا ہے اس کو زمین بوسیدہ نہیں کرتی۔ اور نہ ہی درندے کھاتے ہیں۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ محمد حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو عباس بن محمد نے، ان کو سعد بن عبد الحمید بن جعفر انصاری نے، ان کو عبد الرحمن بن ابوالزناد نے، ان کو عبد الرحمن بن حارث بن عبد اللہ بن عیاش بن ربیعہ مخزومی نے، ان کو عمر بن حکم بن رافع بن سنان نے وہ چچا تھے عبد الحمید بن جعفر کے۔ وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی میری بعض پھوپھیوں نے اور والدین نے۔ کہ ان کے پاس ایک ورقہ تھا جس کو وہ جاہلیت میں نسل در نسل ایک دوسرے کو دیتے آرہے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام لے آیا۔ اور وہ بدستور ابھی تک ان کے پاس تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آگئے تو ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اور اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔

”اللہ کا نام (اور یہ کہ) اس کا قول حق ہے۔ اور ظالموں کا قول ہلاکت میں ہے۔ یہ ذکر و نصیحت ہے اس ایک اُمت کے لئے جو آخر زمانے میں آئے گی۔ جو اپنے اطراف و کنارے لڑکائیں گے اور تہہ بند اپنی کمروں اور بیچ میں باندھیں گے۔ اور اپنے دشمنوں کی طرف پہنچنے کے لئے دریاؤں اور سمندر میں گھسیں گے ان میں ایک نماز ہوگی جو کہ اگر وہ قوم نوح میں ہوتی تو وہ طوفان کے ساتھ ہلاک نہ کئے جاتے اور اگر وہ قوم عاد میں ہوتی تو وہ ہوا کے عذاب سے ہلاک نہ کئے جاتے۔ اور اگر وہ قوم ہود میں ہوتی تو وہ ایک چیخ یا کڑک کے ساتھ ہلاک نہ کئے جاتے۔“

بِسْمِ اللّٰهِ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ : وَقَوْلُ الظَّالِمِينَ فِي تَبَابٍ

گویا کہ وہ نیا قصہ تھا۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیران ہو گئے اس مضمون سے جو اس میں تھا اور آپ کو پڑھ کر سنا گیا۔

(حدیث مرسل، ہونکر، قالہ ابو حاتم الرازی، نزل الحدیث ۴۰۱/۲)

## شام ملک میں ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی شبیہ اور تصویر

حضور ﷺ سے پہلے والے انبیاء کی شبیہوں اور تصاویر کے ساتھ پایا جانا

(۱) ہمیں خبر دی شیخ ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اصل کتاب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی عبدالرحمن بن ابوشریح ہروی نے، ان کو یحییٰ بن محمد بن صاعد نے، ان کو عبداللہ بن شیبیب نے، ان کو ابوسعید ربیع نے، ان کو محمد بن عمر بن سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ام عثمان بنت سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سعید بن محمد بن جبیر سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا اپنے والد جبیر بن مطعم سے، وہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی کو بھیجا اور اس کا معاملہ مکے میں ظاہر ہو گیا میں شام کی طرف گیا۔ جب میں مقام بصری میں پہنچا تو میرے پاس انصار کی ایک جماعت آئی انہوں نے مجھ سے کہا کیا آپ ارض حرم سے آئے ہو؟ میں نے بتایا کہ جی ہاں۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ پہچانتے ہو اس شخص کو جس نے تم لوگوں میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے بتایا جی ہاں۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے عبادت خانے میں لے گئے۔ اس میں مورتیاں اور بت رکھے ہوئے تھے یا تصویریں اور شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا تم دیکھو کیا تم دیکھتے ہو اس نبی کی شبیہ اور شکل جو تمہارے اندر بھیجا گیا ہے؟ میں نے ان سب میں نظر ماری مگر مجھے حضور ﷺ کی شکل اور شبیہ نظر نہ آئی۔ میں نے بتایا کہ میں اس نبی کی شکل اور اس کی صورت نہیں دیکھ رہا ہوں۔

اس کے بعد وہ مجھے اس سے بہت بڑے معبد خانے میں لے گئے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ اس میں پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ شبیہیں اور تصویریں موجود ہیں۔ اب انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اب آپ دیکھئے، کیا آپ اس نبی کی صورت یہاں دیکھتے ہیں؟ میں نے نظر ماری تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں پر حضور ﷺ کی صورت اور آپ ﷺ کی صفت کے مطابق شبیہ موجود ہے۔ پھر میں نے دیکھا وہاں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شبیہ اور صورت بھی موجود ہے اور (اس تصویر میں) ابو بکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کی ایڑی کو پکڑے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے اس نبی کی صورت اس کی صفت پر دیکھی؟ میں نے ان کو بتایا کہ جی ہاں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا وہ یہ ہیں؟ اور انہوں نے رسول ﷺ کی صفت اور آپ ﷺ کے مشابہ صورت کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ میں نے ان کو بتایا اے اللہ! ہاں یہی ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ وہی ہیں۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا آپ اس شخص کو پہچانتے ہیں جو ان کی ایڑی کو پکڑے ہوئے ہیں؟ میں نے بتایا کہ جی ہاں پہچانتا ہوں۔ ان لوگوں نے کہا ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ یہی تم لوگوں کا نبی ہے اور یہ دوسرا (ایڑی پکڑنے والا) اس کے بعد اس کا جانشین ہے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے تاریخ میں محمد سے جو غیر منسوب ہے، اس نے محمد بن عمر سے۔ یہ اسی اسناد کے ساتھ ہے۔

(التاریخ الکبیر للبخاری ۱/۱۷۹)

(۲) حضرت جبیر بن مطعم سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف گیا اور میں وہاں پر اہل کتاب کے ایک شخص سے ملا۔ اس نے پوچھا کہ کیا تمہارے یہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ یا نبی بن گیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ چنانچہ اہل کتاب کا ایک آدمی آیا اس نے پوچھا کہ تم لوگ کس کام سے آئے ہو؟ اس پہلے والے نے اس کو بتایا (کہ یہ اس نبی کے شہر سے آیا ہے جس نے نبوت کا حال ہی میں ارض حرم میں دعویٰ کیا ہے)۔ لہذا اُس نے مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو اسی کا تھا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ اس میں بہت سی تصویریں اور شبیہیں رکھی ہوئی ہیں۔ میں نے ان میں نبی کریم ﷺ کی شبیہ بھی دیکھی۔ اس شخص نے پوچھا کیا وہ شخص (جو تمہارے ہاں نبی بنا ہے) وہ یہی ہے؟

میں نے بتایا کہ جی ہاں یہی ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ نہیں ہوا کوئی نبی (جو نبی بن کر آیا) مگر اس کے بعد بھی کوئی نہ کوئی نبی ہوتا تھا سوائے اس نبی (محمد ﷺ) کے (یعنی اس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا بلکہ اس کے بعد اس کے خلفاء ہوں گے)۔

ابہم غسان کو دعوت اسلام ..... (۳) ہمیں اس کی خبر دی ابو بکر فارسی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو اسحاق اصفہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو احمد بن فارس نے، ان کو حدیث بیان کی محمد بن اسماعیل بخاری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی محمد بن عمر نے۔ اس نے مذکورہ حدیث ذکر کی۔

(۴) اور میری کتاب میں ہے ہمارے شیخ ابو عبد اللہ حافظ نے وہ اس میں سے ہے جو اس نے مجھے خبر دی بطور اجازت کے یہ کہ ابو محمد عبد اللہ بن اسحاق بغوی نے ان کو خبر دی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابراہیم بن یثیم بلدی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبد العزیز بن مسلم بن ادریس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبد اللہ بن ادریس نے شریح بن مسلم سے، اس نے ابو امامہ باہلی سے، اس نے ہشام بن عاص اموی سے۔ انہوں نے کہا میں بھیجا گیا اور قریش میں سے ایک اور آدمی بھی ہرقل روم کی طرف۔ اس کو اسلام کی دعوت دینے کی غرض سے۔ ہم لوگ روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم مقام غوطہ یعنی دمشق میں جا پہنچے۔ اور ہم جبلہ بن ابہم غسانی کے پاس اترے (یعنی غسان کا بادشاہ)۔ اس کے دربار میں داخل ہوئے وہ اپنے تخت پر براجمان تھا۔ اس نے ہمارے پاس اپنا نمائندہ بھیجا تاکہ ہم اس کے ساتھ بات چیت کریں۔ ہم نے اس سے کہا کہ قسم بخدا ہم نمائندے سے بات نہیں کریں گے۔ ہم براہ راست بادشاہ کی طرف بھیجے گئے ہیں اگر وہ ہمیں بات کرنے کی اجازت دیں گے تو ہم اس سے بات کریں گے ورنہ ہم قاصد سے بات نہیں کریں گے۔ وہ نمائندہ واپس گیا اس نے جا کر اس کو خبر دی اس بات کی۔ کہتے ہیں کہ اس نے ہم کو اجازت دے دی۔ ہم گئے تو اس نے کہا بات کیجئے۔

چنانچہ ہشام بن عاص نے اس سے بات کی اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس وقت اس نے سیاہ کپڑے زیب تن کر رکھے تھے۔ ہشام نے اس سے کہا کہ یہ کیا ہے آپ کے اوپر؟ اس نے کہا کہ میں نے یہ کپڑے پہنے ہیں اور قسم کھالی تھی کہ میں ان کو نہیں اتاروں گا۔ یہاں تک کہ تم لوگوں کو شام سے نکال دوں گا۔ ہم نے کہا آپ یہاں بیٹھے رہئے، اللہ کی قسم البتہ ہم ضرور تجھ سے یہ چھین لیں گے۔ اور ہم ضرور اقتد اور حکومت چھین لیں گے بڑے بادشاہ سے بھی انشاء اللہ۔ ہمیں اس بات کی خبر ہمارے نبی نے دی ہے۔ اس نے کہا کہ تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سارا سارا دن روزہ رکھتے ہیں، رات کو کھولتے ہیں۔ تمہارا روزہ کیسے ہوتا ہے؟ ہم نے جب اس کو بتایا تو اس کا چہرہ سیاہی سے بھر گیا۔ پھر اس نے کہا کہ تم لوگ اٹھ جاؤ۔ اس نے ہمارے ساتھ ایک نمائندہ بھیجا۔ ہم لوگ روانہ ہوئے۔

صحابہ کرام ہرقل کے دربار میں ..... جب ہم ہرقل روم کے شہر کے قریب پہنچے تو جو ہمارے ساتھ تھا اس نے کہا کہ تمہارے یہ سواری کے جانور بادشاہ کے شہر میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ہاں اگر تم لوگ چاہو تو ہم تمہیں نچر اور ٹٹو وغیرہ پر سوار کر لیتے ہیں۔ ہم نے کہا اللہ کی قسم ہم لوگ انہی سواریوں پر اس کے پاس جائیں گے۔ انہوں نے بادشاہ کی طرف پیغام بھیجا کہ یہ لوگ نہیں مان رہے۔ لہذا ہم لوگ اپنی اپنی سواریوں پر داخل ہوئے۔ ہم نے اپنی تلوار جامل کر رکھی تھی۔ یہاں تک کہ ہم اس کے بالا خانے تک جا پہنچے۔ ہم نے اس کو مکان کے ساتھ اپنی سواریاں بٹھائیں اور بادشاہ ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔

ہم نے کہا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللہ جانتا ہے کہ اس کا وہ کمرہ لرز نے لگا تھا۔ لرزتے لرزتے ایسا ہو گیا جیسے کھجور کی شاخ اور خوشہ ہلتا ہے جس کو ہوا چھیڑیں مارتی ہے۔ اس نے ہمارے پاس بندہ بھیجا کہ تمہیں اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ تم لوگ ہم لوگوں پر اپنا دین کھلم کھلا بیان کرو۔ اور ہمارے پاس پیغام بھیجا کہ اندر داخل ہو جاؤ۔ ہم اس کے پاس اندر گئے اور وہ اپنے بستر پر بیٹھا تھا اور اس کے پاس روم کے سردار بیٹھے تھے اور اس کی مجلس میں ہر چیز سرخ تھی۔ اس کے ارد گرد سرخ تھی اور اس کے اوپر سرخ کپڑے تھے، جو نبی اس کے قریب ہوئے تو وہ ہنسنے لگا۔ اور اس نے کہا کہ تمہارے لئے اجازت ہے کہ تم لوگ چاہو تو مجھے اس طرح سلام کرو جیسے تم لوگ آپس میں کرتے ہو۔ اس کے پاس ایک آدمی تھا جو فصیح عربی

بولتا تھا، کثیر الکلام تھا۔ ہم نے کہا کہ بے شک ہمارا اسلام جو ہمارے مابین ہوتا ہے وہ تیرے لئے حلال نہیں ہے۔ رہا تیرا اسلام جس کے ساتھ تھے اسلام کیا جاتا ہے وہ ہمارے لئے حلال نہیں ہے کہ تھے اس طرح سلام کیا جائے۔ اس نے پوچھا کہ تم لوگ اپنے بادشاہ کو سلام کیسے کرتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ ہم اس کو بھی یہی سلام کرتے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ وہ تمہیں کس طرح جواب دیتا ہے؟ ہم نے بتایا کہ وہ بھی ہمیں اسی طرح جواب دیتا ہے۔ اس نے پوچھا کہ تمہاری سب سے بڑا کلام بڑی بات کیا ہے؟ ہم نے بتایا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ۔ ہم نے جب ان الفاظ کے ساتھ کلام کیا تو کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم پھر وہ کمرہ لرزنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے اس کی طرف سر اٹھایا اور کہنے لگا یہ الفاظ جو تم نے کہے ہیں جس سے کمرہ ہلنے لگا ہے کیا تم لوگ جب بھی اپنے گھروں میں کہتے ہو تو تمہارے گھر کی اسی طرح کا پٹنہ لگتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ نہیں ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایسا ہوا ہو مگر یہاں دیکھ رہے ہیں تیرے پاس۔ وہ کہنے لگا میں چاہتا تھا کہ اگر یہ واقعہ ہر وقت ہوتا ہے کہ تم لوگ جب بھی کہتے ہو ہر شے تمہارے کہنے سے کا پتی ہے تو میں اپنا آدھا ملک خالی کر دوں، آدھے ملک سے نکل جاؤں۔ ہم نے کہا کیوں؟ اس نے کہا کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ ہمارے لئے آسان ہوتا اور ہمارے لئے زیادہ بہتر ہوتا یہ کہ نہ ہو امر نبوت سے۔ اور یہ کہ وہ لوگوں کی تدبیروں میں سے۔

پھر اس نے ہم سے پوچھا اس کے بارے میں جو حضور ﷺ نے ارادہ کیا ہے، یعنی وہ کیا چاہتے ہیں؟ ہم نے اس کو خبر دی۔ پھر اس نے پوچھا کہ تمہاری نماز کیسے ہوتی ہے؟ اور تمہارا روزہ کیسے ہوتا ہے؟ ہم نے اس کو بتا دیا۔ اس نے کہا اچھا اب تم لوگ اٹھ جاؤ۔ لہذا ہم لوگ اٹھ گئے، اس نے ہمارے لئے اچھے گھر اور اچھی ضیافت کا انتظام کیا۔ ہم نے تین دن اس کے ہاں قیام کیا۔ اس نے ایک مرتبہ رات کے وقت ہمیں بلایا۔ ہم لوگ گئے۔ اس نے کہا کہ آپ لوگ اپنی بات میرے سامنے پھر دہراؤ۔ ہم نے اپنی بات دہرائی۔ اس کے بعد اس نے کوئی چیز منگوائی جو کسی بہت بڑے صندوق کی صورت پر تھی اس پر سونے کا پانی چڑھایا گیا تھا۔ اس کے اندر چھوٹے چھوٹے گھریا خانے بنے ہوئے تھے ان پر دروازے لگے ہوئے تھے اس نے ایک خانہ اور تالا کھولا۔

### حضرت آدم علیہ السلام کی صورت

(۱) اور اس نے ایک کالا ریشم کا کپڑا نکالا اور اس کو پھیلایا۔ یکا یک اس میں ایک تصویر تھی جو کہ سرخ تھی اس تصویر پر ایک آدمی تھا جس کی دونوں آنکھیں موٹی موٹی تھیں، سُرینیں بڑی تھیں، گردن اس قدر لمبی کہ میں نے ایسی کبھی نہ دیکھی تھی۔ جبکہ اس کی داڑھی نہیں تھی، بالوں کی دو چٹیا بنی ہوئی تھیں۔ اللہ نے جو مخلوق پیدا کی ہے اس میں حسین ترین شکل تھی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا کہ نہیں۔ اس نے بتایا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور وہ سب لوگوں سے زیادہ بالوں والے تھے۔

### حضرت نوح علیہ السلام کی صورت

(۲) اس کے بعد اس نے ہمارے لئے ایک اور دروازہ کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشمی کپڑا نکالا۔ اس میں بھی ایک تصویر تھی جس پر ایک سفید شخص بیٹھا ہوا تھا اس کے بال تھے گھونگھرا لے بالوں کی طرح، اس کی آنکھیں سرخ تھیں، سر بڑا تھا، داڑھی خوبصورت تھی۔ اس نے پوچھا کہ اس کو تم پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا کہ نہیں۔ اس نے بتایا کہ یہ نوح علیہ السلام ہیں۔

### حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت

(۳) اس کے بعد اس نے ایک اور دروازہ کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشم نکالا۔ اس میں ایک آدمی تھا جو انتہائی سفید رنگ والا، خوبصورت آنکھوں والا، کشادہ پیشانی والا، لمبے رخسار والا، سفید داڑھی والا۔ ایسے لگتا تھا جیسے ابھی مسکرا دے گا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا تم لوگ اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ نہیں پہچانتے۔ اس نے بتایا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

### حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی صورت

(۴) اس کے بعد اس نے ایک اور دروازہ کھولا۔ اس میں بھی ایک صورت تھی جو کہ انتہائی سفید تھی۔ یہ تو اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ تھے۔ اس نے پوچھا کیا تم لوگ ان کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں! یہ تو محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم رو پڑے۔ کہتے ہیں کہ اللہ جانتا ہے کہ وہ (دکھانے والا) اٹھ کھڑا ہوا۔ بعد میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا اللہ کی قسم کیا یہ واقعی وہی ہیں؟ ہم نے کہا کہ جی ہاں یہ وہی ہیں۔ ایسے محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم انہی کو دیکھ رہے ہیں۔ لہذا وہ تھوڑی دیر تک اس صورت کو دیکھتا رہا پھر کہنے لگا بہر حال یہ آخری گھریا آخری خانہ تھا مگر میں نے اس کو پہلے کھول دیا ہے تاکہ میں اس کو جلدی دیکھوں جو شخص تمہارے ہاں ہے۔

### حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی صورت

(۵)، (۶) اس کے بعد اس نے ایک اور خانہ کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشم نکالا۔ اس میں ایک صورت تھی گندم گوں، سیاہی مائل۔ یکا یک دیکھا تو ایک آدمی تھا انتہائی گھونگھرا لے بالوں والا، گہری آنکھوں والا، تیز نگاہوں والا، سخت چہرے والا، باہم جڑے ہوئے دانتوں والا، موٹے اوپر اٹھے ہوئے ہونٹوں والا جیسے کہ سخت غصے میں ہے۔ (دکھانے والے) نے پوچھا کہ کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا کہ نہیں۔ اس نے بتایا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

اور اس کے برابر پہلو میں ایک اور صورت تھی جو موسیٰ علیہ السلام کے مشابہ تھی مگر ان کے سر پر تیل لگا ہوا تھا۔ پیشانی چوڑی تھی، اس کی آنکھ میں بھینگاپن یا ایک طرف جھکاؤ تھا۔ انہوں نے بتایا کہ کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ نہیں۔ اس نے بتایا کہ یہ ہارون بن عمران ہیں۔

### حضرت لوط علیہ السلام کی صورت

(۷) اس کے بعد اس نے ایک اور دروازہ کھولا۔ اس میں ایک سفید ریشم نکلوا۔ اس میں ایک آدمی کی صورت تھی جس کا گندمی رنگ تھا۔ بال سیدھے تھے۔ میانہ قد تھا۔ دیکھنے میں ایسا لگتا تھا جیسے وہ غصے میں بیٹھا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کو جانتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ لوط علیہ السلام ہیں۔

### حضرت اسحاق علیہ السلام کی صورت

(۸) اس کے بعد اس نے ایک اور دروازہ کھولا اس میں سے ایک سفید ریشمی کپڑا نکلوا۔ اس میں ایک صورت تھی جو کہ ایک سفید رنگ کا آدمی تھا اس کے رنگ میں سرخی کی آمیزش تھی، ناک کی ہڈی اونچی تھی، رخسار ہلکے تھے بھرے ہوئے نہیں تھے، چہرہ خوبصورت تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ اسحاق علیہ السلام ہیں۔

### حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت

(۹) اس کے بعد اس نے ایک اور دروازہ کھولا اس میں سے ایک سفید ریشم کا کپڑا نکالا۔ اس میں ایک صورت تھی جو کہ اسحاق علیہ السلام سے مشابہ تھی مگر اس کے نیچے والے ہونٹ پر ایک تل تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ یعقوب علیہ السلام ہیں۔

### حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صورت

(۱۰) اس کے بعد اس نے ایک اور دروازہ کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشم نکالا۔ اس میں ایک آدمی کی صورت تھی جو سفید رنگ خوبصورت چہرے والا آدمی تھا، ناک کی ہڈی اونچی تھی، خوبصورت قامت تھی۔ اس کے چہرے پر نور غالب تھا مگر چہرے میں عاجزی پہچانی

جاری تھی۔ یہ بھی سرخی مائل تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ اسماعیل علیہ السلام ہیں، تمہارے نبی کے دادا۔

### حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت

(۱۱) اس کے بعد اس نے ایک اور دروازہ کھولا اس میں سے ایک سفید ریشم نکالا۔ اس میں ایک صورت تھی آدم علیہ السلام جیسی۔ ایسے لگتا تھا جیسے اس کے چہرے پر سورج رواں دواں ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کو جانتے ہو؟ ہم نے منع کیا تو اس نے بتایا کہ یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔

### حضرت داود علیہ السلام کی صورت

(۱۲) اس کے بعد ایک اور دروازہ کھولا اس میں سے ایک سفید ریشم نکالا اس میں ایک آدمی کی صورت تھی جو کہ سرخ رنگ والا تھا، پنڈلیاں پتلی تھیں، آنکھیں چھوٹی تھیں، پیٹ بڑا تھا، میانہ قد تھے۔ جسم پر تلوار لٹکائی ہوئی تھی۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کو جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ داود علیہ السلام ہیں۔

### حضرت سلیمان علیہ السلام کی شبیہ

(۱۳) اس کے بعد ایک اور دروازہ کھولا، اس میں سے ایک سفید ریشم نکالا۔ اس میں ایک آدمی کی شبیہ تھی۔ اس کی سرین موٹی تھی، پیر لمبے تھے۔ یہ آدمی گھوڑے پر سوار تھا۔ انہوں نے پوچھا، اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ سلیمان بن داود علیہ السلام ہے۔

### حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ

(۱۴) اس کے بعد اس نے اور دروازہ کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشم نکالا۔ اس میں ایک سفید شبیہ تھی، وہ ایک نوجوان آدمی تھا۔ داڑھی انتہائی شدید کالی نہیں تھی، بال زیادہ تھے۔ آنکھیں خوبصورت، چہرہ خوبصورت۔ انہوں نے پوچھا، اس کو جانتے ہو؟ ہم نے منع کیا تو انہوں نے بتایا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔

ہم نے پوچھا یہ تصویریں آپ کے پاس کہاں سے آئی ہیں۔ اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ بالکل اسی کیفیت پر ہیں جس پر انبیاء علیہم السلام کی صورتیں اور شکلیں بنائی گئی تھیں۔ اس لئے کہ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کی صورت و شکل بالکل انہیں کی مثل ہے؟ لہذا ہر قل ملک اعظم نے کہا کہ بے شک آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ ان کو اس کی اولاد میں سے انبیاء کرام ان کو دکھا دیں۔ لہذا اللہ نے آدم علیہ السلام پر ان انبیاء کی صورتیں اور شکلیں اتاری تھیں۔ اور وہ آدم علیہ السلام کے خزانے میں محفوظ تھیں۔ سورج کے غروب ہونے کی جگہ کے قریب۔ غروب شمس کی جگہ سے ان کو ذوالقرنین بادشاہ نے نکال لیا تھا۔ اس نے ان کو حضرت دانیال علیہ السلام کے حوالے کر دیا تھا۔

اس کے بعد (ہر قل نے) کہا، سن لو اللہ کی قسم بے شک میرا دل تو خوش ہے میرے ملک سے نکلنے پر اور اگر میں عبد اور غلام ہوتا تو اس ملک کو نہ چھوڑتا، یہاں تک کہ میں مرجاتا۔ پھر اس نے ہمیں روانہ کیا اور ہمیں اچھے طریقے سے صلہ دیا اور ہمیں چھوڑ دیا۔

ہم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ اور ہم نے وہ سب کچھ بتایا جو ہم نے دیکھا تھا۔ اور جو کچھ اس نے ہم سے کہا تھا۔ اور اس نے جو کچھ ہمیں صلہ دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ روپڑے اور فرمانے لگے کہ وہ مسکین ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا تو وہ ضرور یہ کام کرتا (یعنی اسلام قبول کرتا)۔ اس کے بعد کہا، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی کہ وہ لوگ (یعنی عیسائی) اور یہودی اپنے ہاں یعنی (توراة و انجیل میں) محمد ﷺ کی صفت پاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ۵/۳۱۲)

(۱۵) اور ہماری کتاب میں ہمارے شیخ سے مروی ہے ابو عبد اللہ حافظ سے اور وہ اس میں سے ہے جس کے ساتھ مجھے خبر دی ہے بطور اجازت کے۔ کہ ابو بکر احمد بن کامل قاضی نے ان کو خبر دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے جعفر بن محمد بن شاکر نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے عفان نے، ان کو ہمام نے، ان کو قتادہ نے زرارہ بن اونی سے۔ اس نے مطرف بن مالک سے کہا کہ میں تَسْتَر کی فتح کرنے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ موجود تھا۔ ہم مقام سوس میں حضرت دانیال کی قبر پر پہنچے۔ وہ لوگ جب بارش مانگتے تھے تو حضرت دانیال کے ذریعے مانگتے تھے باہر نکل کر۔ اس نے حدیث ذکر کی اس میں۔ جو کچھ انہوں نے اس میں پایا تھا، اس میں ایک صندوق تھا۔ اس میں ایک کتاب (یا تحریر تھی)۔ پھر اس نے حدیث ذکر کی ایک نصرانی کی اجیر کے بارے میں جس کا نام نُعَيْمٌ تھا۔ اس کو وہ کتاب ہبہ کی گئی تھی (پھر انہوں نے حدیث ذکر کی)۔ اس کے اسلام کے بارے میں۔ پھر اس کتاب کو پڑھنے کے بارے میں۔ کہ اس میں یہ بات لکھی ہوئی تھی :

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ - (سورة آل عمران : آیت ۸۵)

جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

کہتے ہیں کہ اس دن (یہود و نصاریٰ میں سے) بیابلیس عالم اسلام لے آئے تھے۔ یہ واقعہ حضرت معاویہ کی خلافت میں پیش آیا تھا۔ حضرت معاویہ نے ان کو عطا یا اور تحائف دیئے تھے۔

### حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کا حضرت دانیال علیہ السلام نبی کی میت کا تجہیز و تکفین

ہمام کہتے ہیں کہ فرقد نے گمان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے ابو تمیمہ نے کہ حضرت عمر نے حضرت اشعری کو لکھا۔ حضرت دانیال (کی میت) کو بیری اور ریحان (نازبو کے جوش دیتے ہوئے) پانی کے ساتھ غسل دیں اور یہ کام کہ اس پر نماز (جنازہ) پڑھائی جائے۔ بے شک وہ نبی تھے۔ انہوں نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ مسلمانوں کے سوا کوئی اس کا متولی نہ بنے، جو ان کی تجہیز و تکفین کرے۔

(۱۶) ہمام نے کہا کہ مجھے خبر دی بسطام بن مسلم نے کہ معاویہ بن قرہ نے کہا :

”ہم لوگ آپس میں اس کتاب کا ذکر کر رہے تھے۔ (جس کا اس روایت کے شروع میں ذکر ہوا ہے جس میں مذکورہ سورة آل عمران بھی تھی، یہ مذاکرہ ہو رہا تھا) کہ وہ کتاب پھر کہاں گئی تھی۔ اتنے میں ہمارے پاس حضرت شہر بن حوشب کا گزر ہوا تو ہم نے ان کو بلا لیا۔ اور ان سے اس کتاب کے بارے میں ہم نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا، واقعی آپ لوگوں نے ایسے بندے سے پوچھا ہے جو اس بارے میں خبر رکھتا ہے۔ بے شک وہ کتاب حضرت کعب کے پاس تھی۔ جب ان کی وفات ہونے لگی تو انہوں نے فرمایا کوئی ایسا آدمی ہے جس کو میں اس امانت کا امین بنا دوں۔ جو اس امانت کو ادا کر دے۔ حضرت شہر بن حوشب نے بتایا کہ میرے ایک چچا زاد بھائی نے کہا (کہ وہ اس امانت کو لے لے گا)۔ اس کی کنیت ابولبید تھی۔ حضرت کعب نے وہ کتاب اس کے حوالے کر دی تھی اور فرمایا کہ اس کو لے چلے جاؤ۔ جب تم فلاں فلاں مقام پر پہنچو تو اس کو اس میں پھینک دینا (اس سے ان کی) مراد سمندر یا دریا سے تھی۔“

ہمام نے حدیث ذکر کی اس آدمی کے خلاف کہ حضرت کعب کو معلوم ہو گیا کہ اس شخص نے یہ کام نہیں کیا پھر بعد میں اس نے یہ کام کیا (کہ وہ جب ڈالنے کے لئے گئے تو) پانی الگ ہو گیا تھا۔ پھر انہوں نے وہ کتاب اس میں پھینک دی اور واپس حضرت کعب کے پاس لوٹ کر آئے اور ان کو بتایا کہ اس نے وہ کتاب پانی میں پھینک دی ہے۔ تو حضرت کعب جان گئے اس نے سچ کہا ہے۔ فرمایا کہ بے شک وہ اصل توراہ تھی، جیسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا۔